بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ ۲۰۷)

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی رضا چاہنے کو

جہانِ امامِ ربّانی

قدس سرہ

مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

جلد ششم

ترتیب و تحقیق : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

معاونین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظر ثانی
محمد عالم مختار حق

امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ ۲۰۷)

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی رضا چاہنے میں

جہانِ امامِ ربّانی

کو قلم

مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم ہشتم

زیرِ سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد

مولانا جاوید اقبال مظہری

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی

محمد عالم مختار حق

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء

نام .... جہان امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
مرتبین .... صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
نظر ثانی .... محمد عالم مختار حق
اقلیم .... ہشتم
تصحیح .... علامہ قاری محمد ظفر احمد نقشبندی، مولانا علی انور بگھیو مسعودی
صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
حروف ساز .... سید شعیب افتخار مسعودی، قاری محمد شریف کمبوہ
طابع .... مولانا جاوید اقبال مظہری
مطبع .... برکت پریس، کراچی
طباعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء
اشاعت .... اول (بارہ سو)
ناشر .... امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
ہدیہ ....

ناشر

امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی

فلیٹ نمبر اے-۵، پلاٹ نمبر سی-۷، اسٹیڈیم لین نمبر ا، فیز 7، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون ۵۸۴۰۳۹۵-۰۱۲
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ملنے کے پتے

☆ ادارۂ مسعودیہ.....۵،۶/۲_ای، ناظم آباد، کراچی_فون ۰۲۱_۶۶۱۴۷۴۷

☆ ضیاءالاسلام پبلی کیشنز.....ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم۔اے۔ جناح روڈ، کراچی، فون ۰۲۱-۲۲۱۳۹۷۳

☆ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز.....اُردو بازار، کراچی_فون ۰۲۱-۲۶۳۰۴۱۱

☆ مکتبہ غوثیہ ہول سیل.....پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی_فون ۰۲۱_۴۹۲۶۱۱۰

☆ المختار پبلی کیشنز ۲۵_جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی_فون ۰۲۱_۲۷۲۵۱۵۰

☆ فرید بک اسٹال.....۳۸_اُردو بازار، لاہور فون ۰۴۲-۷۲۲۴۸۹۹

☆ مکتبہ جامعہ نقشبندیہ بستان العلوم . کڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

☆ Khalifa Muhammad Yahya, Roza Shareef, Sirhind, District Fatehgarh, Pin code-140406. (INDIA) Ph.01763-30144.

☆ Dr. Mufti Muhammad Mukarram Ahmad, Nusratul Islam Educational Society, Masjid Fatehpuri, Delhi-6, (INDIA)

☆ Mr. Masood Ahmad Ashrafi,Chairman, Global Islamic Mission, 335, Walnut Street # 2, Yonkers New York-10701 (U.S.A)

☆ Mr. Munir Hussain Masoodi, 46-Holly Lane Smethwich, West Midlnds B67 7JD. (U.K)

☆ Mawlana Muhammad Qamaruddin Rizvi, Maktaba-i-Razvia, 423-Matia Mahal, Jama Masjid Delhi -110006. (INDIA)
Ph. 23264524

☆ Abdul Aziz Siddiqui, 20 Chatripura, Main Road, Indoor (M.P) INDIA.

الحمد لله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

انتساب

☆☆

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ
کے نام

☆......جن کے جدِ اعلیٰ نے ایک صدی قبل ان کی ولادت کی خوش خبری سنائی

☆......جن کے مرشد نے ولادت سے قبل ''شیر خدا'' کی نوید سنائی

☆......جو بچپن ہی سے اللہ کا ذکر کرتے تو مست ہو جاتے

☆......جو گلشن و گلخن میں مشاہدۂ جمال یار کرتے تھے

☆......جو جانِ حیا تھے

☆......جو مستجاب الدعوات تھے

☆......قرآن سنتے تو وجد میں آ جاتے، نعت سنتے تو سرشار ہو جاتے

☆......جن کا روحانی فیض ان کے برادر خُرد میاں غلام اللہ علیہ الرحمۃ کے ذریعہ پھلا پھولا

☆......جن کے برادر زادگان میاں غلام احمد علیہ الرحمۃ اور میاں جمیل احمد مدظلہ العالی نے خلوت وجلوت میں تعلیمات مجددیہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا

(مرتبین)

☆......☆......☆

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ان الله لغفور رحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم ہشتم

صدیق و عمر مونس و غمخوارِ مجدد
عثمان و علی بھی ہیں طرف دارِ مجدد
(قمر یزدانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقلیم ہشتم

☆☆

کشور اول

کشور دوم

کشور سوم

کشور چہارم

کشورِ پنجم

☆......☆......☆

مختص الملک الراقنہ والعدل والجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نعتِ رسول مقبول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

☆☆

زہے عزّت و اعتلائے محمدﷺ
کہ ہے عرشِ حق، زیر پائے محمدﷺ

مکاں عرش اُن کا، فلک فرش اُن کا
مَلَکْ خادمانِ سرائے محمدﷺ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے، رضائے محمدﷺ

عجب کیا اگر رحم فرمالے ہم پر
خُدائے محمدﷺ برائے محمدﷺ

دمِ نزع جاری ہو، میری زباں پر
محمدؐ، محمدؐ، خدائے محمدؐ

عصائے کلیم، اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا، عصائے محمدؐ

مَیں قرباں، کیا پیاری پیاری ہے نسبت!
یہ آنِ خدا، وہ خدائے محمدؐ

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں، محوِ لقائے محمدؐ

اجابت نے جُھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمدؐ

رضاؔ پُل سے اَب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمدؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نذرانہ عقیدت

خواجہ عبداللہ ابن خواجہ باقی باللہ

☆☆

امام زماں قطب اقطابِ عالم
کہ چوں او ندانم کہ بگزشت یک تن

زبس ہمت و وسعت فیض باطن
بہ تجدید الف دوم شد معین

چو بہر شفاعت بہ محشر درآید
جہانے نہاں گرددش زیر د امن

(شیخ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۳ھ ص ۲۶۵)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اَلجذبة الشَّوقیه اِلی الحضرَةِ المُجددیَّه

محمد جان العمری البحری آبادی

☆☆

فخر الکرام و قدوة لفئامهم
زین الخلیقة مقتدٰی دین الهدٰی

یا خیر فرع نابت من دوحة
تنمی الٰی فاروق نعم المقتدٰی

لما ولدت وشمس و جهک اشرقت
فلکان یومئذ بداصبح الهدٰی

وبنور ها ظلم الظلال تقشعت
وظلام رجس الشرک جاء مشردا

قد کنت نوراللہ بین عبیده
فبک اهتدی منهم الیه من اهتدٰی

بک جاء اس الغی مقتلعا کما
بک جاء بنیان الرشاد مشیدا

جمعت بین شریعة و طریقة
فاتیت فی کل هما ما مرشدا

وسعیت فی تمحیص کل منهما
فهما بذاک تانقا و تجوّدا

جددت مندرس الرسوم لدیننا
وکفٰی المرءٍ ان یکون مجددا

وکفٰی بصحفک فی معارف حقه
اودعتها قولا متینا جیّدا

شهدت بکونک فی الشریعة کاملا
صدعت بکونک فی الطریقة اوحدا

خضعت لها الاعناق من فرسانهم
قبلو اوهم کانوا جهابذنقدا

واللہ فیض انت متبعه الٰی
یوم القیامة لایکون منفدا

نور به الدنیا اضاء ت کلها
لاینطفیٰ ابداویبقی سرمدا

☆......☆......☆
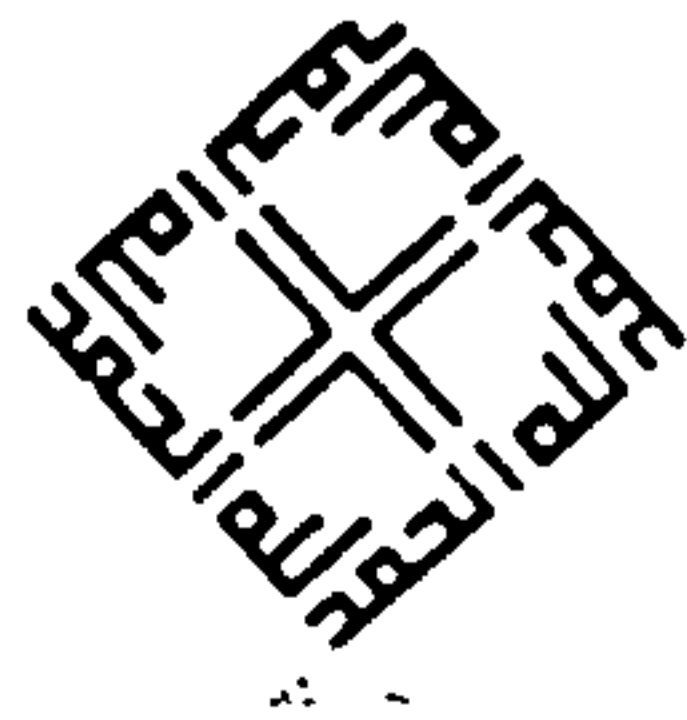
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

میلادِ مجدد

حضرت محمد سلیم جان سلیم مجددی

☆☆

دہر را مژدہ کہ وضعے دگرے پیدا شد
ز شب تیرہ مبارک سحرے پیدا شد
آں چناں ابر عطا و کرم حق بارید!
گلشن فیضِ بدہر بام و درے پیدا شد
گشت آفاق منور ز ضیائے سرہند
در شبِ تار ضلالت قمرے پیدا شد
ماہ و انجم درخشید و فلک داد نوید!
برزمیں مہر ہدٰی جلوہ گرے پیدا شد
تہنیت رفت ز گیتی بہ سماوات علٰی
نائبِ احمد مرسل بشرے پیدا شد
حسن ذات ازرخ پر نور برافگند نقاب
عشق رقصید کہ صاحب نظرے پیداشد
مژدہ اے اہل دل و مژدہ اے ارباب وفا
کہ مسیحا نفسے، چارہ گرے پیدا شد

سزد از فخر اگر مادر گیتی نازد!
در کنارش چہ خجستہ پسرے پیدا شد
شعلہ زد عشق رسول از دم او در عالم
باز از خاک فسردہ شررے پیدا شد
شکر کز قلزمِ انوار رسولِ عربی
احمدِ ہندی والا گہرے پیدا شد
شکر در باغ شریعت ز نہالِ فاروق
راحتِ قلب و نظر خوش ثمرے پیدا شد
عقدۂ شرع و طریقت باشارت وا کرد
شکر کہ ایں سلسلہ را باز سرے پیدا شد
بود از منزلِ خود صوفی و ملا گمراہ
شکر کہ ایں قافلہ را راہبرے پیدا شد
باز بنیاد شہنشاہیٔ اسلام نہاد
خسرو بے کلہ و بے کمرے پیداشد
سرنگوں بر در او سطوت شاہان جہاں
حاکم کشور دل تاجورے پیداشد
کرد او بتکدۂ اکبر و فیضی مسمار
قصرِ دیں را چہ عجب کار گرے پیدا شد
گردنش پیشِ جہاں گیر نشدخم ہرگز
آں شہے محتشمے مفتخرے پیدا شد

محرم سرِ نہاں سالکِ راہِ ایقاں
صاحبِ عزم و عمل دیدہ ورے پیدا شد

حامیِ دینِ متین ماحیِ شرک و بدعت
حق نما، حق طلبی، حق نگرے پیدا شد

نازشِ عالمیاں قدوۂ خاصانِ خدا
در نکویانِ جہاں خوبترے پیدا شد

بہ کمالات و فضائل، بہ علوم و عرفاں
فائق از اہلِ جہاں نامورے پیدا شد

آں مجدد کہ جہاں منتظر او بود!
شکر صد شکر کہ آں منتظرے پیدا شد

ظلمتِ بدعت و الحاد ز عالم بگریخت
شکر کز صبحِ سعادت اثرے پیدا شد

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت ہیں..... آپ کی شخصیت کی عظمت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو کام ۲۰۰۲ء میں شروع کیا تھا وہ چار سال گزر جانے کے باجود اب تک جاری ہے اور بڑی سرعت سے جاری ہے ..... الحمد للہ، حضرت مجدد الف ثانی کے دائرۂ اثر میں پورا عالم ہے..... ہر براعظم میں نقشبندی مجددی حضرات موجود ہیں نہ صرف موجود ہیں بلکہ فعال بھی نظر آتے ہیں چوں کہ اس سلسلہء عالیہ میں اخفاء ہے اور نام نمود نہیں اس لیے عوام تو عوام خواص کو بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی وسعت وہمہ گیری کا ادراک نہیں ..... جہان امام ربانی کی اشاعت کے بعد اب رفتہ رفتہ ادراک ہوتا جارہا ہے.....

''جہان امام ربانی'' کی اقلیم ہشتم آپ کے پیش نظر ہے اس میں حسب سابق شروع میں نعت شریف، مناقب، ابتدائیہ اور تاثرات کے علاوہ پانچ کشور ہیں..... جن کی فہرست شروع میں دے دی گئی ہے..... نئے قارئین کی آگاہی کے لیے سابقہ سات جلدوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہے۔

اس سے قبل پیش کی گئی اقلیم اول میں تقدیم، ابتدائیہ اور افتتاحیہ کے بعد کشور اول میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب، احادیث مبارکہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں متقدمین ومتاخرین علماء وصوفیہ کے تاثرات اور مثنوی درشان حضرت مجدد شامل ہیں..... کشور دوم میں تصوف..... کشور سوم میں اکابر نقشبندیہ پر مقالات ہیں..... کشور چہارم میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی حیات اور ان کے تاثرات پر مقالات ہیں..... کشور پنجم میں سرہند شریف کا تعارف، حضرت مجدد کے حالات زندگی، آپ کے امتیازات، خانقاہ شریف کا علمی ماحول، آپ کا لباس وحلیہ شریف کے علاوہ

نگارخانہ (بعض مقالہ نگاروں کا مختصر تعارف) اور مرقعات شامل ہیں......

اقلیم دوم میں نعت ومناقب اور ابتدائیہ وتاثرات کے بعد کشور اول میں ماہ وسال، مکتوبات کی تخریج احادیث، فقہی خدمات، عربی زبان وادب میں خدمات پر مقالات ہیں...... کشور دوم میں سنت، بدعت، ذکر الٰہی، مسلک امام ربانی اور آپ کے معمولات شامل ہیں...... کشور سوم میں علم لدُنی، جذبہ وسلوک، تعلیمات تصوف، تزکیہ نفس، صحو وسُکر، علم النفسیات، علم الکائنات پر مقالات ہیں...... کشور چہارم میں ''مجدد الف ثانی'' اور ''منصب قیومیت'' پر مقالات ہیں جبکہ کشور پنجم، عرفان کے مجتہد اعظم، نظریہ وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، ابن عربی اور امام ربانی کے نظریات کا تقابل اور نگارخانہ ومرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم سوم میں نعت ومناقب اور ابتدائیہ وتاثرات کے بعد کشور اول میں تعارف شیخ احمد سرہندی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور)، مجدد نامہ، مقامات مجدد، مقام مجدد، مقامات روحانی کی جھلکیاں، ملی اور دینی خدمات پر مقالات ہیں...... کشور دوم میں اثبات نبوت، حضرت مجدد کی اصلاحی وتجدیدی تحریک، عقیدہ ختم نبوت اور وسیلہ خاتم النبیین (ﷺ) پر مقالات ہیں...... کشور سوم میں امام ربانی کا رسالہ رد روافض، تقلید ائمہ مجتہدین اور رفع سبابہ پر مقالات ہیں...... کشور چہارم میں حضرت مجدد کا طریقہ ایصال ثواب، عقائد ومعمولات، تعلیمات ومسلک، طریقہ نماز وطہارت اور انداز تعلیم وتبلیغ پر مقالات ہیں جبکہ کشور پنجم، علم اور علماء حضرت مجدد کی نظر میں، حضرت مجدد کے تعلیمی افکار، ارشادات، ملفوظات، کرامات امام ربانی اور نگارخانہ ومرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم چہارم میں نعت ومناقب اور ابتدائیہ وتاثرات کے بعد کشور اول میں آفتاب شرف، تعارف امام ربانی، حضرت مجدد مطلع تاریخ پر اور اکبر وجہانگیر اور حضرت مجدد کے حوالے سے مقالات ہیں...... کشور دوم میں برصغیر میں حق وباطل کے معرکے اور دوقومی نظریہ پر مقالات ہیں...... کشور سوم میں خاندان مجددیہ کا زریں کردار، سلسلہ مجددیہ کا نقطۂ آغاز، حضرت مجدد اور محمد علی جناح، سرمایہ ملت کا نگہبان اور امام ربانی دانشوروں کی نظر میں شامل ہیں...... کشور چہارم میں سفر آخرت، اشک باری، تاریخ ہائے وصال، سلسلہ مجددیہ کے حضرات قدسیہ، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، سرمایہ ملت کا نگہبان، خواجہ محمد معصوم مقامات آدمیہ کی روشنی میں، خواجہ محمد معصوم اور اورنگ زیب کے تعلقات، مکتوبات معصومیہ اور مکتوبات سیفیہ

بادشاہ، شہزادوں اور شہزادی کے نام، خلفاء مجدد الف ثانی، حضرت مجدد اور علماء عصر اور علماء عصر سے اختلاف کا جائزہ شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، حالات مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، ملفوظات شاہ غلام علی، مولانا شیخ خالد کردی اور نگارخانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم پنجم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں امام ربانی کا تعارف، تصانیف کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کی فہم و تفہیم اور حضرات مجددیہ، مکتوبات کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کا عربی ترجمہ، مقدمہ شرح مکتوبات، مکتوبات کا ایک مترجم قاضی عالم الدین نقشبندی شامل ہیں...... کشور دوم میں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا جائزہ، سلسلہ مجددیہ کا ایک ترک مصنف، مارکسی مؤرخین، حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی گئی کتب اور اقوال پر مبنی کتب پر مقالات شامل ہیں...... کشور سوم میں افکار مجدد کا ایک مأخذ، حضرت مجدد مغرب میں اور دو عربی کتب ''الاجابة الربانیه'' اور ''الاشارات السنیه'' کا تعارف شامل ہیں...... کشور چہارم میں حضرت مجدد اور امام احمد رضا، امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، امام ربانی اور امام اہل سنت، حضرت مجدد اور ڈاکٹر اقبال، فلسفہء اقبال پر اثرات مجدد اور تصانیف اقبال میں ذکر مجدد شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، حضرت مجدد اور غوث اعظم اور حضرت مجدد اور امام اعظم کے حوالے سے مقالات کے علاوہ نگارخانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم ششم میں نعت شریف، مناقب، ابتدائیہ اور تاثرات کے بعد کشور اول میں تعارف حضرت مجدد الف ثانی، دنیائے عرب کے نقشبندی مشائخ و علماء، تیرہویں صدی کے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، متحدہ امریکہ، ترکی اور کُردستان کے مشائخ نقشبندیہ اور حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی و شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی کے حالات ہیں...... کشور دوم میں افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور افغانستان کے مشائخ نقشبندیہ، شاہان کابل و افغانستان سرہند میں، دہلی کے مشائخ نقشبندیہ، مولانا غلام محی الدین گھوسوی اور مولانا شاہ آل محی الدین ہادی کے حالات ہیں...... کشور سوم میں سندھ کے اولیاء و صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ کا ذکر ہے...... کشور چہارم میں بلوچستان، پنجاب اور کشمیر کے مشائخ کے تذکروں کے ساتھ ساتھ مولانا محمد حسین پسروری کے حالات بھی شامل ہیں...... کشور پنجم میں سرحد کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ، خانقاہ نقشبندیہ موسیٰ زئی، حضرت زندہ پیر گھمکول شریف پر مقالات کے علاوہ نگارخانہ، آئینہء جمال، کتابیات اور مناجات پیش کیے گئے تھے......

اقلیم ہفتم، میں نعت ومناقب اور ابتدائیہ وتاثرات کے بعد کشور اول میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات، خواجہ بہاء الدین نقشبند کے حالات وواقعات، تصوف کی ضرورت واہمیت، تبلیغ دین اور اشاعت تصوف میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کا کردار اور ان کے ارشادات وکرامات کا ذکر ہے...... کشور دوم میں خواجہ باقی باللہ، تعارف امام ربانی، امام ربانی اور فیضان کمالات نبوت ہیں...... کشور سوم میں تفسیر مظہری اور تفسیر روح البیان میں معارف واذکار امام ربانی کے حوالے سے مقالات ہیں...... کشور چہارم میں تخریج احادیث درمکتوبات (فارسی)، تخریج احادیثِ مکتوبات، جبکہ کشور پنجم، حضرت مجدد اور ترویج شریعت، شریعت طریقت حقیقت حضرت مجدد کی نظر میں، امام ربانی اور تنفیذ شریعت اور مرقعات ومختصر تعارف جہان امام ربانی اقلیم ہشتم پر مشتمل ہیں......

اب اقلیم ہشتم آپ کے پیش نظر ہے اور حسب سابق وہی گذارش کی جاتی ہے کہ دوران مطالعہ جو بھی فروگزاشت نظر سے گذرے تو برائے کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کرلی جائے......

۱۶رصفر المظفر ۱۴۲۷ھ

۱۷رمارچ ۲۰۰۶ء

احقر

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کراچی

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تاثرات

حضرت ابوحفص عمرالمجددی

(سجادہ نشین خانقاہ شاہ ابوالخیر، کوئٹہ، بلوچستان)

☆

یہی گروہ محبوبان خدا اور نائبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فرمایا گیا ''اذا رؤا ذکر اللّٰہ'' اور ''هم الجلساء لایشقی بهم جلیسهم ای یسعد من جالسهم بسبهم لو مرة''

اور حضرت کی ذات گرامی تو ارہاص اور صلہ بین الفئتین ہے۔ نکتہائے علم کلام ہوں یا علم عقائد و علم توحید، عقدات فقیہہ ہوں یا غوامض در معرفت تو مکتوبات قدسی آیات سے ہی سیرابی میسر ہو سکتی ہے زبہر منفعت تریاق فاروق فرمان است فتقرب الی اللّٰہ بالرجل الصالح

معمولی بے اعتدالی بھی دربارہ شریعت مطہرہ و طریقت علیہ مزاج پرگراں ''رگ فاروقیم در حرکت آمد''

داشت ز فاروق نسب معتبر

بود بہ سرہند او را مستقر

پاک بدن پاک سخن راست گو

راستیش گفتہ کہ او راست گو است

اور اصلاح ایسی مبارک کہ محرومی در طریقہ مانیست

ز جروہ زمرہ جدل است او

وارث آں در عدل است او

اور ایسی اصلاح کہ فاجعلها صلوٰة و زکوٰة وقربة تقربه بها الیک یوم القیامة ہو جائے علاج ظاہر ہو یا باطن ایسے بندے کے پاس ہو جو فرمایا گیا من عبادنا رحمة من عندنا وعلمنا من لدنا علما۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مکتوب ۱۵۷ بنام حکیم عبدالوہاب ایک عجیب مبارک پیغام ہم سب کے

لیے ہے۔

''سعادت آثار آنچہ بر ما و شما لازم است تصحیح عقائد بمقتضائی کتاب و سنت بر نہجیکہ علماء اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم از کتاب و سنت آن عقائد را فہمیدہ اند واز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما و شما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام ایں بزرگواراں نباشد زیرا کہ ہر مبتدع و ضال احکام باطلہ خود را از کتاب و سنت می فہمد واز آنجا اخذ می نماید و الحال انہ لا یغنی من الحق شیأ وثانیا علم باحکام شرعیہ است از حلال وحرام وفرض وواجب وثالثا عمل بمقتضائی ایں علم است ورابعا طریق تصفیہ وتزکیہ کہ مخصوص بصوفیہ کرام است قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم پس تا تصحیح عقائد نہ نمایند علم باحکام شرعیہ فائدہ نمد ہد وتا این دو متحقق نشوند عمل نافع نیاید وتا ایں ہر سہ میسر نگردند حصول ترکیب تصفیہ و تزکیہ محال است بعد ازیں چہار با متممات ومکملات اینہا کالسنۃ مکملۃ للفرض ہر چہ ہست از فضول است وداخل دائرہ مالایعنی و من حسن اسلام المرتر کۃ مالا یعنیہ واشغالہ بما یعنیہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفی علیہ والہ الصلوٰۃ التحیاۃ۔

آپ کا یہ مبارک منور پیغام حرز جان ہے، شافی کافی وکلام شہان است شاہ کلام

زیر یک نقطہء ش چوان ناقہ تر
نسیم وصل جاناں می زند سر
ولے آن کز برودت در ز کام است
چہ داند نافہ ش گر در مشام است

علامہ محمد علیم الدین نقشبندی

(شیخ الحدیث دار العلوم سلطانیہ، جہلم)

☆

حضرت غوث صمدانی ، قیوم زمانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانین ، اولیاء کاملین، عرفائے راسخین ، زہادین، عابدین، متقین، واصلین، مبلغین، مجاہدین، مجددین، مصلحین اور محسنین میں نہایت اعلیٰ وارفع شان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حساب ظاہری اور باطنی انعامات سے سرفراز فرمارکھا ہے۔ قیومیت کی خلعت زیبا آپ کے قد وقامت پر سجی اور دوسرے ہزار سال کی تجدید کا نورانی تاج آپ کے سر مبارک کی زینت بنا۔

یہ حقیقت ہے کہ اہل اسلام کی اجتماعی اور انفرادی، دینی اور روحانی مشکلات کا حل حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف مبارکہ میں موجود ہے۔ یہ مشکلات دور حاضر کی ہوں یا مستقبل میں رونما ہونے والی ہوں مکتوبات مبارکہ کے تین دفتر اور دیگر تصانیف آپ کے اصلاحی، تبلیغی اور تجدیدی جہاد کی ولولہ انگیز دستاویز ہیں۔ یہ ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر میں اسلام اور اہل اسلام کا درد رکھنے والے حضرات اس کی طرف توجہ دیں آپ کی تعلیمات کو حرز جان بنائیں اور دوسروں کی توجہات اس کی طرف مبذول کرائیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اس عظیم ذخیرہ کو دور حاضر کے اذہان کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر اس قدر عام فہم انداز میں عام کرنے کی ضرورت ہے کہ امت کے ہر فرد کی رسائی اس تک آسانی سے ممکن ہو۔ اس کام کی انجام دہی کے لیے مسلسل اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ملت اسلامیہ کے ہر خیر خواہ اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر عقیدت مند کو اس میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لینا چاہیے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق ابڑو

(پرنسپل پبلک اسکول، حیدرآباد سندھ)

☆

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ میں اپنے دور کی بین الاقوامی شخصیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ

نے اپنا معیار زندگی بنایا اور اپنی ساری زندگی اقامت دین، تزکیہ نفس علم وحکمت اور رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول میں گزار دی۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

''من خدارااز اں دوست دارم کہ رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) است''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کے حوالے سے مانا، اس نے مانتے ہوئے بھی نہ مانا اور جس نے آپ کو رسالت کے حوالے سے مانا بے شک اس نے آپ کو مانا''

ایک روز آپ نے میرے آقا و مولیٰ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی، اسی روز اہل خانہ کو جشن منانے اور ہر قسم کے کھانے پکانے کا امر کیا۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی کا سب سے اہم اور دلچسپ باب ان کی اصلاحی اور تجدیدی تحریک کے متعلق ہے جس کی وجہ سے برصغیر کی تاریخ کا رخ تبدیل ہو گیا یہ آپ ہی کی تجدیدی تحریک کی برکات تھیں کہ ہندو راجپوتوں اور دشمنان اسلام کی سازشوں کو ختم کر کے اورنگ زیب جیسے متقی اور خدا ترس حکمراں پیدا کیے۔

سید ذوالفقار شاہ مسعودی

(ٹورنٹو، کینیڈا)

☆

وہ اس صدی کے امام و متبحر عالم تھے، حقیقت میں آج ملت اسلامیہ کے لیے ان کے پیغام حق کی ضرورت ہے۔ جو خدمات آپ نے اسلام اور دنیائے اسلام کے لیے انجام دیں اسی تاریخ کو دہرانے کی ضرورت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مغل بادشاہ اکبر اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں آپ نے کیا کیا قربانیاں پیش کیں۔ (اس تاریخ کو سامنے رکھ کر) ملت اسلامیہ کو گہری نیند سے جگانے اور اسلام کا علم بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ کی روحانی تعلیمات سے مسلمانوں کو بیدار کریں اور دنیائے اسلام کے لیے آپ کی فکری تحریک اور پیغام مصطفوی کو پھیلائیں اور عام کریں کیونکہ آج مختلف صورتوں اور حاکموں کی شکل میں بہت سے اکبر پیدا ہو گئے ہیں جو اسلام کے کٹر دشمن ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ اوّل

ہر فتنہء باطل کو زمانے سے مٹایا
اللہ رے یہ عظمتِ کردار مجدد
(قمر یزدانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

محمد صادق قصوری

☆☆

آپ کا شجرۂ نسب امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے:
''شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحیٔ بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ رفیع الدین بن شیخ نصیرالدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ بن شیخ نصیرالدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ الواعظ الاصغر بن شیخ عبداللہ الواعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم[1]

آپ کے اجداد میں سے پندرہویں جد شیخ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی علیہ الرحمۃ سلاطین کابل کے بڑے امراء و وزراء میں سے تھے۔ شیخ ممدوح پہلے مسلمان امیر ہیں جنہوں نے غزنی وکابل سے ہندوستان آکر دین اسلام کی تبلیغ وترویج کی خاطر کفار سے جہاد کیا۔ بتوں کا قلع قمع کیا اور اسلام کا بول بالا کیا۔ بارہا بکثرت مال غنیمت لیکر فتح ونصرت کے ساتھ ہندوستان سے لوٹے، آخر میں ترک امارت و وزارت کر کے فقر اختیار کیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوکر کوہستان کابل میں سکونت اختیار کی۔ بندگان خدا کو اپنے روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض فرماتے رہے، اور یہیں انتقال فرمایا۔ شیخ ضیاء الحق علیہ الرحمۃ نے یہاں خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی، آج کل یہ مقام ''درۂ فرخ شاہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مجدد کے چھٹے جد امجد امام شیخ رفیع الدین ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ آپ کو حضرت جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں

جنھوں نے اس خاندان میں سب سے پہلے ہندوستان میں سکونت اختیار کی۔شہر سرہند کی بنا آپ ہی نے رکھی تھی، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اس شہر کی آبادی کی جگہ ایک وحشت ناک جنگل تھا جس میں درندے رہا کرتے تھے۔اس جنگل کا نام ہندی زبان میں سہر بمعنی شیر۔رند بمعنی جنگل یعنی بیشۂ شیر تھا۔اس سرزمین کے گردونواح میں کوئی شہر نہ تھا''صرف''ایک''سامانہ''نامی شہر تھا جو یہاں سے پچاس میل (۸۰کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع تھا۔لوگ خزانہ میں روپیہ پیسہ داخل کرنے کے لیے سامانہ جایا کرتے تھے۔اس لیے اردگرد کی رعایا بالخصوص رعایائے براس نے جو یہاں سے بارہ میل تھا، اوچ شریف (بہاولپور ڈویژن) حاضر ہوکر حضرت مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جو سلطان فیروز شاہ تغلق کے مرشد تھے، عرض کیا کہ''آپ دہلی تشریف لیجاکر سلطان کو حکم دیں کہ یہاں ایک شہر بنایا جائے، تاکہ ہماری مشکلات ختم ہوجائیں۔حضرت مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ دہلی تشریف لائے، سلطان نے پرجوش استقبال کیا، اور پہلی ہی ملاقات میں منظوری دیدی کہ فلاں مقام پر شہر آباد کیا جائے۔حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ علیہ الرحمۃ جو بادشاہ کے وزیر باتدبیر تھے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے مقرر ہوئے، اور دو ہزار آدمیوں کو لیکر وہاں تعمیر شہر میں مصروف ومشغول ہوگئے۔پہلے ۷۶۰ھ میں قلعہ کی بنا اس ٹیلے پر رکھی جہاں جنگل تھا، مگر ہر روز جتنی دیوار تیار ہوتی دوسرے دن گری ہوئی نظر آتی۔جب اس امر کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اس کا علاج حضرت سید مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ کے سپرد کیا۔انہوں نے اپنے خلیفہ وامام نماز شیخ رفیع الدین علیہ الرحمۃ جو سنام میں رہا کرتے تھے، کو حکم دیا کہ''تم اپنے ہاتھ سے اس قلعہ کی بنیاد رکھو اور اس شہر میں سکونت اختیار کرو، کیونکہ وہاں کی ولایت تمہارے متعلق ہے''۔چنانچہ حضرت امام اس جگہ جلوہ افروز ہوے اور مکاشفہ سے معلوم کیا کہ شاہی لوگ ایک خدا دوست شخص کو زبردستی مزدوروں میں شامل کرلیتے تھے اور وہ رات کو توجہ ڈال کر دیوار گرادیتا تھا۔[۲] آپ نے منع فرمایا اور اپنے دست مبارک سے قلعہ کی بنیاد رکھی، اور قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت امام کے زیر اہتمام انجام کو پہنچی۔اختتام تعمیر پر حضرت امام نے یہاں کی سکونت اختیار کی۔آپ کا مزار مبارک قصبہ سرہند سے باہر قریب ہی اب تک موجود ہے۔یہ شہر خوب آباد رہا یہاں تک کہ ۱۰۷۷ھ ۶۷۔۱۶۶۶ء میں سکھوں نے اسے تاخت وتاراج کیا اور پھر دوبارہ اس کی رونق بحال نہ ہوسکی۔۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو سرہند شریف (مشرقی پنجاب) ہندوستان کے حصہ میں آگیا، اور یہ مقدس سرزمین مسلمانوں کے وجود سے خالی ہوگئی۔

غیر مسلم پناہ گزینوں نے اپنے ڈیرے جما لیے۔ البتہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا روضہ مبارک اور انکی خانقاہ خود حضرت مجدد کی کرامت سے، اور بظاہر افغانستان کے احتجاج پر محفوظ رہ گیا اب اس میں کچھ مسلمان رہتے ہیں مگر وہ بات کہاں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کے والد ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ آغاز جوانی ہی میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے، اور ان کی خدمت میں رہنے کی اجازت چاہی مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ ''علوم دین و شریعت حاصل کر کے آجانا کیونکہ علم کے بغیر درویشی بے لطف ہے''[۳] عرض کیا: ''مجھے خدشہ ہے کہ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپکی صحبت کو نہ پاؤں''۔ فرمایا: ''اگر مجھے نہ پاؤ تو میرے فرزند رکن الدین سے جو کچھ چاہو حاصل کر لینا۔'' اتفاقاً تحصیل علوم سے پہلے ہی حضرت شیخ قدس سرہٗ نے وصال فرمایا اور حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ علوم دینیہ کی تحصیل اور مختلف شہروں کی سیر و سیاحت کے بعد شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے اپنے والد گرامی قدس سرہٗ کے اشارے کے مطابق آپ کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، اور سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں خرقہ خلافت مرحمت فرما کر طالبان خدا کی تعلیم و تربیت کا حکم دیا اور تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا جو ''زبدۃ المقامات'' میں منقول ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کا انتساب باطنی ہر چار سلاسل سے ہے چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں جو حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں آپ مرید و خلیفہ شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمۃ کے ہیں، جو مرید و خلیفہ اپنے جد بزرگوار شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء) کے ہیں، اور سلسلہ چشتیہ صابریہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ہیں، جو حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ ان چاروں سلسلوں کے علاوہ آپ کو دیگر سلاسل مثلاً شطاریہ، امدادیہ، کبرویہ وغیرہ کی تلقین کی اجازت بھی اپنے والد بزرگوار سے حاصل تھی۔

آپ کی ولادت باسعادت شہر سرہند شب جمعۃ المبارک ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء کو ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں میرے سینے سے ایک نور نکلا اور اس

میں تخت ظاہر ہوا۔اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے،اور اس کے سامنے تمام ظالموں،زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں اور کوئی شخص باآواز بلند کہہ رہا ہے:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.

(سورۃ بنی اسرائیل،آیت ۸۱)

''اور کہہ سچ آ گیا اور باطل مٹ گیا،بے شک باطل مٹنے والا ہے۔''

اس خواب کی تعبیر حضرت قدس سرہٗ نے شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ سے دریافت فرمائی انھوں نے فرمایا کہ''تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی''۔یہ تعبیر بالکل درست نکلی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایام رضاعت میں آپ بہت علیل ہو گئے۔آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے گئیں۔حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ مبارک میں دیدی اور آپ اسے دیر تک چوستے رہے۔شاہ صاحب نے فرمایا:''خاطر جمع رکھو،یہ لڑکا بڑی عمر کا ہوگا،اور عالم،عامل اور عارف کامل ہوگا اور میرے تیرے جیسے بہت سے اس سے پیدا(فیض یافتہ)ہونگے''۔

جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کرا دیا گیا۔تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔بعد ازاں اکثر علوم متداولہ والد بزرگوار سے حاصل کر کے سیالکوٹ تشریف لیجا کر معقولات کی بعض کی کتابیں حضرت مولانا کمال کشمیری علیہ الرحمۃ اور حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔مولانا یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ جو قطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی علیہ الرحمۃ کے اکابر خلفاء میں سے تھے،حرمین شریفین میں جا کر کبار محدثین سے تصحیح حدیث کی ہوئی تھیں۔علاوہ ازیں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے''تفسیر واحدی''و دیگر مؤلفات واحدی اور''تفسیر بیضاوی''اور دیگر مصنفات''بخاری و مشکوٰۃ المصابیح و شمائل ترمذی و جامع صغیر سیوطی''اور''قصیدہ بُردہ''وغیرہ کی اجازت عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی تھی۔قاضی موصوف کو کتب مذکورہ کی اجازت شیخ عبدالرحمٰن بن مندب سے تھی،جن کا گھر آباؤ اجداد سے بیت الحدیث چلا آتا تھا۔الغرض آپ سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے سب مرحلے طے کر کے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر تدریس میں مشغول ہو گئے،اور طلبہء علوم کو اپنی برکات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔اسی اثنا میں آپ نے عربی فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے۔چنانچہ''رسالہ تہلیلیہ،رسالہ اثبات نبوت،رسالہ رد شیعہ''ان ہی رسائل میں سے ہیں۔

''رسالہ ردشیعہ'' کی تصنیف کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ خان ثانی ازبک والئی سمرقند و بخارا نے جو ۹۹۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا، خراسان پر حملہ کیا اور نو ماہ کے محاصرے کے بعد ہرات کو ۹۹۳ھ میں فتح کر لیا۔ جب خان مذکور نے خراسان کے مشہور شہر طوس یعنی مشہد مقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا تو فقہائے مشہد میں سے ایک نے ایک عرضداشت عبداللہ خاں کی خدمت میں بھیجی۔ جس کا ما حصل یہ تھا کہ ''رعایائے مشہد تو اکثر حضور سید عالم ﷺ کی نسل سے ہے، آپ نے کس دلیل سے مشہد کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے باشندوں کا قتل اور ان کے مال کا لوٹ لینا جائز رکھا ہے''۔ عبداللہ خاں نے وہ تحریر علماء ماوراء النہر کی خدمت میں پیش کی جو اس محاصرہ میں ہمرکاب تھے۔ اس کے جواب میں علمائے مذکورین نے ایک رسالہ بدیں مضمون لکھا کہ ''شیعہ کافر ہیں، اور ان کا لوٹ لینا جائز اور مسلمانوں کے لیے مباح ہے''۔ اس پر محمد بن فخر الدین علی رستمداری شیعی نے جو مشہد میں روضۂ مقدس کی خدمت اور تدریس کا منصب رکھتا تھا، اس تحریر کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جیسا کہ ''مجالس المومنین'' میں مذکور ہے۔ جب یہ رسالہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس کا نہایت مدلل و معقول جواب لکھا۔ ان دنوں اہل تشیع ہندوستان میں ارباب حشمت و جاہ تھے، اور شاہی دربار میں تقرب تام رکھتے تھے۔ اور بادشاہ وقت بھی دین اسلام اور ارباب دین سے نہایت دشمنی رکھتا تھا۔ ان حالات میں حضرت اقدس کا تردید شیعہ میں قلم اٹھانا آپ کی حمیت و غیرت اسلامی کی زبردست دلیل ہے۔

آگرہ کے مشاہیر علماء کا شہرہ سن کر آپ کے دل میں ان حضرات کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا، اور وہاں تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا اور کئی دفعہ ابوالفضل کی مجلس میں شرکت کا موقع ملا۔ وہ آپ کی خاص رعایت و تعریف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے فلاسفہ اور ان کے علوم کی توصیف میں نہایت مبالغہ کیا، جس سے علماء دین کی توہین لازم آتی تھی۔ آپ سے یہ کب برداشت ہو سکتا تھا فرمایا کہ:

> امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''منقذ من الضلال'' میں لکھا ہے وہ علوم جن کے واضع فلاسفہ اپنے آپکو بتاتے ہیں مثلاً ہیئت، نجوم و طب، یہ کتب انبیاء سابقین سے سرقہ ہیں، اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں، دین میں کس کام آتے ہیں''۔

ابوالفضل یہ سن کر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ ''غزالی نے نامعقول کہا ہے''۔ آپ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور اس کی مجلس سے تشریف لے آئے۔ اٹھتے وقت فرمایا کہ: ''اگر تو ہم سے اہل علم کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے تو ایسی دُور از ادب باتوں سے زبان کو بند رکھ''۔ آپ کئی روز اس کی مجلس میں تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ ایک شخص کو آپ کی خدمت بھیج کر معافی مانگ کر تشریف لانے کا کہا۔

ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے وہ ان ایام میں اپنی تفسیر بے نقط (سواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ''خوب موقع پر تشریف لائے ہیں، ایک مشکل درپیش ہے کہ جس کی تاویل وتفسیر حروف غیر معّجمہ میں دشوار ہے۔ میں نے ہر چند دماغ سوزی کی ہے مگر دلخواہ عبارت نہیں سوجھتی''۔ یہ سن کر آپ نے قلم برداشتہ اس صفحہ کے مطالب کثیرہ حروف بے نقط میں کمال فصاحت وبلاغت کے ساتھ تحریر فرما دیے کہ جس سے فیضی حیران رہ گیا۔ اس واقعہ سے آپکی زبردست علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

جب آپ کو آگرہ میں قیام فرما ہوئے کچھ عرصہ بیت گیا تو آپ کے والد گرامی کو فرزند دلبند کی دوری ناگوار گزری۔ اس لیے شوق دیدار میں آگرہ پہنچے اور آپ کو ہمراہ لیکر وطن مالوف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں تھانیسر ٹھہرے، جہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا عقد نکاح ہو گیا۔ وطن پہنچ کر آپ نے سلوک طریقہ صوفیہ میں قدم رکھا اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں بہت سے فوائد باطنی حاصل کیے۔ چنانچہ آپ رسالہ ''مبداء ومعاد'' میں لکھتے ہیں:۔

> ''اور اس فقیر کو اس نسبت فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے، اپنے والد (مخدوم عبدالاحد قدس سرہ') سے حاصل ہوا تھا۔ اور میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی علیہ الرحمۃ) سے جو جذبہ قوی کے مالک تھے اور کرامات خوارق عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی۔ لیکن یہ فقیر اپنی بصیرت کی کوتاہی اور اس نسبت کے محض گاہے گاہے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے سلوک کی منزلیں طے کر لینے سے پہلے تک اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا تھا، اور نہ اس بات کا قطعاً

کوئی علم تھا کہ یہ نسبت مجھے حاصل ہے۔ نیز اس فقیر کو عباداتِ نافلہ خصوصاً
نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والد ماجد ہی کی مدد سے حاصل ہوئی
تھی، اور میرے والد بزرگوار یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ
عبدالقدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما)
سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے"۔[۴]

ان ہی ایام میں ایک مرتبہ آپ بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گئے۔ آپ کی حالت دیکھ کر اہلیہ بے قرار ہو گئیں، اور انھوں نے دوگانہ ادا کر کے رو رو کر آپ کی صحت کے لیے دعا کی۔ اسی حال میں انہیں نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتی ہیں کہ ایک شخص کہہ رہا ہے: "تسلی رکھو ہمیں ان سے بڑے بڑے کام لینے ہیں، جن میں سے ابھی ہزارواں حصہ (ہزار میں سے ایک) بھی ظہور میں نہیں آیا"۔ چنانچہ آپ جلد ہی تندرست ہو گئے اور اس معاملہ کے تھوڑی مدت بعد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت حاضر ہوئے۔

آپ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول اکرم ﷺ کا شوق مدت سے دامن گیر تھا، مگر اپنے والد ماجد کی کبر سنی کے سبب سے اس ارادے کو ملتوی رکھا ہوا تھا۔ آپ کے والد نے ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء میں بعمر شریف اسی (۸۰) سال وصال فرمایا، تو اگلے سال ارادۂ حج سے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری علیہ الرحمۃ نے جو آپ کے دوستوں میں سے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بہت تعریف کی، اور ان سے ملنے کی ترغیب دی۔ چونکہ آپ کو نسبت عالیہ نقشبندیہ کا شوق پہلے سے تھا، لہٰذا آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مہربانی سے پیش آئے، اور آپ کا ارادہ وقصد دریافت کیا۔ آپ نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ اگرچہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا یہ شیوہ نہ تھا کہ کسی طالب کو بذات خود اپنے آپ اخذ طریقہ کا اشارہ کریں یا ایسے سفر مبارک سے روک کر اپنی خانقاہ مبارک میں سکونت کے لیے ارشاد فرمائیں، مگر چونکہ اس شہباز بلند پرواز کی قابلیت واستعداد بلند پر نظر عالی تھی۔ اس لیے اپنی عادت مبارکہ سے تجاوز کر کے فرمایا کہ

"اگرچہ تم سفر مبارک کا ارادہ رکھتے ہو لیکن کچھ مدت کم سے کم ایک
ماہ یا ایک ہفتہ فقراء کی صحبت میں رہو تو کیا حرج ہے؟"

حسب الارشاد آپ نے ایک ہفتہ کا قیام اختیار فرمایا، لیکن ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کشف وتصرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا۔ آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کیا حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فی الفور بغیر استخارہ کے داخل طریق کرلیا، اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ چنانچہ اسی وقت آپ کا دل ذاکر ہوگیا اور حلاوت والتذاذ پیدا ہوا، اور روز بروز ترقیات وعروجات ظاہر ہونے لگے۔

ان ایام میں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کے رُشد وارشاد اور بلند استعداد کو دیکھ کر آپ کو خِلوت میں طلب کیا، اور وہ وقائع بیان کیے جو اس سے چند سال پیشتر آپ کے علو حال وکمال کی نسبت معائنہ کیے تھے۔ ان میں ایک یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب میرے مخدوم حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی قدس سرہٗ نے مجھے حکم فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ تاکہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعے وہاں جاری ہوجائے، تو میں نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لائق نہ سمجھ کر عذر کیا۔ آپ نے استخارہ کے لیے فرمایا میں نے استخارہ میں دیکھا کہ گویا ایک طوطی شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لیے اس سفر میں سے فتوح ظاہر ہونگے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ اور میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا، اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز میں نے یہ واقعہ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ: ''طوطی ہندوستان کا جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا۔ جس سے ایک جہان روشن ہوجائے گا اور تم بھی اس سے بہرہ ور ہوگے۔''

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے آپ سے فرمایا کہ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے رخصت ہوکر ہندوستان میں آیا، اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو خواب میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب کے پڑوس میں اترے ہو، اور اس قطب کے حلیے سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لیے گیا لیکن کسی کو اس حلیے کے مطابق نہ پایا اور نہ کسی میں قطبیت کے آثار نظر آئے۔ میں نے خیال کیا کہ شہر والوں

میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی کہ جس کا ظہور بعد میں ہوگا، مگر جس روز میں نے تم کو دیکھا۔ تمھارا حلیہ اس حلیہ کے مطابق پایا، اور اس قابلیت کا نشان بھی تم میں دیکھا۔ میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے، جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے، اور لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لیے ہیں۔ میں جو سرہند شریف کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل وصحرا کو مشعلوں سے پُر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمھارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔

حاصل کلام یہ کہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی تربیت کی برکت سے جو کچھ آپ نے دو تین ماہ میں حاصل کیا وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ ایک طالب کی ترغیب کے لیے خود آپ نے اس کا ذکر بطریق اجمال اپنے مکتوبات شریف (دفتر اول، مکتوب ۲۹۰) میں کیا جسے ہم بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے کئی بار فرمایا کہ "شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی سرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبوب ومراد ہیں"۔ ابھی آپ کو خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں چند دن ہی گزرے تھے کہ خواجہ قدس سرہٗ نے اپنے ایک مخلص کو خط میں یوں لکھا:۔

> "شیخ احمد نامی ایک شخص سرہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ وہ چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اس کے بہت سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ وہ ایسا نظر آتا ہے کہ ایک چراغ ہوگا جس سے جہان کے جہان روشن ہوں گے۔ الحمد للہ! اس کے احوال کاملہ میرے نزدیک یقینی ہیں۔ اس شیخ مشارٌ الیہ کے بھائی اور قریبی رشتہ دار سب نیک اور طبقہ علماء سے ہیں۔ انھیں جواہر عالیہ سمجھ کر میں نے کئی حضرات سے ملاقات کی ہے۔ عجیب لیاقت رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں، اسرار الٰہی سے ہیں۔ حاصل کلام شجرۂ طیبہ ہیں۔ فقراء باب الٰہی ہیں، اور عجیب دل رکھتے ہیں۔ اللہ اسے اچھی طرح نشوونما دے۔"

غرض کہ خواجہ قدس سرہٗ نے خدا کا شکرادا کیا کہ اس نے ایسا بلند استعداد مُسترشد آپ کی خدمت میں بھیجا، جو آپ کی نظر تربیت کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں درجہ کمال و تکمیل کو پہنچ گیا، اور آپ کو اجازت کاملہ کا خلعت پہنا کر وطن مالوف یعنی سرہند کو روانہ کر دیا، اور اپنے طالبوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں متعین کر دی۔

آپ وطن پہنچ کر حسب الارشاد طالبوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے، اور تھوڑی مدت میں ہی ایک بڑی جماعت کو اپنے فیوضات کے چشمہ سے شاداب کر دیا۔ اسی اثنا میں آپ کی بلند ہمت حاصل شدہ کمال کو قلیل خیال کر کے عروج کی خواہاں ہوئی، اور طالبوں کی تربیت سے کنارہ کشی کر کے عُزلت کی مائل ہوئی، مگر اللہ تعالیٰ نے وہ مطلب جسے آپ عُزلت میں حاصل کرنا چاہتے تھے محض اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ اور پھر طالبانِ خدا کی روحانی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''جب حضرت خواجہ (خواجہ باقی اللہ قدس سرہٗ) نے مجھے کامل مکمل سمجھ کر تعلیم طریقہ کی اجازت دے دی، اور طالب علموں کی ایک جماعت میرے سپرد کی۔ اس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں کچھ تردّد تھا۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ تردّد کا محل نہیں، کیونکہ مشائخ عظام نے ان مقامات کو کمال و تکمیل کا مقام بتایا ہے۔ اگر اس مقام پر کچھ تردّد پیدا ہو جائے تو ان مشائخ کی کمالیت میں شک لازم آئے گا۔ میں نے حسب الارشاد طریقت کی تعلیم شروع کر دی، اور طالبوں کے کام میں توجہات مبذول کیں۔ مریدوں میں بڑے اثر محسوس ہوئے، یہاں تک کہ سالوں کا کام گھڑیوں پر آ گیا۔ کچھ مدت اس کام میں سرگرم رہا۔ آخر کار پھر اپنے ناقص ہونے کا علم پیدا ہوا، اور اور ظاہر کیا گیا کہ تجلّی ذاتی برقی جس کو اکابر مشائخ نے نہایت بتایا ہے، وہ اس راہ میں پیدا نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ

''سیر الی اللہ''اور''سیر فی اللہ''کیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔اس وقت اپنے ناقص ہونے کا علم دلائل قاطعہ سے ثابت ہوگیا۔ طالبانِ خدا جو میرے گرد تھے۔میں نے ان کو جمع کر کے اپنے ناقص ہونے کا حال بیان کیا،اور سب سے رخصت چاہی مگر طالبوں نے اس بات کو تواضع پر محمول کیا،اور استفاضہ سے باز نہ آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حق سبحانہٗ نے احوال منتظرہ حاصل کرا دیے بطفیل اپنے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات''۔

(مکتوبات شریف،دفتر اول،مکتوب ۲۹)

کچھ مدت کے بعد آپ پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کی زیارت کے لیے پھر دہلی تشریف لے گئے،اور دیر تک ان کی صحبت میں رہ کر بہ نسبت سابق درجات و معاملات بلند حاصل کیے۔مگر اس کے باوجود اپنے پیرو مرشد کا ادب و احترام اس درجہ ملحوظ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔ چنانچہ صاحب ''زبدۃ المقامات'' لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مقبولین میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا کہ جن دنوں ہمارے خواجہ قدس سرہٗ اس خلیفہ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ میاں احمد (حضرت مجدد) کی طرف نہایت التفات فرماتے تھے،اور ان کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کرتے تھے۔ایک روز کسی ضرورت کے لیے مجھے ان کے بلانے کے لیے بھیجا۔ جب میں نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ حضرت پیر دستگیر نے تمہیں بلایا ہے،تو یہ سنتے ہی آپ کے رخسار کا رنگ ڈر کے مارے متغیر ہوگیا،اور غایت خوف سے اضطراب بلکہ بدن میں رعشہ طاری ہوگیا۔میں نے اپنے دل میں کہا کہ سبحان اللہ! سنا کرتے تھے کہ:

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

آج بچشم خود دیکھ لیا آپ اپنے رسالے''مبداء و معاد''میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہم چار شخص اپنے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لوگوں کے نزدیک تمام یاروں سے ممتاز تھے۔حضرت خواجہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ اور معاملہ جدا تھا۔ یہ فقیر یقینی طور پر جانتا تھا کہ حضور

سرور کائنات ﷺ کے زمانے کے بعد ایسی صحبت و اجتماع، اور ایسی
تربیت وارشاد کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور اس نعمت کا شکر بجالاتا تھا کہ
اگرچہ حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوا، مگر
اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا۔ حضرت خواجہ ان تینوں کا حال
یوں بیان فرماتے تھے کہ فلاں مجھے صاحب تکمیل جانتا ہے، لیکن
صاحبِ ارشاد نہیں سمجھتا، اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل سے
زیادہ ہے۔ اور فلاں ہم سے کچھ تعلق نہیں رکھتا، اور تیسرے کی نسبت
فرمایا وہ ہمارا انکار کرتا ہے۔ ہم سے ہر ایک کو اعتقاد کے موافق حصہ ملا۔''

اس کے بعد آپ واپس سرہند آئے تو طالبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ آپ اپنے حالات اپنے یاروں اور پیر بھائیوں کی ترقیوں کا حال بذریعہ عرائض اپنے پیرومرشد کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے ابتدائی مکتوبات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح خواجہ قدس سرہٗ بھی اپنے اصحاب موجودین کی ترقیات و قابلیات کا حال غائبانہ آپ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور کبھی عزیز متوقف کے عنوان سے اپنے واسطے حصول مقصد کے لیے دعا و توجہ کی درخواست کرتے تھے۔

جب تیسری بار حضرت شیخ، دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حد سے زیادہ آپ کا احترام واکرام کیا۔ چنانچہ آپ کے استقبال کے لیے قلعہ فیروز شاہ سے پیدل روانہ ہوئے، اور کابلی دروازہ پر آپ کا استقبال کیا۔ پھر بڑے اعزاز کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے، اور اپنے سامنے آپ کو اپنے اصحاب کا سرِ حلقہ اور صبح وشام کے حلقہء مراقبہ کا مقتدا بنایا۔ اور خود اس حلقے میں اپنے مسترشدوں کی طرح داخل ہوتے۔ جب حلقہ یا اس مجلس سے جس میں آپ ہوتے، اٹھتے تو غایت ادب کی رعایت سے بطور رجعتِ قہقری الٹے پاؤں واپس ہوتے۔ اسی طرح تحریر میں بھی نہایت نیازمندی ظاہر کرتے، اور اپنے اصحاب کو بھی تاکید کرتے تھے کہ آپ کی موجودگی میں ہماری تعظیم نہ کرو۔ بلکہ اپنی توجہ بھی ہماری طرف نہ رکھو۔ القصہ آپ نے اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالہ اور مشیخت وارشاد کا معاملہ بالکلیہ ان کے سپرد کردیا۔ فرمایا کہ ضعف بدن کے آثار بہت زیادہ ظاہر ہو رہے ہیں، اب زندگی کی امید بہت کم ہے، اور فرزندان گرامی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کو جو ابھی بچے تھے، طلب فرما کر ان کے حق میں آپ سے توجہ کی خواہش

فرمائی۔ بلکہ ان کی والدات (ماؤں) کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ میر محمد نعمان کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے تمام اصحاب کو آپ کے حوالہ کر دیا تو اس وقت مجھے بھی فرمایا کہ ''آپ کی صحبت کو سعادت سمجھ کر ان کی خدمت میں رہا کرو''۔ چونکہ پیر بھائی ہونے کی وجہ سے نفس میں رعونت متمکن تھی۔ میں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کیا: ''وہ ہر چند بزرگ ہیں، مگر میری توجہ کا قبلہ تو آپ کی درگاہ ہے''۔ یہ سن کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے خفا ہو کر فرمایا:۔

''میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے ضمن میں گم ہیں۔ کامل اولیائے متقدمین میں سے خال خال ان کی مثل ہوئے ہونگے''۔ (زبدۃ المقامات)

اس کے بعد میں درست اعتقاد اور پوری نیاز مندی سے آپ کی خدمت میں پہنچا۔ ایک روز آپ اپنے حجرے میں چارپائی پر سوئے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اکیلے آپکی ملاقات کے لیے حجرے کے دروازے پر پہنچے۔ خادم نے آپ کو جگانا چاہا لیکن حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سختی سے منع فرمادیا، اور بڑی نیازمندی اور ادب واحترام سے دروازے کے باہر انتظار کیا۔ ایک لمحہ گزرا ہوگا کہ آپ نے بیدار ہو کر آواز دی کہ: ''دروازے کے باہر کون ہے''۔ حضرت خواجہ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ: ''فقیر محمد باقی ہے''۔ یہ سن کر آپ حالت اضطراب میں چارپائی سے اتر کر باہر تشریف لائے۔ اور نہایت نیازمندی وانکساری سے حضرت خواجہ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ غرض یہ کہ وہ صحبت ومعاملہ جو ان دونوں (پیرومرید) کے درمیان ظہور میں آیا ہے موجب حیرت اور عجائب روزگار سے ہے۔ کسی نے دیکھا تو کجا ایسا سنا بھی نہیں ہوگا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے جو کلمات مدحیہ آپ کی شان میں فرمائے ہیں وہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ ایک روز فرمایا کہ: ''آپ کامل مردوں اور محبوبوں میں سے ہیں''۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ: ''آج آسمان کے نیچے صوفیاء کرام میں سے کوئی آپ جیسا نہیں''۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ''صحابہ اور کامل تابعین ومجتہدین کے بعد اخص الخواص میں سے گنتی کے چند آپ جیسے نظر آتے ہیں''۔ حضرت خواجہ ہی کا ارشاد ہے کہ ''ان تین چار سالوں میں ہم نے مشیخت نہیں کی بلکہ چند روز کھیل کھیلا ہے۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ ہمارا یہ کھیل اور یہ دکانداری رائیگاں نہیں گئی کہ جس سے ایسا شخص ظاہر ہوگیا''۔ خود آپ کی زبانی سنا گیا کہ: ''طالبوں کی تربیت میں

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سرگرمی اس وقت تک تھی جبکہ میرا معاملہ انتہا کو نہ پہنچا تھا۔ جب میرے کام سے فارغ ہو گئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے تئیں (اپنے آپ کو) مشیخت کے کام سے ہٹا لیا، اور طالبوں کو میرے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ:

''ہم اس بیج کو بخارا اور سمرقند سے لائے، اور ہند کی برکت والی زمین میں بو دیا۔''

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ شیخ احمد (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی صحبت کے اثر سے اخیر میں معلوم ہوا کہ توحید تنگ کوچہ ہے اور اس سے اوپر وسیع شاہراہ ہے۔

تیسری دفعہ جب آپ وطن واپس تشریف لائے تو اس کے بعد حضرت خواجہ سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند میں آپ چندروز قیام فرما کر لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے اصاغر و اکابر نے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا، اور خواص و عوام میں بہت سے لوگ داخل طریقہ ہوئے اور بڑی سرگرمی اور اہتمام سے ہر جگہ شغل و مراقبہ ہونے لگا۔

قیام لاہور کے دوران میں ایک روز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ: ''آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں۔ مسئلہ وحدت وجود جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں رکھتا اور بہت سے اولیاء کاملین کا مشرب ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں''؟ اس پر آپ نے مولانا کے کان میں چند جملے کہے، جن کو سن کر مولانا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، اور ارباب حال کی طرح ان کے چہرے پر تغیر پیدا ہو گیا، اور مولانا آپ کے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں بانکسار تمام رخصت ہوئے۔ اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی کہ گفتی وازدیدہ خوں ریختی

آپ کے اصحاب میں ایک نے صاحب ''زبدۃ المقامات'' سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ ''اوائل میں جب نسبت احاطہ وس

یان و معیت کا غلبہ تھا، ایک روز کسی نے میرے سامنے قلم پر قط لگایا تو میری انگلی کٹ گئی''۔

القصہ جب لاہور میں ارباب فضل و کمال کے ساتھ صحبت گرم تھی تو ناگاہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے وصال کی خبر پہنچی۔ آپ بحالتِ اضطراب، رنج و غم کی تصویر بن کر دہلی کو روانہ ہوئے اور وہاں

پہنچ کر روضۂ مقدس کی زیارت کی۔ صاحبزادگان اور پیر، بھائیوں سے اظہار تعزیت کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ آپ کے حلقہ میں حسب سابق آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے۔ حسب وصیت پیرومرشد آپ بھی ان کی طرف صدق دل سے متوجہ ہوئے۔ آپ کی توجہات سے وہی باطنی طراوت وتازگی نظر آنے لگی جو حضرت خواجہ کی حیات ظاہری میں تھی، مگر بعض اصحاب نے ازراہِ حسد آپ کی مخالفت شروع کی۔ آپ نے اُن کے شکوک وشبہات کو رفع دفع کرنے کے لیے بہت نصیحت کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے بعضوں کی نسبتیں بھی سلب فرمائیں، مگر وہ راہ راست پر نہ آئے، بلکہ سب جمع ہو کر حضرات خواجہ قدس سرہ کے روضہ پر گئے اور توجہ والتجا بجالائے۔ ان میں سے ایک صاحب کشف بھی تھے، انہوں نے دیکھا کہ ان درویشوں میں ہر ایک نے چراغ جلایا ہے۔ ایک چمکتی ہوئی بجلی آئی، اس نے سب کے چراغوں کو گل کر دیا۔ وہ چراغ ان درویشوں کی دعا وتوجہ تھی، اور چمکتی بجلی آپ کی توجہ عالی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے آپ کی طرف رجوع نہ کیا۔ آپ اپنے وطن مبارک سرہند شریف تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے متنبہ ہو کر آپ سے معافی مانگی۔ آپ نے ازراہ کرم سب کو معاف کر دیا، اس کے بعد آپ ہر سال ماہ جمادی الآخر میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس مبارک پر دہلی حاضر ہوتے، اور چند روز وہاں ٹھہر کر سرہند شریف واپس تشریف لے آتے۔ دو تین مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ باقی تمام وقت سرہند شریف ہی میں قیام پذیر رہے۔ ہاں اخیر عمر میں کئی سال بادشاہ وقت کی مزاحمت کے سبب سے شاہی لشکر کے ساتھ بعضے شہروں میں جانا پڑا، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

آپ کے فضائل ومکاشفات بے حد وحساب ہیں۔ بخوف طوالت اختصار کے ساتھ چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے ''جمع الجوامع'' میں ایک حدیث نقل کی ہے:[۵]

قال النبی ﷺ یکون فی امتی رجل یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا و کذا.

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ''صلہ'' کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے مسلمان بہشت میں داخل ہونگے''۔

یہ حدیث گویا آپ کے وجود مسعود کی طرف اشارہ ہے، اور آپ خود یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہوا ہے وہ میرے علم کے مطابق پورا ہو گیا ہے، اور ہزار سالہ تجدید کی دعا مقبول ہوگئی ہے۔ تمام تعریفیں ہر حال میں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ (صلہ)، اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنایا۔ اور درود وسلام ہو حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے برادران کرام انبیاؑ ملائکہ عظام پر''۔ (مکتوب شریف دفتر دوم مکتوب ۶)

آپ کے ارشاد مبارک میں دو سمندروں سے مراد ''شریعت وطریقت'' اور دو گروہوں سے مراد ''علماء وصوفیاء کرام'' ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) صاحب ''حضرات القدس'' نے لکھا ہے کہ میں نے مقامات شیخ احمد جام قدس سرہ' میں لکھا دیکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ''میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہمنام ظاہر ہونگے، اور ان میں آخری شخصیت بعثت نبوی ﷺ سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا۔ اور وہ ان میں سب سے بڑا بزرگ ہوگا۔ یہ پیشگوئی حضرت مجدد قدس سرہ' پر صادق آتی ہے۔

(۳) آپ حضور سید عالم ﷺ کی طینت (خمیر جسم اطہر) کے بقیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اس امر کی طرف آپ خود یوں ارشارہ فرماتے ہیں:۔

''سنیے سنیے! اگر چہ اس دولت خاصہ محمدی (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی خلقت کا ظہور نفس اسم الٰہی ہونا) میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں۔ مگر فقیر اس قدر معلوم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس دولت خاصہ سے آپ کی تخلیق وتکمیل کے بعد بقیہ رہ گیا تھا۔ کیوں کہ سخیوں کی ضیافت کی دولت کے خوان میں زیادتیاں ضرور ہوا کرتی ہیں، جو بصورت اُلش نوکروں کے نصیب ہوتی ہیں۔ وہ بقیہ آنحضرت ﷺ کی امت کے دولتمندوں میں سے ایک کو اُلش عطا کیا گیا ہے، اور اس کو خمیر مایہ

بنا کر اس امتی کی طینت میں گوندھا گیا ہے، اور اسے تبعیت و وراثت کے طور پر آنحضرت ﷺ کی دولت خاصہ میں شریک کیا گیا ہے۔''

بر کریماں کارہا دشوار نیست

یہ بقیہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طینت کے بقیہ کی مانند ہے۔ جو درخت خرما کی خلقت کے نصیب ہو گیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

اکرموا عمتکم النخلة فانها خلقت من طينة اٰدم.

''تم اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ وہ آدم کی طینت سے پیدا کی گئی ہے۔''

ہاں سخیوں کے پیالہ میں سے زمین کو حصہ ملا کرتا ہے۔

نے نے تر از تربت یثرب گرفتہ اند

پنہاں ز شام و روم بہ سرہند ہشتہ اند

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض اولیاء اللہ بعض پیغمبروں کی طینت کے بقیہ سے پیدا ہوئے ہوں، اور رسول اکرم ﷺ کی طینت کے بقیہ سے بھی پیدا ہوئے ہوں۔ اس کے بعد بعنوان سوال لکھتے ہیں کہ ''اکثر چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے ثابت نہیں ہوتیں، مگر شریعت سے ثابت ہوتی ہیں، یا کشف والہام سے۔ مثلاً نفس ولایت جس سے مُراد قُرب الٰہی ہے''۔ امام محی السنہ بغوی علیہ الرحمۃ نے ''تفسیر معالم التنزیل'' میں آیت کریمہ **منها خلقنٰکم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً اخرٰى**۔ کی تفسیر میں عطائے خراسانی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ نطفہ جو رحم میں قرار پکڑتا ہے، فرشتہ کچھ خاک اس مکان سے لاتا ہے جس میں وہ دفن کیا جائے گا اور اس نطفہ میں ڈال دیتا ہے۔ پس آدمی خاک و نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور خطیب بغدادی نے بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

مامن مولود الافی سرة التربة اتی یولد منهافاذا مراِلٰی ارذل عمره رذالٰی تربة اتی خلق منها ودفن فيها وانی وابا بكر وعمر خلقنا من تربة واحدة وفيها ندفن.

''نہیں کوئی مولود مگر یہ کہ اس کی ناف میں وہ خاک ہے کہ جس سے
پیدا ہوتا ہے۔ پس جب وہ ارذل عمر یعنی موت کے وقت پہنچتا ہے تو
اُسی خاک میں لوٹایا جاتا ہے کہ جس سے پیدا ہوا تھا۔ اور اسی میں
دفن ہوتا ہے۔ اور تحقیق میں، ابوبکر اور عمر ایک خاک سے پیدا ہوئے
ہیں، اور اسی میں دفن ہوں گے۔''

میرزا محمد بدخشانی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے شواہد ہیں بروایت ابن عمرو، ابن عباس، ابوسعید و ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔ شرح صحیح بخاری میں کتاب الجنائز میں ابن سیرین کا یہ قول مذکور ہے کہ:

''اگر میں قسم کھاؤں تو سچا ہوں، اور مجھے شک نہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر ایک خاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''تُو میری خاک سے پیدا ہوا ہے۔ اور تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں پرواز کرتا ہے اور جائز ہے کہ وہ خاک جو اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کے لیے مہیا کی ہو، اور آغاز پیدائش سے اس زمین کو انوار برکات و نزول رحمت سے پرورش کیا ہو، اس میں سے کچھ بقیہ رہ جائے جو اولیاء اللہ میں سے کسی کا خمیر مایہ بنے۔ یہ امر از روئے عقل محال نہیں، اور شرع سے مستفاد اور کشف سے ثابت ہے اور اس کو اصطلاح میں ''اصالت'' کہتے ہیں۔

(۴) آپ مجدد الف ثانی تھے یعنی سنہ ہجری کے حساب سے دوسرے ہزار سال کے مجدد تھے چنانچہ آپ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ کو یوں لکھتے ہیں:۔

''عین الیقین اور حق الیقین کی نسبت کیا کہوں۔ اگر کہوں تو کون سمجھے
گا۔ یہ معارف ولایت کے احاطہ سے خارج ہیں۔ ارباب ولایت
مثل علمائے ظواہر کے ان کے سمجھنے میں عاجز ہیں، اور اس کی دریافت
میں قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت کی مشکوٰۃ (فانوس) سے اقتباس
کیے گئے ہیں۔ (ارباب نبوت پر درود و سلام و تحیۃ ہو) جو الف ثانی

(دوسرے ہزار) کی تجدید کے بعد تبعیت اور وراثت سے تازہ ہوتے ہیں، اور تروتازگی کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ان علوم و معارف کا صاحب اس موجودہ الف کا مجدد ہے۔ چنانچہ جولوگ اس کے ان علوم و معارف کو دیکھتے ہیں جو ذات وصفات و افعال اور احوال و مواجید وتجلیات وظہورات کے متعلق ہیں، ان پر یہ امر پوشیدہ نہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ یہ علوم و معارف، علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے پرے کے ہیں۔ بلکہ علماء و اولیاء کے علوم اور ان علوم کی نسبت پوست ہیں، اور یہ معارف اس پوست کا مغز ہیں۔ اللہ پاک ہادی ہے۔ اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد گزرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے، الف (ہزار) کا مجدد اور۔ سو اور ہزار میں جتنا فرق ہے، اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ انکے مجددوں میں فرق ہے۔ مجددوں ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو فیوض امتیوں کو پہنچتے ہیں خواہ وہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد اور بدلا و نجبا ہوں۔ اسی کی وساطت سے پہنچتے ہیں۔

خاص کند بندہ، مصلحت عام را

خدا مصلحت عامہ کے لیے کسی بندے کو مخصوص کر دیتا ہے''۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب ۴)

ایک اور مکتوب میں جو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے نام لکھا ہے، اپنی تجدید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

اے فرزند! اب وہ وقت ہے کہ پہلی اُمتوں میں ایسے وقت میں جو تاریکی سے پُر ہے الوا العزم پیغمبر مبعوث ہوا کرتے تھے اور وہ نئی شریعت کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اس امت میں جو خیر الامم ہے، اور

جس کے پیغمبر خاتم الرسل ہیں (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات) علماء کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا مرتبہ دیا گیا ہے، اور انبیاء کے وجود سے صرف علماء کے وجود پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اس لیے ہر صدی کے سرے (آخر) پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین ہوتا ہے، جو شریعت کو زندہ کرتا ہے۔ بالخصوص ہزار سال گزارنے کے بعد جو پہلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر کے مبعوث ہونے کا وقت تھا، اور اس وقت ہر پیغمبر پر اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ ایسے وقت میں ایک عالم عارفِ تام المعرفت درکار ہے جو پہلی امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کا قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

''اگر روح القدس کا فیض پھر مدد فرمائے، تو دوسرے بھی وہ کر دکھائیں جو حضرت مسیح کیا کرتے تھے۔''

حضرت میر محمد نعمان کو یوں لکھتے ہیں:۔

''اس امت کی آخریت کا اغاز جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف سے دوسرے ہزار سال کے شروع سے ہے، کیونکہ ہزار کے گزرنے کو تغیر امور میں بڑی خاصیت اور تبدیل اشیاء میں زبردست تاثیر ہے۔ چونکہ اس امت میں نسخ وتبدیل نہیں، اس لئے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی سے متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید دوسرے ہزار سال میں کی گئی ہے۔ اس بات کے سچے گواہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بھائی جان! یہ بات آج اکثر لوگوں پر ناگوار اور ان کی سمجھ سے دور ہے لیکن اگر وہ انصاف سے کام لیں، اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا مقابلہ کریں، اور احوال کے صحت و سقم کو علوم شرعیہ کی کسوٹی سے پرکھیں اور دیکھیں کہ شریعت اور نبوت کی تعظیم و توقیر کس میں زیادہ ہے، تو شائد اس بات کو سمجھنے سے باز آجائیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت سے کوئی نسبت نہیں۔ کاش دریائے محیط سے ایک قطرہ کی نسبت رکھیں۔ اس طرح کی باتیں بہت لکھی ہیں۔ خصوصاً اس مکتوب (دفتر اول مکتوب ۲۶۰) میں جو میں نے اپنے فرزند محمد صادقؒ کے نام لکھا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس گفتگو سے مقصود حضرت حق سبحانہٗ کی نعمت کا اظہار اور اس طریقت کے طالبوں کی ترغیب ہے، نہ کہ دوسروں پر اپنے آپ کو فضیلت دینا۔ خدا جل وعلا کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے تئیں کافر فرنگ سے بہتر سمجھے چہ جائیکہ اکابر دین سے اپنے تئیں اچھا سمجھے۔

وے شہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بگزرانم سر ز افلاک

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری — کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر برروید از تن صد زبانم — چو سوسن شکر لطفش کے توانم

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۳۶۱)

طبقہ علماء میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی قدس سرہٗ جن کا تبحر علمی مشہور ہے، پہلے عالم ہیں جنہوں آپ کو ''مجدد الف ثانی'' لکھا اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ ''دلائل التجدید'' تصنیف فرمایا۔ واضح رہے ۱۰ر ربیع الاول ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء بروز جمعۃ المبارک آپ کو تجدید کا خلعت زیب تن ہوا۔

(۵) آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصب قیومّیت عطا فرمایا۔ چنانچہ ''روضۃ القیومیہ'' میں ہے کہ ایک روز آپ نماز ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ ناگاہ آپ نے اپنے اوپر ایک خلعت عالی نورانی پایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت تمام ممکنات کی قیومیت کا ہے جو بوراثت تبعیت ختم الرسل ﷺ عطا ہوا ہے۔ اتنے میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اور اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر دستار باندھی، اور منصب قیومّیت کی مبارکباد دی۔ قیومیت کی کیفیت حضرت کے مکتوبات (دفتر ثالث مکتوب ۷۹،۸۰) میں درج ہے۔ بباعث طوالت یہاں نقل نہیں کی گئی۔ واضح رہے کہ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۲ء بروز پیر آپکو خلعت قیومیت عطا ہوا۔

(۶) قیومیت کے دوسرے سال شاہ سکندر قادری قدس سرہٗ جو شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خلیفہ تھے، کیتھل شریف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، خرقہء حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ جوان کے سلسلہ میں بطور امانت چلا آتا تھا، آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔ آپ اس وقت یاروں کے ساتھ مراقبہ میں تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو شاہ صاحب کو دیکھ کر تواضع سے معانقہ کیا۔ شاہ صاحب نے بیان کیا کہ: مجھے معاملہ میں میرے دادا شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے حکم دیا کہ میرا خرقہ فلاں یعنی آپکو پہنچا دو۔ اگر چہ ایسے متبرک خرقہ کو گھر سے نکال کر کسی کو دینا میرے لیے مشکل تھا، لیکن جب مجھے تاکیدی حکم ملا تو ناچار میں نے تعمیل کی''۔ آپ اس خرقہ کو پہن کر حرم سرا میں تشریف لے گئے کچھ دیر کے بعد جو نکلے تو اپنے بعض محرمانِ اسرار سے کہا کہ'' اس خرقہ کے پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا جب میں نے اسے پہنا تو شیخ الجن والانس سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور انکے تمام خلفاء حضرت شیخ کمال علیہ الرحمۃ تک آپہنچے۔ حضرت غوث ربانی علیہ الرحمۃ نے میرے دل کو اپنے تصرف میں کرلیا اور خاص نسبتوں کے انوار و اسرار سے منور کر دیا۔ ان انوار کے غلبہ میں میرے دل میں یہ بات آئی کہ تُو اکابر نقشبندیہ کا تربیت یافتہ ہے، اور اب یہ صورت پیش آئی ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ سے لیکر خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ تک تشریف فرما ہو گئے، اور مشائخ ہر دو سلسلہ کے درمیان میری نسبت مباحثہ ہوا۔ اکابر نقشبندیہ نے یہ کہا کہ'' یہ ہمارا تربیت یافتہ ہے اور ہماری تربیت سے ذوق وصال وکمال کو پہنچا ہے''۔ اکابر قادریہ نے کہا کہ'' بچپن سے ہماری نظر اس پر ہے۔ اور ہمارے خوان نعمت سے بہرہ ور ہے، اور اب بھی ہمارا خرقہ پہنے ہوئے ہے''۔ دونوں فریق اسی مباحثہ میں تھے کہ مشائخ کبرویہ وچشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت نے دونوں میں صلح کرادی یعنی تمام اکابر نے آپ کو اپنا مقبول بنانے میں اتفاق کیا اور ہر ایک نے اپنی نسبت سے سرفراز فرمایا۔

(۷) آپ کو اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین سے بنایا، اور آپ پر اسرارِ متشابہاتِ قرآنی اور رموز مقطعاتِ فرقانی ظاہر فرمائے۔ چنانچہ آپ حضرت شیخ بدیع الدین قدس سرہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

'' بھائی جان! حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو دو قسم بنایا: محکمات ومتشابہات۔ پہلی قسم ماخذ ہے علم شرائع واحکام کا اور دوسری قسم مخزن ہے حقائق واسرار کا۔ الفاظ ید، وجہ، قدم، ساق، اصابع اور

انامل جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں، وہ بھی قسم متشابہات سے ہیں، کہ جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا کسی کو آگاہی نہیں دی گئی۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل سے مراد قدرت ہے، جو لفظ ''ید'' سے تعبیر کی گئی ہے، یا ''ذات'' ہے جو لفظ ''وجہ'' سے تعبیر کی ہوئی ہے۔ بلکہ ان کی ''تاویل'' پوشیدہ اسرار ہے جو اخص الخواص کو بتائی گئی ہے۔ حروف مقطعات قرآنی کی بابت کیا لکھوں کہ ان میں سے ہر ایک حرف عاشق ومعشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک موجزن سمندر ہے۔ اور محبّ ومحبوب کی باریک رمزوں میں سے ایک پوشیدہ رمز ہے۔
محکمات اگرچہ قرآن کے اصول ہیں، لیکن ان کے نتائج وثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے مقاصد سے ہیں۔ (یہاں تک کہ فرمایا)
مدتوں تک یہ فقیر متشابہات کی تاویل کو حوالہ بعلم حضرت حق سبحانہٗ کرتا رہا، اور متشابہات پر ایمان کے سوا علمائے راسخین کا حصہ نہ سمجھتا تھا۔ اور جو تاویلیں کہ علمائے صوفہ نے بیان کی ہیں۔ ان کو ان متشابہات کی شان کے لائق نہ جانتا تھا۔ اور ان تاویلوں کو ان کے اسرار سے تصور نہ کرتا تھا جو پوشیدگی کے قابل ہوں۔ چنانچہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات مثلاً الٓمٓ کی تاویل میں کہا ہے کہ اس سے مراد الم درد ہے، جو عشق ومحبت کو لازم ہے۔ اور اسی طرح کی کئی اور تاویلیں بتائی ہیں۔ آخر کار جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے متشابہات کی تاویلات کا شمّہ اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس دریائے محیط سے ایک نہر اس مسکین کی استعداد کی زمین میں نکال دی تو معلوم ہوا کہ متشابہات کی تاویلات سے علماء راسخین کو حظ وافر حاصل ہے''۔ (مکتوبات شریف، دفتر اول مکتوب ۲۷۶)

(۸) آپ محدَّث (بفتح دال) تھے چنانچہ آپ خواجہ محمد صدیق کو تحریر فرماتے ہیں:۔

''بھائی صدیق! جان لے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام انسان کے ساتھ کبھی روبرو ہوتا ہے، اور اس طرح کا کلام آحاد (احد بمعنی ایک کی جمع۔ اعداد کے چاروں درجوں میں سے پہلا درجہ یعنی ایک سے نو تک کے اعداد، قصوری) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے ہے، اور ایسا کلام آحاد انبیاء کے کامل تابعین کے لیے بھی بطور تبعیت ووراثت ہوتا ہے۔ جب اس قسم کا کلام کامل تابعین میں سے کسی شخص کے ساتھ کثرت سے ہوتا ہے، تو اس شخص کو محدَّث کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور اس کا کلام جدا ہے الہام سے، القاء قلبی سے، اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کلام کے ساتھ انسان کامل ہی بعد طے امر و خلق و روح و نفس و عقل و خیال کے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ تکلّم بالمشافہ سے لازم نہیں آتا کہ متکلّم سامع کو دکھائی دے۔ کیونکہ جائز ہے کہ سامع کمزور بینائی والا ہو، جو متکلّم کے انوار کی چمک کو برداشت نہ کر سکتا ہو۔ جیسا کہ جب آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ: ''وہ نور ہے، میں اسے کیوں کر دیکھ سکتا ہوں'' اور نیز تکلّم بالمشافہ میں حجب شہودی کا فرق ہے نہ کہ حجب وجودی کا، پس تو سمجھ لے۔ کیونکہ یہ معرفت شریف وہ ہے کہ بہت کم کسی نے اس کے ساتھ لب کشائی کی ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ (مکتوبات، دفتر، دوم، مکتوب ۵۱)

صاحب ''زبدۃ المقامات'' لکھتے ہیں کہ وہ جو مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نے اپنی بیاض خاص میں لکھا ہے کہ آپ کو اپنے جد مکرم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت سے محدَّث بنایا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) آپ بطور تبعیت زمرۂ سابقین سے تھے چنانچہ آپ سید عبدالباقی سارنگپوری کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''جان لے، خدا تجھے نیک راستے پر چلائے کہ بائیں ہاتھ والے ظلمانی پردوں والے ہیں، اور دائیں ہاتھ والے نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ظلمانی پردوں اور نورانی پردوں سے نکل آئے ہیں، اور ایک قدم بائیں ہاتھ پر اور دوسرا دائیں پر رکھ کر سبقت کی گیند اصل کے میدان میں لے گئے ہیں، اور ظلال امکان اور ظلال وجوبی سے اوپر چلے گئے ہیں۔ اور اسم وصفت سے اور شان واعتبار سے ان کا مقصود سوائے ذات خدا تعالیٰ وتقدس کے نہیں۔ بائیں ہاتھ والے کفر وبدبختی والے ہیں، اور دائیں ہاتھ والے اہل اسلام وولایت ہیں۔ سابقین بطریق اصالت انبیاء ہیں، علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اور ان کی تبعیت سے جنکو یہ شرف بخشا جائے، یہ دولت بطریق تبعیت زیادہ تر انبیاء کے اکابر اصحاب میں ہے، علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات۔ اور بر سبیل قلت وندرت غیر اصحاب میں موجود ہے۔ حقیقت میں یہ شخص (یعنی غیر اصحاب جو اس دولت سے مشرف ہے) بھی زمرۂ اصحاب سے ہے۔ اور کمالات انبیاء سے ملحق ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والبرکات۔ شاید آنحضرت ﷺ نے ایسے ہی شخص کے حق میں فرمایا ہے:۔

مثل امتی کمثل المطر لا یدری اوّلھا خیر ام آخرھا

(ترمذی شریف)

''میری امت کا حال بارش کے حال کا سا ہے معلوم نہیں اسکا اول بہتر ہے یا آخر۔''

وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی وہ باعتبار قرون کے فرمایا اور یہ باعتبار اشخاص کے۔ واللہ سبحانہ اعلم (مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب ۳۹)

(۱۰) آپ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف سے خزینہ رحمت بنایا جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے مکتوب ۳۱۱ سے ظاہر ہے۔

(۱۱) آپ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات تھے جیسا کہ آپ ''مبداء ومعاد'' ص ۱۰۳ پر ''اظہار نعمت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ)

''اور جو کچھ تیرے پروردگار کا (تجھ پر) انعام ہوا اسے بیان کر دیا کر۔''

یہ فقیر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک روز (تجدید کے بارہویں سال) حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا، اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں بہ مصداق حدیث شریف:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

''جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسے اور بلند فرما دیتا ہے۔''

(کارکنان قضا و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا)، اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ:

غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

''میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔''

اور یہ بشارت بار بار دی گئی کہ کسی شک وشبہہ کی گنجائش باقی نہ رہی، اور اس نعمت پر

والحمدللہ سبحانہ علیٰ ذالک حمدًا کثیرًا طیبًامبارکًافیه مبارکاً علیه وکما یحب ربنا ویرضیٰ والصلوٰة والسلام علیٰ رسولهٖ سیدنا محمد وآلهٖ کما یحریٰ.

''حمد وثناء جو پاکیزہ ہو، جس میں برکت ہو، اور جس کے اوپر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے، اور جس سے وہ راضی ہو، اور درود سلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر، ایسا درود وسلام جو آپ کی شان کے شایاں ہو۔''

اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کردوں۔

اگرچہ پادشہ بردر پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبت مکن
گر آئے پادشہ بڑھیا کے در پر
نہ کر تُو عیب جوئی خواجہ اسپر

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (سورہ النجم، آیت ۳۲)

''یقیناً تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔''

(۱۲) آپ کو بشارت دی گئی کہ تم مجتہدین علم کلام سے ہو۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس فقیر کو توسط احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے خواب میں فرمایا ہے کہ ''تو علم کلام کے مجتہدوں سے ہے''! اس وقت سے مسائل کلامیہ میں سے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔ وہ مسائل جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ اختلاف رکھتے ہیں، ان میں سے اکثر میں سرسری نظر سے حقیقت اشاعرہ کی طرف سمجھ میں آتی ہے مگر جب نور فراست سے باریک بینی کے ساتھ غور سے دیکھا جاتا ہے۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ ہی کی طرف ہے۔ علم کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علماء ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے''۔ (مبداء ومعاد)

(۱۳) آپ پر حضور سید عالم ﷺ کی محبت کا غلبہ اس قدر تھا کہ ایک روز درویشوں کی جماعت میں فرمایا:۔

''محبت آنسرور بہ نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست مے دارم کہ رب محمد است'' (مبداء ومعاد)

''آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اس طرح غالب آگئی ہے کہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے۔''

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے آپ کی دنیا کو آخرت کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ اس بشارت کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:۔

''ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو بشارت دی گئی کہ

''میں نے تیری دنیا کو آخرت کر دیا''

اس عبارت عالی کی شرح اور اس مکاشفہ غیبی کے حل میں چند سطریں لکھی جاتی ہیں، گوش ہوش سے سُنیے۔ معلوم رہے کہ جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے ظِلّیت کی آمیزش کے بغیر نہیں، کیونکہ دُنیا ظِلّیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی تاب نہیں رکھتی۔ اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے۔ جب حضرت (مجدّد) کی دُنیا آخرت کے حُکم میں ہو گئی، تو ناچار آخرت کا موعود اس دُنیا میں جلوہ گر ہو گیا، اور ظِلّیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا نصیب حاصل ہو گیا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے اس فانی دنیا کے بعض تمتعات (منافع) سے جو آخرت کے درجوں کی کمی کا باعث ہیں، وہ حضرت کے حق میں ایسے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں۔ جیسا کہ آخرت کی نعمت جس سے

بہرہ ور ہونا ترقی کا باعث ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بہشت کے
درخت، نہریں اور اسی طرح وہاں کی حور وغلماں حضرت حق تعالیٰ کے
معانی تنزیہی وتحمیدی (بے عیب، پاکیزہ اور تعریف وحمد) کے مظاہر
ہیں۔ وہی معانی اس دنیا میں کلمات کی صورتوں اور حرفوں کے لباس میں
ظاہر ہو گئے ہیں۔ مثلاً سبحان اللہ اور الحمدللہ۔ جس طرح ان
کلمات کا وِرد اس دُنیا میں ترقی کا باعث ہے، اسی طرح بہشت میں ان
میوہ جات سے حظ اٹھانا اور ان لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہونا
درجات کے بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا باعث ہے۔ جب
خدا تعالیٰ کے کرم سے حضرت شیخ کی دُنیا آخرت ہو گئی تو ناچار دنیا کی
نعمت سے لذت اٹھانا آخرت کی لذتوں سے حظ اٹھانے کی مثل ٹھہرا''۔
حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اور احتمالات بھی بیان کیے ہیں۔
(ملاحظہ ہو مکتوبات معصومیہ، جلد اول، مکتوب ۱۸۹)

(۱۵) آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت کے سبب اس مقام سے مشرف فرمایا جو مقام رضا سے اوپر ہے، جسے ''مقام ذات بحت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر مکتوبات شریف ۷،۳۳ میں ہے۔ آپ نے مرض موت میں اس مقام کی توضیح وتصریح فرمائی۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''حاصل کلام حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وصالِ لایزال کے
داعی نے میرے باطن میں آواز دی کہ: ''تجھے بادشاہ بلاتا ہے''۔
میری ہمت کا بلند پرواز مرغ آشیانِ قدس کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں
تک کہ پہنچا جہاں پہنچا۔ اس بارگاہ عالی جاہ سے یہ آواز سنی کہ: ''بادشاہ
گھر میں نہیں''۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حقیقت کعبۂ ربّانی کا مقام
ہے۔ مَیں اس سے پرے کی طرف چلا اور چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ

صفاتِ حقیقت کے مقام پر پہنچا، جو وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔
یہ مقام صفاتِ صورِ علمیہ صفات سے پرے ہے۔ جو تعین علمی کے مرتبہ
میں موجود ہیں۔ اور صور صفات سے پرے ہے۔ جو تعین وجودی اور
تعیّن جسی کے مرتبے میں ہیں۔ میں اس مقام سے بھی اوپر کی طرف
متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں ان صفات کے اصول سے جو شیونِ ذاتیہ
اور عزت عز شانہ میں محض اعتبارات ہیں، داخل ہوگیا۔ اور تم دونوں
بھائی ہر مقام میں میرے ساتھ ہو۔ وہاں سے مجھے اوپر لے گئے، اور
ذاتِ بحت تک جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے، پہنچا دیا۔ (چند
سطر بعد) اور مرض موت میں اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں فرمایا کہ
اس درجہ کمال کا حصول اور اس رتبہ عالی پر وصول کلام مجید سُبحانی کے
تعلق پر موقوف ہے۔ قرآن کے طفیل و توسط سے میں اس مرتبہ کے
ساتھ ممتاز ہوا ہوں۔ حروف قرآنی میں سے ہر حرف کو میں ایک دریا
پاتا ہوں، جو کعبہ مقصود تک پہنچانے والا ہے''۔

(مکتوبات معصومیہ، جلد اول، مکتوب ۱۸۳)

(۱۶) آپ فرماتے ہیں کہ میں اوائل حال میں دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں، اور ایک اور جماعت بھی اسی طواف میں میرے ساتھ شامل ہے، لیکن اس جماعت کی رفتار اس قدر ست ہے کہ جتنی دیر میں میں طواف کا ایک دور پورا کر لیتا ہوں، وہ دو تین قدم فاصلہ طے کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان عرش کے اوپر ہے۔ اور طواف کرنے والی جماعت ملائکہ کرام کی جماعت ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ (ہمارے نبی پر اور ان سب پر خدا کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں) اور خدا اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے مخصوص فرما لیتا ہے، اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے''۔

(مبداء و معاد ص ۱۵۵)

(۱۷) آپ نسبتِ خاصہ مجددیہ کی فوقیت کا اظہار کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت مہدی موعود جن کے لیے اکملیت

ولایت کا عہد کیا گیا ہے، وہ اسی نسبت پر ہونگے۔ اور اسی سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کی تتیم وتکمیل کریں گے۔ کیونکہ ساری ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے کم ہے۔ وجہ یہ کہ باقی ولایتوں کو مرتبۂ نبوت کے کمالات کا کم حصہ ملا ہے، اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کے سبب ان کمالات سے حظِ وافر رکھتی ہے، جیسا کہ ابھی گزرا۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا''۔

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۲۵۱)

رسالہ ''مبداء ومعاد'' میں لکھتے ہیں:۔

''واین نسبت بایں خصوصیت فردا حضرت مہدی ظہور خواہد یافت۔ ان شاء اللہ تعالیٰ''۔

''حضرت امام مہدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی نسبت وخصوصیت کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!''

(۱۸) آپ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازے پر آپ شامل ہونگے وہ میت بخشی جائے گی۔

(۱۹) آپ کی دعا سے سرہند شریف کے قبرستان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ چنانچہ ''روضہ قیومیہ'' میں لکھا ہے کہ تجدید کے تیرہویں سال ایک روز قیوم اوّل (یعنی آپ) قدس سرہٗ اپنے چھوٹے دادا سرہند شریف کے بانی حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے مزار پاک کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد ان کے مزار پر قبرستان کی مغفرت کے لیے جناب عالی میں عاجزی والتجا کی۔ الہام ہوا کہ: ہم نے ایک ہفتہ کیلئے اس قبرستان پر سے عذاب اٹھالیا''۔ پھر التماس کی کہ: ''اے پروردگار! تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں، مغفرت اور زیادہ کر''۔ پھر الہام ہوا کہ: ''ایک مہینے کے لیے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا''۔ پھر التجا کی تو الہام ہوا کہ: ''اچھا ایک سال کے لیے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا''۔ پھر التماس کی تو جناب باری سے بفضل وکرم حکم ہوا کہ: ''ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا''۔

اسی سال ایک روز آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے دل میں اس حدیث شریف کے مضمون کا خیال آیا کہ ''جب کسی عالم کا گزر قبر پر سے ہوتا ہے، تو چالیس روز تک صاحب قبر کو عذاب نہیں ہوتا''۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ

''آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔ اور آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا ہم اپنے فضل وکرم سے بخش دیں گے''۔

شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر ہے، جس کی بابت آپ کو خوش خبری ملی تھی۔ اس قبرستان کے مرکز میں آپ کے والد بزرگوار کا مزار مبارک ہے۔

(۲۰) آپ کا ارشاد ہے کہ زن ومرد جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے ہیں، یا قیامت تک ہوں گے، وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں، اور ہر ایک کا نام ونسب اور مولد ومسکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کردیں۔''

(۲۱) آپ کو مبادی سلوک میں علم لدّنی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے حاصل ہوے۔ جیسا کہ رسالہ ''مبداء ومعاد'' کے صفحہ نمبر ۹۷ پر آپ فرماتے ہیں:۔

''اس فقیر کو علومِ لدُنّی کی توفیق حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ صورت حال اس وقت تک ہی رہی جب تک میں مقام اقطاب سے نہیں گزر گیا۔ مگر اس مقام سے گزر جانے اور بلندتر مقامات میں ترقیاں حاصل کرلینے کے بعد علوم کا حصول خود اپنی حقیقت سے ہونے لگا، یعنی علوم اپنی ذات میں خود بخود اپنی ذات ہی سے حاصل ہونے لگے، کسی غیر کی مجال نہ رہی کہ وہ درمیان میں آسکے۔

(۲۲) آپ پر ظاہر کیا گیا کہ کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

''پہلی امتوں میں جو فقیر ملاحظہ کرتا ہے تو ایسی جگہ کم پاتا ہے کہ جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ ہند کی زمین میں بھی جو اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا جل شانہٗ کی دعوت دی ہے اور ہند کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے انوار، شرک کی تاریکیوں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ فقیر اگر چاہے تو ہند کے ان شہروں کا پتا بتا سکتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ ان پیغمبروں میں کوئی ایسا ہے کہ اس پر کوئی ایمان نہیں لایا، اور اس کی دعوت کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا ہے کہ اس پر ایک شخص ایمان لایا ہے، اور کسی پر دو، اور کسی پر تین شخص ایمان لائے ہیں۔ یہ نظر نہیں آیا کہ ہند میں تین آدمیوں سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں، تا کہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں''۔

(مکتوبات دفتر اول، مکتوب ۲۵۹)

(۲۳) ایک روز صبح کے حلقہ میں حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام آپ کی خدمت میں بصورت روحانیاں آئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بہ تعلقِ روحانی فرمایا کہ: ''ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہماری روحوں کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام کرتی ہیں جو جسموں سے وقوع میں آیا کرتے ہیں۔ مثلاً حرکات و سکناتِ جسمانی اور طاعات و عبادات بدنی۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ ان دونوں بزرگوں سے کچھ مانگوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ''عنایات ایزدی جس شخص کے شامل حال ہو، ہمیں اس میں کیا دخل ہے''۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس گفتگو میں خاموش رہے۔

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۲۸۲)

(۲۴) محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کے سینہ بے کینہ سے خناس و وسواس دور کیا گیا۔

(۲۵) آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے آپ کے لیے ایک

اجازت نامہ لکھا ہے جیسا کہ مشائخ کرام اپنے خلفاء کو لکھ دیا کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامہ کے اجراء میں تاخیر ہے۔ خادم اس اجازت نامہ کو گویا دوسری بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا ہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجازت نامہ کی پشت پر ایک اور اجازت نامہ لکھا ہے یا لکھوایا ہے، اور اسے اپنی مہر مبارک سے مزین فرمایا ہے۔ اس دوسرے اجازت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ:

''دنیا کے اجازت نامہ کے عوض میں آخرت کا اجازت نامہ دیا ہے
اور مقام شفاعت سے نصیب عطا فرمایا ہے۔''

(تفصیل کے لیے دیکھو مکتوبات شریف، دفتر ثالث، مکتوب ۱۰۶)

(۲۶) اللہ تعالیٰ نے آپ کو طریقہ جدیدہ عطا فرمایا۔ آپ سے پہلے سالکین کی سیر صرف ولایت صغریٰ یعنی قلب میں منحصر تھی، اور شاذ و نادر ہی کسی کو ولایت کبریٰ میں ہوا کرتی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت شیخ پر ولایت کبریٰ، ولایتِ ملاء اعلیٰ، کمالات نبوت و رسالت و اولوا العزم حقیقت ابراہیمی، حقیقت موسوی، حقیقت محمدی و احمدی، حب صرفہ ولاتعین اور نیز حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن، حقیقت صلوٰۃ و معبودیت مطلقہ سب منکشف فرمائے۔ آپ نے ان کمالات کی سیر بالتفصیل اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کو کرائی، اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے خاندان میں آج تک جاری ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی۔

(۲۷) ایک روز آپ حلقہء ذکر سے اٹھے اور فرمایا کہ اس حلقہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاضرین میں سے ایک یار مرتد ہو جائے گا۔ میں نے اس کی پیشانی پر لفظ ''شقی'' لکھا ہوا دیکھا ہے''۔ یہ سن کر تمام یاروں پر ہیبت طاری ہوگئی اور ہر ایک خوف کے مارے کانپنے لگا۔ وہ یار حضرت شیخ طاہر لاہوری علیہ الرحمۃ تھے، جو صاحبزادگان والا تبار خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کے استاد تھے۔ چند روز بعد ویسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ شیخ طاہر ایک کافرہ عورت پر عاشق ہو کر مرتد ہو گئے۔ صاحبزادوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ''شیخ طاہر کے لیے دعا فرمائیں کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو جائیں''۔ آپ نے بڑے عجز و نیاز سے دعا کی جو قبول ہوگئی۔ شیخ طاہر عشق مجازی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کی صحبت مبارکہ میں تھوڑے ہی عرصے میں مراتب عالیہ پر پہنچے۔ آپ نے شیخ طاہر کے اجازت

نامہ میں بھی اس قصے کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور مکتوب ۲۱۷ جلد اول میں بھی اسے ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

''جب میں اس بلا کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا تو میں نے لوح محفوظ میں اس کے دفعیہ کو کسی امر پر معلق نہ دیکھا اور اسے مبرم سمجھا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ آثار واخبار و اجماع امت سے مجھے معلوم تھا کہ قضائے مبرم میں تغیر نہیں ہوسکتا۔ اسی اثنا میں مجھے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا قول یاد آ گیا کہ ''میرے سوا کسی کو قضاء مبرم میں تصرف حاصل نہیں''۔ میں نے عرض کی کہ: ''الٰہی! جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے تو میں بھی امیدوار ہوں''۔ میں نے بہت عجز و نیاز ظاہر کیا اور میری دعا قبول ہوگئی۔ اور اس راز کی معرفت بھی مجھے عطا کی گئی اور بتا دیا گیا کہ قضاء معلق دو قسم کی ہے: ایک معلق تو وہ ہے جس کی تعلیق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، اور ایک معلق ایسی ہے کہ اس کی تعلیق علم خدا میں ہے۔ شیخ طاہر کا قضیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا قول دوسری قسم میں داخل ہے۔ جس میں پہلی قسم کی مانند تبدیلی کا احتمال ہے۔ چونکہ یہ قسم ثانی لوح محفوظ میں صورت قضائے مبرم رکھتی ہے، اس لیے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ' نے اسے مبرم سے تعبیر فرمایا ہے۔''

(۲۸) جان محمد جالندھری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک بزرگ درویش نے جسے میں آپ کے ارشاد کے مطابق باغ حافظ رخنہ سے لایا تھا، آپ سے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ ''آپ نے اس کو کس سلسلہ میں مرید کیا ہے''۔ آپ نے فرمایا کہ ''سلسلہ قادریہ میں''۔ اس نے کہا کہ ''میں سفارش کرتا ہوں کہ جان محمد کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی زیارت کرادیں''۔

اس پر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر قطب ستارہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''اسے خوب دیکھو''۔ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ گدڑی والے بزرگ اس میں سے نکلے اور شیر کی طرح ایک لمحہ میں اس مقام پر آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''غوث الثقلین یہی ہیں۔ ان کی قدمبوسی کرو''۔ چنانچہ میں نے قدمبوسی کی۔ بعد ازاں حضرت غوث الثقلین علیہ الرحمۃ رخصت ہوئے اور قطب ستارہ کی طرف متوجہ ہو کر اس میں غائب ہو گئے۔

(۲۹) جب آپ کے مکتوبات شریف کی جلد اول تیار ہو گئی اور جلد ثانی شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ''میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ تمام علوم جو تحریر میں آ چکے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں؟'' دوسرے روز فرمایا:۔

''کل رات آواز آئی اور ظاہر کیا گیا کہ ''یہ تمام علوم جو تو نے لکھے ہیں بلکہ کچھ تیری گفتگو میں آ گیا ہے، سب مقبول و پسندیدہ ہے''۔ اور میری تحریرات کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ ''یہ سب ہمارا قول اور ہمارا بیان ہے''۔ اس وقت ان تمام علوم کو کہ جن میں ایک وقت مجھے کچھ تردّد تھا سب کو میں نے اسی کے حکم میں داخل پایا۔ الحمد للہ علیٰ الاحسان!''۔ (دیباچہ دفتر سوم مکتوبات شریف)

اس کے بعد آپ نے جلد ثانی کے مکتوبات کو لکھنا شروع کیا۔

مکتوبات شریف کی جلد اول مکتوب ۲۳۴ کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا:۔

''اے فرزند! یہ معارف جو لکھے ہیں امید ہے کہ الہاماتِ رحمانی سے ہوں کہ جن میں وساوس شیطانی کی آمیزش کی بالکل مجال نہیں۔ اس امر کی دلیل فقیر کے پاس یہ ہے کہ جب میں ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا، اور اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ملتجی ہوا تو میں نے دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے اطراف سے شیطان کو دور کر رہے ہیں، اور اسے اس مکان کے گرد رہنے نہیں دیتے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال۔ چونکہ بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا اعظم محامد سے ہے۔ اس لیے ان بڑی نعمتوں کے اظہار کی جرأت کی

گئی۔ امید ہے کہ خود بینی کے مظنّہ (شبہ۔گمان) سے خالی ہوگی۔ خود بینی کی گنجائش کس طرح ہوسکتی ہے، جبکہ اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے اپنا نقص و شرارت ذاتی ہر وقت نصب العین ہے، اور کمالات سب کے سب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں''۔

(۳۰) ایک روز آپ نے فرمایا کہ ''ہم پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہماری تمام تحریرات حضرت مہدی آخرالزمان علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر سے گزریں گی اور آپ کے نزدیک مقبول ہونگی''۔

(۳۱) آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ''میں تجھ کو علم افلاک سکھانے آیا ہوں''۔

(۳۲) آپ نے ایام وصال کے قریب فرمایا کہ: ''سوائے نبوت کے جو کمالات نوع انسان میں ممکن ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت اور وراثت سے عطا فرمائے ہیں۔

(۳۳) ''روضہ قیومیہ'' میں سال اول تجدید الف ثانی کے تحت لکھا ہے کہ آپ کو ہمیشہ کعبہ کی زیارت کا شوق رہا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ سے زیارت کعبہ میسر نہ ہوسکی۔ اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ آپ اسی شوق سے بے قرار رہنے لگے۔ ایک روز اسی بے قراری کی حالت میں بیٹھے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ انسان، فرشتے اور جن وغیرہ تمام مخلوقات نماز ادا کر رہی ہیں۔ اور آپ کی طرف رُخ کر کے سجدہ کر رہی ہیں۔ جب آپ نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ کعبہ معظّمہ خود آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہے، اور آپ کو گھیر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہ آپ ہی کو سجدہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی اثناء میں الہام ہوا کہ تم ہمیشہ کعبہ کے مشتاق تھے، ہم نے کعبہ کو تمھاری زیارت کے لیے بھیجا ہے۔ تمہاری خانقاہ کی زمین بھی کعبہ کا حکم رکھتی ہے۔ جو نور کعبہ میں تھا وہی نور ہم نے تمہاری خانقاہ کی زمین میں رکھ دیا ہے۔ بعدازاں کعبہ نے آپ کی خانقاہ میں حلول کیا، اور خانقاہ کی زمین کعبہ کی زمین سے مل گئی۔ اور اس مسجد کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فناء و بقاء حاصل ہوئی۔ اور آپ کی خانقاہ کی زمین میں تمام تمام حقائق کعبہ متحقق ہوگئے۔ فرشتہء غیب نے آواز دی کہ ''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی یہ مسجد تمام مسجدوں سے افضل ہے۔ جو ثواب ان تمام مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے ہوتا ہے وہ ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے''۔

حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم زمانی قدس سرہ' کے وقت میں اس مسجد کو وسیع کیا گیا، اس متبرک زمین کو جہاں پر کعبہ نے حلول کیا تھا، تبرک کے طور پر حوض مسجد کے مشرقی کنارے کی طرف باقی زمین سے اونچا رکھا گیا ہے۔ آجکل وہ صفہ خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔۔انتہٰی۔

(۳۴) آپ فرماتے ہیں کہ مقام اقطاب پر پہنچنے کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قطب ارشاد کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ بعدازاں بعنایت خداوندی جل شانہ' ترقی کرتے کرتے اصل الاصل تک پہنچا۔ اس اخیر عروج میں حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ' کی روحانیت سے مدد پہنچی۔ (رسالہ مبداء ومعاد)

غرض کہاں تک لکھا جائے۔

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سُخن پایاں
بمیرد تشنہ مُستسقی و دریا ہم چناں باقی

خوارق وکرامات:

آپ کے خوارق بکثرت ہیں، ہم یہاں ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کے مکتوبات شریف و دیگر تصانیف ہیں، جن میں وہ نادر علوم و معارف الہامیہ درج ہیں، جو سنت وشریعت کے عین موافق ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق قدس سرہ' کو لکھتے ہیں:۔

> ''اے فرزند! یہ علوم و معارف کہ جن پر اہل اللہ میں سے کسی نے نہ صراحتہً نہ اشارۃً لب کشائی کی ہے۔ اشرف معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد منصہ ظہور پر آئے ہیں، اور واجب تعالیٰ وتقدس کی حقیقت اور ممکنات کے حقائق کو جیسا کہ ممکن ولائق ہے، بیان کرتے ہیں۔ نہ کتاب وسنت کے مخالف ہیں، اور نہ اہل حق کے اقوال سے مخالفت رکھتے ہیں۔ حضرت نبی کریم

علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کی دعا میں جو کہ آپ نے تعلیم امت کے لیے فرمائی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ [9]

''یا اللہ! تُو اشیاء کی حقیقتیں ہم کو اس طرح دکھا جیسی کہ وہ ہیں''۔

سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور مقام عبودیت کے مناسب ہیں، اور نقص وذلت وانکسار پر دلالت کرتے ہیں جو بندگی کے حال کے موافق ہے۔ عاجز بندہ جو اپنے آپ کو مولائے قادر کا عین سمجھے، اس میں کون سی لطافت ہے، بلکہ اس سے تو اس کی کمال بے ادبی ظاہر ہوتی ہے''۔ (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۳۴)

اسی طرح شیخ محمد چتری علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں:۔

''بھائی جان سُنیے! خوارق کی دو قسمیں ہیں: قسم اول: علوم معارف الٰہیہ ہیں جو ذات وصفات وافعال واجب تعالیٰ سے متعلق ہیں، اور نظر عقلی کے طریقہ سے الگ، اور عرف و عادت جاریہ کے خلاف ہیں۔ اس قسم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ممتاز کیا ہے۔

قسم دوم کشف صور مخلوقات اور اشیائے غائبہ کی خبر دینا ہے جو عالم کون سے متعلق ہے۔ پہلی قسم اہل حق وارباب معرفت کے لیے مخصوص ہے۔ اور دوسری قسم اصحابِ حق واصحابِ باطل میں مشترک ہے، کیونکہ یہ قسم اہلِ استدراج کو بھی حاصل ہے۔ پہلی قسم خدا کے نزدیک شریف ومعتبر ہے۔ کیونکہ اس نے اسے اپنے اولیاء کے لیے مخصوص کیا ہے، اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں فرمایا۔ اور دوسری قسم عوام کے نزدیک معتبر اور ان کی نظروں میں معزز اور محترم ہے۔ اگر اہل استدراج [10] سے یہ قسم ظہور میں آئے تو قریب ہے کہ عوام نادانی

کے سبب سے اس کی پوجا کرنے لگ جائیں اور ہر رطب و یابس میں جو وہ ان کو بتائے اس کے تابع و فرمان بردار ہو جائیں۔ بلکہ یہ محجوب (عوام) پہلی قسم کو خوارق و کرامات میں شمار نہیں کرتی۔ ان کے نزدیک خوارق دوسری قسم میں منحصر ہیں اور ان کے گمان میں کرامات صرف صور مخلوقات کے کشف اور مغیبات کی خبر دینے کا نام ہے۔ یہ لوگ کیسے بے عقل ہیں وہ علم جو مخلوقات حاضر یا غائب کے حالات سے تعلق رکھتا ہے اس میں کون سی شرافت و کرامت پائی جاتی ہے بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے مبدّل ہو جائے، تا کہ مخلوقات اور اس کے احوال سے نسیان حاصل ہو۔ واجب تعالیٰ کی معرفت ہی وہ شے ہے جو سزاوار شرافت و کرامت اور شایانِ اعزاز و اکرام ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی است

''پری تو منہ چھپائے ہوئے ہے، اور شیطان کرشمہ و ناز میں ہے۔ عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔''

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۲۹۳)

(۲) ایک صاحبِ دل سید رحمت اللہ نام جو آپ کے مریدوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں اور دو تین درویش اطراف ملک دکن میں ایک صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک بت خانہ نظر آیا۔ میں نے آپ سے سنا ہوا تھا کہ مسلمان سے بتوں اور بت پرستوں کی توہین جس قدر ہو سکے اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا۔۔ ۔ میں نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''اس صحرا میں کوئی اس بت خانہ کا محافظ و نگہبان نظر نہیں آتا۔ لہٰذا آؤ اس بت خانہ کو جہاں تک ہو سکے ویران کر دیں''۔ چنانچہ ہم نے ایک بت توڑ دیا اور بعض دیواروں کو گرانے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ دریں اثناء ایک ہندو کاشتکار نے دور سے اس بت خانہ کی یہ تذلیل دیکھی تو اس نے دوڑ کر گاؤں میں جا کر

خبر کر دی۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک ہزار بت پرست لاٹھیاں، پتھر اور ہتھیار لیے غیظ وغضب کی حالت میں ہماری طرف آرہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سب حیرت ودہشت کے دریا میں ڈوب گئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ہم نے کمر ہمت کو مضبوط کیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ کیونکہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
(اقبال)

اور اس حال میں، میں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی:۔

''اے دین کے بزرگ! ہم نے آپ کی نصیحت پر کار بند ہوکر یہ کام کیا تھا ہمیں کافروں کے ہاتھ سے چھڑائیے۔''

اس تضرع ونیاز میں میرے کان میں آپ کی یہ آواز آئی:۔

''اطمینان رکھو! تمھاری حفاظت کے لیے ابھی اسلام کا لشکر بھیجتا ہوں''۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''عجیب معاملہ ہے، حضرت کی یہ آواز تو میرے کان میں آگئی مگر لشکر کب آئے گا، کفار تو آپہنچے۔ صرف ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اچانک ٹیلہ سے تیس چالیس ہزار سوار ہماری طرف گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نظر آئے۔ جب کفار نے ان سواروں کو دیکھا تو خوف زدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئے۔ گھوڑ سواروں نے ان کافروں میں سے بعض کو تازیانے لگائے اور بعضوں کو ڈانٹ پلائی۔ اور ہم کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سوار مسلمان تھے جو نواحی گاؤں میں کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے۔ اور جب وہ کفار ہمارے قتل کے ارادہ سے آئے تھے۔ تو ان کے گاؤں کے ایک مسلمان نے اس گاؤں میں جاکر سواروں کو خبر کر دی، اور وہ سنتے ہی فوراً موقع پر پہنچ گئے اور ہم کو کافروں سے چھڑا لیا۔ بلاشک وشبہ یہ آپ کا تصرف تھا۔

(۳) سید جمال علیہ الرحمۃ جو آپ کے مقبولین میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگل میں اچانک ایک شیر میرے آگے آگیا۔ تنہائی کی وحشت اور اس درندے کی ہیبت سے میں سخت ہراساں ہوا۔ بھاگ جانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ ناچار میں نے آپ کی طرف توجہ کی کہ بچائیے۔ میں نے اسی وقت

معاملہ میں دیکھا کہ آپ عصا ہاتھ میں لیے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے تشریف لاتے ہی نہایت زور سے عصا اس شیر کے منہ پر مارا۔ جب اس معاملہ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے نہ آپ کو دیکھا اور نہ ہی جنگل میں شیر کا کوئی نشان پایا۔

(۴) محمد صادق کابلی جو آپ کے بڑے مخلصوں میں سے تھے مرض جذام میں مبتلا ہو گئے۔ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں یاران طریقت اس کی شرکت سے پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مجلس میں اس کے ایک خاص یار نے اس کے ساتھ کھانا کھانے سے اعلانیہ انکار کر دیا۔ وہ بیچارہ نہایت شرمندہ و غمگین ہوا اور آپ سے توجہ کی درخواست کی. آپ مرض کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوے، اور اس کے مرض کو اپنے اوپر لے لیا۔ چنانچہ اس کا اثر مریض کے بدن سے آپ کے پاؤں مبارک پر منتقل ہو گیا۔ اس سے اگرچہ مخلصوں کی عقیدت میں زیادتی ہوگئی مگر آپ پر مرض کے منتقل ہونے سے سب غمگین و بے چین ہو گئے۔ جب آپ نے صاحبزادوں اور یاروں کی بے چینی دیکھی تو دعا کی کہ ''وہ مرض آپ سے بھی دور ہو جائے''۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ بیماری آپ سے بھی جاتی رہی اور سب لوگ خدا کا شکر بجالائے۔

(۵) آپ کے عادل اصحاب سے سنا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ بیابان و جنگل کی سیر کو نکلے۔ اثنائے راہ میں دھوپ کی شدت اور گرد و غبار کی کثرت سے بڑے صاحبزادے اور دوسروں پر جو پیادہ ہم کاب تھے، پیاس نے غلبہ کیا۔ مگر بپاس ادب آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ دریں اثناء آپ نے از خود مولانا محمد یوسف سمرقندی علیہ الرحمۃ (آپ کے مرید اور پیر بھائی) سے ارشاد فرمایا کہ ''دھوپ کی شدت اور غبار کی کثرت سے یاروں کو تکلیف ہو رہی ہے''۔ مولانا نے عرض کیا کہ ''حضور والا کو معلوم ہی ہے یاروں کے عرض کرنے کی حاجت نہیں''۔ اس پر آپ نے مسکرا کر آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی اور زیر لب کچھ کہا۔ چند قدم بھی آگے نہ بڑھے تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور معتدل ہوا چلنے لگی۔ حالانکہ وہ بارش کا موسم نہ تھا۔

(۷) ایک سید طالب علم کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے، مجھے ان سے بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت اور بدظنی تھی۔ ایک روز مکتوبات شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ان میں یہ دیکھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شتم کرنے والے پر جو حد لگاتے تھے، وہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شتم کرنے والے پر جاری کرتے تھے۔ میں نے یہ

نقل دیکھ کر غصہ کی حالت میں کہا کہ یہ کیسی بے مزہ نقل ہے جو اس مرد (آپ) نے یہاں کی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے مکتوبات شریف کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں آئے اور اپنے ہاتھوں سے میرے دونوں کان پکڑ کر فرمانے لگے:۔

''اے طفل نادان! تو بھی ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے، اور زمین پر پھینک دیتا ہے۔ اگر تو میرے قول کو معتبر نہیں سمجھتا تو تجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلوں، جن کی خاطر تو ان کے بھائیوں یعنی صحابہ کرام کو برا کہتا ہے''۔

چنانچہ آپ مجھے کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے، اور مجھے اس باغ کے کنارے ٹھہرا کر خود ایک محل کی طرف جو اس باغ میں نظر آ رہا تھا، چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نورانی شکل وصورت والے بزرگ جلوہ افروز تھے۔ آپ نے بڑی تواضع سے ان کو سلام کیا، وہ بھی بڑی خوشی سے آپ کو ملے۔ اس کے بعد آپ اس بزرگ کے آگے دو زانو بیٹھ گئے اور کچھ عرض کیا۔ آپ اور وہ بزرگ دونوں دور سے میری طرف دیکھتے اور اشارہ کرتے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا وہ میرے بارے کچھ کہہ رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد آپ نے اٹھ کر مجھے نزدیک بلایا اور فرمایا ''یہ بزرگ جو بیٹھے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں، سنو! کیا فرماتے ہیں''۔ میں نے سلام کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ ''خبردار! حضور سید عالم ﷺ کے اصحاب سے کوئی کدورت دل میں نہ رکھو، اور ان کی ملامت زبان پر نہ لاؤ۔ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کن نیتوں سے ہمارے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا''۔ اور آپ کا نام لیکر فرمایا کہ ''ان کی تحریر سے ہرگز نہ پھرنا'' باوجود اس نصیحت کے میں نے اپنے دل کی طرف جو رجوع کیا تو اصحاب کرام کی دشمنی بدستور موجود پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ معلوم کر کے ناراض ہوئے، اور آپ سے فرمایا کہ اس کا دل ابھی صاف نہیں ہوا، اور تھپڑ مارنے کے لیے اشارہ کیا چنانچہ آپ نے ساری قوت سے میری گدی (سر یا گردن کا پچھلا حصہ) پر ایک تھپڑ مارا۔ اس وقت میں نے اپنے دل کو کدورت سے صاف پایا۔ اس اثنا ء میں میری آنکھ کھل گئی۔ اب میں اسی طرح سینہ کو کینہ سے پاک پاتا ہوں اور آپ کے کلام کے بارے میں میرا حسن اعتقاد سو گنا زیادہ ہو گیا ہے۔

(۷) آپ کے اصحاب بلکہ آپ کے صاحبزادے بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک سوداگر کی ایک بوری نیل چوری ہوگئی ۔ سوداگر نے آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک جوان کو ملزم ٹھہرایا۔ وہ جوان اپنی اہانت وتکلیف کے ڈر سے بھاگ گیا۔ سرہند شریف کے کوتوال نے جب یہ سنا تو آپ کو طلب کیا۔آپ نے ان یاروں کو جن کی نسبت آپ کو معلوم تھا کہ وہ آپ کا اس طرح جانا گوارانہ کرسکیں گے، کسی نہ کسی طرح کام پر روانہ کردیا اور خود ایک خادم کے ساتھ پا پیادہ ہی تشریف لے گئے ۔ وہ بے ادب کوتوال بڑی سختی اور درشتی سے آپ سے باتیں کرتا تھا، اور آپ بڑی نرمی سے جواب دیتے تھے۔ دریں اثنا مولانا طاہر بدخشی علیہ الرحمۃ آپہنچے اور اس کوتوال کو ڈانٹ کر کہنے لگے: ''ارے ایسے تیسے' کیا تجھے معلوم بھی ہے کہ تو نے کیسے شخص کو طلب کیا ہے''؟ آپ نے مولانا بدخشی علیہ الرحمۃ کو اس گفتگو سے روکا۔کوتوال نے آپ کو رخصت کردیا۔کوتوال کی اس بے ادبی اور گستاخی کو چند روز نہ گزرے تھے کہ کسی بات پر اسکی علاقہ کے کروری (سیٹھ) کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ وہ کوتوال اپنے بیس تیس رشتہ داروں سمیت ایک بالاخانے پر چڑھ گیا جو بارود سے پُر تھا۔ اچانک اس بارود میں کہیں سے آگ لگ گئی جس نے کوتوال کو ساتھیوں سمیت جلا کر راکھ کردیا، اور ان کا نشان تک نہ چھوڑا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد

بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

''بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی برا نہیں بناتا بلکہ وہ تمام دنیا میں آگ لگا دیتا ہے''۔

(۸) بادشاہ وقت نے ایک امیرزادہ کو کسی تقصیر کے سبب لاہور سے طلب کیا۔غضب شاہی کے مشاہدے سے حاضرین کو یقین تھا کہ اس امیرزادے کو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں میں ڈال دیا جائے گا ۔جب وہ سرہند شریف پہنچا تو آپ کی خدمت میں جان بخشی کی درخواست پیش کی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''خاطر جمع رکھو ان شاء اللہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، بلکہ سلطان وقت تم پر مہربانیاں کریگا''۔اس نے نہایت اضطراب میں عرض کیا کہ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرمارہے ہیں وہ مجھ کو لکھ کردے دیجیے، تاکہ پورا پورا اطمینان ہوجائے''۔آپ نے اس کے اصرار پر یہ لکھ کردے دیا۔ کہ ''چونکہ فلاں امیرزادے نے

غضب شاہی کے خوف سے جو غضب الٰہی کا نمونہ ہے، فقراء کی طرف رجوع کیا ہے، اس لیے فقراء نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مہلکہ (ہلاکت کی جگہ) سے اسے رہائی دیدی''۔

کئی دن بعد اچانک خبر آئی کہ بادشاہ نے اسے اذیت دیکر قید خانہ میں بھیج دیا ہے۔ جب آپ نے یہ سنا تو مسکرا فرمایا کہ ''فقیر کی نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ بادشاہ کی طرف سے شفقت و عنایت ہی دیکھے گا۔ اور یہ خبر جو آئی ہے غلط ہے۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ بادشاہ اس امیر زادے کو دیکھتے ہی ہنس پڑا۔ اور نصیحت کے طور پر چند کلمے زبان پر لایا، پھر بڑی عنایت سے خلعت دیکر رخصت کیا۔

(۹) مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ دیوانہ سورتی قدس سرہٗ کے مریدوں سے تھے، مرض شدید میں مبتلا ہو گئے اور ایک مدت تک بیمار رہے۔ نہ دوا سے بیماری میں تخفیف ہوتی تھی اور نہ دعا سے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آپ کی شہرت سن کر انھوں نے ایک عریضہ خدمت شریف میں ارسال کیا، اور دعائے صحت اور جامہ تبرک کے لیے التماس کی۔ آپ نے ترس کھا کر ایک عنایت نامہ مع پیراہن مبارک تبرک کے لیے بھیجا''۔ عنایت نامہ میں مرض قلبی کے ازالہ کی تاکید فرما کر آپ نے یوں تحریر فرمایا:۔

''دوسری بات یہ ہے کہ آپ ظاہری ضعف و کمزوری کا کچھ فکر و اندیشہ نہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ضعف صحت و عافیت سے بدل جائے گا۔ فقیر کا دل اس طرف سے مطمئن ہے۔ آپ نے فقراء کا جامہ (حضرت مجدد قدس سرہٗ کے پہنے ہوئے کپڑے) طلب کیا تھا، پیراہن بھیجد یا گیا ہے۔ اسے پہنیں اور نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں کیونکہ یہ کثیر البرکت ہے۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

''جس نے اس بات کو بے اصل حکایت قرار دیا، وہ خود بیکار ہے، اور جس نے اسے حقیقت جانا وہ مرد ہے''۔

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۱۶۶)

چنانچہ مولانا نے وہ پیراہن پہن لیا اور سالوں کی بیماری سے صحت پائی، اور حاضر خدمت ہو کر آپ کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہوئے۔

(۱۰) علاقہ سرہند شریف کے ایک فاضل مخلص کا بیان ہے کہ آپ سے میری ارادت کا باعث یہ ہوا کہ میرا ایک رشتہ دار تھا جس سے مجھے بہت محبت تھی۔ وہ ایک مرض شدید میں مبتلا ہو گیا اور دعا و دوا کے لیے فقراء و اطباء کی خدمت میں بہت پھرا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ سے آپ کی تعریف کی۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر توجہ کی التماس کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور حجرے میں داخل ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد حجرے سے باہر نکل کر آواز دی کہ ''فلاں شخص جس نے اپنے مریض کیلئے فاتحہ شفاء کی درخواست کی تھی، کہاں ہے''؟ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ ''ہم فاتحہ مغفرت پڑھتے ہیں''۔ میں حیران و غمگین ہو کر اپنے مکان کی طرف جو سرہند شریف سے چند میل کے فاصلہ پر تھا، روانہ ہوا۔ میں نے راستے میں اپنے دل میں کہا کہ ''حضرت کی یہ دوسری فاتحہ موت کی صریح خبر ہے''۔ جب میں گھر پہنچا تو اس مریض کو دفن کر چکے تھے۔ میں نے جو حساب لگایا تو ظاہر ہوا کہ جس وقت حضرت نے بلا کر فاتحہء مغفرت پڑھی تھی وہ اُسی وقت فوت ہوا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر میں آپ کا مرید ہو گیا۔

(۱۱) نواب عبدالرحیم خانخاناں صوبہ دار دکن فقراء سے محبت کرنے والا اور آپ کا معتقد تھا۔ اس امر پر مامور تھا کہ ممالک دکن کو تصرف میں لائے۔ ایک عرصہء دراز یوں ہی گزر گیا، معتمدان سلطنت نے سلطان سے عرض کیا کہ خانخاناں نے پوشیدہ طور پر دشمن سے صلح کر لی ہے، اور بظاہر جنگ میں مشغول و مصروف ہے۔ بادشاہ نے فوراً خانخاناں کو معزول کر دیا اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اسے قتل ہی نہ کرا دے۔ حضرت میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ جو خانخاناں کے واقف اور آشنا تھے، یہ معاملہ آپ کی خدمت میں لکھا اور توجہ کے لیے التماس کی۔ آپ نے میر موصوف کے عریضہ کو پڑھ کر لکھا کہ ''آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت خان موصوف بہت عالیشان نظر آئے۔ آپ اس کے معاملہ میں مطمئن رہیں''۔ جب یہ جواب سید صاحب کی خدمت میں پہنچا تو سید صاحب (میر نعمان) نے بجنسہٖ خانخاناں کے پاس بھیج دیا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ

> ''بزرگوں کی توجہ سے ایسا ہو جانا تعجب کی بات نہیں مگر بظاہر بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ بادشاہ وقت میرے حق میں نہایت بدگمان ہو گیا

ہے، اور حاسد لوگ ہر طرف سے ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں''۔

آپ کے مکتوب کو دس بارہ روز بھی نہ ہوئے تھے کہ بادشاہ کا دل خانخاناں کی طرف سے صاف ہو گیا، اور ملک دکن کی صوبہ داری پر بحال کر دیا۔

(۱۲) ایک سجادہ نشین بڑی محبت اور اشتیاق سے فاصلۂ دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ نے خلاف عادت اس پر چنداں عنایت نہ فرمائی۔ آپ کے بعض مخلصوں نے عرض کیا کہ ''یہ شخص مشاہیر مشائخ میں سے ہے، اور بڑے اخلاص سے فاصلہء دراز سے حاضر خدمت ہوا ہے۔ آپ اس کے حق میں کرم فرمائیں''۔ حضرت نے فرمایا: ''ہاں، میں بھی ایسا ہی گمان کرتا تھا۔ مگر اس کی پیشانی پر جلی حروف میں لفظ ''انکار'' لکھا ہوا دیکھتا ہوں، کیا کیا جائے''۔ یہ سن کر یاروں کو تعجب ہوا۔ کچھ مدت کے بعد آپ کی فراست کے آثار ظہور میں آئے۔ سچ ہے کہ

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنْ فَاِنَّہٗ یُنْظِرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ (حدیث شریف)

''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

(۱۳) شیخ محمد مسعود علیہ الرحمۃ جو آپ کے برادر خورد اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے تجارت کے لیے قندھار گئے ہوئے تھے۔ اس اثناء میں ایک روز صبح کے وقت آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ''عجیب معاملہ ہے، ہر چند محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے احوال کی طرف متوجہ ہوا تو اسکی قبر نظر آئی کہ ابھی فوت ہوا ہے''۔ سامعین نے تاریخ اور دن لکھ لیا۔ چند روز کے بعد اس کے ساتھی واپس آگئے اور انھوں نے ان (شیخ مسعود) کی وفات کی تاریخ اور دن وہی بتایا جو آپ نے بیان فرمایا تھا۔

(۱۴) جن دنوں میں آپ اجمیر شریف تشریف رکھتے تھے، رمضان کا مہینہ عین برسات میں آیا۔ آپ حسب عادت ختماتِ قرآنی میں مشغول ہو گئے۔ پہلی رات نماز تراویح میں بیس یاروں نے ایک مسجد میں جو نہایت تنگ تھی نماز ادا کی۔ تعفن سے آپ کو اور درویشوں کو تکلیف پہنچی۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ

''جو ختمات ہم نے قرار دیے ہیں ان کے اختتام تک اگر بفضل الٰہی بارش نہ ہوتا کہ مسجد کے باہر تراویح پڑھی جائیں تو یہ بڑی نعمت ہے''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ستائیسویں رات تک چار ختم ہو گئے، اور کسی رات بارش نہ ہوئی اور اٹھائیسویں تاریخ سے رات کو بارش برسنا شروع ہوگئی۔

(۱۵) وہی مسجد جس کا اوپر ذکر ہوا اس کی ایک دیوار کمزور ہوگئی تھی، اور وہ ایک طرف کو اس قدر جھک گئی تھی کہ اکثر نمازی آنے جانے والے خیال کرتے تھے کہ آج نہیں تو کل گر جائے گی۔ ایک روز آپ نے بطور خوش طبعی فرمایا کہ ''جب تک فقراء یہاں ہیں ان کی خاطر سے یہ دیوار نہ گرے گی''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس روز آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور آپ اس مسجد سے اوجھل ہی ہوئے تھے کہ وہ دیوار یکبارگی گر پڑی۔

(۱۶) ایک امیر نے آپ سے عرض کیا کہ ''میں جوانی سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، جو میرے بعد صفحہء روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں''۔ آپ کچھ دیر تک مراقب رہے۔ پھر فرمایا کہ

> ''لوح محفوظ میں اس موجودہ بیوی سے تمھاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کروگے تو اولاد ہوگی۔ اور تمھارے بعد تمھاری یادگار رہے گی''۔

اتفاقاً اس کی بیوی نے وفات پائی، اور دوسری بیوی سے اس کی شادی ہوگئی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور یہ دونوں اس کے بعد یادگار رہے۔

(۱۷) شیخ نور محمد اناری علیہ الرحمۃ جو آپ کے قدیم مرید اور صاحب اجازت تھے، اور آٹھ بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی کے گھر میں جن رہتا تھا، جو ہمیشہ اس سے دشمنی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اذیت سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ میں بھی اسی گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد ہیبت ناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں، اور پھر پھولوں کی خوشبو مہکتی محسوس ہونے لگی۔ میرے بھائی کی بھی ابتدائی حالت یہی ہوئی تھی۔ میرے اقرباء یہ سن کر میری زندگی سے مایوس و ناامید ہو گئے۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے ہمبستر تھا اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آ گیا اور ہم دونوں کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور ہمیں ایسا دبایا کہ ہم ہاتھ اٹھانے سے عاجز

آ گئے، لحاف کو بھی اپنے اوپر سے نہ اٹھا سکے۔ ہم اسی بے قراری میں تھے کہ (حضرت مجدد الف ثانی) نمودار ہوئے اور آواز دی کہ:

''نور محمد! کچھ خوف نہ کر، یہ جن ابھی بھاگ جائے گا کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے''۔

جن نے آپ کی آواز مبارک سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا، میں اٹھا اور آپ غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میرے گھر میں کسی کو جن کا آسیب نہ ہوا۔ اور جنات وہاں سے جلاوطن ہو گئے۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان کو لیکر میرے گھر سے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ''آپ نے ہم کو جلاوطن کر دیا۔ ہم موضع شادیوال میں جا کر ٹھہریں گے''۔

(۱۸) جب آپ کی عمر گرامی پچاس کے قریب ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ: ''میں اپنی عمر کے پچاس اور ساٹھ کے درمیانی زمانہ میں اپنے اوپر ایک حادثۂ عظیم پاتا ہوں، اور اس وقت میری وفات کی نسبت قضائے معلق مشہود ہوتی ہے، مگر ساٹھ سال کے بعد جسمیں اب بارہ برس باقی ہیں، میرے انتقال کی نسبت قضائے مبرم قطعی محسوس ہوتی ہے''۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کیونکہ پچاس اور ساٹھ کے درمیانی زمانہ میں سلطان وقت (جہانگیر) نے اپنے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا اور وصال بھی ساٹھ سال کے بعد ہوا۔

(۱۹) ایک روز آپ نے اپنے خالص احباب سے فرمایا کہ ''مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ میری عمر کے بارے میں قضائے مبرم تریسٹھ سال ہے''۔ ماہ ذوالحجہ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء کے پہلے عشرہ میں آپ نے اجمیر شریف سے اپنے صاحبزادوں کو سرہند شریف میں لکھا کہ ''اس دنیا سے انتقال کے قرب کے آثار دکھائی دے رہے ہیں''۔ چنانچہ اس کے ایک سال تین ماہ اور چند روز بعد آپ کا انتقال وقوع پذیر ہوا۔

(۲۰) آپ نے ماہ شعبان ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء میں شب برات کو خلوت خانہ میں شب بیداری کی۔ ناگاہ آدھی رات گزرنے کے بعد آپ گھر میں آئے۔ مخدوم زادوں کی والدہ کی زبان عصمت پناہ سے یہ بات نکلی کہ: ''آج آجال وارزاق کے تقدیر کی رات ہے، خدا جانے کس کا نام ورق ہستی سے محو کیا گیا، اور کس کا ثابت رکھا گیا''۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ''آپ تو بطور شک و تردّد کے کہہ رہی ہیں، اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس کا نام اس دنیا کی زندگانی کے صحیفہ سے محو کر دیا گیا۔ اور اشارہ اپنی طرف پایا''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات کے قریباً ساڑھے چھ ماہ بعد آپ نے وفات پائی۔

ہم نے آپ کے خوارق ذکر کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے، اور جو بیان کیے وہ بھی بطور مشتے نمونہ ازخروار ہیں۔ وجہ یہ کہ کثرت خوارق سے کسی ولی کی شان نہیں بڑھتی اور نہ قلت سے کسر شان ہوتی ہے چنانچہ آپ خود یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک ولی جس سے کوئی خارق ظہور میں نہ آئے، دوسرے ولی سے افضل ہو، جس سے خوارق وکرامات ظہور میں آئے ہوں۔''

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۲۹۳)

اسی طرح آپ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں:۔

آپ کو معلوم رہے کہ خوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ولی ہونے کی شرط نہیں۔ جس طرح علماء خوارق وکرامات کے مکلّف نہیں، اولیاء بھی خوارق کے ظہور کے ساتھ مکلّف نہیں۔ کیونکہ ولایت سے مراد قُرب الٰہی ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کے نسیان کے بعد اولیا کو عطا فرماتا ہے۔ ایک شخص کو یہ قُرب عطا کیا جاتا ہے اور اسے مخلوقات کے مغیبات پر کچھ اطلاع نہیں دی جاتی۔ ایک دوسرا شخص ہے جس کو قُرب بھی دیا جاتا ہے اور مغیبات پر مطلع بھی کیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا شخص اہلِ استدراج سے ہے۔ نفس کی صفائی نے اس کو مغیبات کے کشف میں مبتلا کیا ہے، اور گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَىْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ. اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (سورة مجادله)

''اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں۔ خبردار رہو تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔ غالب آیا ان پر شیطان۔ پس بھلادی ان کو یاد خدا کی یہ لوگ گروہ شیطان سے ہیں۔ خبردار رہو، گروہ شیطان زیان پانے والا ہے۔''

ایسے ہی لوگوں کے حال میں وارد ہے۔

پہلا اور دوسرا شخص جو دولتِ قُرب سے مشرف ہیں، اولیاء اللہ سے ہیں۔ نہ کشف مغیبات انکی ولایت میں زیادتی کرتا ہے، اور عدم کشف انکی ولایت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ ان کا فرق باعتبار درجات قُرب کے ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے صورِ غیبی کا کشف حاصل نہ ہو۔ قرب الٰہی کی زیادتی کے سبب اس شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے جسے کشفِ صور حاصل ہو۔

(مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب ۹۲)

تبلیغ و اشاعت:

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ نے (آپ نے) سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہو کر درس و تدریس اور تصنیف رسائل کے ذریعے سے تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے اجازت ارشاد پا کر تلقین طلاب میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور حسب اشارہ پیر و مرشد لاہور میں اشاعت طریقہ فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ نے رحلت فرمائی۔ ان کے وصال کے بعد مترشدین نے آپ سے تجدید بیعت کر کے استفادہء باطنی جاری رکھا۔ آپ کے کمالات عالیہ کی برکت اور انوار صحبت کے فیض سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تھوڑے عرصے میں ہندوستان کے طول و عرض میں شائع ہو گیا۔ اس کے بعد سلسلہ عالیہ مجددیہ ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں بھی پھیلنے لگا۔ چنانچہ تجدید و قیومیت کے چھٹے سال شیخ طاہر بدخشی علیہ الرحمۃ شیخ احمد برکی علیہ الرحمۃ، خواجہ یوسف برکی علیہ الرحمۃ، شیخ حسن برکی علیہ الرحمۃ، مولانا یار محمد قدیم طالقانی علیہ الرحمۃ، مولانا صالح گولامی علیہ الرحمۃ، شیخ عبدالحق شادمانی علیہ الرحمۃ اپنے اپنے شہروں سے دور دراز سفر طے کر کے سرہند شریف میں حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ عالیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ یہ سب خلافت سے سرفراز ہو کر ذریعہ اشاعت طریقہ بنے۔ تجدید کے بارہویں سال بہت سے جن بھی آپ کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ جنوں کا بادشاہ مع لشکر آپ کا مرید ہو گیا۔

تجدید کے چودھویں سال آپ نے اپنے خلیفے بغرض ہدایت خلق، دنیا کے اطراف و اکناف میں روانہ کیے چنانچہ ستر اہل ارادت بسر کردگی مولانا یار محمد قدیم طالقانی علیہ الرحمۃ ملک ترکستان و قبچاق کو بھیجے۔

اور چالیس ارادتمند یمن، شام وزوم کی طرف بسر کردگی مولانا فرخ حسین علیہ الرحمۃ روانہ کیے۔اور اپنے دس معتبر یار حضرت مولانا صادق کابلی علیہ الرحمۃ کے تحت کاشغر کی طرف روانہ کیے۔اور تین بڑے بڑے خلیفوں کو بسر کردگی شیخ احمد برکی علیہ الرحمۃ توران، بدخشان اور خراسان کی طرف رخصت کیا۔ان خلفاء کی ہر جگہ بڑی عزت ہوئی۔اور ان ملکوں کے چھوٹے بڑے امیر، وزیر، بادشاہ تک آپ کے خلفاء کے مرید بن گئے۔خراسان، بدخشان، اور توران میں تو طریقہ عالیہ مجددیہ اس قدر رائج ہوا کہ وہاں کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہ تھا کہ اس سلسلہ کے خلفاء نہ ہوں۔ یہاں تک کہ عبداللہ خان ازبک جو وہاں کا بادشاہ تھا، آپ (مجدد قدس سرہٗ) کا ایسا معتقد ہوگیا کہ کوئی کام آپ کے خلفاء کے مشورے کے بغیر نہ کرتا تھا۔

خلفاء کرام کے علاوہ آپ کے مکتوبات شریف کے ذریعہ سے بھی تبلیغ و اشاعت ظہور میں آئی۔ مکتوبات کی پہلی جلد ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں تمام ہوئی۔ جسے آپ کے خلیفہء خاص شیخ یار محمد جدید طالقانی علیہ الرحمۃ نے جمع کیا تھا۔لوگوں نے اس کی نقلیں حاصل کیں، اور ایران، توران، بدخشاں اور ماوراء النہر میں شائع ہوئی اور اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ چنانچہ تجدید کے بائیسویں سال ایک درویش بلخ سے ہندوستان آیا۔اس کی وساطت سے وہاں کے اکابر نے مثلاً مشائخ میں سے سیادت پناہ سید میرک شاہ علیہ الرحمۃ اور شیخ المشائخ کبروی میر محمد علیہ الرحمۃ اور میر مومن بلخی علیہ الرحمۃ نے، اور علماء میں سے مولانا ربانی حسن قبادانی علیہ الرحمۃ اور مولانا نولک علیہ الرحمۃ نے درخواستیں بھیج کر غائبانہ بیعت کی۔

اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے تجدید و قیومیت کے پندرہویں سال اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری علیہ الرحمۃ کو شہنشاہ ہند جہانگیر کے لشکر کی خلافت دیکر بغرض اشاعتِ طریقہ آگرہ میں بھیجا۔ جہاں اس سلسلہ عالیہ کا کوئی خلیفہ نہ تھا، اور اسے تاکید کردی کہ مستقل مزاج رہنا۔اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے نہ آنا۔ چنانچہ شیخ صاحب شاہی لشکر میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ ارکان سلطنت میں سے خانخاناں، اعظم خاں، جہانخاں لودھی، سید صدر جہاں، اسلام خاں اور مہابت خاں وغیرہ داخل سلسلہ ہوگئے اور مجلسِ حلقہ گرم ہونے لگی۔

آپ نے ردِّ روافض میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے۔اور اپنی دیگر تحریرات میں بھی روافض کے عقائد باطلہ کی تردید فرمایا کرتے تھے۔اس لیے شیعہ آپ کے جانی دشمن

ہوگئے تھے۔ جہانگیر کا وزیر آصف جاہ شیعہ تھا۔اس نے جب خلیفہ بدیع الدین علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا حال سنا تو بہت پیچ وتاب کھایا۔اور بادشاہ سے کہدیا کہ ''آجکل شہر سرہند میں ایک سیاسی شخص شیخ احمد نام ہے، جس کے بہت سے مرید ہیں۔غیر ممالک کے بادشاہ تک بھی اس کے نیازمند ومرید ہیں۔اس کا ایک خلیفہ یہاں لشکر میں آیا ہوا ہے۔اور لشکر کے اراکین اس کے مرید ہوگئے ہیں۔ایسا نہ ہو کہ شیخ سرہندی آپ کی سلطنت پر ہاتھ ڈالے۔شاہ اسمٰعیل صفوی نے مریدوں ہی کے ذریعے سلطنت ایران پر قبضہ کیا تھا''۔اس اثنا میں خلیفہ بدیع الدین علیہ الرحمۃ بغرض اصلاح بعضے امور وطن چلے آئے۔آپ کو جو خبر لگی تو بہت خفاء ہوئے کہ ''ہماری اجازت کے بغیر کیوں آئے''۔انھوں نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی کہ ''میں پھر بغرض ارشاد آگرہ چلا جاتا ہوں''۔آپ نے فرمایا کہ ''وقت وہی تھا، اب اگر تم جاتے ہو تو تم جاؤ، تمھارا اختیار ہے''۔ غرض خلیفہ بدیع الدین علیہ الرحمۃ دوبارہ آگرہ گئے۔اور وہاں مخالفین کی جماعت کو خشونت آمیز نصیحتیں کیں، اور اپنے بلند احوال گوش گزار کیے۔ بلکہ بعض ایسے وقائع وکشوف ذکر کیے جن کا ظاہر کرنا موجب فتنہ تھا۔ اب مخالفین نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ خلیفہ بدیع الدین علیہ الرحمۃ کا سرہند شریف جانا اور پھر آنا خالی ازعلت نہیں۔اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خلاف بہت کچھ کہا۔جن میں ایک امر یہ بھی تھا کہ آپ اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میرا مقام ان کے مقام سے اوپر ہے۔اور انھوں نے اپنے زعم فاسد میں اسکے ثبوت میں آپکا مکتوب نمبر گیارہ جلد اول پیش کیا، جس میں آپ نے اپنا حال پیرومرشد کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

''دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اوپر نیچے ظاہر ہوئے۔عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ہے، اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہوچکا ہے، اور یہ مقام بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے۔اسی طرح اوپر کے دو اور مقام بھی جن کا ذکر ابھی ہوگا۔ مقام تکمیل وارشاد ہیں۔ مقام ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام پر رسائی ہوئی تو

معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام پر بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام پر اپنے ساتھ پایا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور، قیام، گزرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا۔ سوائے حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے مقام کے۔ علیہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل اور بہت نورانی مقام ظاہر ہوا کہ کبھی ایسا نظر نہ آیا تھا۔ یہ مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے ذرا بلند تھا۔ جس طرح کہ چبوترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ مقام، مقام محبوبیت ہے۔ اور وہ مقام رنگین، منقش تھا۔ میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا''۔

القصہ شہنشاہ جہانگیر جو سیر و سلوک صوفیاء کرام سے بالکل بے خبر تھا، مخالفین کے دام فریب میں آ گیا اس نے یہ حکم امتناعی نافذ کر دیا۔ چنانچہ خانخاناں کو ملک دکن، مہابت خاں کو کابل، سید صدر جہاں کو بنگال، خانجہاں لودھی کو ملک مالوہ اور خان اعظم کو گجرات بھیج دیا۔ اور پھر حاکم سرہند کو لکھا کہ شیخ مجدد کو خود لیکر حاضر ہو۔ اس طرح جب آپ بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو آپ نے بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہ کیا۔ وزیر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ بادشاہ نے خلاف عادت حضرت پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہ ''وہی شخص ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہے''۔ آپ نے اس کا نہایت معقول اور مدلل جواب دیا۔ پھر آپ سے سجدۂ تعظیمی کے لیے کہا گیا اور ہر چند کوشش کی گئی کہ آپ ذرا سر ہی جھکا لیں مگر آپ نے ہرگز نہ مانا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الغرض بادشاہ نے وزیر کی تحریک پر آپ کے لیے قید کا حکم دیا اور آپ قلعہ گوالیار میں بھیج دیے گئے۔
بادشاہ نے اس واقعہ کو ''تزک جہانگیری'' میں یوں لکھا ہے:۔

''انہی دنوں (جمادی الاولیٰ ۱۰۲۸ھ چودھویں جلوس شاہی) مجھ سے عرض کیا گیا کہ شیخ احمد نامی ایک جعل ساز نے سرہند میں مکر وفریب کا جال بچھا کر بھولے بھالے لوگوں کو پھانس رکھا ہے، اس نے ہر شہر اور ہر علاقے میں اپنا ایک ایک خلیفہ مقرر کیا ہے، جو لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکانداری کرنے میں بہت پختہ ہیں۔ اس نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام وقتاً فوقتاً جو خرافات خطوط لکھے ہیں انھیں مکتوبات کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے، اس دفتر بے معنی میں اس نے بہت ایسی لغو باتیں تحریر کی ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتی ہیں۔ ایک مکتوب میں اس نے لکھا ہے کہ مقام سلوک طے کرتے ہوئے وہ مقام ذوالنورین رضی اللہ عنہ میں پہنچا جو نہایت عالیشان اور پاکیزہ تھا، وہاں سے گزر کر مقام فاروق، اور مقام فاروق رضی اللہ عنہ سے گزر کر مقام صدیق رضی اللہ عنہ میں پہنچا، پھر وہاں سے گزر کر مقام محبوبیت میں پہنچا، جو نہایت منور و دلکشا تھا۔ اس مقام پر، اس پر مختلف الالوان روشنیوں کے پرتو پڑتے رہے۔ استغفر اللہ! بزعم خویش وہ خلفاء کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا ہے، اور ان سے عالی تر مقام پر فائز ہوا، اس نے اسی طرح کی اور بھی گستاخانہ باتیں خلفاء کی شان میں لکھی ہیں، جن کو تحریر کرنا طوالت اور خلفاء کی شان میں بے ادبی کا باعث ہوگا۔

ان وجوہ کی بنا پر میں نے اسے دربار میں طلب کیا تھا۔ جب حسب الطلب وہ حاضر خدمت ہوا تو میں نے اس سے جتنے سوالات کیے، ان میں سے کسی ایک کا بھی معقول جواب نہ دے سکا۔ بے عقل اور کم فہم ہونے کے علاوہ مغرور اور خود پسند بھی ہے۔ اس لیے میں نے اس کے حالات کی اصلاح کے لیے یہی موزوں سمجھا کہ اسے کچھ دنوں کے لیے قید رکھا جائے تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اس کے دماغ کی آشفتگی جاتی رہے، اور عوام میں جو شورش پھیلی ہوئی ہے وہ تھم جائے۔ چنانچہ اسے انی رائے سنگھ ولن کے حوالہ کیا کہ اسے قلعۂ گوالیار میں قید رکھے۔''[۱۲]

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ بادشاہ نے جو آپ، آپ کے مکتوبات شریف اور آپ کے خلفاء کی نسبت دریدہ وہنی کی ہے وہ کسی دوسرے کے کہنے سے کی گئی ہے۔ مکتوب نمبر ۱۱ جلد اول کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اگر بنظر انصاف غور کیا جائے تو اس سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ کسی مقام پر وصول و رسائی اور بات ہے، اور اس مقام کا حصول و دریافت اور۔ سلاطین اپنے ادنیٰ خادم کو خدمت کے لیے اپنے پاس بلا لیتے ہیں، اور وہ امراء کے مقام سے گزر کر پیشی میں حاضر ہوتا ہے۔ پھر اپنے مقام پر واپس آ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ امر لازم نہیں آتا کہ اس نوکر کا مرتبہ امراء کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ دیگر یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا۔ دیکھیے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے، اور اس کا عکس زمین پر روشن ہے مگر اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین مقام آفتاب پر پہنچ گئی ہے۔ خود آپ کے ارادتمندوں نے آپ سے عبارت زیر بحث کا حل دریافت کیا ہے اور آپ نے انکو کافی جواب دیے ہیں (ملاحظہ ہوں مکتوبات شریف جلد اول ۱۹۲، ۲۰۲، ۲۰۸، جلد ثانی مکتوب ۹۹) بادشاہ کا یہ لکھنا کہ آپ معقول جواب نہ دے سکے بالکل غلط اور لغو ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ' جہانگیر کی عبارت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:۔

''جہانگیر کا اس شرح و بسط کے ساتھ تزک میں ذکر کرنا خود حضرت مجدد قدس سرہ' کی اہمیت و مقبولیت اور شہرت پر دلیل قاطع ہے ورنہ اس زمانے میں تو ہزاروں تہ تیغ کر دیے گئے، ہزاروں جیل میں ڈال دیے گئے اور بیسیوں صحراء میں پھینک دیے گئے۔ کسی کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ آخر بادشاہ وقت کو کیا ہوا کہ ایک مجرم کی فرد جرم کے ساتھ ساتھ اپنی صفائی بھی پیش کر رہا ہے۔ اس تفصیل اور صفائی کی کیا ضرورت تھی''؟

جہانگیر کے مندرجہ بالا بیان سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خلاف یہ فرد جرم تیار ہوتی ہے:۔

(۱) شیخ احمد جعل ساز ہے، جس نے سرہند میں مکر و فریب کا جال پھیلا رکھا ہے۔

(۲) ہر شہر و دیار میں اس نے اپنے خلیفے چھوڑ رکھے ہیں جو معرفت کی دکان آرائی میں پختہ کار ہیں۔

(۳) اس نے مکتوبات کے نام سے ایک مجموعہ خرافات مرتب کرایا ہے جس میں بعض باتیں کفر کی حد تک پہنچتی ہیں۔

(۴) اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ خلفاء کے مقامات سے بھی عالی تر مقام پر فائز ہوا ہے۔

(۵) وہ بے عقل و کم فہم ہے۔

(۶) وہ مغرور و خود پسند ہے۔

(۷) اس نے عوام الناس میں شورش پیدا کر دی ہے۔

آیئے اب ہم اس فرد جرم کا تجزیہ کرتے ہیں:۔

(۱) جعل ساز کی حقیقت تو صورت دیکھ کر معلوم کی جا سکتی ہے، کیا ایک بادشاہ میں قیافہ شناسی کا اتنا بھی مادہ نہ تھا کہ وہ ایک جعل ساز اور فرشتہ صورت میں تمیز کر پاتا؟

(۲) دوسرے الزام کا تعلق پہلے الزام کے تحقق پر منحصر ہے، جب یہی متحقق نہیں تو یہ الزام بے بنیاد ہے۔

(۳) مکتوبات شریف کا تعلق علم معرفت و شریعت سے ہے، اس کو وہی پرکھ سکتا ہے اور اس کے متعلق وہی فیصلہ صادر کرنے کا حق رکھتا ہے جو علم شریعت و معرفت میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ ایک مبتدی اور ناآشنائے محض کو فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں، اس لیے اس کے فیصلے ہر حالت میں نامعقول تصور کیے جائیں گے۔

(۴) اس بے بنیاد دعویٰ سے قطع نظر دربار میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو خلفاء اربعہ پر تبرّا اور سبّ وشتم کو دین وایمان سمجھتے تھے، آخر ان کے خلاف کیا کیا گیا؟ جب کچھ نہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ الزام ایک بہانہ ہے۔

(۵) بے عقل اور کم فہم ہونا قابل تعزیر جرم نہیں، پھر اس ہستی پر یہ الزام جس کی فراست ودانائی کو دنیا کے دانشوروں نے تسلیم کیا ہے۔

(۶) مغرور وخود پسند ہونا فی نفسہٖ ایک قبیح فعل ہے لیکن یہ الزام اس بادشاہ کی طرف سے لگایا جارہا ہے جس کی خود پسندی اور غرور کا یہ عالم تھا کہ اس نے رعایا سے خود کو سجدے کرائے اور اس کا نام ''زمین بوس'' رکھا۔ اس لیے یہ الزام بھی بے بنیاد ہے اور خود جہانگیر کے عُجب وخود پسندی کی غمازی کررہا ہے۔

(۷) ہاں شورش والی بات سمجھ میں آتی ہے، مگر اس شورش کی تفصیل نہ بتائی، صرف اشارے ہی کو کافی سمجھا۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

یہی وہ شورش تھی جو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اصلاحی تحریک نے ملک کے طول وعرض میں پیدا کردی تھی، اور جس نے آگے چل کر سلطنت مغلیہ کو ہم آغوش اسلام کردیا، جہانگیر ایسی شورش کو دبانا چاہتا تھا جیسا کہ ہر دور کے عیش پرست حاکموں نے ایسی تحریکوں کو دبایا ہے، اس لیے جہانگیر نے گرفتاری کے دو خاص سبب بیان کیے:

(الف) تا کہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اس کے دماغ کی آشفتگی جاتی رہے۔
(ب) عوام میں جو شورش پھیلی ہوئی ہے وہ تھم جائے۔
حریت پرستی اور اسلام دوستی کو شوریدگی و آشفتگی سے تعبیر کیا اور حریت پسندی اور اسلام دوستی نے فضاؤں میں جو زندگی بھر دی تھی اس کو شورش سے تعبیر کیا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست!
حضرت مجدد کی قید کی خبر سن کر اراکین سلطنت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ خانخاناں، خان اعظم، سید صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں، تربیت خاں، خان جہاں لودھی، سکندر خان، حیات خان اور دریا خان وغیرہ جو آپ کے مرید تھے، باہم خط و کتابت کر کے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن آپ نے ان سب کو تسلی و تشفی کے خط لکھ کر بغاوت سے روک دیا۔ آپ دوران قید بھی تبلیغ فرماتے رہے۔ چنانچہ بہت سے کفار آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ اور سینکڑوں کو داخل طریقہ فرما کر آپ نے درجہء ولایت تک پہنچا دیا۔ ایام قید میں آپ نے کبھی بادشاہ کے لیے بددعا نہ کی، بلکہ فرماتے تھے "اگر بادشاہ مجھے نظر بند نہ کرتا تو اتنے آدمی جو فوائد دینی سے مستفید ہوئے، محروم رہ جاتے، اور ہماری ترقی مقامات جو نزولِ بلا پر موقوف تھی، وقوع میں نہ آتی۔ جیسا کہ ان مکتوبات سے ظاہر ہے جو آپ نے اُن ایام میں صاحبزادگان اور دیگر ارادتمندوں کو لکھے ہیں۔ دو سال کے بعد بادشاہ اپنے کیے پر نادم ہوا، اور آپ کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس بلا کر معذرت کی۔ اور آپ کا ایسا محبّ بن گیا کہ آپ کو لشکر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اور شہزادہ خرم کو جو ملقب بہ شاہجہاں ہوا، آپ کے مریدین کے زُمرہ میں داخل کر دیا۔ بعد ازاں اورنگزیب عالمگیر بھی اس سلسلے میں داخل ہوا۔ اور امراء و وزراء کثرت سے سلسلہ مجدّدیہ میں منسلک ہوئے۔ القصہ آپ لشکری زندگی میں اپنی بے اختیاری کا خوب ذوق و لطف اٹھاتے رہے اور بدستور تبلیغ میں مشغول رہے۔ ۱۰۳۲ھ/۲۳-۱۶۲۲ء میں آپ اجمیر شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ آپ کو قُربِ موت کے آثار محسوس ہوئے۔ آپ کو لشکر سے رخصت مل گئی۔ وطن میں آ کر آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرما لی اور ارشاد کا کام اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے سپرد کر دیا۔
صاحب "زبدۃ المقامات" لکھتے ہیں کہ "اگرچہ اس کے بعد بادشاہ اس امر سے نادم و پشیمان ہوا، اور اس نے بہت سے عذر کیے مگر یہ بے ادبی اس کے لیے نامبارک ثابت ہوئی۔ اس کی سلطنت میں بہت

شور وفتور پیدا ہوا۔ اسکے بعض بڑے علاقوں پر ایرانیوں نے غلبہ پا کر اپنے قبضہ میں کر لیا، اور وہ خود مہلک کمزوریوں میں مبتلا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسی حال میں اس دنیا سے چل دیا۔

اخلاق و عادات:

صبر و شکیب، تسلیم و رضا، حسب حال ہر ایک کی تعظیم، لوگوں پر شفقت، صلہء رحم، اربابِ حقوق کی رعایت، مریضوں کی عیادت، سلام میں سبقت، کلام میں نرمی آپ کا شیوهٔ حسنہ تھا۔ آپ کا طریقۂ عمل برعزیمت تھا۔ عبادات و عادات میں نہایت احتیاط اور سنت کا کمال اتباع ملحوظ تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ معارف کے لکھنے میں مشغول تھے۔ پیشاب کے لیے جو جلدی سے اٹھے تو بیت الخلاء میں داخل ہوئے لیکن فوری طور پر باہر نکل آئے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ کیوں اتنی جلدی چلے آئے۔ فوراً پانی منگوا کر انگوٹھے کو دھویا اور بیت الخلاء میں گئے۔ جب وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ

> ''جب میں بیت الخلاء میں داخل ہوا تو دیکھا تو میرے انگوٹھے پر سیاہی کا داغ ہے، جو حرف قرآنی کی کتابت کا سامان ہے۔ اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ سیاہی سمیت وہاں بیٹھوں''۔ (گو پیشاب کی سخت حاجت تھی لیکن ترک ادب کے معاملے میں آپ نے اسے روک رکھا)۔''

اس طرح ایک روز جو بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو غلطی سے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھ دیا اس روز احوال بند رہے۔

ایک دفعہ مولانا صالح ختلانی علیہ الرحمۃ کو فرمایا کہ تھیلی میں سے چند ایک لونگ نکال لاؤ۔ وہ چھ دانے نکال لائے۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ دیکھو یہ بھی صوفی ہیں۔ اس نے اتنا بھی نہیں سنا کہ اللہ وتر یحب الوتر عدد طاق کی رعایت مستحب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ عمل کے عوض تمام دنیا و آخرت بھی دیدیں تو بھی سمجھو کہ کچھ نہیں دیا۔

ایک روز آپ اپنے تخت مبارک پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ جھٹ پٹ نیچے اتر آئے، اور فرمایا کہ مجھے تخت تلے ایک کاغذ دکھائی دیا ہے۔ معلوم نہیں، اس میں کچھ لکھا ہے یا نہیں۔ آپ نے اتنی دیر بھی تخت پر بیٹھنا جائز نہ سمجھا کہ کسی کو حکم دیں کہ تخت تلے سے کاغذ نکالے گویا آپ نے ایسی صورت میں تخت پر بیٹھنا بے ادبی سمجھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک حافظ جس کے نیچے فرش بچھا تھا، قرآن پڑھنے میں مشغول ہوا۔ جب آپ نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ جہاں پر خود تشریف رکھتے ہیں وہاں فرش زیادہ ہے۔ فوراً اپنے نیچے سے نکال دیا تاکہ اس حافظ سے اونچے نہ بیٹھیں۔

وفات حسرت آیات:

آپ ایام مرض میں تنہائی بہت پسند کرتے تھے۔ ایک روز حرم سرا کی دہلیز میں لیٹے ہوئے تھے فرمایا کہ اس سرما میں جو دو مہینے کے بعد آئے گی ہم اس گھر میں نہ سوئیں گے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ شاید خلوت خانہ میں آرام فرمائیں گے۔ فرمایا کہ وہاں بھی نہیں اور نہ ان گھروں میں سوئیں گے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ پھر کس جگہ؟۔ فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں جو ہونے والا ہے۔ ماہ ذوالحجہ ۱۰۲۳ھ / ۱۶۲۴ء کے وسط میں عارضہ ضیق النفس (سانس کی تکلیف) نے غلبہ پایا۔ ان دنوں میں لقائے حق سبحانہ (اللہ تعالیٰ کے دیدار) کے شوق میں آپ رو پڑتے تھے۔ چند روز صحت بھی رہی۔ اسی اثنا میں خیرات وصدقات بکثرت وقوع میں آئے۔ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء فرمایا کہ ''ابھی مجھے بتایا گیا کہ چالیس، پچاس دن کے درمیان تجھے اس جہان میں جانا پڑے گا۔ اور میری قبر مجھے دکھائی گئی''۔ بتاریخ ۲۳ صفر بروز جمعرات آپ نے درویشوں میں کپڑے تقسیم کیے۔

اگرچہ آپ پر ضعف غالب آ گیا تھا، لیکن عبادات ووظائف کے اوقات میں سرمو فرق نہ آیا۔ بدستور ذکر، شغل، مراقبہ، دن رات کے اوراد، نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ اور شریعت اور طریقت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ روز وصال کی شب کو آپ نے ان خادموں کو جو راتوں آپ کی خدمت کرتے رہے، فرمایا: ''تم نے بہت محنت کی، صرف آج کی رات اور محنت ہے کل تمہاری خلاصی ہو جائیگی''۔ اور تمام رات یہ ہندی مصرعہ بار بار پڑھتے رہے:

آج ملا واکنت سوں سکھی سب جگ دینواں وار!

اے محرم! آج وصال دوست ہے، میں تمام جہان نثار کرتا ہوں

اسی رات آپ نے وہ تمام دعائیں پڑھیں جن کا ذکر صحیحین (بخاری شریف، مسلم شریف) میں ہے۔ رات کے آخری تیسرے حصے میں اٹھ کر وضو کیا۔ تہجد کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی، اور فرمایا کہ ''یہ ہماری

آخری نماز تہجد ہے'' اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز باجماعت ادا کی، حسب عادت مراقبہ کیا۔ بعدازاں اشراق بڑی دلجمعی سے ادا کی، اور اس وقت کی ادعیۂ ماثورہ (وہ دعائیں جو حضور سید عالم ﷺ سے منقول ہیں) پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''پیشاب کے لیے طشت لاؤ''۔ اتفاقاً آپ کے خادم مولانا محمد قاسم نے بغیر ریت والا طشت حاضر کیا، ریت والا طشت نہ لائے۔ فرمایا ''اس میں ریت نہیں ہے۔ احتمال ہے کہ کہیں پیشاب کے قطرے اچٹ کر لباس پر گریں''۔ اس لیے پیشاب کا ارادہ ترک فرمادیا۔ آخر ریت والا طشت حاضر کیا، تو فرمایا: ''اب اتنی فرصت کہاں کہ پیشاب کے بعد وضو کرسکوں، اس کو لے جاؤ اور مجھے بستر پر لٹادو''۔ چنانچہ آپ کو تکیے کے سہارے لٹادیا گیا تو آپ نے بطریق مسنون منہ قبلہ رخ کر کے رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا، اور ذکر میں مشغول ہوگئے۔ چونکہ آپ فجر کی نماز سے باطہارت تھے، اور آپ کو معلوم تھا کہ رحلت کا وقت بہت قریب ہے، اس لیے آپ نے پیشاب کا ارادہ ترک فرمایا۔ تاکہ پہلا وضو نہ ٹوٹے، اور طہارت کے ساتھ اس دار فانی سے انتقال فرمائیں۔ جب صاحبزادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے دیکھا کہ سانس تیز آنا شروع ہوگیا ہے تو گھبرا کر پوچھا: ''حضور! مزاج مبارک کیسا ہے''۔ فرمایا کہ:

''میں بہت اچھا ہوں، دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی ہے وہ کافی ہے''۔

اس میں بھی آپ کو انبیاء علیہم السلام کا اتباع نصیب ہوا۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ تمام انبیاء علیہ السلام کا آخری کلام زندگی نماز کی بابت ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی، اور ایک لحہ بعد اللہ، اللہ کہتے ہوئے، عالم قدس میں پہنچ گئے۔ آہ! وہ آفتابِ حقیقت جس کے فیضان کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا، دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. رحمۃ اللّٰہ سبحانہٗ رحمۃً و اسعۃً.

آپ کا وصال ترییسٹھ سال کی عمر میں پیر کے دن ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء بوقت اشراق ہوا اور اس قبہ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پر تعمیر فرمایا تھا، دفن ہوئے۔

اکثر حضرات نے بکثرت آپ کی تواریخ وصال کہیں۔ حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے ۶۳ مادے بعدد عمر شریف آپ کی وفات کے نکالے ہیں۔ جن میں سے ایک آیت پیش کی جاتی ہے جس سے آپ کا سنہ وفات نکلتا ہے:۔

اَلَااِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْف عَلَیْھِمْ (۱۰۳۴ھ)
''اکثر حضرات نے قطعات تاریخ وفات بھی کہے، چند ایک درج ذیل ہیں:۔
(۱)(حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ)

زیں جہان پُر بلا چوں شاہِ عرفاں نقل کرد
ظلِ رابگذاشت در رہ،رُو باصل الاصل کرد
جسم از تاریخِ نقل او زدارالابتلا
گفت ہاتف: ''احمد الثانی باوّل نقل کرد''

۱۰۳۴ھ

(۲)
(ابوعبداللہ محمد فاضل بن سید احمد بن سید حسین حسینی ترمذی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

بود آن شیخ احمد ثانی
طاق آفاق در خدا دانی
او ببلخ صفر سفر فرمود
زیں جہاں سوئے حضرت معبود
سال ترحیل آں خدا آگاہ
شُد رقم: ''شیخ بود اہل اللہ''

۱۰۳۴ھ

(۳)

(علی اکبر اُردستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ''مجمع الاولیاء'')

او اَعلم اہلِ عصر دور علمِ علم
لوح الاسرار ولامع ملکِ کرم
''او مہر کمال و سرورِ عالم حلم
''گردرہ او سرمہ دہ اہلِ حرم

سنہ ۱۰۳۴ھ

آپ کے روضہء مقدسہ کی نسبت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ''مکتوبات معصومیہ'' دفتر ثانی مکتوب ۷۰ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''مخفی نہ رہے کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضور سرور دنیا و دین ﷺ کے کمال اتباع کے سبب سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضہ مبارک جس میں حضرت کی قبر ہے، اور اس روضۂ مقدسہ کا صحن قدیم ریاض جنت میں سے ایک روضہ ہے۔ فرماتے تھے کہ ''مجھے بشارت دی گئی کہ اگر اس روضہ مقدسہ کی خاک ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دی جائے تو اُمیدواریاں ہیں''۔ پس اس شخص کا کیا حال جو اس روضہ مقدسہ میں مدفون ہے''۔

اسی روضہء مقدسہ کی نسبت حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد الغنی مہاجر دہلوی (متوفی ۷ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ) نے یہ چند ابیات نہایت پرلطف لکھے ہیں۔

اے خاکِ پاک روضہ عبیری و عنبری
کہ اہلِ جہاں زبوئے تُو مدہوش گشتہ اند

ساقی فشاند بر تو خوش آبے کہ اہل دہر
عاقل بہ پیشت آمدہ مخمور رفتہ اند

سرّے زخاکِ خُلد تُو داری کہ اہلِ ارض
یک نفحہ از تُو یافتہ بر چرخ رفتہ اند

نے نے ترا از تربتِ یثرب گرفتہ اند
پنہاں ز روم و شام بسرہند ہشتہ اند

ایں خاکِ احمدی است بذاتِ احد نگر
نے یک کہ صد ہزار زیں خاک جستہ اند

اھلاً و مرحباً پئے زوّار تو بسے
اقفال بُعد بر رُخ اعدات بستہ اند

یارب مکن خلاص ازیں خاکِ در مرا
بدحال آنکساں کہ ازیں خاک رستہ اند

شیرے بخواب ناز بہ پہلوئے دو شبل
یارب چہ رازہاست کہ ایں جانہفتہ اند

تنہا غنی نہ نغمۂ مدح تُو ساز کرد
کروّ بیانِ عرش ہم ایں گونہ گفتہ اند

اس روضہ مقدسہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد، حاجی ہاشم خلف حاجی دارا ساکن دوراجی، کاٹھیاواڑ (انڈیا) نے ۱۹۲۵ء / ۱۳۴۴ھ میں دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ قبہ قدیمہ کو بحال خود رکھ کر اس کے اوپر سنگ مرمر کا نہایت عالیشان اور خوبصورت ایسا گنبد بنایا گیا ہے کہ دل کو سُرور اور آنکھوں کو نُور بخشتا ہے۔ اس جدید عمارت پر ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے صرف ہوئے تھے، اور پانچ سال میں تیار ہوئی تھی۔ جنوبی دروازے پر یہ عبارت لکھی گئی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مزار پُر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

ایں روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء

تعمیر یافت

مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ تعمیر بھی کندہ ہے:

بعد از سہ صد سال بناشد

روضۂ محبوبِ ربانی

''کان مجدد الف ثانی''

پرتو گنبدِ خضراء گویا

۱۳۴۴ھ

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس روضہ مبارک کی نسبت یوں لکھا ہے:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدّد کی لحد پر

وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

(بال جبریل)

آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے آپ کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ ''منکر نکیر کا سوال کس طرح گزرا'' فرمایا کہ:

"حق سبحانہٗ نے کمال رحمت سے پہلے مجھے الہام کیا کہ اگر تم اجازت دو، تو منکر نکیر تمہارے پاس آئیں" میں نے عرض کیا کہ ''بندۂ مسکین کے پاس نہ آئیں''۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نہایت رحمت ورافت سے میرے پاس نہ بھیجے''۔ پھر میں نے ضغطہ قبر (قبر کی سختی) کی نسبت پوچھا، فرمایا کہ ''ہوا مگر اقلِ قلیل'' (بہت معمولی)...... خواب ہی میں معلوم ہوا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ'' آپ اقلِ قلیل بطور تواضع فرما رہے ہیں ورنہ اتنا بھی نہیں ہوا۔''

حلیہ ولباس:

آپکا حلیہ مبارک یہ ہے: دراز قد، نازک بدن، گندم گوں، کشادہ پیشانی، پیشانی اور رخسار پُر نور درخشاں، آنکھیں بڑی، بڑی ناک مبارک بلند و باریک، دہن مبارک نہ دراز نہ کوتاہ، دندان مبارک ایکدوسرے سے متصل اور درخشاں مثلِ لعل بدخشاں، ریش مبارک خوب گھنی اور دراز و مربع، ہاتھ مبارک بڑے بڑے، انگلیاں باریک، پاؤں نہایت لطیف۔

طریقہ کی طرح آپ کا لباس بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر، مسواک دستار کی کور میں، شملہ دونوں کندھوں کے بیچ تک، قمیص کے گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر۔ پائجامہ شرعی ٹخنوں سے اوپر تک بلکہ نصف پنڈلی تک۔ کفش مبارک پاؤں میں، عصا ہاتھ میں، سجادہ کندھے پر، سجدے کا نشان پیشانی پر۔

تصانیف:

(۱) مکتوبات شریف کی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول ۱۰۲۵ھ، دوسری جلد ۱۰۲۸ھ اور تیسری جلد ۱۰۳۱ھ کو اختتام کو پہنچی۔ پاک و ہند ماوراء النہر اور دیار عرب کے علماء وفضلاء اور اصفیا و عرفاء نے اسے مرشد

طریق قرار دیا۔ قریباً پونے تین سو سال تک طالبان حق اس کے خطی نسخوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے، اور دل دادگان تصوف و معرفت اور سالکان ہویت بختہ اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔ چنانچہ اس کے خطی نسخے بہت جلد عالم اسلام میں پھیل گئے۔

مطابع وجود میں آگئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا، اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۸ھ)

مرید و مجاز شیخ العرفاء حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرتسر سے طبع و شائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیکر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔

مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مصححہ و محشی یہ مکتوبات ۱۹۶۴ء میں دوبارہ نور کمپنی انارکلی، نے لاہور نے چھاپے۔ شروع میں مولانا نور احمد کے حالات زندگی و خدمات علمی کا اجمالی تعارف حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے لکھا۔ ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر غلام مصطفی خاں نے نسخہ امرتسری کا عکس ایڈیشن کراچی سے شائع کیا۔ جبکہ ۱۹۷۷ء میں عالم اسلام کے عظیم فاضل حسین حلمی نے استانبول (ترکی) سے نسخہ کراچی کا شاندار اور آفسٹ پیپر پر عکسی ایڈیشن شائع کر کے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کو روحانی تسکین کا سامان باہم پہنچایا۔ یہی ایڈیشن اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

مکتوبات شریف کے کئی عربی ترجمے بھی ہوے جو اکناف عالم پھیلے۔ دو عربی ترجموں کے خطی نسخے قطب خانہ اوقاف بغداد شریف میں موجود ہیں۔ تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ۱۳۱۷ء میں مکہ مکرمہ میں طبع ہوا۔

پھر اردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم نے کی، اس ترجمے کا پہلا حصہ ''الطاف رحمانی ترجمہ اردو مکتوبات امام ربانی'' کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی نے ۱۳۱۴ھ میں طبع کیا، جو صرف پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار "وکیل" امرتسر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا پہلا حصہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے سترہ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریحی حواشی پر مشتمل تھا، جو روز بازار اسٹیم پریس امرتسر میں ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا ---- ''گنجینہء انوار رحمانی اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی'' کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۳۰ھ میں چھاپا تھا مگر یہ کام بھی یہیں رک گیا--- مکمل مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ والے کی قومی دکان لاہور سے دوبار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں حال ہی میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کر دیے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی اردو انتخابات اور خلاصے شائع کیے۔اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری (متوفی ۱۳۷۰ھ) کا ہے۔انھوں نے ''درّ لاثانی'' کے نام سے مکمل مکتوب کی اردو تلخیص کی جو ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء میں معارف پریس اعظم گڑھ انڈیا سے طبع ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں اعلیٰ کتب خانہ کراچی نے۔''انتخاب مکتوبات'' کے نام سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا، جبکہ اس کا تیسرا اور آخری ایڈیشن ۱۹۷۶ء میں مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور نے ''خلاصہ مکتوبات امام ربانی'' کے نام سے چھاپا۔یہی ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے القصہ علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

ڈاکٹر سراج احمد خان نے ''مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و معاشرتی اہمیت'' کے زیر عنوان پی ایچ ڈی کی ہے۔انکا یہ مقالہ ۱۹۷۶ء میں کراچی سے کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔جو ہمارے پیش نظر ہے۔

''حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات'' کے عنوان سے معروف ادیب آباد شاہ پوری نے بھی تلخیص کی جو ۱۹۷۰ء میں مکتبہ چراغ اسلام، ۴۰، بی اردو بازار لاہور نے شائع کی اور ہمارے پیش نظر ہے۔

(۲) رسالہ تہلیلیہ:

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان کی تحقیق کے مطابق یہ رسالہ ۱۰۱۰ھ کی تصنیف ہے۔اس رسالہ میں حضرت

مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ طیبہ سے متعلق مندرجہ ذیل امور سے بحث کی ہے: یعنی لفظ اللہ کی تحقیق، لفظ "اللہ" کے لطائف، دلیل توحید، فلاسفہ کی دلیل، قرآن وسنت کی روشنی میں کلمہ توحید کے فضائل اور حضور سید عالم ﷺ کے دلائل و معجزات وغیرہ۔

اگر چہ ایسی بحث دوسرے بزرگوں کے یہاں بھی آجاتی ہے۔ لیکن حضرت مجدد قدس سرہٗ نے چونکہ اپنے زمانے کے جابرانہ اور کافرانہ نظام کے خلاف نہ صرف نظری بلکہ عملی طور پر بھی اعلائے کلمۃ الحق فرما کر دارورسن کی اذیتیں جھیلی ہیں۔ اس لیے یہ رسالہ علمی اور تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔

ہمارے پیش نظر اس رسالہ کا اردو ترجمہ ہے، جسے ادارہ مجددیہ ناظم آباد۔ کراچی نے ۱۹۶۵ء میں بڑی محنت، تحقیق اور اہتمام سے شائع کیا۔

(۳) تائید اہل سنت [۱۳] (رد مذہب شیعہ):

اس رسالہ کی وجہ تصنیف گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ہمارے پیش نظر اس کے تین ایڈیشن ہیں۔ پہلا ایڈیشن فارسی، اردو ڈاکٹر غلام مصطفٰی کا مرتبہ ہے جو ۱۹۷۳ء میں کراچی سے طبع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کا عکسی ایڈیشن ہے جسے جناب حسین حلمی نے ۱۹۷۷ء میں استانبول ترکی سے شائع کیا، جبکہ تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی نے شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے شائع کیا ہے۔ جو دوسرے ایڈیشن کا عکس ہے۔

(۴) مکاشفاتِ عینیہ:

یہ رسالہ تقریباً ۱۰۵۱ھ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔ یہ حضرت مجدد کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۵ء میں کراچی سے ادارہ مجددیہ، کراچی کے زیر اہتمام ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان نے شائع کرایا تھا۔ یہی ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔

(۵) معارفِ لدنیہ:

اس کتاب کا ایک ایڈیشن مجلس علمی، ڈابھیل ضلع سورت کے زیر اہتمام مدینہ پریس، بجنور سے ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوا تھا۔ ایک ایڈیشن حکیم عبدالمجید سیفی نے ۱۳۷۶ھ میں لاہور سے چھپوایا تھا۔ ایک ایڈیشن

ادارۂ سعدیہ مجددیہ، لاہور کے زیر اہتمام حضرت مولانا محبوب الٰہی کا تصحیح شدہ نسخہ ۱۳۸۵ھ میں طبع ہوا تھا۔
ہمارے پیش نظر وہ ایڈیشن ہے جو ادارہ مجددیہ، کراچی نے ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں شائع کیا ہے۔

(۶) مبداء و معاد:

یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ مولانا محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۰۷ھ میں مطبع انصاری دہلی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ ایک ایڈیشن مطبع مجددی، امرتسر نے ۱۳۳۰ھ میں شائع کیا۔ جسے حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا تھا۔ ایک ایڈیشن ۱۳۷۶ھ میں حکیم عبد المجید سیفی نے طبع کرایا تھا۔ ایک ایڈیشن ادارہ مجددیہ سعدیہ، لاہور نے ۱۳۸۵ھ میں طبع کیا تھا۔ ہمارے پیش نظر ادارہ مجددیہ، کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن ہے جو ۱۳۸۸ھ /۱۹۶۸ء میں طبع ہوا۔

(۷) شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ:

ہمارے پیش نظر ادارہ مجددیہ، کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۷ء ہے۔

(۸) اثبات النبوہ:

یہ رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی کوششوں سے ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

(۹) تعلیقات العوارف

(۱۰) الحاشیہ علی شرح العقائد الجلالی

(۱۱) رسالہ تعین ولا تعین

(۱۲) رسالہ مقصود الصالحین

(۱۳) رسالہ در بیان مسئلہ وحدۃ الوجود

(۱۴) آداب المریدین

(۱۵) رسالہ جذب وسلوک

(۱۶) رسالہ علم حدیث

(۱۷) رسالہ حالات خواجگان نقشبند

(۱۸) مجموعہ تصوف
(۱۹) کنز الحقائق
(۲۰) رسالہ دربیان طریقت حضرت خواجگان
(۲۱) رسالہ نصائح وغیرہ
(۲۲) رسالہ معرفۃ النفس ومعرفۃ الرب۔ وغیرو غیرہ۔

ارشادات قدسیہ:

(۱) قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابل نوافل کی کچھ حیثیت نہیں۔ فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے کے برابر ہے۔ اگر نفل خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، ذکر وفکر وغیرہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے)۔

نقل ہے ایک دن امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز فجر با جماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی تو اس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔ فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ''وہ اکثر شب کو جاگتا رہتا ہے احتمال ہے کہ وہ اس وقت سو گیا ہو''۔ فرمایا کہ ''اگر وہ تمام رات سو رہتا اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرتا تو یہ بہتر تھا''۔

پس ایک ادب کی رعایت کرنی اور ایک مکروہ خواہ مکروہ تنزیہی ہو سے بچنا۔ اور مکروہ تحریمی تو ذکر وفکر و مراقبہ وتوجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت وآداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے۔ اور بغیر اس رعایت واجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔ مثلاً جس طرح زکوٰۃ کے حساب میں ایک دانگ (پیسہ ودرہم) کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدجہا بہتر ہے۔ اس طرح اس دانگ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعایت کرنا مثلاً اسے رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس نماز عشاء کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا، اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ کیونکہ حضرات حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس وقت نماز عشاء پڑھنا مکروہ ہے۔ (مکتوبات، جلد اول، مکتوب ۲۹)

(۲) جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش وامتحان کا مقام ہے، دوست دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کر کیا گیا ہے۔ آیۃ کریمہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ (سورۃ الاعراف ۱۵۶)
"اور میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے"
اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے، اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ آیۃ کریمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورۃ یٰسین آیت ۵۹)

''اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔''

اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا، اور دشمنوں کو محروم مطلق اور واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔ اور آیۃ کریمہ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶)

''میں اپنی رحمت عنقریب ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا جو تقوٰی اختیار کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔"

اس بات پر شاہد ہے یعنی میں اپنی رحمت ثابت کر دوں گا ان لوگوں کے لیے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے اگرچہ زمانۂ دراز کے بعد عذاب دوزخ سے نجات پائیں گے، لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل کیے گئے احکام خداوندی سے لاپرواہی کرنیوالا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نور ایمان سلامتی کے ساتھ لے جائیگا۔ علماء دین نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے، اور گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک لے جاتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہٗ (جلد اول مکتوب ۹۶)

(۳) بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ''ولایت، نبوت سے افضل ہے'' اور بعض اوروں نے اس ولایت سے مراد نبی کی ولایت لی ہے، تا کہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم دور ہو جائے، لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تنگیٔ سینہ کے سبب سے خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے، اور نبوت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب سے نہ تو حق سبحانہٗ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہے۔ اور نہ خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع ہے۔ نبوت میں تنہا توجہ خلق کی طرف

نہیں ہوتی تا کہ ولایت کو جس میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے، اس پر ترجیح دیں۔ العیاذ باللہ سبحانہٗ۔ تنہا خلق کی طرف توجہ چوپایوں جیسے عوام کا مرتبہ ہے۔ شان نبوت اس سے برتر ہے۔ سُکر والوں کو اس بات کا سمجھنا دشوار ہے صحو والے اکابر اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔

ھنیئا لارباب النعیم نعیمھا۔

''ارباب نعمت کو نعمتیں خوشگوار ہوں''۔ (جلد اول مکتوب ۱۰۸)

(۴) ارباب تکلیف پر پہلے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہلسنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ کی سعیھم راؤں (رایوں) کے موافق درست کریں. کیونکہ نجات اخروی ان بزرگوں کی بے خطا رایوں کی تابعداری و پیروی پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ یہی بزرگوار اور ان کے پیروکار ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور وہ علوم جو کتاب وسنت سے حاصل ہوئے ہیں، ان میں سے وہی معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب وسنت سے اخذ کیے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کو اپنے زعم فاسد میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنیٰ پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔[۱۴]

(مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب ۱۹۳)

(۵) موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام کر لینا چاہیے اور اے شوق کہتے ہوئے مرنا چاہیے۔ (۱) اول عقائد کا درست کرنا ضروری ہے، اور جو کچھ بطریق ضرورت و تواتر دین سے معلوم ہے اس کی تصدیق ضروری ہے۔ (۲) دوم ان باتوں کا جاننا اور عمل کرنا ضروری ہے، جن کا تعلق علم فقہ سے ہے۔ (۳) سوم، طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لیے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں، اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند اور سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے، کئی طرح سے ان انوار پر فضیلت رکھتا ہے جو عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے، اور خاص و عام اس میں شریک ہیں، اس لیے اس کو اور اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں:

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

''جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے، وہ تجھے گدلا نظر آتا ہے''۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے، تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کی فراخ زمین میں آجائیں اور اجمال سے تفصیل کی طرف آجائیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اسکی وحدت پہلے استدلال و تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا، اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ استدلال و تقلید، کشف و شہود سے بدل جاتا ہے، اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور باقی سب اعتقادی امور کا یہی حال ہے۔ نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے، اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کا یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کے خلاف کوئی امر۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں تحقیق کیا ہے۔ اور اس غرض کے حصول کے لیے صوفیہ کے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں نے سنت کی پیروی، متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ (مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب ۲۱۰)

(٦) جاننا چاہیے کہ آخر کار صوفیہ کرام کے معتقدات تمام منازل سلوک طے کرنے اور ولایت کے درجوں کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علماء اہل حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے۔ اگر چہ صوفیہ میں بعض کو اثنائے راہ میں سکر و غلبہ حال کے سبب سے ان اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں، لیکن اگر ان کو ان مقامات سے گزار کر نہایت کار کو پہنچا دیں تو وہ امور نیست و نابود ہو جاتے ہیں (یعنی وہ مخالف باتیں بے مقدار ذرّات کی طرح اُڑ جاتی ہیں) ورنہ وہ اس مخالفت پر باقی رہتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ انہیں اس مخالفت پر گرفت نہیں ہوگی، کیونکہ ایسے صوفیہ کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے۔ کہ جس نے استخراج احکام میں خطا کی اور ان صوفیہ نے کشف میں خطا کی۔

پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار تک پہنچنے سے پہلے باوجود اپنے کشف والہام کی مخالفت کے علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے، اور علماء کو حق بجانب اور اپنے آپ کو خطا کرنے والا خیال کرے۔ کیونکہ علماء کی دلیل انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے، جو قطعی وحی سے مؤید اور خطا اور غلط سے معصوم و پاک ہے اور سالک کا کشف والہام جو وحی کے ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو خطا اور غلط ہے۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا در حقیقت نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے، اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے۔

جس کتاب وسنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اسی طرح ان کے مقتضاء پر عمل کرنا کہ جس طریقے سے مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط کیا ہے اور ان سے احکام نکالے ہیں۔ یعنی حلال وحرام، فرض و واجب، سنت ومستحب، مکروہ ومشتبہ، اور ان احکام کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف قرآن وسنت سے از خود احکام اخذ کرے، اور ان پر عمل کرے۔ اسے چاہیے کہ عمل میں اس مجتہد کے مذہب سے کہ جس کا یہ مقلد ہے، قولِ مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال کے جمع کرنے میں بہت کوشش کرے، تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کرنا فرض قرار دیتے ہیں تو پس چاہیے کہ وہ بغیر نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام موصوف اعضاء کے دھونے میں ترتیب اور پے درپے دھونے کو فرض قرار دیتے ہیں، تو پس چاہیے کہ یہ بھی اعضاء کو پے درپے دھونے اور ترتیب کو ملحوظ رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضاء کو دھوتے وقت ان کو ملنا فرض جانتے ہیں، تو چاہیے کہ یہ بھی مل کر دھوئے۔ اسی طرح یہ ائمہ عورت کو چھونے اور ذکر (آلہ مخصوص) کو ہاتھ لگانے کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں، تو چاہیے کہ ایسی صورت میں وضو از سرنو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ان دو اعتقادی وعملی بازوؤں کے حصول کے بعد سالک کو قُرب الٰہی جل شانہٗ کے مدارج پر عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اور منازل ظلمانی اور مسالک نورانی کے طے کرنے کا طالب ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے ذہن میں یہ بات موجود رہنی چاہیے کہ یہ قطع منازل اور عروج مدارج، شیخ کامل مکمل، راہ داں، راہ بیں، راہ نما کی توجہ وتصرف پر موقوف ہے۔ کیونکہ اس کی نظر قلب کی بیماریوں سے شفا بخشنے والی، اور اسکی توجہ ناپسندیدہ اخلاق دفع کرنے والی ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہیے کہ پہلے شیخ کامل کو تلاش کرے۔ اگر محض

فضل خدا جل شانہٗ سے اسے شیخ کامل کا معلوم ہو جائے تو ایسے کی معرفت و پہچان کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی صحبت میں حاضر رکھے، اور مکمل طور پر اس کے تصرفات کا مطیع ہو جائے۔

(مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب ۲۸۶)

(۷) جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہیے کہ پہلے شیخ اسے استخارہ کا حکم دے۔ تین بار سے سات بار تک استخارہ کی تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں شیخ کی نسبت کوئی تردد پیدا نہ ہو تو شیخ اس طالب کی تربیت کے کام کو شروع کرے۔ پہلے اسے طریق توبہ کی تعلیم دے، اور دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کا حکم دے کیونکہ توبہ کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن چاہیے کہ توبہ کے حصول میں اِجمال پر کفایت کرے، اور تفصیل کو کچھ دنوں کے گزرنے پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہمتیں بہت کوتاہ اور پست ہیں، لہٰذا اگر پہلے توبہ کی تفصیل حاصل کرنے کی تکلیف دی جائیگی تو لازماً حصول توبہ کے لیے ایک مدت درکار ہوگی۔ تو ہو سکتا ہے کہ طالب کی طلب میں سستی واقع ہو جائے اور وہ طلب سے باز رہے، اور مایوس ہو کر توبہ کو بھی سرانجام نہ دے۔ حصول توبہ کے بعد طالب کو اس طریق کی تعلیم دے جو اس کی استعداد کے مناسب ہو اور اس ذکر کی تلقین کرے جو اس کی قابلیت کے مناسب ہو۔ اور اس کے معاملہ میں توجہ کو کام فرمائے اور اس کے حال پر التفات کو ملحوظ رکھے، اور راہ سلوک کے آداب و شرائط اس سے بیان کرے۔ اور اسے ترغیب دے کہ قرآن و حدیث اور آثار سلف صالحین کی متابعت کرے۔ اور اسے معلوم کرا دے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے۔ اور اس کو یہ تاکید لازمی طور پر کرے کہ وہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرے، اور ضروری احکام فقہ سیکھے، اور ان کے مطابق عمل کرے۔ کیونکہ اس راہ میں اعتقاد و عمل کے ان دو بازوؤں کے بغیر اڑنا میسر و حاصل نہیں ہوتا۔ اور تاکید کرے کہ حرام و مشتبہ لقمہ میں احتیاط کا بہت زیادہ خیال کرے، اور یہ نہ کرے کہ جو کچھ مل جائے کھا جائے۔ اور جس سے ملے اسے اس وقت تک تناول نہ کرے جب تک کہ اس کے بارے میں شریعت غرا کا فتویٰ حاصل نہ کرے۔ حاصل کلام یہ کہ تمام امور میں آیۂ کریمہ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورۃ حشر، رکوع ۱)

''اور جو کچھ رسول تم کو دیں، اسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ''۔ کو مدنظر رکھیں۔

طالبوں کا حال دو امر سے خالی نہیں: وہ یا تو اہل کشف و معرفت سے ہیں یا اصحاب جہل و حیرت سے ہیں۔ لیکن سلوک کی منازل کے طے کرنے، اور پردوں کے دور کرنے کے بعد دونوں گروہ واصل ہیں۔ نفس وصول میں سے ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ جیسا کہ دو شخص لمبی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ میں پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو شوق سے دیکھتا گیا، اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی لیاقت کے موافق سمجھتا گیا، اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھیں بند کر کے، اور تفصیل پر مطلع نہ ہو کر کعبہ میں پہنچا، دونوں نفس وصول (یعنی کعبہ تک پہنچنے) میں برابر ہیں۔ اور اس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں، اگر چہ منازل کی معرفت میں دونوں میں تفاوت ہے، اور مطلوب پر پہنچنے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت حاصل کرنا بھی جہل ہے، اور پہچاننے سے عاجز ہونا ہے۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سلوک کی منزلیں قطع کرنے سے مراد دس مقامات کو طے کرنا ہے۔ ان اس مقامات کو طے کرنا، ان تین تجلیات پر موقوف ہے: (۱) تجلی ء افعال، (۲) تجلی ء صفات، (۳) تجلی ذات اور مقام رضا کے علاوہ یہ سب مقامات، تجلی ء افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ صرف مقام رضا، تجلی ء ذات حق تعالیٰ و تقدس اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خواہ محبوب کی طرف سے تکلیف پہنچے یا انعام حاصل ہو، محبّ کے حق میں دونوں چیزیں یکساں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد لامحالہ رضا حاصل ہو جاتی ہے، اور ناپسندیدگی و کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک پہنچ جانا تجلی ء ذاتی کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کیونکہ مکمل ترین فنا اسی تجلی کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن باقی نو مقامات کا صرف حصول تجلی ء افعال اور تجلی ء صفات ہی میں ہو جاتا ہے۔ مثلاً سالک جب اپنے اوپر تمام اشیاء پر حق تعالیٰ سبحانہٗ کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے، اور خائف ہراساں رہتا ہے۔ اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیتا ہے، اور خدا کی تقدیروں میں صبر اختیار کرتا ہے۔ اور بے صبری و ناطاقتی سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ اور چونکہ نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے، اور عطا کرنا اور روک لینا سب کچھ خدا ہی سے سمجھتا ہے، تو لامحالہ مقام شکر میں داخل ہو جاتا ہے، اور توکل میں راسخ القدم بن جاتا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی کی تجلی وارد ہوتی ہے تو مقام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جب

خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے، اور یہ پست اور ذلیل دنیا اس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ تو چار و ناچار اس دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے، پھر سالک فقر اختیار کر لیتا اور زہد کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب کے ساتھ حصول سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طریقے پر طے کرتا ہے، کیونکہ عنایت ازلی نے اسے ایسی محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ ان مقامات کی تفصیل کی طرف مشغول ہونا اس کے بس میں نہیں رہتا۔ اس محبت کے زیر سایہ ان مقامات کا لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل ترین طریقہ پر اسے حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحب تفصیل کو بھی میسر نہیں ہوتا۔

وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ (رسالہ مبداء و معاد صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴)

''اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔''

(۸) جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وآلہٖ الصلوٰۃ والتسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔ اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولادت صوری کی حیات تو چند روزہ ہے مگر حیات معنوی کے لیے حیات ابدی ہے۔ پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب و روح سے مرید کی نجاسات معنوی کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندرونی حصے (معدہ) کو پاک و صاف کرتا ہے۔ اُن توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوئی ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی سرایت کر جاتی ہے، اور اسے ایک عرصے تک مکدر (گدلا) رکھتی ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے، تزکیہ حاصل کر لیتا ہے اور پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور امارگی (سرکشی، بدی کی طرف رغبت) سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے۔ اور جبلی (طبعی) کفر سے اسلام حقیقی تک رسائی پاتا ہے۔

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

" گر میں اس کی شرح کروں تو بے حساب ہو جائے۔"

لہٰذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کر لے تو اسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہیے، اور اگر وہ کسی مرید کو رد کر دے تو

اسے اپنی بدبختی شمار کرنی چاہیے۔ العیاذ باللہ! (ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا مندیوں میں گم نہ کر دے، اللہ تعالیٰ کی رضا مندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو ایذا اور آزار دینے میں ہے۔ ہر لغزش جو اس کے علاوہ ہو اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے، لیکن آزار پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا۔ آزار پیر مرید کے لیے شقاوت اور بدبختی کی بنیاد ہے۔ العیاذ باللہ (اس سے اللہ کی پناہ) اعتقادات اسلامیہ میں بڑا خلل اور احکام شرعیہ میں بڑا فتور آزار پیر کا ہی نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔ احوال و مواجید کہ جن کا تعلق باطن سے ہوتا ہے، ان میں جس قدر خلل اور فتور واقع ہوتا ہے اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اگر باوجود پیر کی ایذا رسانی کے احوال میں کچھ اثر باقی رہ جائے تو اسے اِستدراج (اور مہلت) میں سے شمار کرنا، اور سمجھنا چاہیے کہ آخر میں لامحالہ خرابی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (رسالہ ''مبداء و معاد'' صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۳)

"سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے"

(۹) جان لے کہ اس راہ فقر پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں تو انھیں مبارک ہو کیونکہ انھیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے، اور مطلب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے۔ اور ہر ادب جو درکار ہو بالواسطہ یا بلاواسطہ انھیں سکھا دیں گے۔ اگر کوئی لغزش واقع ہو گی تو انھیں جلد آگاہ فرما دیں گے اور ان پر گرفت نہیں کریں گے۔ اور اگر انھیں ظاہری پیر کی ضرورت ہو گی تو ان کی کوششوں کے بغیر اس دولت تک پہنچا دیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔ اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور مکمل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے۔ بلکہ ان کے لیے پیر ایسا ہونا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقاء کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور ''سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ'' کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو۔ اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو، اور مرادوں کی تربیت سے پرورش پائی ہو تو نہایت ہی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا اور اسکی نظر شفا ہے۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کی

التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے۔ اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر میسر نہ آئے۔ تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے۔ ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائیگی، اور اس کی وساطت سے فنا و بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرد
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

آسماں عرش کی نسبت تو نیچے ہے لیکن تودۂ خاک سے بہت اونچا ہے

اور اگر عنایت خداوندی جل شانہٗ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنیوالے پیر تک پہنچا دیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے، اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دے۔ اور اپنی نیک بختی اس کی رضا مندی کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاه تَبْعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (مشکوٰۃ شریف)"

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کر دے جسے میں لیکر آیا ہوں"۔
(یعنی دین و شریعت کے تابع)۔

یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہیں۔ تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اس کے بغیر صحبت کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی مجلس کا کوئی مقصد اور نتیجہ ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں، ذرا گوش ہوش سے سنیں:۔

"اے عزیز! تُو جان لے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو، اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے اور فرض و سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا کہ اچانک اس کی نظر اپنے

کپڑوں پر پڑی، اور وہ اپنے ہاتھ سے اس کا بند درست کرنے لگا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ بادشاہ نے زبان عتاب سے کہا کہ ''میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے''۔

اب غور کرنا چاہیے کہ کمینی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، ان کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہوگی، اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سایے پر پڑتا ہو۔ اور پیر کی جاء نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے، اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے، اور اس کے سامنے پانی نہ پیے اور نہ کھانا کھائے۔ اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔ اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو۔ اور نہ اس طرف تھوکے۔ جو کچھ پیر سے صادر ہوا سے دُرست جانے اگرچہ وہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے، الہام اور اذن الٰہی سے کرتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا واقع ہو جائے تو یہ الہامی خطا مثل خطاء اجتہادی کے ہے، جس پر اعتراض کرنا یا ملامت جائز نہیں۔ نیز چونکہ مرید کو پیر سے محبت پیدا ہو چکی ہوتی ہے، اور محبوب سے جو کچھ بھی صادر ہو، محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے۔ لہٰذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں، اور تمام کُلی و جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے یعنی کھانے، پینے، سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔ پیر کی طرز پر نماز کو ادا کرنا چاہیے، اور فقہ کو اس کے عمل سے سیکھنا چاہیے۔

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

''جس کے گھر میں معشوق ہو، وہ باغ و بوستاں کی سیر اور لالہ زار کے تماشے سے فارغ ہے'۔

پیر کی حرکات وسکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے، چاہے وہ اعتراض رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور تمام مخلوق میں سب سے

زیادہ بد بخت وہ شخص ہے جو اس گروہ اولیاء کے عیب نکالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔ اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے، اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو۔ کیا تُو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو۔ کفار اور منکر ہی معجزے کے طالب ہوا کرتے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیّت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات
بوئے جنسیّت کند جذب صفات

''معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں، اور دل قابو کرنے کے لیے جنسیت کی بو ہے...... معجزات ایمان کا باعث نہیں ہوتے بلکہ جنسیت کی بو صفات کو جذب کرتی ہے''۔

اگر دل میں کسی قسم کا شبہہ پیدا ہو جائے تو بلاتوقف پیر کی خدمت میں عرض کرے، اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی اور قصور سمجھے اور کوئی نقصان پیر کی طرف منسوب نہ کرے۔ اور جو بھی واقع پیش آئے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے، اور صواب و خطا کو اس سے دریافت کرے۔ اور اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتبار نہ کرے۔ کیونکہ اس دنیا میں حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اپنے پیر سے جدا نہ ہو کیونکہ غیر کو اس پر اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے، اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے، اور بلند آواز سے اس کے ساتھ بات نہ کرے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ اور جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں ان کو پیر کی وساطت سے تصور کرے۔ اور اگر خواب میں دیکھے کہ اسے دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے تو اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب، شیوخ میں سے ایک شیخ کے کمال کے موافق کہ افاضہ کی صورت میں اس سے ظاہر

ہوتی ہے، مرید تک پہنچا ہے، اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے، اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے لیکن مرید نے بسبب ابتلاء اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے۔ اور فیض کو اس کی طرف سے سمجھا ہے، جو بڑا مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے۔ بحرمت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ مختصر یہ کہ الطریق کلہ ادب (طریقت سب ادب ہے) مثل مشہور ہے: کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا[15] اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے، اور انکی مناسب ادائیگی نہ کر سکے، اور کوشش وسعی کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لیے معافی ہے۔ لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے اگر عیاذ باللہ سبحانہ (خدا کی پناہ) آداب کی رعایت نہ کرے، اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود
دیدن روئے نبی سود نبود

''جسے اپنی بھلائی کا خود خیال نہ ہو، وہ اگر نبی کے چہرے کو بھی دیکھ لے تو بے سود ہے''۔

ہاں وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ اور برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے، اور الہام و فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے، اور پیر بھی اس کو تسلیم کرے اور اس کے کمال کی گواہی دے تو اس مرید کے لیے جائز ہے کہ وہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے، اور اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ اس کے پیر کے نزدیک اس الہام کا خلاف ہو۔ کیونکہ اس وقت وہ مرید تقلید کے حلقہ سے نکل گیا ہے، اور اب اس کے لیے تقلید کرنا خطا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔[16] اور بعض اوقات صواب جانب اصحاب میں ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ارباب علم پر مخفی نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرتبۂ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے، اور بے ادبی سے مبرا اور پاک ہے۔ بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی ادب ہے، ورنہ نبی اکرم ﷺ

کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پورے آداب سیکھ چکے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے مرتبہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا خطا ہے۔ اور درستی اپنی رائے کی متابعت میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ کی متابعت میں۔ امام ابو یوسف کے متعلق یہ قول مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے جھگڑتا رہا۔ تم نے یہ ضرور سنا ہوگا کہ فن کی تکمیل بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتی ہے۔ اگر فن اور علم ایک ہی فکر میں بندر ہتا تو اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہوتا۔ علم نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا، آج نحویوں کے اختلاف آراء اور بہت سی انظار (نظریں) ملنے سے سوگنا زیادہ اور کامل ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ اس علم کی بنا امام سیبویہ نے رکھی ہے۔ لہذا بزرگی اور فضیلت اسی کے لیے مسلم ہے۔ فضیلت متقدمین کے لیے ہی ہے اور کمال متاخرین کے لیے۔

حدیث نبوی ہے۔ علیہ وعلی آلہ والصلوٰۃ والسلام

مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولهم خیر ام اخرهم:

''میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔''

اے عزیز! جان لے کہ صوفیاء کرام نے کہا ہے: الشَّيْخُ يُحْي وَيُمِيْت"

شیخ زندہ بھی کرسکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے۔"

زندہ کرنا اور مارنا پیری کے لوازمات میں سے ہے، لیکن اس زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے نہ کہ جسم کا۔ اسی طرح مارنے سے مراد روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا۔ اور حیات وموت سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت وکمال پر پہنچادیتی ہے۔ شیخ مقتدی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان دو باتوں کا کفیل اور ضامن ہے۔ پس شیخ میں اس کے زندہ کرنے اور مارنے کی قوت کا ہونا ضروری ہے اور یُحیِ ویُمِیْتُ کے معنی ہیں: یبقی ویفی ۔ یعنی بقا عطا کرتا ہے اور فانی کرتا ہے یعنی بقا اور فنا کے مرتبے پر پہنچاتا ہے جسم کو زندہ کرنے اور مارنے کے منصب ومرتبہ کو منصب شیخ سے کچھ سروکار نہیں۔

شیخ مقتدی کہربا (ایک قسم کا زرد گوند۔ اگر اسے اون کے کپڑے سے رگڑیں تو گھاس کے تنکے اٹھالیتا ہے) کی طرح ہے جس کسی کو اس سے مناسبت ہوگی وہ خس وخاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا آئے گا۔

اور اپنا حصہ اس سے پائے گا۔خوارق وکرامات مریدوں کو کھینچنے کے لیے نہیں ہیں، مرید معنوی مناسبت سے کھینچ کر آتے ہیں، اور جو شخص ان بزرگوں سے مناسبت نہیں رکھتا، وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم ہے۔اگرچہ ہزار معجزے، خوارق وکرامات دیکھے، ابوجہل اور ابولہب کو اس معنی کی دلیل بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:۔

وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بھا حتّٰی اذا جاؤک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ھذا الااساطیر الاولین.

(سورۃ انعام : ۲۵)

''اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو پھر بھی ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے کہ ''یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے بے اصل قصے کہانیاں ہیں''۔

(مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب شریف ۲۹۲)

(۱۰) مولانا حاجی محمد نے اظہار کیا تھا کہ تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ باطنی اشغال میں فتور اور سستی واقع ہوگئی ہے اور وہ ذوق وحلاوت جو پہلے حاصل تھا، اب نہیں رہا۔ یارا! غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ دو چیزوں میں خرابی واقع نہ ہوئی ہو۔ان دو چیزوں میں سے ایک صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات والتحیات کی متابعت ہے۔ دوسری چیز اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص۔ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تاریکیاں، تیرگیاں، ظلمتیں اور کدورتیں طاری ہو جائیں تو کچھ غم وفکر نہیں ہے۔ کیونکہ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑا جائے گا۔اگر العیاذ باللہ ان دو سے کسی ایک میں بھی نقصان پیدا ہو گیا تو پھر خرابی ہی خرابی ہے۔اگرچہ حضور وجمیت کی حالت ہی کیوں نہ رہے کہ یہ استدراج ہے۔اور آخر کار اس کا انجام خراب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ ان دو چیزوں پر استقامت وثبات کی دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ یہی دو امر کار دین کا مدار اور نجاتِ اخروی کا انحصار ہیں۔(مکتوبات شریف، جلد ثانی، مکتوب ۳۰)

(۱۱) جاننا چاہیے کہ ذکر سے مراد غفلت کو دور کرنا ہے جس طرح کہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ ذکر، کلمہ نفی واثبات کے تکرار، یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے، جس طرح کہ لوگوں کا گمان ہے۔ پس احکام شریعت کی بجا آوری منہیاتِ شرعیہ سے باز رہنا، سب ذکر میں داخل ہے۔ حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ

خرید وفروخت بھی ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح وطلاق بھی اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ کیونکہ رعایت مذکورہ کے ساتھ ان امور کے کرنے کے وقت حکم دینے والا اور روکنے والا (اللہ تعالیٰ جل شانہ،) ان امور کے کرنے والے کا نصب العین ہوتا ہے۔ لہٰذا غفلت کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ذکر جو مذکور (یعنی حق سبحانہ) کے اسم وصفت کے ساتھ واقع ہو۔ جلدی اثر کرنے والا، محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلد پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو، کیونکہ وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔ اگرچہ بعض افراد میں کہ جن کا ذکر اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے یہ اوصاف کمی کے طور پر پائے جاتے ہیں، حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس رسرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا تاج الدین تابیادی قدس سرہٗ علم کے راستے سے خدا تعالیٰ تک پہنچے ہیں۔

نیز جو ذکر ا اور صفت کی شکل میں وقوع پذیر ہوتا ہے، وہ اس ذکر کا ذریعہ بنتا ہے جو حدود شرعیہ کی رعایت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے تمام امور میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی، شرع برپا کرنے والے کی کامل محبت کے بغیر میسر نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لہٰذا پہلے وہ ذکر چاہیے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو۔ ہاں عنایت الٰہی کا معاملہ ہی جدا ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی وسیلہ کی ضرورت۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِي اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (پارہ ۲۵، سورہ الشوریٰ، رکوع ۴)

''اللہ برگزیدہ بنالیتا ہے اپنی ذات کے لیے جسے چاہتا ہے۔''

(۱۲) نور محمد انبالوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے جو دریافت کیا ہے کہ ''اگر کوئی طالب اپنے پیر کی زندگی میں کسی دوسرے شیخ کے پاس چلا جائے، اور طلب خدا کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ سو معلوم ہونا چاہیے کہ مقصود اللہ تعالیٰ حق سبحانہٗ کی ذات گرامی ہے اور پیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی طالب اپنا رُشد اور بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے، اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کی اجازت کے بغیر اس شیخ کے پاس چلا جائے، اور اس سے طلب رُشد کرے۔ لیکن اسے چاہیے کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے اور اس کو نیکی سے یاد کرے۔ خصوصاً آجکل کے پیر جو اپنے آپ سے بےخبر ہیں، اور ایمان وکفر میں تمیز نہیں کرسکتے، وہ

اللہ جل شانہٗ کی کیا خبر دے سکیں گے۔اور مرید کو کونسی راہ دکھائیں گے۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں

کے خبردارد از چناں و چنیں

''ماں کے پیٹ کا بچہ جب اپنی خبر نہیں رکھتا تو وہ کسی اور کی کیا خبر رکھے گا''۔

افسوس ہے اس مرید پر کہ جو اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے، اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے، اور راہ خدا معلوم نہ کرے۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں جو ناقص پیر کی زندگی کے ذریعے آئے ہیں کہ وہ طالب کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے روک دیں۔ اسے چاہیے کہ جس جگہ سے اسے رُشد اور جمعیت خاطر حاصل ہو، بغیر کسی توقف اور تامل کے وہاں رجوع کرے اور شیطانی وساوس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ (مکتوبات شریف، جلد ثانی، مکتوب ۶۳)

حضرت مجدد کے مقامات اور معارف پر اعتراضات:

امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارف پر لوگوں نے اعتراضات کیئے۔ جن کے جوابات خود حضرت نے مدلل اور شافی تحریر فرمائے ہیں اور آپ کے خلیفہ شیخ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ نے بھی ''حضرات القدس'' میں چند شبہات کو بیان کر کے ان کے مفصل جواب لکھے ہیں۔ جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے تمام معارف کتاب وسنت کے موافق ہیں، جن مقامات پر معترضین نے اعتراضات کیے ہیں، خود حضرت نے ان کے جوابات تحریر فرمائے ہیں، وہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں، بہت سے کلمات جن پر ارباب ظاہر نے اعتراض کیے ہیں اولیاء سے صادر ہوئے ہیں، اور وہ بغیر تاویل کے درست نہیں۔ پس جو تاویل (یعنی غلبہ احوال یا معانی

مقصود کے ساتھ الفاظ کی عدم مساعدت یا امر الٰہی ان کے اظہار کا) کہ ان کلمات میں کی جاتی ہے، وہ حضرت مجدد کے کلام میں بھی جاری ہے۔ اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ [۱۷] نے اگرچہ اوائل حال میں حضرت کے بعض معارف پر اعتراض لکھے ہیں، مگر آخر میں ان سے رجوع کیا اور خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا:

''ان دنوں میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے متجاوز ہے، اور بشریت و طبیعت کا پردہ بالکل نہیں رہا ہے۔ رعایت طریقہ وانصاف اور حکم عقل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں سے بگاڑنی نہیں چاہیے، قطع نظر اس سے میرے باطن میں بطریق ذوق و وجدان وغلبہ ایسی بات آئی ہے کہ زبان اس کے بیان سے گنگ ہے۔ پاک ہے اللہ، جو دلوں کو پھیرنے والا ہے اور حالات بدلنے والا ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ بعید سمجھیں، میں نہیں جانتا کہ حال کیا ہے اور کس طرح پر ہے''۔

بادشاہ سے آپ کو تکلیف کا پہنچنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو انبیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی کمال متابعت حاصل ہے حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں معتکف تھے، اور حضور سید المرسلین ﷺ نے محصب میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

حضرت مجدد کے مخلصوں نے اعتراض وشبہات کی تردید میں رسالے لکھے ہیں، اور ردشبہات میں سب سے اچھا رسالہ مرزا محمد بیگ بدخشی کا ہے جو آپ نے مکہ شریف میں تحریر فرمایا اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے اس پر اپنی مہریں ثبت کیں۔ [۱۸]

فیض الٰہی کی حد نہیں۔ اولیاء میں سے ہر ایک کی استعداد کے موافق ظہور میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے متاخرین کو حسب اقتضائے حکمتِ بالغہ ایسے کمالات عنایت کیے کہ متقدمین سے وہ تمام علوم و فیوض مروی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں ایک کی فضیلت دوسرے پر ثابت ہے، اور اولیاء میں بھی ایسا ہی ہے۔ وہ مقامات جن سے حضرت مجدد ممتاز ہیں، آپ کے طریقہ کے مستفید کثرت سے ان درجات وحالات پر پہنچے ہیں، اور ان علوم وکیفیات کا اقرار کرتے ہیں پس ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ خبر متواتر صدق ویقین کا افادہ کرتی ہے جو شخص ان مقامات پر نہیں پہنچا اور ان کو بعید خیال کرتا ہے وہ اپنی جہالت کے سبب سے معذور ہے۔

خرق عادات کا ظاہر ہونا علو کمالات کی شرط نہیں ہے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باوجود علو درجات کے کہ جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، کثرت خوارق عادات اور نسبت ہائے ذوق وشوق وجذبہ واستغراق صادر نہیں ہوئے۔ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت حافظ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ محمد معصوم قدس سرہ کی خدمت میں استفادہ کے لیے گئے۔ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے ہیں تم انکار کے ساتھ آئے یا اقرار کیساتھ۔ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ انکار سے عذر کرنے کے لیے آیا ہوں، پس وہ حضرت قدس سرہ کی صحبت میں درجہ کمال وتکمیل تک پہنچ گئے۔ (ملفوظات حضرت میرزا جان جاناں قدس سرہ)

حضرت مرزا شہید قدس سرہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

> ''برخوردار! جو شبہات کہ بے عقلوں کے گمان میں قیوم ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ السامی کے مقامات کرامت آیات پر وارد ہوتے ہیں، آپ نے ان کے جوابات پوچھے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان اعتراضات کی بناء جہالت پر ہے یا حسد پر، اور یہ رسم انکار، معمول قدیم ہے۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کی تکفیر میں رسالے لکھے ہیں۔ اور حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریف میں ان تمام شبہات کے جواب بطریق دفع دخل تحریر فرمائے ہیں۔ اور حضرت اقدس کی اولاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک مفصل رسالہ لکھا۔ اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اجمال ایک رسالہ موسومہ بہ ''کشف الغطا عن وجہ الخطاء'' تحریر کیا ہے اور آنجناب کے مخلصوں میں سے مولانا محمد بیگ ترکی ثم مکی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد برزنجی تلمیذ شیخ ابراہیم کردی ثم مدنی کے رسالہ کی تردید میں ایک رسالہ موسومہ بہ ''عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطأ والصواب'' بطریق سوال وجواب

لکھا ہے اور ملک عرب کے علمائے مذاہب اربعہ کی مہروں سے مزین
کیا ہے''۔ (مکتوبات میرزا مظہر قدس سرہ مکتوب پنجم)

یہ رسالہ ۱۰x۶ سائز کے ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۸ ربیع الاول ۱۰۹۴ھ کو لکھا گیا اور مندرجہ ذیل علماء کرام نے اس پر اپنے تصدیقی وتوثیقی دستخط ثبت فرمائے:

(۱) شیخ احمد بشیشی مصری ازہری شامی
(۲) مفتی مکہ عبداللہ آفندی عتاقی
(۳) مفتی سلطانی سید اسعد حنفی مدنی
(۴) مفتی شافعی امام علی طبری
(۵) امام مالکی عبدالرحمٰن بن محمد صالح
(۶) قاضی زادہ شیخ عید امام حنفی
(۷) شیخ حسن تونسی مغربی
(۸) شیخ قاسم حقدار حنفی
(۹) قاضی مرشد حنفی
(۱۰) سید علی آفندی

ان علماء نے تصدیق کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے بڑے القاب و آداب سے نوازا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرمین شریفین میں جہاں چند مخالف تھے، وہاں بکثرت علماء حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور آپ کی علو مرتب کے دل سے قائل۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات کا موضوع بہت طویل اور عریض ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ تفصیل سے روشنی ڈالی جا سکے، مزید دلچسپی رکھنے والے حضرات مندرجہ ذیل کتابوں کی ورق گردانی فرمائیں تو ان شاء اللہ انہیں گوہر مقصود ہاتھ آ جائے گا:[۱۹]

(۱) سیرت مجدد الف ثانی — از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد — مطبوعہ کراچی — ۱۹۸۳ء
(۲) حضرت مجدد اور ان کے ناقدین — از شاہ زید ابوالحسن فاروقی — مطبوعہ لاہور — ۱۹۸۲ء

(۳) عبداللہ خویشگی قصوری   از پروفیسر محمد اقبال مجددی   مطبوعہ لاہور   ۱۹۷۲ء

(۴) حضرت مجدد الف ثانی (ایک تحقیقی جائزہ) از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء

(۵) جواہر مجددیہ   از خواجہ محمد حسن امروہوی   مطبوعہ لاہور   سنہ ندارد

دراصل حسد کا مادہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے مصارف غیر متعارف کا ظاہر ہونا ہے، جو قرون اولیٰ میں شائع تھے۔ اور قرون ثلاثہ مشہود بالخیر کے بعد پوشیدگی کے پردے میں چھپ گئے تھے۔ اور چونکہ حضرت قدس سرہٗ کی طینت مطہرہ حضور سید عالم ﷺ کی طینت مقدسہ کا بقیہ تھی، لہٰذا اس سبب سے ظاہر ہو گئے ہیں، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ان مقامات کے قائل کی شان میں نظر کریں، اگر وہ کتاب وسنت سے مطلع ہے اور اس کے اکثر اعمال واقوال، میزان شریعت میں موزوں ہیں، تو اس کے کلام کے متشابہات کو اسکے کلام کے محکمات کے موافق تاویل کریں، یا خدائے عالم السر والعلانیہ پر چھوڑ دیں اور اسکو معذور سمجھیں۔ کیونکہ اس قوم کے بہت سے عذر عارض (پیش) ہوتے ہیں، کبھی غلبہ حال میں ان کی عبارتیں ان کے مرادات کے ساتھ مساعدت نہیں کرتیں، اور کبھی معلومات کشفی میں وہم وخیال کے سبب سے خطا واقع ہوتی ہے۔ اور وہ اس خطا میں خطائے اجتہادی کی طرح معذور ہیں، اور کبھی ان کی اصطلاح پر آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔ پس ان امور کی رعایت سے اعتراض کا ترک لازم ہے، بالخصوص حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کلام بلاغت نظام پر اعتراض کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ان کے طریقہ کی بنا سنت کے اتباع پر ہے اور ان کی تصنیفات پراسی نصیحت وموعظت سے بھری پڑی ہیں۔ اور فتنہ کے برپا ہونے کا سبب زیادہ تر توحید وجودی کا انکار اور توحید شہودی کا اثبات ہے، کیونکہ چار سو سال سے یعنی حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے عہد مبارک تک لوگوں کے کان اور ذہن مسئلہ وحدت وجود سے پر تھے، حضرت مجدد قدس سرہ کا توحید وجودی سے انکار علمائے ظاہر کی طرح نہیں بلکہ جس مقام سے کہ وجودیہ تکلم کرتے ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ اسکی تصدیق اور تسلیم کرتے ہیں۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ مقصود اصلی کو اس مقام سے اوپر فرماتے ہیں۔ اور خالق مخلوق میں فی الجملہ غیریت ایسے طور سے ثابت کرتے ہیں کہ وحدت وجود حقیقی میں مخل نہیں جو خارج حقیقی میں متحقق ہے، بخلاف وجودیہ کے جو وخالق مخلوق میں عینیت ثابت کرتے ہیں''۔ (مکتوب حضرت مرزا مظہر مکتوب پنجم)

حضرت میرزا مظہر خانجاناں شہید قدس سرہٗ ایک اور جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ میں جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت ﷺ کے پہلو مبارک میں برابر لیٹا ہوا ہوں، اور نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے، اسی اثناء میں مجھے پیاس لگی، سرہند شریف کے پیرزادے وہاں حاضر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا، بندہ نے عرض کی یا رسول اللہ' وہ میرے پیرزادے ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں''۔ پس ان میں سے ایک بزرگ پانی لایا، اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! آپ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ان کی مثل میری امت میں دوسرا کون ہے''۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ان کی مکتوبات آپکی نظر مبارک سے گزرے ہیں، فرمایا: ''اگر تجھے کچھ یاد ہے تو پڑھو''۔ بندہ نے آپ کے کسی مکتوب کی عبارت پڑھی۔ **انہ تعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء**، حضور ﷺ نے بہت پسند فرمائی اور محفوظ ہوئے، فرمایا: ''پھر پڑھو!'' میں نے یہ عبارت دوبارہ عرض کی، حضور ﷺ نے اور زیادہ تعریف فرمائی اور محظوظ ہوئے، فرمایا کہ ''پھر پڑھو'' میں نے پھر (تیسری بار) یہی عبارت عرض کی، حضور ﷺ نے اور زیادہ تعریف فرمائی، اور یہ حالت دیر تک رہی، علی الصبح ایک بزرگ نے آکر کہا کہ ''میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے، کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے وہ خواب کیا ہے، فقیر نے یہ خواب اسے بیان کیا اور وہ بہت متعجب ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کے نفس مبارک اور صحبت سے میں نے اپنے آپکو سراپائے نور و حضور پایا، اور اس کی کیفیتوں سے جو امر بیداری سے

بہتر ہے، کئی دنوں سے مجھے بھوک اور پیاس نہ تھی''۔(ملفوظات حضرت مرزا)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں، کہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہء اعتراضات کے اخیر میں لکھا ہے:

''فقیر دربارۂ شما بعالم غیب متوجہ بود، کہ تحریر ایں ہمہ معارف و مقامات شما از چہ راہ است، اصلے از حق دارد یا محض سخن سازی است، ایں آیہ شریفہ، وان یک کا ذبا فعلیہ کذبہ (پارہ ۲۴ سورہ مومن ع ۴) در باطن القا کردند''۔

''فقیر تمہارے بارے میں عالم غیب کی طرف متوجہ تھا کہ آپ کے معارف ومقامات کی یہ سب تحریریں کس راہ پر ہیں، انہیں حق سے کوئی نسبت ہے یا سب بناوٹی باتیں ہیں۔ یہ آیہ شریفہ: ''اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی شامت اس پر ہوگی'' باطن میں القا ہوئی،

ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور فرعونیوں کے اشتباہ کے دور کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ہے، پس حضرت شیخ دہلوی علیہ الرحمۃ کا انکار سے باز آنا اور آپ کے باطن شریف پر اس آیت کا القا ہونا رفع اعتراضات کے لیے دو دلیلیں ہیں [20]

حضرت شیخ محمد فرخ جو عالم کثیر العمل اور حضرت مجدد قدس سرہ کے پوتوں میں سے تھے، حج کے لیے تشریف لے گئے، تو سید محمد برزنجی جو حضرت مجدد کے انکار میں تشدد رکھتا تھا، اس نے چاہا کہ شیخ کے الزام کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے۔ شیخ نے دعا کی کہ ''الٰہی''، میں عجمی ہوں اور وہ عربی ہے، حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں، تو مجھے اسکے شر سے بچا''۔ وہ سخت بیمار ہوگیا، حضرت شیخ نے رسول خدا ﷺ کے مزار مبارک سے مشرف ہوکر ہندوستان کا رخ کیا، اور کشتی میں سوار ہو گئے، اس نے صحت وقوت پا کر ان کا تعاقب کیا اور ایک کشتی میں سوار ہوا تا کہ جہاز میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف میں ان سے بحث کرے، شیخ نے یوں دعا کی،

اللھم اکفنیه بما شئت

''یا اللہ! تُو مجھے اس کے شر سے بچا جس کے ساتھ تُو چاہے۔''

وہ کشتی دریا میں غرق ہو گئی، اور منکر اولیاء کو سزا مل گئی (مقامات مظہری)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ نا سمجھوں نے مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر جو اعتراضات کیے تھے، ان کے جوابات تو آپ نے مکتوبات شریف میں تحریر فرما دیے ہیں۔ دوسروں کو ضرورت ہی نہیں کہ جواب لکھیں، پھر بھی ان کے صاحبزادگان اور انکے مخلصین نے ان کے اعتراضات کے جواب دیے ہیں، مثلاً حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ)۔ شیخ محمد فرخ علیہ الرحمۃ (ابن خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ)، خواجہ عبدالاحد علیہ الرحمۃ (ابن خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ۔ مرزا محمد بیگ بدخشی (مکہ شریف)، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور دوسرے بہت سے احباب و مخلصین نے رد لکھا ہے، (رسالہ دردفع اعتراضات درکلام حضرت مجدد (قلمی) بحوالہ ''سیرت مجدد الف ثانی'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۳۲۲)۔

حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد امجاد:۔

صاحب ''حضرات القدس'' لکھتے ہیں:۔

''امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی دو بڑی کرامتیں صفحۂ روزگار پر باقی ہیں''۔

(۱) آپکا کلام کہ مشائخ و عرفاء وقت اس کے مماثل لکھنے سے عاجز رہے۔

(۲) آپ کے فرزندگان گرامی کہ ان کو آپ نے اپنے تصرف سے علم و عمل اور کمالات باطنیہ عطا فرمائے۔ روئے زمین پر کسی شیخ نے بھی اپنے فرزند کو تصرف و توجہ سے اپنا مثل نہیں بنایا۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحزادیاں تھیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

صاحبزادگان:۔

(۱)	خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ	پیدائش ۱۰۰۰ھ	وفات ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء
(۲)	خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ	پیدائش ۱۰۰۲ھ	وفات ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۰ء
(۳)	خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ	پیدائش ۱۰۰۷ھ	وفات ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۹ء

(۴) خواجہ محمد فرخ قدس سرہٗ پیدائش ۱۰۱۴ھ وفات ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء

(۵) خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہٗ پیدائش ۱۰۱۷ھ وفات ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء

(۶) خواجہ محمد اشرف قدس سرہٗ پیدائش بعمر شریف دو سال

(۷) خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ پیدائش ۱۰۲۴ھ وفات ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء

صاحبزادیاں:۔

(۱) بی بی رقیہ بانو علیہا الرحمۃ۔ آپ کا شیر خوارگی کے زمانے میں انتقال ہوا۔

(۲) بی بی خدیجہ بانو علیہ الرحمۃ [۲۰]۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بھتیجے مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔ ان کے تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہوئیں، تاریخ وفات یا پیدائش معلوم نہ ہو سکی۔

(۳) بی بی ام کلثوم علیہا الرحمۃ۔ آپ کا چودہ سال کی عمر میں ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء میں انتقال ہوا۔

ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ صاحبزادگان عالی شان کے حالات طیبات درج کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام کی تشنگی دور ہو سکے اور دولت ایمان میں زیادتی ہو۔

خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ:۔

آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ بچپن میں اپنے جد بزرگوار کے دامن تربیت میں رہے، جب ۱۰۰۸ھ میں حضرت مجدد قدس سرہ دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے دربار میں پہنچے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ آپ نے بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کی برکتوں سے اور تربیت کے طفیل وہ، وہ روحانی ترقیاں حاصل کیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ آپ پر معاملات عظیمہ وارد ہوئے یہاں تک کہ کبھی وفور مستی اور غلبۂ جذبہ میں ننگے سر ننگے پاؤں اجدھر جی چاہتا نکل جاتے، اور سبق کی کتابیں بالائے طاق رکھی رہ جاتیں۔

ایک روز حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک درویش حاضر ہوا، اس نے کسی بزرگ کی خدمت میں سلوک تمام کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ وہ وطن کو جاتے ہوئے یہاں ٹھہر گیا۔ اس نے اپنے حالات بلند حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے بیان کیے۔ مطلب و مقصد یہ تھا کہ ایسے حالات مجھے حاصل

ہیں، اگر یہاں کچھ زیادہ ہے تو استفادہ کرلوں۔ حضرت قدس سرہ' نے محمد صادق کو طلب کر کے فرمایا: بابا، اپنے احوال بیان کرتا کہ مہمان درویش سن لے، آپ نے وہی درویش والے احوال اور کچھ زائد بیان کیے۔ جب اس درویش نے دیکھا، کہ اس آستان کا ایک آٹھ سالہ لڑکا جسے داخل سلسلہ ہوئے دو تین ماہ ہوئے ہیں، وہ حالات بیان کرتا ہے، جو اسے پچاس سال میں حاصل ہوئے، تو اپنے احوال کی دید کا غرور اس کے دماغ سے نکل گیا۔

بچپن ہی سے آپ کشف کون اور کشف قبور میں نظر صائب رکھتے تھے، چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ' آپ کے کشف و فراست پر اعتماد کر کے آپ سے امور کونیہ غیبیہ دریافت فرمایا کرتے تھے، اور قبرستان میں لے جا کر مُردوں کے حالات پوچھا کرتے تھے، اور آپ جیسا نظر پڑتا عرض کر دیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے چچا شیخ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے بسلسلہ تجارت خراساں کو رخت سفر باندھا۔ آپ بطریق مشایعت ان کے ساتھ جدامجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ' کے مزار تک تشریف لے گئے اور ایک لحہ مزار مبارک پر مراقب رہے۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمانے لگے کہ ''میرے دادا جان نے چچا جان کو اس سفر سے منع کیا ہے''۔ چونکہ اس وقت آپ کمسن تھے اس لیے شیخ مسعود نے خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ مسعود علیہ الرحمۃ اسی سفر میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ اکثر علوم والد بزرگوار (یعنی حضرت مجدد قدس سرہٗ) کے حضور میں حاصل کیے۔ کچھ مولانا محمد طاہر لاہوری علیہ الرحمۃ اور کچھ مولانا معصوم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاصل کیے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ معقول و منقول میں آپ کو اس قدر مہارت تامہ اور شہرت عامہ تھی کہ ایک روز آپ کو شیراز (ایران) کے ایک فاضل کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا جو ہندوستان میں آیا تھا۔ اور معقولات میں عدیم النظیر تھا آپ نے ہیئت وحکمت کے چند دقائق طبعزاد اس سے ذکر کیے۔ فاضل موصوف کہنے لگا کہ جب تک میں نے اس جوان کو نہ دیکھا تھا، مجھے یقین نہ تھا طلبہ ھندوستان میں سے کوئی طالب علم علوم عقلیہ کے مسائل دقیقہ کی قوت ادراک کما حقہ رکھتا ہوگا۔

مہارت علمی کے ساتھ آپ نے سلوک کو بھی درجہ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ اکیس برس کی عمر میں حضرت مجدد قدس سرہ' نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ جب آپکی عمر چوبیس سال ہوئی تو سرہند

شریف میں وبائے طاعون شدت سے نمودار ہوئی۔ ہرروز بکثرت لوگ ہلاک ہونے لگے۔آپ نے فرمایا کہ ''یہ وبا تر لقمہ چاہتی ہے۔ جب تک ہم نہ جائیں گے تسکین نہ ہوگی''۔ چنانچہ آپ کو بخار ہوگیا اور طاعون کی گلٹی آپ کی ران میں نمودار ہوئی اور ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء بروز اتوار وصال فرما گئے۔ دوشنبہ نہم ربیع الاول سے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۲۵ھ نکلتی ہے۔ آپ سے ایک دو دن پہلے آپ کے بھائیوں خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ نے اور آپ کی بہن اُم کلثوم نے اس مرض میں انتقال کیا۔ اور یہ تینوں اپنے جد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار میں دفن ہوئے۔

خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد وبا ان کے قبیلہ میں نہ رہی جو بیمار تھے۔ وہ سب صحت یاب ہوگئے۔ ان مریضوں نے شدت مرض میں دیکھا تھا کہ حضرت مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق) ان کو اس جماعت سے چھُڑا رہے ہیں، جو اس وبا پر مقرر تھی۔ اور ان سے فرما رہے ہیں: ''اب جب اس بلا کو ہم نے اپنے اوپر لے لیا ہے، تو پھر تم لوگوں سے کیوں الجھ رہے ہو''۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جو شخص مخدوم زادہ محمد صادق کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس وبا سے رہائی پائے گا۔ چند لوگوں نے اس کا تجربہ کیا اور نام مبارک میں عجیب اثر دیکھا۔

آپ کے انتقال کے بعد رشتہ داروں کی رائے تھی کہ آپ کو جد امجد حضرت خواجہ عبدالاحد قدس سرہ کے مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے مراقبہ کیا تو اس جگہ کا حکم ہوا۔ جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے، اس جگہ کا شرف حضرت مجدد نے یوں تحریر فرمایا ہے:

''شہر سرہند میرے زندہ کرنیکی زمین ہے کہ میرے واسطے تاریک کنوئیں کو بھر کر ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے۔ اور اکثر شہروں اور جگہوں پر اس کو رفعت دی گئی ہے۔ اور اس زمین میں ایک نور ودیعت رکھا گیا ہے، جو نور بے صفتی اور بے کیفی سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اس نور کی مانند جو بیت اللہ کی پاک زمین سے بلند روشن ہے۔

میرے بڑے بیٹے کی رحلت سے چند ماہ پہلے یہ نور اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا، اور فقیر کی سکونت کی زمین کے گوشہ میں بتایا گیا تھا۔ ایسا بلند نور دکھایا گیا تھا کہ صفت وشان نے اسکی بو کی طرف بھی راستہ نہ پایا۔ اور وہ کیفیات سے مبرہ و منزہ تھا۔ یہ آرزو ہوئی کہ زمین میرا مدفن ہو اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔ میں نے اپنے بڑے بیٹے کو جو میرا رازدار تھا، یہ بات ظاہر کردی، اور اس نور اور اس آرزو سے اسے آگاہ کردیا۔

اتفاقاً فرزند مرحوم اس دولت کی طرف سبقت لے گیا اور زیرِ خاک اس دریائے نور میں غرق ہو گیا۔

هَنِيئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

''نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں، اور عاشق مسکین کے لیے
وہ دردوالم ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے''۔

یہ بات بھی اس شہر مبارک کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ میرا سب سے بڑا صاحبزادہ جو اکابر اولیاء میں سے ہے، یہاں آسودہ خاک ہے۔ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا، وہ ودیعت (امانت) رکھا ہوا نور اس فقیر کے انوار قلبیہ کا ایک لمعہ (ٹکڑا) ہے، جسے یہاں سے لیکر اُس زمین میں روشن کیا گیا ہے۔جس طرح کہ مشعل سے ایک چراغ روشن کرتے ہیں۔

قُلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَللّٰهُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ نور: ۳۵)

(مکتوبات شریف، جلد ثانی، مکتوب ۲۲)

''آپ فرما دیں کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔اللہ آسمانوں
اور زمین کا نور ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق اور دو چھوٹے صاحبزادوں (خواجہ فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ قدس اسرارہم) کے انتقال کا سخت رنج ہوا، چنانچہ آپ مولانا محمد صالح کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

''بھائی ملا۔صالح آپ نے اہل سرہند کے واقعات سن لیے ہوں گے۔میرے بڑے بیٹے (خواجہ محمد صادق) نے بھی اپنے دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ سفر آخرت اختیار کیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ کا شکر ہے کہ پہلے اس نے پسماندگان کو قوت صبر عطا فرمائی اور پھر وبا کے اثر کو بالکل ہی ختم کر دیا خوب کہا ہے:

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

''میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا، اگر چہ تُو مجھے تکلیف ہی پہنچائے۔ کیونکہ دوستوں کا بوجھ اٹھانا اور ان کی طرف سے خواری برداشت کرنا بڑی اچھی بات ہے''۔

میرا بیٹا مرحوم و مغفور اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اس نے چوبیس سال میں وہ سب کچھ پایا جو کم ہی کسی نے پایا ہوگا، اس نے مولویت کے پایہ و مرتبہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تدریس کو اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ اس کے شاگرد تفسیر بیضاوی، شرح مواقف اور اس طرح کی دیگر کتابوں کو پوری قدرت اور مہارت سے پڑھاتے ہیں، اسکی معرفت و عرفان کی حکایتیں اور شہود و کشوف کے قصے محتاج بیان نہیں،

آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ آٹھ سال کی عمر میں ایسا مغلوب ہوگیا تھا کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ' اس کے حال کی تسکین کا علاج بازاری کھانوں سے کیا کرتے تھے، جو مشکوک و مشتبہ ہوتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے، کہ ''جو محبت مجھے محمد صادق سے ہے وہ کسی سے نہیں''۔ حضرت خواجہ قدس سرہ' کے اس ارشاد گرامی سے اسکی بزرگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس نے ولایت موسوی کو آخر نقطۂ تک پہنچایا ہوا تھا، اور اس بلند و بالا ولایت کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا، اور وہ ہمیشہ فروتن، متواضع ملتجی، متضرع، متذلل، و منکسر رہا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہٗ تعالی سے ایک نہ ایک چیز مانگی ہے۔ اور میں نے التجا اور تضرع (زاری) مانگی ہے۔

محمد فرخ کے متعلق کیا لکھا جائے، وہ گیارہ سال کی عمر میں کافیہ پڑھتا تھا، اور شعور و سمجھ کے ساتھ پڑھتا تھا، ہمیشہ عذاب آخرت سے ترساں (ڈرنے والا) اور لرزاں (کانپے والا) رہتا تھا۔ اور دعا کرتا تھا کہ ''بچپن کی عمر میں اس کمینی دنیا کو الوداع کہدے، تاکہ عذاب آخرت سے نجات پائے۔ مرض موت میں جن دوستوں اور یاروں نے اس کی تیمارداری کی، انہوں نے اسکے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا، اور آٹھ سال کی عمر لوگوں نے محمد عیسیٰ کی جو کرامات و خوارق دیکھیں اس کے متعلق کیا لکھوں۔

مختصر یہ کہ یہ تینوں بیٹے نفیس موتی تھے جو بطور امانت ہمارے سپرد کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے بغیر کسی ناخوشی و اکراہ کے امانت والوں کی امانتیں انکے حوالے کر دیں۔

اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم بحرمة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوٰة والتسليماة.

''اے اللہ! بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔'' (مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب ۳۰۶)

خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کی قبر پہلے کچی تھی۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس پر ایک گنبد تعمیر کروایا۔ قبر مبارک اس قبہ کے مرکز سے ذرا مغرب کی طرف تھی، جب حضرت مجدد کا انتقال ہوا تو ان کو بھی اس قبہ میں دفن کیا گیا، مگر ان کا جنازہ اندر لے کر گئے، تو حضرت خواجہ محمد صادق کی قبر ارزاہِ ادب ایک ہاتھ مشرق کو سرک گئی، اور طاق وسط گنبد بین القبرین ہو گیا، آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند نرینہ تھا جس سے یہ سلسلہ آگے چلا۔

(۲) خواجہ محمد سعید خازن قدس سرہ:۔

آپ حضرت مجدد کے دوسرے صاحبزادے ہیں، بچپن ہی سے آثار ہدایت وولایت آپکی پیشانی سے ہویدا تھے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کی ولادت باسعادت ماہ شعبان ۱۰۰۲ھ بروایت دیگر ۱۰۰۵ھ سرہند شریف میں ہوئی، حضرت مجدد ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد سعید چار پانچ سال کے تھے، کہ بیمار ہوگئے۔ غلبۂ مرض میں ان سے پوچھا گیا کہ ''تم کیا چاہتے ہو''۔ ان کی زبان مقدس سے بے اختیار نکلا: 'حضرت خواجہ را می خواہم''۔ یعنی میں خواجہ (باقی باللہ) کو چاہتا ہوں''۔ میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے جا کر عرض کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

''محمد سعید شما، رندی وحریفی نمود وغائبانہ از ما نسبت در ربود۔''

''تمہارے محمد سعید نے رندی وحریفی کی، اور غائبانہ ہم سے نسبت لے گیا''۔ (اچک لی ہے)''۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق اور کچھ شیخ محمد طاہر لاہوری اور باقی والد ماجد (حضرت مجدد قدس سرہٗ) سے پڑھا۔ سترہ برس کی عمر

میں فارغ التحصیل ہوکر تدریس میں مشغول ہوئے، اور تصانیف تحریر فرمائیں، چنانچہ ''مشکوۃ المصابیح'' پر تعلیقات لکھیں، جن میں مذہب حنفی کے دلائل وشواہد سے تائید وحمایت کی ''حاشیہ خیالی'' پر ایک حاشیہ متین لکھا اور اس میں اپنے دقائق خلاصہ تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ رفع سبابہ کی ممانعت میں تحریر فرمایا، مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، مخالف کو ساکت کردیا کرتے تھے۔ جب کبھی کسی تقریب سے محفل سلطانی میں جاتے تو بادشاہ آپ ہی سے مسائل دریافت کیا کرتا، حالانکہ علماء وفضلاء موجود ہوتے، آپ کی تصانیف میں سے ایک جلد مکتوبات کی ہے، جسمیں آپ نے بڑے بلند حقائق اور ذات وصفات کے متعلق دقائق بیان فرمائے ہیں،

آپ نے علوم ظاہری کی طرح کمالات باطنی مکمل طور پر اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی صحبت مبارکہ میں حاصل کیے۔ اور ولایت محمدی علیہ ﷺ سے مشرف ہوئے، حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اخیر عمر میں تعلیم طریقہ اور خدمت ارشاد آپ کے اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے سپرد کردی تھیں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ''ہر قطب کے واسطے دو امام درکار ہیں، محمد سعید اور محمد معصوم دونوں میرے امام ہیں''

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے آپ کے متعلق بہت سی بشارتیں دی ہیں، چنانچہ آپکو خلعتِ خلت کی بشارت دی۔ ایک روز فرمایا کہ ''ہمارے محمد سعید علمائے راسخین سے ہیں''۔ اور ایک اور روز فرمایا کہ ''ہمارے محمد سعید زمرۂ سابقین میں سے ہیں''۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ''مجھ پر میدان قیامت اور میرے مریدوں کا پلصراط سے گزرنا مکشوف ہوا۔ محمد سعید ہم سے آگے آگے چل رہے تھے، اور کتاب اعمال سیدھے ہاتھ (دائیں ہاتھ) میں لیے ہوئے تھے، پس ہم سب بہشت میں داخل ہوگئے''۔ نیز فرمایا کہ محمد سعید خازن رحمت الٰہی ہے۔ قیامت کے دن تقسیم خزائن رحمت اس کے سپرد ہوگی''۔ فرمایا کہ ''محمد سعید! تم نے دائرہ نفی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قطع کرلیا، اور اب اس بات میں میرے شریک ہو''۔ یہ بھی فرمایا کہ ''عروج وزوال ہر مقام میں تم میرے ہمراہ رہے ہو''۔ ایک روز فرمایا کہ ''محمد سعید! تم میرے ضمنی ہو اور اس بات سے تنگدل نہ ہونا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضور سید عالم ﷺ کے ضمنی تھے''۔

آپ کے برادر اصغر حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ آپ کے مناقب میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

بچپن ہی سے آثار قبول وکرامت ظاہر اور اطوار ولایت ونجابت ہویدا تھے، حضرت قطب الولایت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے زمانہ حیات میں آپ چونکہ خورد سال تھے، اس لیے ان کی خدمت میں نہیں

پہنچ سکے تھے، لیکن حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ'' محمد سعید ہمارا ہم پیشہ اور ہمکار ہے، اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کرلی ہے''۔

ع فی المھد ینطق عن سعادۃ جدۃ "یہ لڑکا اپنے گھوارے میں اپنی سعادت بخت کو بیان کر رہاہے"۔

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کیے ہیں، سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ، معقولہ ومنقولہ کی تحصیل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا، والد بزرگوار کی طرح کمال تقوٰی سے آراستہ، متابعت سنت اور عمل بعزیمت سے پیراستہ ہیں، نرمی کلام، تواضع تمام مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام، بذل موجود (موجود کو خرچ کردینا) اور نفی وجود ان کا شیوہ اور طریقہ ہے۔ قرآن مجید کو سند عالی کے ساتھ تجویداً سیکھا ہے

حدیث نبوی علی" مصدرھا الصلوٰۃ والسلام " میں سند جید اور رتبہ اعلٰی رکھتے ہیں، فقہ میں بھی اونچی استعداد ہے حضرت ایشاں (مجدد صاحب علیہ الرحمۃ) کو اکثر اوقات جب کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی تو ان سے مسئلے کی وضاحت طلب کرتے تھے۔

جب یہ ''حل مشکلات مسائل'' کردیتے تھے اور بعض پیچیدہ مسئلوں میں راہ خلاصی نکال دیتے تھے، تو حضرت والا بہت خوش ہوا کرتے تھے، اور ان کے حق میں دعائیں کیا کرتے تھے، حضرت والد کی زندگی ہی میں یہ مراتب کمال وتکمیل کو پہنچ گئے تھے اور ان کی موجودگی ہی میں خلافت حاصل کرکے تعلیم طریقہ اور ارشاد طلبہ کا کام سرانجام دینے لگ گئے تھے، کمال ''عقل معاد'' کے ساتھ ساتھ ''عقل معاش'' میں بھی درجہ کامل رکھتے تھے، چنانچہ حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ امور باطن میں بھی حضرت والد کے رازدار تھے، حضرت مجدد جو اسرار ان کے درمیان رکھتے تھے، ان اسرار میں دوسرا کم شریک ہوتا تھا، ان کو حضرت مجدد کے اسرار غامضہ اور معاملات خاصہ کے ذریعے بشارت دی گئی ہے، امراض ظاہری والے ان کی توجہ سے شفاء پاتے ہیں۔ اور امراض باطنی والے ان کے تصرف سے جمعیت قلب کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ قطب المحققین وارث المرسلین حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کے اس قول کے مصداق ہیں کہ ہم فضلی ہیں، ان کی بزرگی اور فضیلت میں یہ نقل کافی ہے، کہ یہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ

ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود ہیں، اور یہ (محمد سعید) بھی ہمارے حضرت (مجدد) کے چند یاروں کے ساتھ اس مجلس میں حاضر ہیں۔ اس اثناء میں اصحاب کرام ایک کاغذ طلب کرتے ہیں، تاکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرضداشت لکھیں۔ چنانچہ کاغذ حاضر کیا گیا تو انہوں نے اس مضمون کی عرضداشت لکھی کہ یہ (محمد سعید وغیرہ) اور ہم عنایت الٰہی جل سلطانہ میں برابر ہیں۔ حالانکہ ہم نے یہ سب تکالیف اور ریاضات شاقہ اٹھائی ہیں۔ اور انہوں نے نہیں اٹھائیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ رسول للہ ﷺ نے اس کے جواب میں ایک قرآنی آیت تحریر فرمائی:

ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡ تِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ.

(پارہ ۲۸ سورۃ الجمعہ رکوع ۱)

''یہ خدا کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے''۔

یہ (محمد سعید) معارف وحقائق کے بیان کرنے اور اسرار ودقائق کی شرح میں زبان عالی وبیان شافی رکھتے ہیں، اور چونکہ اہل باطن کے نزدیک سب سے بڑا کمال اور سب سے ظاہر کرامت دقائق ذات اور حقائق صفات، تعالت وتقدست میں کلام ہے جو ان سے جوش ذوق اور خروش شوق میں صادر ہوا ہے۔ ناچار میں انکے کمالات کی شرح اور کرامات کی تفصیل سے زبان کو بند کر کے ان کے ملفوظات ومکتوبات کا حوالہ دیتا ہوں، تاکہ ان سے اس تک سراغ لگائیں اور معنی سے صورت کی طرف رغبت کریں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: قیاس کن زگلستان من بہار مرا ؛ (مکتوبات معصومیہ جلد ثالث مکتوب ۳)

آپ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، وہاں کے حالات وواردات کو آپ کے فرزند پنجم حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ نے ایک رسالہ میں ذکر کیا ہے، نقل ہے کہ ایک روز آپ حرم نبوی میں تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے کہ روضہ مقدسہ سے آواز آئی۔

اَلعجل اَلعجل اَنا اِلَیۡکَ مُشتاق ؛

''جلدی کیجیے جلدی کیجیے میں تمہارا مشتاق ہوں

کہتے ہیں کہ آپ نے آٹھ مرتبہ ان ظاہری آنکھوں سے حضور سرور کائنات ﷺ کو دیکھا ہے، آپ صاحب کرامات ہیں۔ آپ کی کرامات اور کلمات قدسیہ کی تفصیل بخوف عدالت یہاں درج نہیں کی جاسکتی۔

آخری عمر میں آپ کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ نے بڑی منت وسماجت سے دہلی بلایا، آپ بھی بادشاہ کے اخلاص کو مدنظر رکھ کر تشریف لے گئے، ابھی وہیں تھے کہ بیماری شروع ہوگئی اور روز بروز بڑھتی چلی گئی بہت علاج معالجہ کیا گیا مگر۔ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ اب آخری وقت قریب ہے تو بادشاہ سے رخصت لے کر وطن واپس (سرہند) کی طرف روانہ ہوئے، جب دہلی سے چھتیس کلو میٹر کے فاصلہ پر سنہیا لکہ میں پہنچے تو ۲۷ جماوی الآخر ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء کو وہیں وصال فرمایا، تجہیز و تکفین کے بعد پالکی میں سرہند شریف لائے گئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ نے حکم دیا، کہ آپ کو بھی حضرت مجدد الف ثانی کے قبہ میں دفن کیا جائے، لوگوں نے عرض کیا قبہ میں مزید قبر کی گنجائش نہیں ہے، حضرت عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمۃ نے اصرار کیا، لوگوں نے حسب الارشاد کدال زمین پر مارا تو قبہ کی دیوار چاروں طرف سے ہٹ گئی۔ اور فرش غائب ہوگیا، اور آپ دفن کیے گئے۔

آپ کی اولاد آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، آپ کے تیسرے لڑکے فرخ شاہ علیہ الرحمۃ تھے، جو بڑے جید عالم تھے، حضرت مجدد کی اکثر اولاد انہی کی شاگرد ہے، مخالفین نے کلام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر جو اعتراض کیے، ان کے جواب میں آپ نے رسالہ ''کشف الغطاء'' لکھا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا آپ نے ۴ شوال ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء کو انتقال فرمایا، اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کے روضہ سے جانب مغرب قبہ میں دفن ہوئے۔

خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے پانچویں صاحبزادے شیخ عبد الاحد مشہور بہ شاہ گل علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ شعر بھی کہتے تھے، وحدت تخلص تھا۔ چنانچہ آپ کا ایک دیوان اور مثنوی چار چمن'' مشہور و معروف ہیں۔ ان کے علاوہ ''شواہد التجدید، لطائف مدنیہ اور جنود اللہ وغیرہ آپکی تصانیف ہیں۔ رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گُل کہا کرتے تھے، جمعۃ المبارک کے دن ۲۷ ذوالحجہ ۱۱۲۷ھ کو دہلی میں وفات پائی، جب قیوم رابع خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ کو آپ کی وفات کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ''گل بجنت رسید''۔ پھر نماز جنازہ پڑھ کر نعش مبارک کو سرہند بھجوادیا، اور وہاں حضرت مجدد قدس سرہٗ کی خانقاہ میں حوض کے اوپر صفہ متبرک کے جنوب کی طرف دفن کیے گئے۔

شیخ خلیل اللہ حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے چھٹے فرزند ہیں، آپ علم وحلم، ورع وتقوٰی سے آراستہ اور شریعت وطریقت کے پابند تھے، ۱۱۳۱ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے روضہ منورہ میں قُبہ کے محاذی مغرب کی طرف مدفون ہوئے، حضرت مجدد اور آپکی قبر میں صرف ایک دیوار کا فرق ہے۔

۳۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ:

آپ حضرت خواجہ مجدد قدس سرہ' کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے حالات آگے بیان ہوں گے۔

۴۔ خواجہ محمد فرخ علیہ الرحمۃ:

آپ حضرت مجدد قدس سرہ کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۱۴ھ میں سرہند شریف میں ہوئی، اور ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں بعمر شریف گیارہ برس مرض طاعون میں وصال فرمایا، آپ کے حالات خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے حالات میں بیان ہو چکے ہیں۔

۵۔ خواجہ محمد عیسیٰ علیہ الرحمۃ:

آپ حضرت مجدد قدس سرہ' کے پانچویں صاحب زادے ہیں۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں مرض طاعون میں ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ جب آپ والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں تھے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مجدد قدس سرہ' پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ ''تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اسکا نام ہمارے نام پر رکھنا''۔ اس لیے آپ کا نام محمد عیسیٰ رکھا گیا، آپ کے حالات بھی خواجہ محمد صادق کے حالات میں آچکے ہیں

۶۔ خواجہ محمد اشرف علیہ الرحمۃ:

آپ حضرت مجدد قدس سرہ' کے چھٹے صاحب زادے ہیں، دوسال کی عمر میں رحلت فرما گئے تھے۔

۷۔ خواجہ محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ مشہور بہ شاہ جیو:

آپ حضرت مجدد قدس سرہ' کے سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے، آپ کی ولادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی تھی آپ کی ولادت سے پہلے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر اس آیت قرآنی کا الہام ہوا:

اِنَّا نبشر ک لِغُلَامِ ن اسِمُہ، یحییٰ

حضرت نے اس اشارے کے مطابق اس کا نام محمد یحییٰ رکھا، آپ کو شاہ جیو اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک روز شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد قدس سرہٗ سے التماس کی کہ اپنا ایک بیٹا مجھے عنایت فرمایئے، اتفاقاً اس وقت محمد یحییٰ موجود تھے، حضرت نے فرمایا کہ "اس کو لے لو"۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمۃ نے اپنی گود میں لے کر اپنی نسبت کا القاء کیا، اور فرمایا کہ ان کو اب شاہ کے نام سے پکارا کرو، اس روز سے ان کو شاہ جیو کہنے لگے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ آپ پر بڑے مہربان تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کی استعداد بہت بلند ہے، چنانچہ آپ نے اپنے والد بزرگوار (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) کی تربیت کی برکت سے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا، اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کے وصال کے بعد علوم ظاہری و باطنی اپنے برادران اکبر حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کیے، پندرہ برس کی عمر میں مطوّل پڑھی حدیث شریف کی سند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، صاحب تصنیف و تالیف، پابند شریعت وطریقت اور عامل سنت نبوی ﷺ تھے۔ دو دفعہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ شہنشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے مدد معاش کے طور پر آپ کو بہت کچھ دیا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے روضہ منورہ سے شمال کی طرف ایک عالیشان مسجد بنوائی۔ جس کے تین گنبد اور دو چھوٹے مینار تھے۔ اس مسجد کے مقابل میں حوض، حمام اور مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی شادی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی پوتی یعنی خواجہء کلاں خواجہ عبیداللہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، آپ نے ۲۷/ جمادی / لآخر ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء کو وصال فرمایا، اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کے قبہ مبارک کے مغرب کی طرف مدفون ہوئے۔ آپ کے مرقد انور پر ایک عالیشان قبہ بنایا گیا۔ آپ کی اولاد میں سے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ المختصر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادگان آسمان علم کے درخشاں ستارے اور گلشن معرفت کے مہکتے پھول تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہی ان کی معرفت کیلئے کافی ہے:۔

اسرار الٰہی اند، استعداد ہائے عجب دارند۔

"اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں، عجیب استعداد رکھتے ہیں"۔

☆......☆......☆

حواشی :۔

۱۔ مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ نے ''تذکرہ نقشبندیہ'' میں شیخ ناصر کے والد شیخ عبداللہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرزند قرار دیا ہے اور لکھا ہے: ''شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' یہ درست نہیں ہے، بلکہ یوں ہے:۔ ''شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عمر فاروق''۔ (سیرت مجدد الف ثانی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۴۴)

۲۔ وہ خدادوست شخصیت بوعلی قلندر (م ۱۳۲۴ء بعہد تغلق شاہ) قدس سرہٗ تھے

۳۔ شیخ سعدی نے کیسی سچی بات کہی ہے: بے علم چوشمع باید گداخت
که بے علم نتواں خدارا شناخت۔

۴۔ مبداؑ و معاد (مع اردو ترجمہ از سید زوار حسین شاہ) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء ص ۹۶

۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''اصابہ'' میں صلہ بن اشیم کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے (روی ابو نعیم فی الحلیة من طریق ابن المبارک عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر قال بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال لہ صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا و کذا

۶۔ شیخ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفی المتکلم الماتریدی السمرقندی ماتریدی مکتبۂ فکر کے سربراہ تھے۔ ماتریدی فرقہ سنی راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ایک گروہ تھا جو معتزلہ اور دیگر آزد خیال فرقوں کے مقابلے میں وجود میں آیا تھا۔ شیخ ابو منصور علیہ الرحمۃ، امام ابوالحسن الاشعری کے ہم عصر تھے۔ ۳۲۳ھ میں سمرقند میں وفات پائی۔ آپ سے فقہ حنفی کے لوگ متاثر ہوئے

۷۔ امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ فرقہ اشاعرہ کے بانی اور علم کلام کے موجد تھے۔ ۲۶۰ھ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں آپ فرقہ معتزلہ کے سرگرم رکن رہے۔ بعد میں شافعی فقہ کی حدود میں رہ کر آپ نے دینی مسائل کو فلسفیانہ استدلال کے ساتھ مستحکم کیا۔ تقریباً تین سو کتابیں لکھیں۔ آپ کے ماننے والوں میں بڑے بڑے امام پیدا ہوئے مثلاً، باقلانی، ابن فورق، اسفرائنی، القشیری جوینی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم ۳۲۴ھ میں بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔

۸۔ آپ لاہور کے باشندے تھے اور محلہ شیخ اسحاق میں رہتے تھے، جہاں اب موتی بازار اور چونا منڈی اور جمعدار خوشحال سنگھ کی حویلی ہے۔ آپ بڑے پایہ کے عالم تھے بے شمار لوگوں کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ آپ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حدیث و تفسیر قرآن نقل کر کے گزارہ کرتے تھے۔ اور تمام وقت شاگردوں کو دینی تعلیم دینے میں صرف فرماتے تھے۔

۵ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ بمطابق اگست ۱۶۳۰ء بروز جمعرات فوت ہوئے۔ مزار مقدس لاہور کے تاریخی قبرستان میانی صاحب میں ہے۔ ''نکتہ سنج بلیغ'' اور ''نیک سرشت'' سے سال وفات نکلتا ہے۔

۹۔ اس روایت کو امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ۱۰۴۰ھ "علق مضنون" اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ''مدارج النبوۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۔ یعنی وہ خوارق عادت امور جو کافر یا فاسق یا مبتدع سے اس کی غرض کے موافق صادر ہوں۔

۱۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''سیرۃ مجدد الف ثانی'' از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۷۲ تا ۱۷۸

۱۲۔ ''تزک جہانگیری'' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء ص ۵۶۳ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی از ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۷۳۔۱۷۲

۱۳۔ اس کتاب کا اصل نام ''رسالہ رد روافض'' ہے مگر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان نے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اس کا نام بدل کر ''تائید اہل سنت'' رکھ دیا جو مناسب نہیں ہے۔

۱۴ معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے صرف وہ معنی قابل اعتبار ہیں جو علماء اہل سنت اور بزرگان دین نے بیان کیے ہیں، اور یہ ایک ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۵ یہی وجہ ہے کہ جو فرقے صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور انبیاء واولیاء کے بے ادب اور گستاخ ہیں آج تک ان میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔ عارف رومی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے:

۱۔ از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب

''ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محروم رہتا ہے''۔

۲۔ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب انسان صرف اپنے آپ کو ہی برائی میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ سارے جہان میں بے ادبی کے فتنے کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔

۳۔ ہر کہ گستاخی کند اندر طریق گردد اندر وادی حسرت غریق

جو شخص طریقت میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، وہ وادی حسرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔

۴۔ ہر چہ آمد بر تو از ظلمات وغم آں ز بے باکی وگستاخیست ہم

تم پر جو تاریکیاں اور غم چھائے رہتے ہیں، اس کی وجہ تمھاری بے باکی اور گستاخی ہے۔

۱۶۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہت سے واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ خصوصاً جنگ بدر کا واقعہ، لیکن حضور علیہ السلام کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طرح کا اختلاف محض صورتا تھا۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو کچھ صادر ہوتا وہ سب حضور علیہ السلام کا فیض اور آپ ہی کی توجہ وبرکت کا نتیجہ ہے۔

۱۷۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

۱۸......اردو زبان میں اسی موضوع پر حضرت شاہ زید ابوالحسن دہلوی (م۔۱۹۹۳ء) سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ دہلی کی کتاب ''حضرت مجدد اور ان کے ناقدین'' خاصے کی چیز ہے۔

۱۹......ان کتابوں میں ماضی تا حال کے ناقدین کے اعتراضات اور ان کے شافی جواب موجود ہیں۔

۲۰......مزید تشریح کے لیے ہم پوری آیۃ کریمہ اور اسکی تفسیر و تشریح نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین کرام اس کے پس منظر سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

وان یک کاذباً فعلیه کذبه وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لایھدی من ھو مسرف کذاب.(پارہ ۲۴، سورہ مومن، رکوع ۴)

"اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی شامت اس پر ہوگی، اور اگر وہ سچا ہوا اور تم نے اس کو گزند پہنچائی، تو ضرور پہنچے گا تمہیں عذاب جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹ بولنے والا ہو''۔

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قبطی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا لیکن اس نے اپنی قوم کو اپنے ایمان سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس نے جب سنا کہ فرعون، حضرت کلیم علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس نے اس کو اس ارادہ سے باز آنے کی تلقین شروع کر دی۔ پہلے تو انہیں جھڑکا کہ ''تم موسیٰ کے در پے آزار کیوں ہو، اس نے تمھارا کیا جرم کیا ہے، اس نے کونسی قانون شکنی کی ہے، محض اس لئے تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے اپنے عقیدے کی حقانیت دلائل و معجزات سے ثابت کر دی ہے، تمہارا معاشرہ تو بڑا ترقی یافتہ ہے۔ تم ان کے ذاتی عقیدہ میں کیوں دخل دیتے ہو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر بالفرض وہ غلط کہہ رہا ہے تو خود ہی کیفر کردار تک پہنچ جائے گا، ہمیں اپنے ہاتھ اس کے لہو سے سرخ کرنے کیا ضرورت ہے''۔ (ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۳۰۳)

۲۱......آپ نے سلوک باطنی اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد قدس سرہ' سے حاصل کیا تھا۔ ولایت کے مرتبہ پر فائز تھیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام ربانی مجدد الف ثانی بحیثیت فقیہِ اسلام

علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی
(مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

☆☆

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی شہرت تجدید دین کے حوالے سے ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک ولی کامل کے طور پر بھی معروف ہیں لیکن علم دین اور تفقہ فی الدین کی نسبت سے بھی آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔

اس مقالہ میں آپ کی شخصیت کو فقیہ اسلام کی حیثیت سے متعارف کرانے کی ادنیٰ سے کوشش کی گئی ہے۔

اس سے پہلے کہ چند مثالوں کے ذریعے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تفقہ فی الدین کی ایک جھلک دکھائی جائے۔ فقہ کی تعریف اور اہمیت کا بیان از حد ضروری ہے۔

> ''فقہ کا لغوی معنیٰ ''جاننا'' یا ''سمجھنا'' ہے۔ آمدی نے کہا ''ھو فی اللغة الفھم'' لغت میں فقہ سمجھنے کو کہتے ہیں۔ المحصول میں ہے ''ھو فھم غرض المتکلم من کلامه'' متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا۔'' (حاشیہ توضیح وتلویح ص ۲۸ بحث تعریف الفقہ)

اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> **اذاقام الرجل الی الصلوۃ او اذا صلی احد کم فلا یبزق امامه ولا من یمینه ولکن عن تلقاء یساره ان کان فارغا او تحت قدمه الیسریٰ ثم لیقل به.**

''جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو یا (فرمایا) تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو ہر گز اپنے سامنے نہ تھوکے، اور نہ دائیں جانب تھوکے بلکہ اپنی بائیں جانب تھوکے اگر (وہ جانب) فارغ ہو یعنی اس طرف کوئی نمازی نہ ہو، یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس کو رگڑ دے۔''

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ البزاق فی المسجد ص ۶۸)

آج کے دور میں جب مساجد کا فرش پکا ہوتا ہے یا دری اور قالین بچھا ہوتا ہے، اس حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ظاہر حدیث پر عمل کرنے والے کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہ ایک فقیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کو معلوم کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے گا وہ اس طرح کہ دائیں یا بائیں طرف کے نمازی کو بھی اذیت نہ پہنچائے، اور مسجد کے فرش کو بھی محفوظ رکھے، اور کسی رومال یا ٹشو پیپر میں تھوک کر اسے رگڑے۔

اسی طرح سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۳ میں فرمایا:

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوٰۃ الدنیا ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم.

''اور تمہاری جو باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم (اس بدکاری کے ذریعے) دنیوی زندگی کا عارضی فائدہ طلب کرو جو ان کو مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔''

یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کے دو لونڈیاں تھیں ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا، وہ ان کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا...... ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں زنا کاری سے بچنا چاہیں تو ان کو مجبور نہ کرو لیکن جب وہ خود ایسا کرنا چاہیں تو ان کو روکنا منع ہوگا۔ تو کیا اپنی مرضی سے جو مرد و عورت اس جرم کا ارتکاب کرنا

چاہیں ان کو کھلی چھٹی دی جائے حالانکہ شریعت کا منشا یہ نہیں۔ تو اس کا جواب مفسرین کرام نے یوں دیا کہ یہ قید زمانہ جاہلیت کے خصوصی واقعات، اور اس زمانہ کی عادت اور رواج کے مطابق لگائی گئی ہے۔ یہ قید احترازی نہیں اور نہ آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہے۔

(روح المعانی جلد ۱۸ص ۱۵۷...... ۱۵۶ بحوالہ شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی جلد ۷ص ۱۰۷۹)

گویا جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کو سمجھ عطا کرتا ہے، وہ قرآن وسنت کے احکام میں شارع کی غرض کو پیش نظر رکھتا ہے...... ورنہ محض ظاہر پر عمل کرنے سے بے شمار خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

چند سال پہلے کی بات ہے راقم ریڈیو پاکستان کے اسٹوڈیو میں موجود تھا، اور وہاں اہل حدیث کے ایک معروف پروفیسر اپنا پروگرام ریکارڈ کروا رہے تھے۔ ان سے سجدہ سہو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے حضرت ذوالیدین والی حدیث پڑھ کر سنا دی، جس میں بتایا گیا کہ رسول اکرم سے ایک نماز میں کچھ رکعات چھوٹ گئیں اور جب آپ کو مطلع کیا گیا تو آپ نے تکمیل پر سجدہ سہو کیا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب نماز میں گفتگو کی جاتی تھی، لہٰذا اس گفتگو کے بعد پہلی نماز پر بنا کی جب کہ اس کے بعد دوران نماز گفتگو سے منع کر دیا گیا۔ لیکن موصوف نے لوگوں کو سجدہ سہو کے سلسلے میں یہی حدیث ...... سنائی۔ راقم نے بتایا کہ اب اس حدیث پر عمل نہیں ہوسکتا...... اس قسم کا جواب فقہی بصیرت سے عاری ہونے کی دلیل ہے۔ جب کہ کوئی فقیہ اس طرح جواب نہیں دیتا۔

فقہ کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے:

الفقه معرفة النفس مالها وما عليها (توضیح وتلویح ص ۲۸)

''نفس کا ان امور کو جاننا جو اس کے لیے آخرت میں نفع بخش یا نقصان دہ ہیں، یا جن پر ثواب وعذاب کا دارومدار ہے۔''

بعض حضرات نے اس میں عملاً کی قید لگا کر اعتقادیات اور وجدانیات کو نکال دیا، یعنی عقائد اور تصوف اصطلاحی فقہ میں شامل نہیں ہیں۔ جب کہ بعض حضرات نے اس میں عموم کو برقرار رکھتے ہوئے عملاً کی قید کا اضافہ نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اختیار فرمایا۔

چنانچہ صاحب توضیح فرماتے ہیں:

وابوحنيفه لم يزد هذا القيد عملا لانه ارادالشمول اى اطلق الفقه على العلم مالهاوماعليها سواء كان من الاعتقاديات او الوجدانيات او العمليات من ثم سمى الكلام فقها اكبر. (ایضاً)

''اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قصداً اس قید کا اضافہ نہیں کیا، کیونکہ آپ نے عموم وشمول کا ارادہ فرمایا یعنی فقہ کا اطلاق (آخرت میں) فائدہ مند اور نقصان دہ امور کے علم پر کیا ہے۔ چاہے وہ اعتقادی ہوں یا وجدانیات ہوں یا عملیات۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے علم کلام کو فقہ اکبر کا نام دیا (یعنی عقائد سے متعلق اپنی تصنیف کا نام فقہ اکبر رکھا ہے)''۔

فقہ کے لغوی معنیٰ کو پیش نظر رکھا جائے یا اصطلاحی تعریف بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نقطہ نظر کو دیکھا جائے، اس کی روشنی میں حضرت امام ربانی رحمہ اللہ ایک عظیم فقیہ کی صورت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ آپ کے مکتوبات شریفہ میں ایسی متعدد تحریرات ملتی ہیں جن میں آپ نے مختلف مسائل دینیہ پر فقیہانہ گفتگو فرمائی ہے مقالہ کی تنگ دامنی کے پیش نظر چند مثالیں ہدیۂ قارئین ہیں:

آج کے دور میں فرائض کے مقابلے میں عملاً مستحبات کو ترجیح دی جا رہی ہے...... جب کہ فرائض کی ادائیگی ضروری اور مستحبات کو اپنانا اختیاری ہے۔ نیز فرض کی ادائیگی حکم خداوندی کی تعمیل اور مستحبات کو اپنانا ذاتی خواہش اور اختیار کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اور امر خداوندی کی تعمیل ذاتی جائز خواہش سے مقدم ہے...

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اس حوالے سے تفقه فى الدين میں ڈوبا ہوا تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

''فرائض کے مقابلے میں نوافل کا کوئی اعتبار نہیں، فرائض میں سے کسی بھی فرض کی وقت پر ادائیگی ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے اگرچہ (نوافل کی ادائیگی) خالص نیت کے ساتھ ہو...... چاہے وہ نفل نماز کی صورت میں ہوں، یا زکوٰۃ یا روزے کی شکل میں، یا اس طرح کے دیگر نوافل' بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی میں اس کے سنن

میں سے کسی سنت یا اس کے آداب میں سے کسی ادب کی رعایت کا
بھی یہی حکم ہے''۔

یہ وہ تفقہ فی الدین ہے جو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو مرحمت ہوا۔ آپ نے جہاں اس بات کو واضح فرمایا کہ فرائض کو ترک کر کے نوافل پڑھنا اور مستحبات امور میں مشغولیت اختیار کرنا صحیح نہیں، وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ فرائض کی ادائیگی میں ان امور کا خیال رکھنا جو سنت یا مستحب کے درجہ میں ہے، اور یوں فرض کی ادائیگی باحسن طریق کرنا ان نوافل سے بہتر ہے جن کی وجہ سے فرض نماز کے آداب وسنن کو چھوڑ دیا جائے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

''پس کسی ادب کی رعایت کرنا اور کسی مکروہ سے بچنا اگرچہ مکروہ تنزیہی ہو تحریمی تو درکنار 'ذکر وفکر' مراقبہ اور توجہ الی اللہ سے بدرجہا بہتر ہے، البتہ اگر اس رعایت (آداب کی رعایت) اور (مکروہ وغیرہ سے) اجتناب کے ساتھ یہ امور (ذکر وفکر وغیرہ) حاصل ہوں تو بہت بڑی کامیابی ہے، ورنہ محض محنت بے فائدہ ہے۔''

اس پر بطور مثال آپ فرماتے ہیں:

''مثلاً ایک دانگ زکوٰۃ کے طور پر دینا نفلی طور پر سونے کے بڑے بڑے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر ہے، پھر اس ایک دانگ کی ادائیگی میں آداب کا خیال رکھنا کہ قریب کے فقیر کو دینا بھی اس (نفلی صدقہ) سے بدرجہا بہتر ہے''۔

اس ضمن میں آپ نے ایک اور مثال ذکر فرمائی ہے فرماتے ہیں:

''پس نماز عشاء رات کے آخری نصف میں ادا کرنا، اور اس تاخیر کو قیام لیل کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت ناپسندیدہ بات ہے۔ کیونکہ احناف رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس وقت نماز عشاء ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کراہت سے ظاہر یہ ہے کہ اس سے کراہت تحریمی مراد ہے۔

کیونکہ انہوں نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنا مباح قرار دیا ہے۔ اور دوسری طرف کے نصف (نصف اخیر) میں مکروہ کہا ہے پس جو مکروہ مباح کے مقابلے میں ہو وہ مکروہ تحریمی ہے''۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے جس طرح زکوٰۃ اور نماز عشاء کے سلسلے میں گفتگو فرمائی ہے، یہ آپ کی فقہی بصیرت پر شاہد عادل ہے۔ اور آج کے دور میں جب مستحبات پر ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، اور زکوٰۃ جو اسلام کا اہم فریضہ ہے اس کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ جب کہ زکوٰۃ کی مد میں جانے والی رقم کچھ زیادہ بھی نہیں ہوتی...... اس پس منظر میں آپ کا یہ قول امت کی راہنمائی کے لیے بہت زیادہ ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے...... نماز عشاء کے سلسلے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس لیے نماز عشاء کو نصف شب تک موخر کر کے دوسری نصف میں پڑھتے ہیں کہ اس طرح قیام لیل کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی، تو وہ اس کی کراہت سے بچتے ہوئے بھی قیام کی فضیلت حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وتر نماز کو سحری تک موخر کر دیں اور یہ تاخیر مستحب بھی ہے۔ اس طرح فرض کی غیر مکروہ وقت میں ادائیگی بھی ہو جائے گی اور قیام لیل سحری کے وقت بیداری کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا۔

ماء مستعمل یعنی وہ پانی جس کو بے وضو شخص وضو کے لیے استعمال کرے، یا باوضو آدمی ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کرنے میں اس کو استعمال کرے، تو ایسے پانی کو فقہاء کرام نے طاہر غیر مطہر کہا ہے۔ یعنی یہ پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے۔

اس حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نیز مستعمل پانی کہ حدیث کو زائل کرنے یا ثواب کی نیت سے وضو کرنے کے لیے استعمال کیا ہو، فقہاء نے اس کو پینا جائز قرار نہیں دیا کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجاست غلیظہ ہے۔ لہٰذا اسے پینا منع ہے''۔

آپ فرماتے ہیں ''اگر کسی معتقد کا یہ مطالبہ ہو کہ اسے یہ مستعمل پانی دیا جائے، اور خود فقیر دہلی میں اس میں مبتلا ہوا۔ بعض دوستوں نے اس فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پینے کی خواہش ظاہر کی۔ ورنہ بہت

ضرر ہوگا۔ انہیں بہت روکنے کی کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ فقہی کتب کی طرف رجوع کیا کوئی راستہ نہ ملا۔ البتہ یہ بات ملی کہ اگر تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بعد ثواب کی نیت نہ کریں، تو چوتھی مرتبہ دھونے سے وہ پانی مستعمل نہ ہوگا اس طریقے سے چوتھی مرتبہ اعضاء کو نیت کے بغیر دھونے کے بعد وہ پانی پینے کے لیے دے دیا''۔ (ایضاً)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے خداداد صلاحیت تفقہ کے تحت اس مسئلہ کا حل نکال لیا کہ چونکہ تین مرتبہ اعضاء کو دھونا سنت ہے اگر اس میں نیت نہ ہو تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا، لیکن حصول ثواب سے محرومی ہوگی اور اگر چوتھی مرتبہ بھی نیت کرلی جائے تو ارادتمندوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا سنت کے مطابق وضو ہوگیا ثواب بھی حاصل کرلیا گیا اور غیر مستعمل پانی کا حصول بھی ممکن ہوگیا۔

سود کے سلسلے میں ملا مظفر کے نام مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں کہ آپ نے اس دن کہا تھا کہ قرض میں ربا (سود) محض زائد رقم ہے۔

لہٰذا جب کوئی شخص دس تنکہ (مثلاً روپے) قرض بارہ تنکہ (مثلاً روپے) کے بدلے میں لیتا ہے تو صرف دو تنکے (مثلاً روپے) زیادتی ہے...... آپ فرماتے ہیں میں نے کتب فقہیہ کی طرف رجوع کیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر وہ عقد جس میں زیادتی ہو وہ بھی ربا ہے۔ لہٰذا یہ عقد بھی حرام ہوگا اور جس کا سبب کوئی حرام ہو وہ بھی حرام ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ دس درہم بھی سود اور حرام ہوں گے۔

کیا ضرورت کے تحت سودی قرض لیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے دیگر علماءؒ کے اقوال نقل کیے اور نہایت سخت موقف اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

''ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج اور غیر محتاج دونوں کو شامل ہے اس جگہ محتاج کی تخصیص کرنا اس حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے اور قنیہ (کتاب فقہ) کی روایت کا مرتبہ اس قدر نہیں کہ حکم قطعی کو منسوخ کردے۔''

مزید فرماتے ہیں:

احتیاج کا دامن بہت فراخ ہے، اگر اس میں وسعت پیدا کرتے ہیں تو سود بالکل ختم ہو جائے گا، اور سود کی حرمت سے متعلق نص قطعی بے کار ہو جائے گی۔ (مکتوب ۱۰۲)
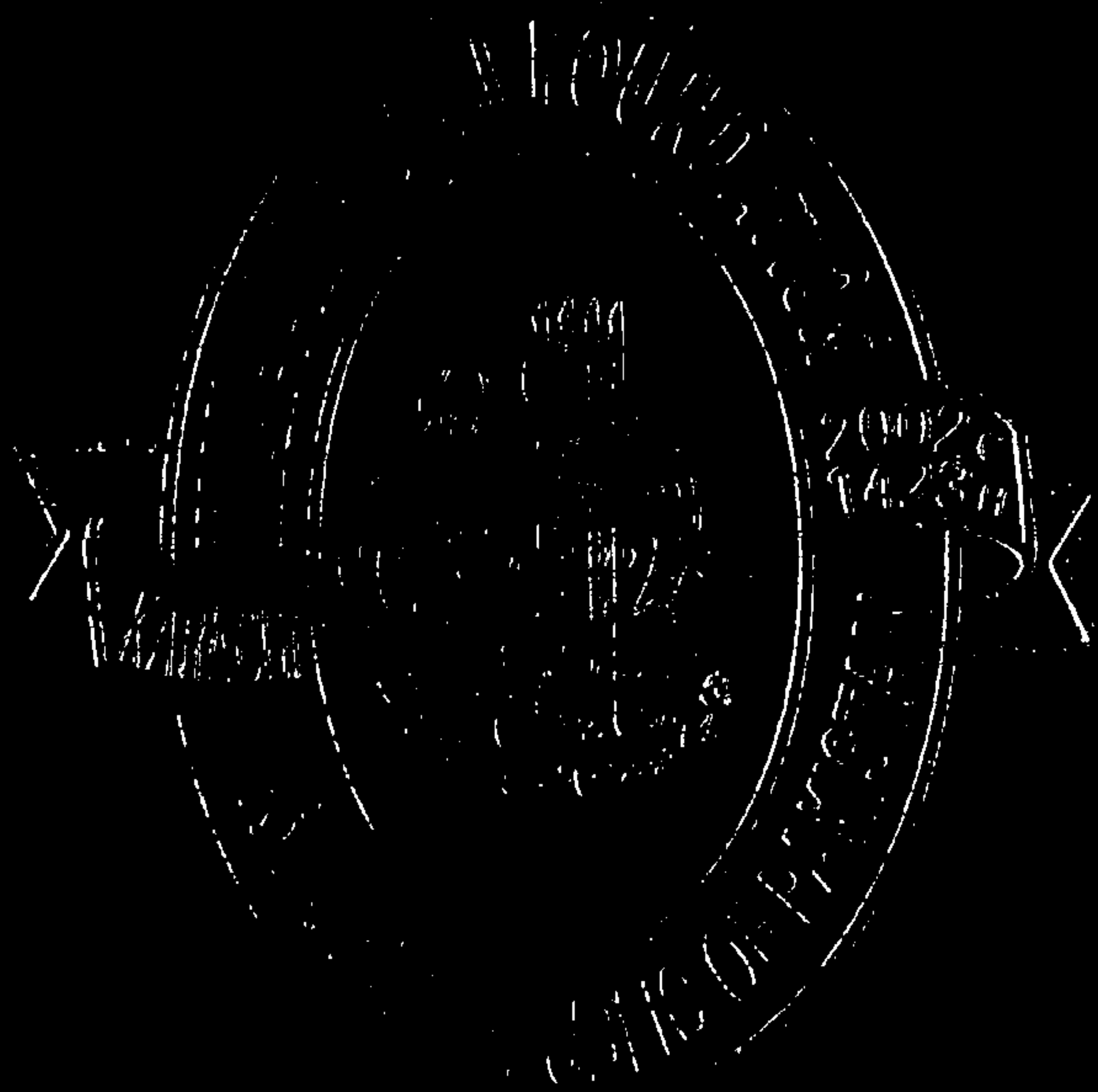
شاید یہ سوال محتاج لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے سود پر رقم لینے سے متعلق تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: دیگر لوگوں کو کھانا کھلانا کس حاجت میں داخل ہے۔

پھر فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ قسم کے کفارہ یا ظہار یا روزے کے کفارہ کے طور پر کھانا کھلانا چاہتا ہے، اور یقیناً یہ ایک حاجت ہے تو میں کہتا ہوں اگر وہ کھانا نہیں کھلا سکتا تو روزہ رکھے نہ کہ سود پر رقم لینا شروع کر دے۔

بہر حال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی فقہی بصیرت سے متعلق واقعات کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف یہ کہ **تفقہ فی الدین** کی دولت سے مالا مال تھے اس تفقہ کو تقویٰ کے ہر لباس سے بھی مزین کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں "**الدین یسر**" کے بے جا استعمال کا راستہ مسدود ہو گیا۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک ورفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلۃ الاشارۃ بالسبابۃ فی التشہد فی الصلوٰۃ

مسئلہ اشارۂ سبابہ

مولوی سید احمد علی شاہ نقشبندی مجددی
(فاضل دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک سکنہ شالپین۔ ضلع سوات، سرحد)

☆☆
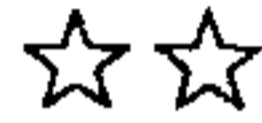
اولیاءِ کرام کا خادم فقیر سید احمد علی شاہ عرض پرداز ہے کہ استدلال کرنے والا مجتہد ہوگا یا مقلد۔ اگر مجتہد ہوگا تو وہ استدلال کرے گا قرآن مقدس سے یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اجماع یا قیاس سے جو ان تمام سے مستنبط ہے، اور اس کی تفصیل اصول فقہ شریف میں مذکور ہے اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے، اور اگر استدلال کرنے والا مقلد ہو تو اس کی دلیل اپنے مجتہد کا قول ہوگی جیسا کہ صاحب ''کشف المبہم'' نے ص ۱۱، میں اپنے قول میں کہا ہے:

'' واما المقلد فعندہ قول مجتہدہ (الخ)

''اور جو مقلد ہے تو اس کا استدلال اپنے مجتہد کا قول ہوگا۔''

''شرح طریقہ محمدیہ'' (ج ص ۶۵ ص ۱۲) کے مؤلف لکھتے ہیں

ولذا کان دلیل المقلد ہو قول المجتہد

(الخ) جلد اص ۲۵۴، ۲۵۴ جلد اص ۲۵۴، جلد۔ ا ص ۱۴۷، جلد۔ ا ص ۱۰۱، جلد۔ ۲، میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔

''اور اس لیے کہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہے۔''

جب تمہیں مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ مقلد کی دلیل صرف اور صرف اپنے مجتہد کا قول ہوتا ہے۔
پس جاننا چاہیے کہ اگر تعارض تمہیں معلوم ہو جائے نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تو مقلد کی دلیل فقہاء کا

قول ہے کیونکہ ان کا قول وہ نص سے ہوگا اور نہ وہ اپنے علم کے مطابق نص سے استنباط کرے گا۔ کیونکہ احکامات کا نصوص سے نکالنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا۔ کیونکہ اگر کوئی نص ہوتو اس نص کا دوسرا نص معارض ہوگا۔ کہ یا اس کے لیے کوئی تاویل یا تخصیص ہوگی، یا اس کے لیے کوئی ناسخ وغیرہ ہوگا۔ اس قبیلہ سے جو خاصہ مجتہد کا ہوگا، اور مقلد کے خیال کی رسائی اس کی طرف ممکن نہیں ہے، تو یہ نص کے مقابل رائے پر عمل کرنا ہے۔ جیسا کہ ''بریقہ شرح طریقہ محمدیہ'' نے اپنے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

ولذا كان دليل المقلد هو قول المجتهد لاالنصوص اذاستخراج الاحكام منها ليس الامنصب المجتهد وقد قالوا ا اذا تعارض النص وقول الفقهاء يؤخذ بقول الفقهاء اذا يحتمل كون النص اجتهاد ياوله معارض قوى و تاويل وتخصيص و ناسخ وغيرها مما يختص بمعرفة المجتهد وان ذالك كالرائے فى مقابلة النص (الخ)

(بریقہ جلد۔ اول، ص ۶۵)

''اور مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتا ہے نہ کہ نصوص، کیونکہ احکامات کا نکالنا یہ مجتہد کا مرتبہ ہے نہ کہ دوسرے کا۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ جب نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو فقہاء کا قول لیا جائے گا۔ کیونکہ نص اجتہادی یا اس کے مقابل میں قوی دلیل ہو، یا وہ تاویل کے باب سے ہو، یا تخصیص اور ناسخ کے قبیل سے ہو وغیرہ تو اس کا جاننا مجتہد کا کام ہے۔ یہ اس کے ساتھ خاص ہے، اگر چہ ان کی رائے مقابلہ نص میں واقع ہو۔''

اور اسی مؤلف بریقہ نے ذکر کیا ہے:

وكان احتجاج المعترض بالحديث كان را يا فى المقابلة النص وترجيح المر جوح على الراجح وقد كان دليل المقلد هو قول من قلده لاغير وان الاحتجاج هو منصب الاجتهاد (الخ)

(بریقہ جلد۔ دوم ص۔ ۱۰۱، وایضاً ۱۴۷، ص جلد ۱، ص۔ ۹۱)

''اور جب احتجاج معترض کا حدیث سے ہو اور رائے نص کے مقابل میں ہو، اور مرجوح کی راجح پر ترجیح ہو، تو مقلد کی دلیل اسی کی ہوگی جس کی وہ تقلید کرتا ہے۔ کیونکہ احتجاج اجتہاد کے قبیلہ سے ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

وان ادلة المقلد ليت الا قوال المجتهد ولهذا اذا ظهر التعارض بين اقوال الفقهاء وبين آيات و حديث فيقدم قول الفقهاء لان معرفة علىٰ وجه التحقيق للمجتهد فلعل لتلك الآية مثلاً معارضاً او مخصصاً او تا ولاً او ناسخاً اطلع عليه المجتهد ولم تطلع انت (الخ)

(بریقہ جلد اول ص ۲۵۴، جلد اول)

''اور کیونکہ مقلد کے دلائل مجتہد کی دلیل کی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ وہ مجتہد کا قول ہوتا ہے۔ اس لیے جب اقوال فقہاء اور آیات وحدیث کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فقہاء کے قول کو مقدم رکھو گے۔ کیونکہ اس کا جاننا اور تحقیق مجتہد کے لیے ہے۔ تو شاید وہی آیت معارض ہوگی یا مخصص، یا اس میں تاویل ہوگی، یا اس کے لیے ناسخ ہوگی، جبکہ مجتہد کو اس پر اطلاع مل گئی ہوگی اور تمہیں اس پر اطلاع نہ ہو''۔

اور مقلد اپنے قول سے خروج نہیں کرے گا جیسا کہ اس کو امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''میزان شعرانی'' میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

ومن شان المقلد ان لا يخرج عن قول امامه (الخ)

(میزان شعرانی ص ۱۳)

''مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے نہ نکلے، اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ اپنے مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے، اور اس پر جزماً یقین رکھے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے''۔

اور اسی بات کو امام شعرانی اپنی کتاب ''میزان الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

فیجب علی کل مقلدان لا یعترض علی قول مجتهد الی ان قال و کذالک یجب علیه الاعتقاد الجازم بان ذالک الامام علی هدی من ربه فی ذالک.

(میزان الکبریٰ۔ ج۱،ص۵)

''تو ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے۔ آگے لکھا ہے۔ اور اس طرح اس پر جزمی یقین واجب ہے کہ وہ امام اس مسئلہ میں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے''۔

آگے امام شعرانی نے مزید لکھا ہے:

فاعتقادک یا اخی الصحة فی کلام ائمة الهدی واجب علیک (الخ)

(میزان الکبریٰ، جلد ۱،ص ۶۲)

''تو اے میرے بھائی ہدایت کے اماموں کے کلام کی صحت پر یقین رکھنا تم پر واجب ہے۔ اور مقلد کو یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں الجھے۔''

اور اسی بات مؤلف ''تفسیر احمدیٰ'' لکھتے ہیں:

ولیس للمقلدان ینازع المجتهد فی حکمه (الخ)

(تفسیرات احمدیہ ص، ۲۰۹)

''اور مقلد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے۔ اور کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے، اور نہ اس کے کلام میں طعن کرے کہ وہ اللہ کی شریعت کو اچھی طرح جانتے ہیں، اور اللہ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولوا الامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطا کی نسبت کی تو اس نے گویا شارع کی طرف خطا کی نسبت کی۔ کیونکہ شارع نے اس کے حکم کو ثابت کیا ہے۔''

اور اسی بات کو امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''میزان الکبریٰ'' میں یوں لکھا ہے:

لا ینبغی لاحد قط ان یخطئی مجتھد او یطعن فی کلامه لان الشرع الذی ھو حکم الله تعالی قد قرر حکم المجتھد فصار شرع الله تعالیٰ بتقریر الله تعالی ایاہ فکل من خطاء مجتھدا بعینه فکانه خطأ الشارع فیما قررہ حکما (الخ)

(میزان الکبریٰ ص۔۲۶)

''کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی مجتہد کو مخطی سمجھے، یا اس کے کلام میں طعن کرے۔ کیونکہ وہ شرع اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ تو مجتہد کا قول قرار پایا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے شرع اللہ کا ہوا۔ خاص اس کے لیے تو مجتہد کو بعینہ خطاوار سمجھا، تو گویا اس نے شارع کو خطاوار سمجھا، اس نے اس کے حکم کو مقرر کیا ہے۔''

اشارہ بسبابہ تشہد میں تحقیق:

جاننا چاہیے کہ ہمارے ملک میں علماء کرام اس مسئلہ ''اشارہ'' میں مختلف ہیں۔ بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اشارہ سنت ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے۔ اس وجہ سے دونوں میں افراط وتفریط ہوئی ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اشارہ شہادت کی انگلی سے بہت سی احادیث اور بے شمار روایات میں مختلف کیفیات کے ساتھ وارد ہے تو اس وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے علماء اس کی سنت کی طرف گئے ہیں، لیکن امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی سنت اشارہ منقول نہیں نہ قولاً اور نہ فعلاً۔ یا ان احادیث کے ضعیف ہونے کی خاطر یا بوجہ اختلاف جو کہ متن میں واقع ہے۔ جو موجب ہوا اضطراب کے لیے۔ ایسا اضطراب جو توقف کو مؤجب بناتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہیں تو کتب ستہ اور امام محمد بن حسن جو مسمیٰ ہے، ظاہر المذہب اور ظاہر الروایت کے ساتھ، تو یہ اشارہ شہادت کی انگلی کے ساتھ تعرض سے خالی ہیں، اور متون جو وضع کی گئی ہیں مذہب کے نقل کرنے میں وہ بھی خالی ہیں اس بات سے کہ اشارہ سنت ہے۔ یہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ ظاہر الروایت کی کتابیں جب ساکت ہیں اشارہ شہادۃ کی انگلی سے، تو یہ نفی اشارہ کے لیے دلیل کس طرح ہو سکتی ہیں؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ علماء اصول فقہ نے اقسام بیانات میں ذکر کی ہیں کہ حاجت کی

جگہ سکوت بیان کے لیے بیان ہے۔ جیسا کہ شفیع کا ساکت ہونا علم البیع کے وقت شفع کی طلب سے، تو یہ دلیل تسلیم کی ہے، اور صاحب شرع کا ساکت ہونا جس وقت وہ دیکھے، اور اس کی طاقت اس کے منع پر بھی ہو اور یا حکم بھی دے سکتا ہو، تو یہ دلیل ہے کہ وہ کام جائز ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ثبوت اشارہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نہیں ہے، لیکن ثابت ہوا صاحب اشارہ سے، تو مؤمن کے لیے جائز ہے کہ وہ اعتراض کرے عما ثبت رسول ﷺ سے۔ تو یہ کام مجتہد کا ہے اور ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے استخراج کی طرف ان کی طرح، اور مجتہد کی دلیل کتاب وسنت، اجماع صحابہ اور قیاس ہے۔ اور جو مقلد ہے دلیل اس کی مجتہد کا قول ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ایک حدیث حضور معلم ومقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس سے اشارہ تشہد میں ثابت ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ فرمایا ہے:

وبضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ناخذ ھذا قولی وقول ابی حنیفہ .

''کہ حضور ﷺ کے کرنے سے اس پر عمل کرتے ہیں' یہ میرا اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔''

لیکن یہ روایت ظاہر الروایت میں مندرج نہیں ہے، تو ان کی کتب کا مقابلہ ظاہر الروایات کے ساتھ روایت مع المذہب کا ہے۔ پس لازم ہے مفتی مقلد پر کہ وہ مذہب پر فتوی دے نہ روایت پر۔

محقق ابن عابدین شامی نے فرمایا ہے:

کل ما یخالف ظاھر الروایۃ فھو دلیل برجوع الامام عنہ فلا ینبغی ان یفتی بہ وان العمل والافتاء بالاقوال الضعیفۃ والروایات المرجوحۃ جھل وخرق الاجماع .

''جو روریت ظاہر الروایات کی مخالف ہو تو وہ امام کے اس سے رجوع کی دلیل ہے۔ تو اس کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ اس پر فتوی دے۔ کیونکہ عمل اور افتاء دینا اقوال ضعیفہ اور مرجوحہ روایات پر اجماع کو توڑنا ہے۔''

تو احناف کے معمولات میں سے یہ ہے کہ وہ عدم اشارہ پر فتویٰ دے، کیونکہ مقلدین کی کتب مختلف ہیں اشارہ کے کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں۔ لیکن اشارہ کی ممانعت فتویٰ مضبوط کے ساتھ پیوست ہے۔

دیکھو ''فتاوٰی عالمگیری'' وہ لکھتے ہیں:

نقلاً عن الخلاصة وعليه الفتوىٰ كذا فى المضمرات ناقلاً عن الكبرىٰ وكثير من المشايخ لا يرون الاشاره (جلد اول ص ۷۴) وقال فى رد المحتار "الاعتماد علىٰ ماعليه الجم الغفير ولمختار انه لايشير وهو المحتار

(خلاصہ ص۔۵۵ ردالمختار جلد دوم ص۔۸۰)

''خلاصۃ الفتوٰی سے نقل کرتے ہیں، اور اس پہ فتوی ہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے، وہ کبرٰی سے نقل کرتے ہیں، اور زیادہ مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے، اور شامی میں ہے کہ جم غفیر کا اعتماد اس پر ہے کہ اشارہ نہیں کرتے تھے، اور یہ بات انھوں نے پسند کی ہے۔''

اور ایسا ہی ''فتوٰی غوثیہ'' میں اشارہ کے نہ کرنے کو مختار کہا ہے۔ وہ کتابیں جن میں اشارہ سبابہ (انگلی) سے منع لکھا ہے وہ یہ ہیں: ''شرح الیاس جلد اول ص۔ ۱۲۸، فتاوٰی قاضی خان سراجیہ ص، ۱۱'' نے مکروہ کہا ہے اور شیخ بدالدین سرہندی نے اس کو مذہب امام ابوحنیفہ میں حرام اور منع لکھا ہے۔

اگر ان دونوں روایتوں کو برابر تسلیم کیا جائے تو بھی اشارہ کا ترک کرنا بہتر ہے۔ ''درالمختار'' جلد اول ص، ۴۵۰ کے اس قول کے مطابق:

اذا تردد الحكم بين السنة والبدعة كان ترك السنة اولى.

جب کسی حکم میں سنت اور بدعت کے درمیان تردد واقع ہو جائے تو اس سنت کو ترک کرنا بہتر ہے۔

اور بہتر بیان مجدد الف ثانی امام ربانی کا ہے۔ (مکتوبات جلد دوم ۲۱۶ ص)

(نوٹ) حدیث اشارہ خبر واحد ہے، اور خبر واحد علماء اصول کے نزدیک مشروط ہے دس شرائط پر۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عام حادثہ سے مخالف نہ ہوگا، اور اشارہ اثبات والی حدیث عام حادثہ سے مخالف ہے۔ پانچ وقت کی نماز کے لیے ہر وقت حاضر ہونا ضروری ہے، اور دوسرے ساتھی بھی حاضر ہوتے ہیں تو وہ

کچھ نہیں کہتے ،اور صرف ایک صاحب کہتا ہے یہی بات نبراس شرح العقائد نے لکھی ہے۔(ص ۸۱،۴۴)
اور اشارہ اس لیے نہیں کرنا چاہیے کہ تمام احادیث اشارہ کے اثبات والی وہ تمام کی تمام مضطرب ہیں۔ بغیر امکان توفیق کے ،اور مضطرب کے متعلق حکم یہ ہے کہ یہی احادیث موقوف العمل ہیں۔ تو ایسا ہوا کہ اس دنیا میں یہی احادیث موجود نہیں ہیں:

وان وقع فی اسناد او متن اختلاف من الرواة بتقديم و تاخير او زيادة ونقصان او ابدال راوٍ مكان راوٍ آخر او متن مكان متن او تصحيف فی اسماء النداو اجزاء المتن او باختصار اوحذف ومثل ذالک فالحديث مضطرب(الخ). مقدمة المشكوٰة الشيخ عبدالحق الدهلوى (ص،۲) فان امكن الجمع فبها والافالتوقف مقدمة الشيخ المذكور.

''اگر اسناد یا متن میں راویوں کے اختلاف ہو، یا اس کی تقدیم یا تاخیر ، یا زیادت وکمی ، یا ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی ، یا متن کی جگہ متن ، یا اسماء السند میں تصحیف ، یا متن کے اجزاء میں ، یا اختصار یا حذف میں ، یا ان جیسا تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے۔ مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی بات لکھی ہے۔ اور اگر دونوں کا اکٹھا ہونا مناسب ہو تو ٹھیک ہے ،اگر دونوں کو اکٹھا کرنا مناسب نہ ہو تو پھر اس میں توقف ہے''۔

اضطراب کی وجوہات:

پہلی وجہ:

قبض اصابعة كلها. الحديث (حدیث ابن عمر موطاء امام مالک ص،۹۶ و موطاء محمد ص ۱۰۸)
تمام انگلیوں کو بند رکھے۔

دوسری وجہ:

وقبض ثنتين وحلقه الحديث (ابوداؤد، دارمی ثم مشکوٰۃ ص،۷۷)
یعنی دو انگلیوں کو بند رکھے، اور باقی انگلیوں سے حلقہ بنائے۔

تیسری وجہ:
ترپن کا عقد بنائے (حدیث ابن عمر و مسلم ثم المشکوٰۃ،ص ۷۷)

چوتھی وجہ:
تیئس کا عقد بنائے (حدیث ابن زبیر مسلم ثم المشکوٰۃ،ص ۷۷)عقد ثلثة وعشرين بالمعنى

پانچویں وجہ:
مدمر فقه الايمن على فخذ ه اليمنى الحديث حدیث وائل بن حجر ابوداؤد، دارمی مشکوٰۃ ص ۷۷
دائیں کف کو کھینچے دائیں ران پر۔وضع كفه الايمن على فخذه اليمنى
(موطاء امام مالک ص ۹۶،وموطاء امام محمد ص ۱۰۸)دائیں کف کو دائیں ران پر رکھنا

چھٹی وجہ:
وضع ابهامه على صبعه الوسطى (الحديث وائل بن حجر ابن ماجه والمشکوٰۃ ص ۷۷)
انگوٹھے کو درمیان والی انگلی پر رکھنا۔

ساتویں وجہ:
يحر كها (حدیث وائل بن حجر ابوداؤد، دارمی مشکوٰہ) کہ اس پر سبابہ انگلی کو ہلائے۔اس میں اثبات دوام تجددی حرکت ہے۔لا يحر كها (ابن زبیر ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ،ص ۷۷) کہ اس انگلی کو نہ ہلائے۔ اس حدیث میں نفی دوام تجددی حرکت ہے،اوران وجوہات کی بناپر ان روایات کی موافقت ممکن نہیں ہے۔
مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم کیا ہے کہ "اشارہ سبابہ کی تمام احادیث مضطرب ہیں۔"
(مکتوبات ص ۳۱۲)

مولانا بحر العلوم عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تنبیہ الاخوان" میں لکھا ہے کہ اشارہ کے بارے میں احادیثِ تشہد میں مشکوٰۃ شریف ،ص ۸۵ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور وائل بن حجر اور پھر عبداللہ بن زبیر فصل ثانی اور نافع سے مختلف روایات ذکر ہیں ،اور کیفیت اس کی پانچ یا سات طور ہیں۔تو تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف ،ص ۱۰۱ میں فرمایا گیا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

قال الحميدی قوله وانما يوخذ بالآخر فالا خر من فعل النبی صلی الله عليه وسلم هذا لفظ البخاری و كذا فی البخاری(ص ۹۶)

حمیدی نے فرمایا اس کا قول کہ حضور ﷺ کے آخری فعل سے اخذ کیا جاتا ہے، اور وہ آخری فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

تو حاصل یہ ہوا کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے:

ان الذی يجب به العمل هو ماستقر عليه آخرا لامر من النبی صلی الله عليه وآلهٖ وسلم وماكان قبله من ذالک مرفوع الحكم وهو الذی ذهب اليه ابو حنيفه والشافعی والثوری وجمهور السلف

(بخاری شریف ،جلداول ،ص،۶۶ حاشیہ ص ۲)

وكذا قال اشعة اللمعات (ترجمہ مشکوٰۃ ، جلداول ،ص ۴۸۸)

وعمل کردہ نمی شود مگر بہ آخر پس از فعل پیغمبر کہ ناسخ فعل اول است

وكذا ص ۲۱۹ عمدة القاری عينی الجزء الخامس.

''وہ جس پر عمل واجب ہے تو وہ حضور ﷺ کا آخری حکم ہے، اور اس سے جو پہلا حکم ہو اس کا حکم اٹھایا جاتا ہے، اس بات کی طرف امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام ثوری اور جمہور سلف گئے ہیں ، اور ''اشعۃ اللمعات'' میں بھی ایسا ہی فرمایا گیا ہے کہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل پر ہوگا ، اور وہ فعل اول کا ناسخ ہے ، ایسا ہی ''عمدۃ القاری'' میں ہے۔

تو مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل سے اشارہ کے متعلق معلومات کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ تو اس وجہ سے فقہاء اور اکابرین کے درمیان اشارہ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اس

کومکروہ کہتے ہیں ،اور بعض اس کو حرام کہتے ہیں، جیسا کہ ''ظہیری اور خلاصۃ الفتاوٰی اور عتابیہ و بزازیہ و تاتارخانیہ وجامع المضمرات'' وغیرہ میں ہے۔

اور ''فتاوٰی عالمگیری'' ص ۵۸ میں ذکر کیا گیا ہے۔

" والمختار انه لا يشير وعليه الفتوىٰ و كثير من المشايخ لاير ون الاشارة و كرهها كذا في التبيين."

مختار یہ ہے کہ اشارہ نہیں کرنا چاہیے، اور اس پر فتوی ہے، اور بہت سے مشائخ اشارہ کو سنت نہیں جانتے تھے۔ اور اس مکروہ جانتے تھے۔ ایسا ہی تبیین میں لکھا ہے۔ تو یہ اختلاف کیفیت اشارہ میں صحابہ سے بھی ہے ،اور ایسا ہی اختلاف اکابر علماء سے کیفیت کے بارے میں ہے۔ تو تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ ''اشارہ نہ کرے''۔ اس لیے کہ صلوٰۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عام ہے، اور حادثہ بھی عام ہے ،اور ہر صحابی کی روایت میں کیفیت کی خصوصیت نہیں ہے ،مگر یہ خبر واحد ہے ،اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے ،اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

قال في فصول الشاشي "ومن صور مخالفة الظاهر عدم اشتهار الخبر فيما يحم به البلوىٰ في الصدور الاول والثاني فاذا لم يشتهر الخبر مع شهرة الحاجة وعموم البلوىٰ كان ذالك علامة عدم صحة(ص ۷۷)فصول الشاشي وهو مختار ابى حسن الكرخي من اصحابنا المتقدمين وهو مختار المتا خرين منهم(فصول الشاشی، ص ۲۷۲)

''فصول الشاشی میں ہے ظاہر کی مخالفت کی شکل یہ ہے کہ جہاں عام بلوٰی ہو، اور خبر کی شہرت نہ ہو، پہلے اور دوسرے زمانوں میں ، اور جب سخت حاجت اور بلوٰی کے ساتھ بھی خبر کی شہرت نہ ہو تو یہ عدم صحت کی علامت ہے''۔

پھر آگے لکھتا ہے کہ

یہ ابی حسن کرخی متقدمین سے مختار روایت ہے، اور متاخرین میں بھی یہ اختیار کیا گیا ہے۔

اور ایسا ہی مولوی علی الحسامی ص۲۹۱ نے لکھا ہے:

حتی لو کان وروده فیما یعم به البلوی یعنی ورود الخبر الواحد لایقبل لان خبر النبی صلی الله علیه وآله وسلم فیما به البلوی لم یقتصر علی مخاطبة الاحاد بل یلقیه الی عددٍ قد یحصل به التواتر فی الشیاعة یشتهر علم انه سهوا ومنسوخ

(مولوی شرح حسامی ص۲۹۰، حاشیہ نمبر۱، وکذا ص۹۱)

''یہاں تک کہ عام میں وہ وارد ہو یعنی خبر واحد کے ورد ہو تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی حدیث اس معاملہ میں جہاں بلوٰی ہو تو خبر واحد پر اقتصار نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ وہ کئی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائیگا جس کی شیاعت میں تواتر حاصل ہو، اور ان کا جانا مشہور ہو تو وہ یا سہو میں سے ہوگا یا منسوخ ہوگا۔''

اختلاف صحابہ اشارہ کی کیفیت کے بارے میں ثبوت ہوا، خبر واحد کے لیے، اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے۔ اگر بعض صاحبان یہ کہیں کہ تعدّ د خبر واحد میں نقل کے طریقہ سے یہ شہرت پیدا کر دیتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد میں تعدّ د خبر کو مشہور بنا دیتا ہے لیکن جب کیفیت واحدہ میں ہو، اور جب کیفیت مختلف ہو، اور وہ احادیث مذکورہ کیفیت میں مختلف سے ہو، تو ہر ایک کیفیت اپنے ہاں الگ الگ خبر واحد بنا، اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے تو ثابت ہوا ''اشارہ کا ترک کرنا۔''

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات حصہ اول میں لکھا ہے:

''بحث الاشاره فعلی المنکرین ان یطالعها.''

اشارہ سبابہ انگلی سے مذہب حنفی میں حرام ہے،

جیسا کہ قول خلاصہ کیدانی ہوا:

'' والاشارة بالسبابة ای حرام''

''یعنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا حرام ہے۔''

کاهل الحدیث الذین لا یفرقون بین الناسخ والمنسوخ

والراجح والمرجوح ویغفلون من المعنی الفقهی فیقعلهم الغلط کثیراً۔"

"یعنی اہل حدیث وہ ہیں جو فرق نہیں کرتے ناسخ اور منسوخ کے درمیان ،یعنی اشارہ کی احادیث منسوخ ہیں، یا مرجوح ،اور عمل مرجوح یا منسوخ پر حرام ہے۔" اور دوسرا معنی اہل حدیث کا یہ ہے کہ وہ فقہ کے معنی سے غافل ہیں ،یعنی علت کو نہیں جانتے ،اور اشارہ کی علت ابتداء اسلام میں یہ تھی کہ اعتقاد کے ساتھ ،اور زبان سے اور اعضا سے توحید کی طرف اشارہ کیا جائے۔اب اسلام مضبوط ہے تو اس کو حاجت نہیں ،اور ابتداء اسلام میں نماز کے اندر سلام اور کلام جائز تھا ،تو اشارہ بھی ثابت تھا ،اب سلام کلام منسوخ ہے ،تو اشارہ بھی منسوخ ہے۔تو ضد سے کام نہیں لینا چاہیے ہم حق کو دیکھیں گے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ملا علی قاری نے خلاصہ کیدانی پر رد کیا ہے ،اور کہا ہے کہ صاحب خلاصہ کیدانی نے اپنی کتاب میں ایک بات ذکر کی ہے جیسا کہ ڈھول میں آواز پیدا ہو جائے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حرام کہنا ناجائز ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صاحب "خلاصہ کیدانی" کی بے ادبی ہے ،اگر "خلاصہ کیدانی" معتمد کتاب نہ ہوتی تو میر سید السند الجرجانی اس پر شرح کیوں لکھ دیتے ،اور دوسری کتاب یعنی "شرح علامہ تفتازانی" کی نہ ہوتی ،اس لیئے کہ وہ بھی بڑے علامہ تھے ،اور اس نے "خلاصہ کیدانی" کی شرح لکھی ہے کہ اس کا نام "سعدیہ شرح خلاصہ کیدانی" ہے۔" اور ان دونوں علماء نے اس مسئلہ کا رد نہیں لکھا ہے ،اور دوسری بات حضور معلم کائنات ﷺ کے فعل کو حرام کہنا نسخ کے بعد ہے ،اور یا ترجیح کے بعد ہے نہ کہ مطلق ۔اگر آیت منسوخ ہو جائے تو اس پر بھی عمل کرنا حرام ہے ،اور فقہ کی بہت سی کتابوں میں مکروہ اور حرام بھی کہا ہے۔جیسا کہ "فتاوٰی عالمگیری" میں ذکر کیا ہے:

" قیل یشیر وقیل لا یشیر والمختار لا یشیر "

کسی نے کہا ہے کہ اشارہ کیا جائے ،اور کسی نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے ۔لیکن مختار یہ ہے کہ اشارہ سبابہ انگلی سے نہ کیا جائے ۔اور کسی نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے ۔لیکن مختار یہ ہے کہ اشارہ سبابہ انگلی سے نہ کیا جائے۔

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' چار سو علماء نے اتفاق سے مرتب کیا ہے۔ اور آٹھ سال میں مرتب ہوا، اور اس وقت اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اور بہت سے فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ ''اشارہ نہ کرے'' جیسا کہ صاحب ''تنویر الابصار'' نے لکھا ہے:

''ولا يشير بالسبابة عند التشهد وعليه الفتوىٰ''

(تنویر الابصار والدر المختار، جلد اول۔ ص ۲۴۲۔ ھندیہ جلد نمبر ۱، ص ۱۵۰، بحر الرائق جلد اول، ص نمبر ۳۲۴ شلبی، جلد اول ص ۱۲۱)

تشہد کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کریں، اور اس پر فتویٰ ہے۔

''جامع الرموز'' میں بھی لکھا ہے کہ:

''اشارہ نہیں کرنا چاہیے اس پر فتویٰ ہے۔''

صاحبِ واقعات نے لکھا ہے:

''**ان الاشارة حرام**'' کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔ ''**وعليه الفتوىٰ**'' اس پر فتویٰ ہے۔

صاحب غرائب نے بھی لکھا ہے۔

''**والصحيح ان الاشارة حرام**'' کہ صحیح یہ ہے کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔''

''محیط'' میں بھی لکھا ہے کہ:

''اشارہ نہ کرے اور اس پر فتویٰ ہے''۔

''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں لکھا ہے:

''**والمختار انه لا يشير**'' کہ مختار یہ کہ اشارہ نہ کیا جائے۔

''فتاویٰ غیاثیہ'' میں بھی لکھا ہے:

''**ولا يشير بسبابة عند التشهد وهو المختار وعليه الفتوىٰ**'' تشہد میں سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے یہی قول مختار ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔

''تاتارخانیہ''میں لکھا کہ:

''اشارہ نہ کرے اور اس پر فتویٰ ہے۔''

''زاہدی''میں لکھا ہے

'' لا یشیر وعلیه الفتوٰی''

''مفاتیح الجنان''میں بھی لکھا ہے۔

'' لایشیر وعلیه الفتوٰی''

''منظومہ''نامی کتاب میں لکھا ہے

'' ولاشک فی تحریمه .'' کہ اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ اشارہ کرنا نماز میں منع ہے مذہب حنفی میں۔اب اگر کوئی امام صاحب کا مذہب چھوڑ دیں تو امام صاحب قیامت کے دن اس کو گلے سے پکڑیں گے کہ تم نے میرا مسلک کیوں چھوڑ دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

'' من اشاره با السبابة فهو من الخاطئين۔''

(بحوالہ مفتاح القلوب فی بیان السلوک ص ۳۴)

''جس نے سبابہ انگلی سے اشارہ کیا تو وہ خطاکاروں میں سے ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اشارہ نہیں کیا ہے۔

ان مقدس حضرات سے بھی اشارہ منقول نہیں ہے کہ ان حضرات نے بھی اشارہ کیا ہے، اگر یہ زیادہ ضروری ہوتا تو یہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب تھے، اور دوست تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اشارہ نہیں فرمایا ہے۔

اگر کوئی یہ پوچھے کہ شیطان اس پر خفا ہوتا ہے تو شیطان منسوخ کام کے چھوڑنے پر خفا ہوتا ہے نہ کہ منسوخ کام کے کرنے پر، اور شیطان کو اس پر بھی خفا کیجیے کہ اشارہ کو ترک کردو۔اور تہجد سے بھی اس کو خفا کیا جائے ،نماز اشراق پر،نماز ضحی ،پر اور کم کھانے پر بھی خفا کرو،اور سنت کے بعد دعا پر بھی اس کو خفا کرو۔اس طرح نماز جنازہ کے بعد دعا اور عمامہ پر اس کو خفا کرو، تو ان میں سے کوئی بھی نہ کریں، اور منکر کے زعم میں کہ

شیطان اس کے کرنے پر خفا ہوتا ہے۔ یہ پہلے کی بات ہے کہ ابتدا اسلام میں وہ خفا ہوتا تھا لیکن جب اشارہ منسوخ ہوا تو اب اس کے کرنے پر خوش ہوتا ہے۔

جب امام صاحب نے کوئی کام نہیں کیا ہو، اور خلفاء راشدین نے بھی چھوڑ دیا ہو، تو اگر یہ اشارہ سنت ہوتا تو یہ حضرات کرتے، اور یہ بھی کسی کو گمان نہیں کرنا چاہیے کہ میں مانکی خیل ہوں یا مانکی شریف کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں ہم تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں، اس مسئلہ میں میں نے بہت تحقیق کی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اشارہ منع ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلوی نے بھی اشارہ کو منع لکھا ہے حالانکہ وہ اپنے وقت کے مناظر تھے، اور اشارہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کیے ہیں۔

(جامع الفتاوٰی، جلد دوم، ص ۱۱۳۔ حصہ چہارم المعروف انوار شریعت)

فقہ شریف کی کتابوں میں درج ہے کہ تمام اعضاء کعبہ شریف کی طرف کرنے چاہییں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

" قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤمِنُوْنَ الذین هم فی صلاتهم خاشعون . ای ساکنون بالجوارح خائفون بالقلب " (تفسیر مدارک)

"تحقیق کامیاب ہیں مؤمنین جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔ تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اعضاء کو آرام سے رکھتے ہیں، اور دل سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے بہت سے دوستوں نے اشارہ نہیں کیا ہے، اور نہ پسند کیا ہے۔ جیسا کہ یہ قول ہے:

" کثیر من المشایخ لایرون الاشارة (الخ)

(عالمگیری، جلد اول، ص ۱۰۴)

"بہت سے مشائخ نے اشارہ کو پسند نہیں فرمایا ہے"۔

(زیلعی، جلد اول، ص ۱۲۱، فتح القدیر جلد اول، ص ۱۲۹۔ شلبی، جلد اول، ص ۱۲۰، رسالہ رفع التردد ص ۱۲۱، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۴۲)

" فان اختلفو ایؤ خذ بقول الاکثرین (الخ)

(شامی جلد اول، ص ۴۸، ۴۹، مکتوبات مجدد الف ثانی، ص ۲۱۲)

''اگر وہ اختلافات کرے تو اکثر علماء کے قول پر عمل کیا جائے گا۔''

اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ''مخزن الاسلام'' میں باب المحرمات میں فرمایا ہے کہ:

''اشارہ سبابہ سے یہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے، اور یہ فعل حنفیوں پر حرام ہے۔''

''فوائد شریعت'' ص ۹۶ میں ہے کہ:

''اشھد ان لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرنا سبابہ انگلی سے حرام ہے اور یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔''

تو میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بہت بسط اور تفصیل کی ضرورت ہے، لیکن اس میں اس کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں، اس لیے کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ **خیر الکلام ما قلَّ ودلَّ ولم یُملَّ** اشارہ کی حرمت کے بارے میں صرف ''خلاصہ کیدانی'' نے اکیلے نہیں لکھا ہے، بلکہ تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) کتابوں میں حرمت و کراہت کا بیان موجود ہے، اور جن کتابوں میں مستحب لکھا ہے تو انھوں نے روایت کو لیا ہے، اور روایت میں مستحب لکھا ہے، اور جو حرام کہتے ہیں تو وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے اس لیے کہ مذہب حنفی میں نہیں ہے۔

''شرح وقایہ'' کی عبارت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔'' **ومثل ھذا جاء عن علماء نا ایضا عند الشافعی . (الخ)** عن روایت کے لیے آتا ہے اور عند مذہب کے لیے آتا ہے تو یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہے جو اس نے ذکر کی ہے۔'' **وھو قول ابی حنیفۃ** '' اس لیے کہ قول اور روایت مذہب کے مقابل ہے۔

خلاصہ کیدانی میں لکھا ہے۔'' **والاشارہ بسبابۃ کاھل الحدیث** '' یعنی کاف علت کے لیے ہے، معنی یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ اس لیے کہ اہل حدیث اس منسوخ روایت پر عمل کرتے ہیں، اور کاف تشبیہی نہیں ہے۔ اور یہ معنیٰ خلاصہ کیدانی کی شروح جیسا کہ ''بدریہ'' اور ''میر سید السند'' سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ حضرات اہل حدیث کی تشریح کرتے ہیں۔'' **الذین یعملون بظاھر الحدیث ولا یفرقون بین الناسخ والمنسوخ فیقع لھم الغلط کثیرا** ۔'' تو اس قول کی بنا پر جو اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں، اور مجتہد کی طرف نہیں جاتے۔
مولانا شیخ القرآن حمداللہ صاحب نے ''البصائر'' میں ذکر کیا ہے۔

''الاخذ بظواھر الکتب والسنة من اصول الکفر۔''

(البصائر۔ص ۵۲، صاوی تنویرالایمان)

''کتاب اور سنت کے ظاہر سے مسائل اخذ کرنا اصول کفر سے ہے۔''

توجب احادیث اشارے کی منسوخ یا مرجوح ہوگئیں بنا بر قول میر سید السند تو منسوخ یا مرجوح پر عمل کرنا حرام ہے، تو اس لیے صاحب خلاصہ کیدانی نے حرام کہا ہے۔

اب اگر کوئی اپنے آپ کو حنفی کہے اور اشارہ کرے. تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ محض بغض اور حسد ہے۔ (نعوذ باللہ)

ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے:

''من اشار اشارۃ فی الصلوٰۃ تفھم منھا فلیعدھا۔''

''جس نے نماز میں اشارہ کیا جس سے کوئی معنی سمجھ میں آجائے. تو اس نماز کو وہ دوبارہ پڑھے۔''

اور اس میں شک نہیں کہ اشارہ میں نفی، اثبات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی انگلیوں کے اٹھانے میں نفی کی طرف اشارہ ہے۔ '' لا الہ '' ہے۔ اور نیچے کرنے میں اثبات کی طرف اشارہ ہے جو '' الا اللہ'' ہے۔ تو یہ معنی سمجھ میں آسکتا ہے تو پھر اعادہ کرنا چاہیے تو اس لیے حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں ذکر کیا ہے کہ تیرہ قسم کی کیفیت کا احادیث میں ذکر ہے، اور ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں، تو حدیث مضطرب ہوتی تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہدایہ میں بھی اشارہ نہیں ہے، اور ہدایہ معتمد کتاب ہے۔ اب ہم چند کتابیں بطور حوالہ ذکر کرتے ہیں۔ جن میں اشارہ کو حرام یا مکروہ کہا ہے:

(فتاوٰی عالمگیری۔ص ۱۰۴، برجندی جلد اول ص ۱۰۹، فتاوٰی سراجیہ جلد اول، ص ۵۸، زیلعی جلد اول ص ۱۲۱، فتح القدیر جلد اول ص ۱۲۹، شبلی ص ۱۲۰، رسالہ رفع التردد ص ۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۵، ص ۳۴۲، بحرالرائق جلد اول ص ۳۲۴، مجموعہ خانی ص ۶۵، تنویر الابصار ص ۲۴۲، مکتوب ص ۳۱۲، شامی جلد اول، ص ۳۴۲، ولباب

القدوری ص ۵۴، فتوی مالا بدمنہ ص ۴۶، خلاصہ کیدانی حرام کی بحث میں، خلاصہ مزیل الشبہات فی تعطیل الاشارۃ ص ۲. فتاوی برہنہ ص ۱۷، تنبیہ الضمائر علے رد الذخائر ص ۸، مولانا شیخ القرآن والحدیث مفتی اعظم پاکستان شائستہ گل صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب ''الحجۃ المنذرہ فی الاسئلۃ المبتدرہ'' میں ص ۲ تا ۵ کہ ''اشارہ کرنا نماز میں شرعاً منع ہے بہت سی وجوہات کی بناء پر''

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ معتبر کتابوں کے متون میں اشارہ کو منع کہا گیا ہے۔ صراحتاً جیسا کہ خلاصہ کیدانی، تنویر الابصار، یا تبادراً جیسا کہ کنز کا قول اور ہدایہ، قدوری مختصر والوقایہ وغیرہ کا ''**وبسط اما بعد الخ**'' انگلیوں کو کھولنا " **والمتبادر منها انه يبسط اصابعة من اول التشهد الى آخره بدون عقد و اشارة عند التلفظ بالشهادة الخ**" (رسالۃ رفع التردد ص ۱۲۰ جامع الرموز جلد اول ص ۱۷) نھر ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۵ "**المشهور فى المذهب بسط الاصابع بدون اشاره الخ**" شامی جلد اول۔ص ۵۴) **والمذهب مافى المتون لانه ظاهر الرواية الخ** (ردمختار جلد اول بحث ستر العورۃ) **فالاشارة خلاف المتون فيكون خلاف المذهب فظهران البسط حقيقة فيه لان التبادر الى الفهم من اقوى امارات الحقيقةالخ**"۔ (مختصر المعانی۔ بحث الامام ص ۲۳۴) "**فلا يجوز العدول منه.**"

متبادر ان میں سے یہ ہے کہ وہ تشہد کے ابتدا سے آخر تک انگلیوں کو کھلا رکھے اور اشارہ شہادت کے لفظ کے وقت کرنا چاہیے۔ یہی بات ''رفع التردد'' اور ''جامع الرموز'' و ''نھر'' میں نقل ہے۔

پھر رسالہ ''رفع التردد'' میں لکھا ہے، مذہب میں یہ مشہور رہے کہ ''اشارہ کے بغیر انگلیوں کو کھلا رکھے۔''

شامی ولباب القدوری میں بھی اسی طرح نقل ہے۔ مذہب وہ ہے جو متون میں ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہوتا ہے۔ شامی بحث ستر العورت تو اشارہ متون کے خلاف ہے۔ خلاف مذہب ہوا تو ظاہر ہوا کہ حقیقت میں بسط ہے، کیونکہ تبادر فہم کو امارات حقیقت کے جاننے کے لیے بہت قوی ہے تو عدول سے جائز نہیں۔

(۲) دوسری وجہ ہے کہ منع اشارہ کا لفظ'' **لايشير بالسبابة عند الشهادة وعليه الفتوى**۔'' (تنویر الابصار و مضمرات فتاوی کبری ثم عالمگیری جلد اول ص ۱۰۵۔ **والمنية والواقعات ثم شبلى** جلد اول ص ۱۲۱، والولوالجیہ ثم جامع الرموز وابو المکارم. جلد نمبر ۱ ص ۶۱ مجموعہ سلطانی ص ۵۶. مجموعہ خانی، ص ۶۵۔ رسالہ رفع التردد ۱۲۰، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵ وغیرھا)

لفظ المتون اکد من جمیع علامات الفتوٰی (الخ)اذادیلت روایته بلفظ علیه الفتوٰی لم یفت بمخالفة(الخ)(درمختار جلداول،رسم المفتی ص٥٠،وشرح رسم المفتی ص ٣٨)

(٣) تیسری وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لایشیر کے لفظ سے ہے،وہ ظاہر الروایۃ ہے(لباب القدوری ص٥٤وذخیرہ ثم کاکی ثم شبلی ،جلداول،ص١٢١معراج الدرایۃ ثم رسالہ رفع التردد ص٣٣،ص ١٢٧ وعینی الهدایه و شرح سفر السعادت و کفایه و مکتوبات المجدد الف ثانی وغیره)

(٤) چوتھی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ"لایشیر" ہے۔ وهو ظاهر اصول اصحابنا ۔(الخ)(جامع الرموز،جلداول،ص١٧)وہ ہمارے اصحاب یعنی حنفیوں کے ظاہری اصول ہیں۔(ثم رسالہ رفع التردد ص١٢٤)هذا اللفظ مرادف بلفظ ظاهرا الروایة فثبتهما یکون واحداً فی البحر باب المصرف ان اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهرا لروایة والرجوع الیها (الخ) (شامی،جلداول،ص٤٩)

(٥) پانچویں یہ ہے کہ منع اشارہ کالفظ مشهور فی المذهب بسط الاصابع بدون اشارة (الخ)(شامی،جلداول،ص٣٤٢ولباب القدوری،ص٥٤،وفتاوٰی مالا بدمنہ ص٤٦)

اقوال۔فالا شاره خلاف المذهب الذی هو ظاهر الروایة وخرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه لیس قولاً له وفیه عن التوشیح ان ما وجع عنه المجتهد لا یجوز الاخذ به(الخ)(بحر ثم شامی،جلداول،ص٤٦،وشرح رسم المفتی)

(٦) چھٹی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لا یشیر سے ہےاوروهو المختار وہ مختار قول ہے۔ خلاصہ جلداول ص٥٩،عالمگیری،ص١٠٤،برجندی جلداول ص١٠٩،ابوالمکارم،جلداول ص١٦١،نهر فائق وابن امیر حاج ثم رسالہ رفع التردد،ص١٢٥فتاوٰی سراجیہ فصل المکروہ ص٥٨)" ومانحن فعلینا اتباع ما رجعوه وصححوه(الخ)(درمختاروشامی،جلد١،رسم المفتی ص٥٢)

(٧) ساتویں وجہ یہ ہے کہ اشارہ کی ممانعت ثابت ہے لفظ کثیر من المشایخ لایرون الاشاره (الخ) سے کہ بہت سے مشائخ اس اشارہ کو سنت خیال نہیں کرتے تھے۔(عالمگیری جلداول،ص ١٠٤،تبیین جلداول ص١٢١،ثم رسالہ رفع التردد ص١٢١،ص١٢٤ ،ص١٢٥)" فان اختلفو ایؤخذ بقول

الاکثیرین. (الخ) اگراختلاف دونوں اقوال میں موجود ہوتو اکثر علماء کے قول پر عمل کیا جائے۔(شامی جلداول، رسم المفتی ص ۴۸، ص ۴۹، ورسالہ رسم المفتی ص ۴۳)

(۸) آٹھویں وجہ یہ کہ ''منع اشارہ وکرھھا فی منیة المفتی کذا فی التبیین۔'' منیۃ المفتی میں اشارہ کو مکروہ لکھا ہے، ایسا ہی تبیین میں ہے۔(ثم عالمگیری جلداول ص ۱۰۴، ومعراج الدرایہ ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، فتاوٰی سراجیہ فصل المکروہ ص ۵۸، بحرالرائق، نہر فائق، ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اہ درمختار باب ادراک الفریضہ ص ۴۸۱، مکروہ کو ترک کرنا سنت فعل پر مقدم ہے۔ یعنی جب بعض علماء نے کسی چیز کو مکروہ کہا ہو، اور بعض نے اس کو سنت کہا ہو تو عمل اس پر کرنا چاہیے کہ جنہوں نے مکروہ کہا ہو۔ یہ اس پر مقدم ہے جنہوں نے اس کو سنت کہا ہو۔

(۹) نویں وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا سبب حکم نسخ الاشارہ (الخ) الامام کرخی مبسوط، محیط قاعدی والکرمانی وسراج الہدایہ ثم دلائل انارہ ص ۱۲ ومکتوبات المجد دالف ثانی ومولوی عبدالحکیم شرح المرح و صاحب کل کتاب حکم بحرمة الاشارة او کراھتھما از المراد بالمنسوخیه عدم المعمولیة ولا یصح الحکم بالحرمة ولکراھة مع معمولیة تلک الاحادیث ومن المعلومات ان العمل با لمنسوخ حرام. ''اس ہر کتاب میں جس میں اشارہ کی حرمت یا کراہت کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی مراد اشارہ والی احادیث کی منسوخیت ہے۔ اوران پر عمل نہیں کیا جاتا، کیونکہ معمولیت کی وجہ سے ان احادیث پر حرمت یا کراہت کا حکم صحیح نہیں، اور یہ معلومات سے ہے کہ منسوخ پر عمل حرام ہے۔

(۱۰) دسویں وجہ یہ کہ ''منع اشارہ لفظ کان القول بعد مھاالاقویٰ من حیث النقل عن اھل المذھب (الخ)'' (رسالہ رفع التردد، ص ۱۲۸) کہ عدم والاقول قوی ہے۔ اہل مذاہب کی نقل سے۔'' ولایشیر بسبابة عند الشھادة وعلیه الفتویٰ کما فی الولوالجیة والتجنیس وعمدة المفتی وعامة الفتاویٰ (الخ)'' سبابہ انگلی سے شہادۃ کے وقت اشارہ نہ کرے، اوراس پر فتوی ہے۔(تنویرالابصار ودرمختار، جلداول، ص ۳۴۱) ولا یخفی ان مسائل ھذا الکتاب (اے تنویرالابصار) مذکورة علی الوجه الحق وثابتة بدلا یلھا عند المجتھد ولایلزم من اثبات الشئی بدلیله ان یکتب دلیله معه حتیٰ یردانه لم یذکر فی المتن الا لله (الخ) شامی، جلداول، ص ۱۳۱۔

فانی ارویه عن شیخنا عبدالغنی الخلیلی عن المصنف عن ابن نجیم المصری بسنده الی صاحب المذهب ابی حنیفة بسنده الی النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن جبرئیل عن الله الواحد القهار کما هو مبسوط فی اجاز اتنا بطرقا عدیدة (الخ)
(درمختار جلد اول ص۱۴)

اقول فلما ثبت ان منع الاشارة حدیث ومذهب فلا مفر منه فلا یجوز للمقلد خلافه لان منع الاشارة متعین للمقلد الحنفی۔

کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اس کتاب (تنویر الابصار) میں جو مسائل مذکور ہیں وہ حق ہیں، مجتہدین کے نزدیک وہ دلائل سے ثابت ہے۔ کسی چیز کے اثبات کیلئے یہ ضروری نہیں کہ شے کے اثبات کے دلائل بھی اس کے ساتھ لکھے جائیں۔ اور جاننا چاہیے کہ متن میں دلائل کا ذکر نہیں ہے۔ (شامی) تو میں نے روایت کیا ہے اپنے استاد عبدالغنی خلیلی سے اس نے مصنف سے اس نے ابن نجیم مصری سے اپنی سند سے، صاحب مسلک ابوحنیفہ سے، اس نے اپنی سند سے حضور معلم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ آپ نے جبرئیل سے، انہوں نے اللہ تعالیٰ واحد قہار سے۔ یہ ہماری اجازتوں میں بسط سے مختلف طریقوں سے نقل ہے۔ (درمختار، جلد اول، ص۱۴)

میں کہتا ہوں کہ جب ثابت ہوا کہ اشارہ منع حدیث و مذہب ہے، تو اس سے بھاگنا نہیں چاہیے اور مقلد کے لیے اس کے خلاف جائز نہیں۔ کیوں کہ اشارہ کی ممانعت مقلد حنفی کے لیے متعین ہے۔

☆......☆......☆

نصر من الله وفتح قریب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد پر اعتراضات اور جوابات

ابوالرضا مفتی محمد نیر مجددی

☆☆

''تذکرہ مشائخ نقشبندیہ'' میں پروفیسر نور بخش توکلی ایم۔اے صفحہ ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: ''مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بعض معارف پر لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں۔خود حضرت نے ان کے کافی ووافی جوابات تحریر فرمائے ہیں،اور حضرت کے خلیفہ شیخ بدرالدین سرہندی نے بھی ''حضرات القدس'' میں چند شبہات کو بیان کر کے ان کے مفصل جوابات لکھے ہیں۔حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ یوں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے معارف کتاب وسنت کے موافق ہیں،جن مقامات پر معترضین نے اعتراضات کیے ہیں خود حضرت نے ان کے جوابات تحریر فرمائے ہیں......وہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں...... بہت سے کلمات جن پر ارباب ظاہر نے اعتراض کیے ہیں اولیاء کرام سے صادر ہوئے ہیں،اور وہ بغیر تاویل کے درست نہیں۔پس جو تاویل (یعنی غلبۂ احوال یا معانی تصورہ کے ساتھ الفاظ کی عدم مساوات،یا امر الٰہی ان کے اظہار کا) کہ ان کلمات میں کی جاتی ہے،وہ حضرت کے کلام میں بھی جاری ہے۔اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اگرچہ اوائل حال میں حضرت کے بعض معارف پر اعتراض لکھے ہیں۔مگر آخر میں ان سے رجوع کیا اور خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا ''ان دنوں میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے متجاوز ہے،اور بشریت وطبیعت کا پردہ بالکل درمیان نہیں رہا ہے......رعایت طریقہ وانصاف اور حکم عقل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں سے بگاڑنی نہ چاہیے۔قطع نظر اس سے میرے باطن میں بطریق ذوق ووجدان وغلبہ ایسی بات آئی ہے کہ زبان اس کے بیان سے گنگ ہے،پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیرنے

والا، اور حالات کو بدلنے والا ہے...... شاید ظاہر بین لوگ بعید سمجھیں، میں نہیں جانتا کہ حال کیا ہے اور کس طرح پر ہے...... بادشاہ سے آپ کو تکلیف کا پہنچنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو انبیاء کرام علیھم السلام کی کمال متابعت حاصل ہے...... حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں معتکف تھے اور حضور سید المرسلین نے محصب میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مخلصوں نے اعتراضات وشبہات کی تردید میں رسالے لکھے ہیں، اور ردّ شبہات میں سب سے اچھا رسالہ میرزا محمد بیگ بدخشی کا ہے، جو آپ نے مکہ شریف میں تحریر فرمایا اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے اس پر اپنی مہریں ثبت کیں۔

انکار وحدت الوجود کے اعتراض کا ایک جواب:

''حضرات القدس''ص ۱۳۷ میں آپ کے خلیفہ علامہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:۔

''ارباب بصیرت کو معلوم ہوگا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے وحدت الوجود کے اعلیٰ درجات کو تسلیم کیا ہے، اس بارے میں آپ کا اختلاف اس مشرب کے صوفیہ کے ساتھ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ یہ حضرات اشیاء کو اسمائے حق سبحانہ' کا مظہر سمجھتے ہیں، اور مظہر کو عین ظاہر جانتے ہیں۔ اس لیے وہ (خالق ومخلوق کی) عینیّت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ وجود مطلق ہے۔ اور اشیاء کے وجودات مقیّد ہیں، اور یہ قید صرف وہم میں نہیں۔ اس طرح وہ حضرات عینیّت کے قائل ہیں (لیکن) حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اشیاء کے حقائق عدمات ہیں کہ وہ کمالات کا آئینہ ہیں، اور حضرت وجود کے مظاہر ہیں۔ اور عدم کا وجود کا عین ہونا حالات میں سے ہے اور وجود کا ظہور عدم کے آئینے میں ممتنع ہے۔ اس لیے آپ اس عینیت کے قائل نہیں ہیں...... آپ شریعت اور حقیقت کی اصلیت تک پہنچے ہوئے ہیں، اور توحید کے اعلیٰ درجات کے قائل ہیں...... پس ان دونوں مشربوں کا فرق ہوشمندوں سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ان دونوں میں کونسا مشرب توحید کی حقیقت اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے زیادہ قریب ہے......

بے خبر خود سے بے خبر ہو کر...... ڈھونڈتے ہیں عیبہائے دگر

(''حقیقت کعبہ حقیقت محمدیہ سے افضل ہے'' پر اعتراض کا جواب)

حضرات القدس ص ۱۳۹ میں ہے...... ''اے بھائی! جب تم نے صورت کعبہ کا ایک شمّہ معلوم کر لیا تو اب حقیقت کعبہ کا کچھ بیان سُن لو۔ حقیقت کعبہ سے مراد وہ ذات بے چون واجب الوجود ہے۔ جہاں

ظلیت کے ظہور کی گرد بھی نہیں پہنچتی، اور وہی مسجودیت، اور معبودیت کے شایاں ہے...... اگر اس حقیقت کو حقیقت محمدی کا مسجود کہیں تو کیا خطرہ لازم لائے گا؟ اور اس کی افضلیت میں کیا کمی آئے گی...... بے شک حقیقت محمدی دنیا کی ساری حقیقتوں سے افضل ہے، لیکن حقیقت کعبہ اس عالم سے نہیں ہے کہ اس کی طرف یہ نسبت کی جائے، اور اس کی افضلیت میں توقف کیا جائے۔ تعجب ہے کہ ان دونوں کی صورتوں کا فرق جو ساجد و مسجود کا ہے ہنر مند عاقلوں نے نہیں سمجھا اور ان دونوں کے حقائق میں تفاوت قائم نہیں کیا، اور وہ اسی لیے مقام اعتراض میں رہے ہیں، اور طعن میں لب کشائی کی ہے...... حضرت حق تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عطا فرمائے تا کہ بغیر سمجھے ہوئے وہ ملامت نہ کریں......

''حضرات القدس'' ص ۱۴۹۔۱۴۸ میں ہے: ''واضح ہو کہ مبداء فیاض سے جو کچھ معارف و اسرار حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے باطن شریف پر وارد ہوتے تھے، ان کی کئی قسمیں ہیں:۔

(۱) ایک قسم تو وہ ہے کہ آپ ان کو دل سے زبان تک نہیں لائے، اور رمز و اشارے سے بھی کبھی ظاہر نہیں کیا۔ مثلاً حروف مقطعات اور متشابہات قرآنی کی تاویل جو آپ پر منکشف ہوئی تھی۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے کہ آپ نے ان کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر کیا، اور دوسروں کو اس میں شریک نہیں فرمایا، اور تحریر بھی نہیں فرمایا......

(۳) تیسری قسم کے معارف وہ ہیں جن کو آپ نے ان مریدوں سے جو کاملین اصحاب میں سے تھے بیان فرمایا اور ان کے اظہار کے وقت خلوت ہوتی تھی، اور دروازہ بند کر لیا جاتا تھا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آ جاتا تو آپ سکوت فرماتے، اور روئے سخن کو بدل دیتے، اور بقیہ اسرار کو کسی دوسرے وقت بیان فرماتے۔ اور ایسے گراں قدر معارف حتی الامکان تحریر میں نہیں لاتے تھے، مگر جب کوئی محرم راز اس کے لیے التماس کرتا تو اجابت سوال کے لحاظ سے اس طرح تحریر فرماتے کہ ہر شخص اس کا ادراک نہ کر سکے......

(۴) چوتھی قسم یہ ہے کہ سائل کچھ دریافت کرتا تو عام فائدے کے لیے عموماً و شمولاً تحریر فرما دیتے۔ آپ کے رسالے اور مکتوبات جو تین دفتروں میں ہیں، اور بڑی برکتوں والے ہیں، اسی چوتھی قسم پر مشتمل ہیں، اور ان میں سے ہر معرفت، دل کے بیماروں کے لیے شِفاء اور مہجوروں کے لیے وصال ہے۔

☆......☆......☆

مکتوب شریف حضرت مجدد الف ثانی

بنام میر محمد نعمان برہانپوری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔سیادت پناہ میرے بھائی میر محمد نعمان کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض خیر اندیش دوستوں نے ہر چند (قید سے) میری رہائی کی کوشش کی مگر کارگر اور فائدہ مند نہ ہوئی۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (بھلائی اسی میں ہے جو اللہ سبحانہٗ کرے) اس امر (قید خانے) سے بتقاضائے بشریت کچھ غم و حزن لاحق ہوا اور سینے میں تنگی ظاہر ہوئی لیکن چند دن کے بعد حق جل سلطانہٗ کے فضل و کرم سے وہ سب حزن اور سینے کی تنگی، خوشی اور شرح صدر سے بدل گئی اور یہ یقین خاص سمجھ میں آ گیا کہ اگر ان لوگوں کی مراد جو آزار کے درپے ہیں حق جل شانہٗ کی مراد کے موافق ہے تو سینے کی تنگی اور کدورت بے فائدہ ہے اور دعوائے محبت کے خلاف ہے، کیونکہ محبوب کی طرف سے ایلام بھی اس کے انعام کی طرح محبّ کے نزدیک محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ محبّ جس طرح محبوب کے انعام سے لذت پاتا ہے اسی طرح اس کے ایلام سے بھی متلذذ ہوتا ہے بلکہ اس کے ایلام میں زیادہ لذت پاتا ہے کیونکہ یہ حظ نفس کی آمیزش اور اس (محبّ) کی اپنی مراد سے پاک ہے، جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو جمیلِ مطلق ہے اور وہ کسی کو تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی اس تعالیٰ کی عنایت سے اس شخص کی نظر میں جمیل ہے بلکہ لذت کا سبب ہے، اور جب ان لوگوں کی مراد حق سبحانہٗ کی مراد کے موافق ہے اور یہ مراد اُس مراد (حق) کے ظہور کا ایک دریچہ ہے تو یقیناً ان (آزار دہندہ) لوگوں کی مراد بھی اپنی نظر میں مستحسن اور لذت حاصل ہونے کا موجب ہے کیونکہ اس شخص کا فعل بھی جو محبوب کے

فعل کا مظہر ہے محبوب کے فعل کی طرح محبوب ہے اور وہ شخص فاعل (آزار دہندہ) بھی اس تعلق کی نظر سے محبّ کی نظر میں محبوب ہی ظاہر ہوتا ہے...... عجب معاملہ ہے کہ جوں جوں اس شخص (آزار دہندہ) سے جفا زیادہ متصور ہوتی ہے اسی قدر وہ محبّ کی نظر میں زیادہ زیبا دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس میں محبوب کے غضب کی صورت زیادہ نمایندگی کرتی ہے، اور اس راہ (طریقت) کے دیوانوں کا کام الٹا اور برعکس ہے پس اس شخص کی برائی چاہنا اور اس سے ناراض ہونا محبوب کی محبت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ (آزار دہندہ) شخص درمیان میں صرف محبوب کے فعل کا آئینہ دار ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ وہ لوگ جو آزار کے درپے ہیں باقی خلائق کی نسبت فقیر کی نظروں میں محبوب دکھائی دیتے ہیں۔

آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ سینے کی تنگیوں کو دور کر دیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو آزار کے درپے ہیں دشمنی نہ کریں بلکہ چاہئے کہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں۔ ہاں چونکہ ہم دعا کرنے پر مامور ہیں اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ دعا، التجا اور تضرع وزاری کو پسند کرتا ہے اس لئے بلیہ ومصیبت کے دفع ہونے کیلئے دعا اور عفو وعافیت کا سوال کریں۔۔ اور یہ جو (میں نے مخالف کو) ''صورتِ غضب کا آئینہ'' کہا ہے وہ اس لئے کہ ''حقیقت غضب'' تو دشمنوں کے نصیب میں ہے، اور دوستوں کے ساتھ ظاہر میں ''صورتِ غضب،، ہے ورنہ حقیقت میں ان کیلئے عین رحمت ہے، اور اس صورتِ غضب میں محبّ کیلئے اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ نیز غضب کی صورت میں جو دوستوں کو عطا فرماتے ہیں اس سے منکر لوگوں کیلئے خرابی ہے اور ان کی ابتلا کا باعث ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی عبارت کے معنی آپ کو معلوم ہوں گے، وہ فرماتے ہیں کہ ''عارف کیلئے ہمت (دعا) نہیں ہے۔'' یعنی وہ ہمت (دعا) جو بلا ومصیبت کے دفع کرنے کیلئے عارف سے مسلوب ہے کیونکہ عارف جب بلیہ کو

محبوب کی طرف سے جانتا ہے اور محبوب کی مراد تصور کرتا ہے تو اس کے دفع کرنے کیلئے کس طرح ہمت (دعا) کرے اور اس کو کیوں دفع کرنا چاہے۔ اگرچہ بظاہر (تعمیل حکم کی وجہ سے) اس مصیبت کو دفع کرنے کیلئے صورتِ دعا زبان پر لاتا ہے لیکن وہ صرف دعا کا امر بجالانے کیلئے ہے ورنہ حقیقت میں وہ کچھ نہیں چاہتا بس جو کچھ پیش آتا ہے اس سے لذت حاصل کرتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے)۔

(مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مطبوعہ کراچی، (ترجمہ اردو) مکتوب نمبر ۱۵، ص ۴۴۔۴۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ دوم

روحِ ایماں پھونک دی ہے جس نے ہر مکتوب میں
تا قیامت وہ ہدایت کا علم بردار ہے
(اختر شاہجہان پوری)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (القرآن الحكيم) بخط ثلث جلي

قطعات تاریخِ طبع مکتوبات امام ربانی

(امرتسر اڈیشن ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)

محمد عبداللہ نقشبندی مجددی

☆☆

(۱)

مکاتیب آن شاہِ عالی نسب
کہ در اَلف ثانی ست امامِ ہمام
بایمائے ذی حسن اخلاق و خلق
بعلم و عمل نورِ احمد بنام
بامدادِ یزدان و فضلِ کریم
ہمہ کارش آمد چو بر اختتام
کلامے ست گنجے ز اسرارِ حق
علومِ جلّی و خفی زو تمام
بطرزِ خوش و صحت و حسنِ خط
بطبع آمد اکنون بصد اہتمام
دلم غوطہ زن بہرِ تاریخ شد
کہ آرد بکف زود دُرّ مَرام
سروش از سرِ لطف سالش نمود
کلام شہان ست شاہِ کلام

..................۱۳۳۴..................

(۲)

ز مکتوب ہائے مجددِ امام
دل طالبان ہدٰے بر شگفت
خرد سال طبعش ز قلبِ ہدٰے
گلِ گلستانِ طریقت بگفت

...............۱۳۳۴ھ...............

(۳)

چون کتاب امام ربانی
طبع گشتہ بخوبی و رونق
ہاتف غیب از پئے سالش
گفت سر چشمہء حقیقت حق

...............۱۳۳۴ھ...............

(۴)

چون مکاتیبِ امام و شیخ ربانی لقب
آنکہ او در الفِ ثانی مجدد رہنما
بسکہ شد در صحت و خوبی خط سعیِ بلیغ
گشت حسنِ صوریش باحسن معنی ہمردا
حسبِ امرِ عالمِ علّام نور احمد بنام
ازیدِ مسکین رقم گردیدہ شد طبع انتما
سال طبعش از خرد جستم زروئے احتساب
گفت برخوان چشمہء اسرار و عرفان دلفزا

...............۱۳۳۴ھ...............

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تاریخ مکتوبات امام ربانی

صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
(مدیر اعلیٰ، مجلّہ المظہر کراچی)

☆☆

ایک جلیل القدر مفتی وقت نے مسئلہء قومیت پر بالواسطہ ایک فتویٰ صادر فرمایا جس سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر حرف آتا تھا۔ پھر عرصہء دراز کے بعد بعض معاصرین علماء اہل سنت نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی اور اپنے خیال میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ان مکاتیب شریفہ کے بارے میں یہ احتمالات پیش کیے۔

۱.....شاید جن مکاتیب میں حضرت مجدد الف ثانی نے نظریہء قومیت پیش کیا ہے وہ الہامی ہوں، آپ نے نہ لکھے ہوں، آپ کے نام سے دوسروں نے بعد میں شامل کر دیے ہوں۔

۲.....دوسرا احتمال یہ ظاہر کیا گیا کہ نظریہء قومیت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے عالم سُکر میں پیش کیا ہو۔

پہلا احتمال خلافِ حقیقت معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریفہ آپؒ کے خلفاء نے آپ کی اجازت سے آپ کی حیات میں مرتب کیے۔ جلد اول کے جامع مولانا یار محمد بدخشی ہیں، جلد دوم کے جامع مولانا عبدالحیؒ حصاری ہیں اور جلد سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی ہیں ہم ان تینوں جلدوں کے اصل دیباچے مع اردو ترجمہ (از سید زوار حسین شاہ) پیش کر رہے ہیں۔ جس سے حقائق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بامدادِ یزدانی و فضلِ رحمانی

حق حق حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ کما یحب ربنا ویرضی والصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ رحمۃ للعلمین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون کما ینبغی لہ ویحریٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ البررۃ التقی النقی۔ اما بعد نمودہ می آید کہ این دفتر اول است از مکتوبات قدسی آیات حضرت غوث المحققین قطب العارفین برہان الولایۃ المحمدیۃ حجۃ الشریعۃ المصطفویۃ شیخ الاسلام والمسلمین شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی النقشبندی سلمہ اللہ سبحانہ وابقاہ این حقیر قلیل البضاعۃ کمترین خاک نشینان آن مقدس درگاہ یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی جمع نمودہ در تحریر آوردہ رجا آنکہ نفعے ازان بطالبان حق جل وعلا برسد۔

والمسئول من اللہ سبحانہ العصمۃ والتوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَضْعَافَ مَا حَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ كَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ وَيَحْرٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ التُّقٰى وَالنُّقٰى۔

(ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب (پالنے والا) ہے، تمام مخلوقات نے اس کی جو جو تعریفیں کی ہیں اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اس کی تعریف ہے ایسی تعریف جیسی کہ خود ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے آپؐ کی شایانِ شان صلوٰۃ وسلام ہو جبتک کہ یاد کرنے والے آپؐ کو یاد کرتے رہیں اور غافلین آپؐ کی یاد سے غافل رہیں (یعنی ہمیشہ ہمیشہ آپؐ پر صلوٰۃ وسلام ہو) اور آپؐ کی تمام آل واصحاب پر بھی (اسی طرح سے ہمیشہ ہمیشہ) صلوٰۃ وسلام ہو جو کہ سب کے سب نیک صالح، متقی اور پاکباز ہیں)۔

اس کے بعد واضح ہو کہ یہ کتاب محققین کے غوث، عارفین کے قطب، ولایتِ محمدیؐ کی روشن دلیل، شریعتِ مصطفویؐ کی حجت، اسلام اور مسلمانوں کے پیشوا، ہمارے امام اور شیخ حضرت شیخ احمد (بن شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ) فاروقی نقشبندی کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سلامت رکھے اور ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائے، آپ کے پاک نشانات والے مکتوباتِ گرامی کا یہ پہلا دفتر ہے جس کو اس پاکیزہ بارگاہ کی خاک پر بیٹھنے والوں (خادموں) میں سے ایک ادنیٰ ترین خادم حقیر فقیر یار محمد جدید بدخشی طالقانیؒ[1] نے اس امید پر جمع کرکے تحریر کیا ہے کہ اس کا نفع حق تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کے طالبوں کو پہنچے۔ یہ حقیر اللہ تعالیٰ سے (ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے) حفاظت اور (اس کام کی تکمیل کی) توفیق مانگتا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا یار محمد جدید بدخشی طالقانی علیہ الرحمہ صاحبِ علم وعرفان تھے۔ آپ نے حضرت مجددؒ سے بعض کتابیں پڑھیں اور عرصہ دراز تک حضرتؒ کی خدمت میں رہے (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۴۴۳)۔ آپ حضرت مجددؒ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے، آپ نے باطنی سلوک حضرت مجددؒ کی خدمت میں کامل طور پر حاصل کرکے خلافت پائی، شریعت اور طریقت کے بڑے پابند تھے۔ آپ نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات کا دفتر اول مرتب کیا (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۳۵)۔ مکتوبات شریف میں آپ کے نام صرف ایک مکتوب دفتر اول مکتوب ۱۹۰ ہے۔

بامداد یزدانی و فضل رحمانی

حسبنا الله ونعم الوکیل

حق حق حق

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی والصلوة
والسلام الاتمان الاکملان علی حبیبه محمد وآله واصحابه واهل بیته
وکمل ورثته وسائر من اتبع الهدی وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکة
المقربین کما یلیق لعلو شانهم ویحری اما بعد فهذه مکاتیب متضمنة لعلوم غریبة
ومعارف عجیبة واسرار لطیفة ودقائق شریفة ما تکلم بها احد من العرفاء
وما اشار الیها واحد من الاولیاء مقتبسة من مشکوة انوار النبوة للامام
الهمام قدوة العلماء الراسخین المشرف بتشریفات المرسلین صاحب الولایة
الاصلیة مخزن الاسرار الالهیة واقف دقائق المتشابهات القرآنیة الآیة العظمی
من الآیات الرحمانیة مجدد الالف الثانی شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی
سلمه الله تعالی سبحانه علی رؤس العالمین چون جلد اول مکتوبات بعدد سه صد و سیزده
مکتوب رسید حضرت ایشان سلمه الله تعالی فرمودند که برهمین عدد ختم کنند که موافق عدد پیغامبران

کذا فی المعالم والجلالین والخازن

مرسل است صلوات الله تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہم ونیز موافق عدد آل بدر است رضوان الله تعالیٰ علیہم اجمعین تبرکاً وتیمناً بران عدد ختم نموده آمد بعد ازان مکتوبات قدسی آیات دیگر که صدر یافتند معارف آگاہی حقائق دستگاہی مظہر فیض الٰہی مظہر لعمر زاسناہی جامع علوم ظاہرہ وباطنہ حضرت مخدوم زادگی شیخ مجد الدین خواجہ محمد معصوم سلمہ الله تعالیٰ وابقاہ واوصلہ الیٰ غایۃ ما یتمناہ باعث گشتند که این مکاتیب جمع شوند بحسب اشارہ شریف ایشان کمترین خاکروبان این درگاہ اضعف عباد الله الباری عبد الحی بن خواجہ چاکر حصاری غفر الله تعالیٰ ذنوبہ وستر الله تعالیٰ سبحانہ عیوبہ واحسن الله تعالیٰ خاتمتہ متصدی جمع این مکاتیب گشت وھو الله الموفق وعلیہ التکلان

مکتوب اول (۱)

بشیخ عبد العزیز جونپوری صدور یافتہ در بیان تحریر مذہب شیخ محی الدین بن العربی قدس سرہ در مسئلہ وحدت وجود وبآنچہ مختار حضرت ایشان است سلمہ الله تعالیٰ درین مسئلہ بسم الله الرحمٰن الرحیم الحمد لله الذی جعل الامکان مرآۃ للوجوب وصیر العدم مظہرا للوجود والوجوب والوجود وان کانا صفتی کمال لہ سبحانہ فہو تعالیٰ وراءہما بل وراء جمیع الاسماء والصفات ووراء جمیع الشئون والاعتبارات ووراء الظہور والبطون ووراء البروز والکمون ووراء التجلیات والظہورات ووراء کل موصول ومفصول ووراء المشاہدات والمکاشفات ووراء کل محسوس ومعقول ووراء کل موہوم ومتخیل فہو سبحانہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء

شعر

چگویم با تو از مرغے نشانہ * کہ با عنقا بود ہم آشیانہ ** ز عنقا ہست نامے پیش مردم * ز مرغ من بود آن نام ہم گم * فلا یصل حمد حامد الیٰ جناب قدس ذاتہ بل منتہی جمیع المحامد دون سرادقات عزتہ فہو الذی اثنیٰ علیٰ نفسہ وحمد ذاتہ بذاتہ فہو سبحانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ وَکَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَکُمَّلِ وَرَثَتِہٖ وَسَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ لِمَا یَلِیْقُ لِعُلُوِّ شَانِھِمْ وَیَحْرٰی (اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ایسی عمدہ حمد ہے جو طیب اور برکت والی ہو، جیسی کہ ہمارے رب کو محبوب اور پسند ہو۔ اور اتم واکمل سلام ہو اُس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب اور اہل بیت اور آپ کے کامل وارثوں اور تمام ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر اور تمام انبیاء والمرسلین اور ملائکۃ المقربین پر جیسا کہ ان کی بلند شان اور مرتبہ کے لائق ہے) **امابعد**

یہ وہ مکتوبات ہیں جو علوم غریبہ، معارفِ عجیبہ، اسرار لطیفہ اور دقائق شریفہ پر مشتمل ہیں، جن کو عارفوں میں سے کسی عارف نے بیان نہیں کیا، اور نہ ہی اولیاء میں سے کسی ولی نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ علوم و معارف انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے اقتباس کئے ہوئے ہیں، اور یہ بلند ہمت والے امام، علماءِ راسخین کے پیشوا، رسولوں کی بزرگیوں سے مشرف، ولایتِ اصلیہ کے حامل، اسرارِ الٰہی کے مخزن، متشابہاتِ قرآنیہ کے دقائق کے واقف، حق تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں سے ایک عجیب و غریب نشانی مجدد الفِ ثانی، ہمارے شیخ و امام شیخ **احمد** فاروقی سلمہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ علیٰ رؤس العالمین (اللہ تعالیٰ سبحانہٗ جہان والوں کے سروں پر آپ کو سلامت رکھے)۔

جب مکتوبات شریفہ کی جلد اول تین سو تیرہ ۳۱۳ مکتوبات پر پہنچی تو حضرت ایشاں (مجدد صاحبؒ) سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قدر کو اسی عدد پر ختم کردیں کیونکہ یہ (عدد) پیغمبران مرسل صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہم کے عدد کے موافق ہے اور نیز اہلِ بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عدد کے بھی موافق ہے۔ لہٰذا دفتر اول کو تبرکًا اور تیمنًا برکت کے طور پر اسی عدد پر ختم کردیا گیا ـــــــــ بعد ازاں دوسرے مکتوبات قدسی آیات جو صادر ہوئے، معارف آگاہ، حقائق دستگاہ، مظہر فیضِ الٰہی، مظہر اسرار

تا منتہا ہی، جامع علوم ظاہری و باطنی، مخدوم زادہ شیخ مجد الدین خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ واوصلہ الی غایۃ مایتمناہ (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت اور باقی رکھے اور ان کو ان کی تمناؤں کی نہایت تک پہنچائے) اس بات کے باعث ہوئے کہ (بعد میں صادر ہونے والے) یہ مکتوبات بھی جمع ہوں۔ چنانچہ آپ کے اشارۂ شریفہ کے مطابق اس درگاہ کے خاکروبوں میں سے کمترین اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عاجز بندہ عبد الحی[1] بن خواجہ چاکر حصاری (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے اور اس کا حسنِ خاتمہ کرے) ان مکتوبات کے جمع کرنے میں مشغول ہوا وَھُوَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ (اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی پر بھروسہ ہے)۔

مکتوب اول ۱

شیخ عبد العزیز[2] جونپوری کی طرف صادر فرمایا ——— مسئلۂ وحدت الوجود سے متعلق شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے مذہب کے بیان میں اور حضرت ایشاں (حضرت مجدد صاحب) سلمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک مختار کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے امکان کو وجوب کا آئینہ اور عدم کو وجود کا مظہر بنایا۔ وجوب اور وجود دونوں اگرچہ حق سبحانہٗ کی صفتِ کمال میں سے ہیں لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان سے وراء (بلند) ہے، بلکہ وہ اسماء وصفات سے بھی وراء، شیون واعتبارات سے بھی وراء، ظہور وبطون سے بھی وراء، بروز وکمون سے بھی وراء، تمام تجلیات وظہورات سے بھی وراء، تمام موصول ومفصول سے بھی وراء، تمام مشاہدات ومکاشفات سے بھی وراء، تمام محسوسات ومعقولات سے بھی وراء اور تمام موہومات ومتخیلات سے بھی وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ؎

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ کہ باعنقا بود ہم آشیانہ

حق تعالیٰ کی صورت

---

[1] آپ کے نام پانچ مکتوبات ہیں اور آپ کا تذکرہ دفتر اول مکتوب ۲۷۷ پر ملاحظہ ہو۔
[2] آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ شیخ عبد العزیز بن فخر الدین جونپور میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی اور اپنے والد سے درسی کتابیں پڑھیں اور سلوک کی تکمیل کی اور ان ہی کی مسندِ ارشاد پر بیٹھے، سیرت الاولیا لکھی جس میں اپنے مشائخ کا تذکرہ ہے۔ صاحب سلسلہ ہوئے (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۲۸)

به امداد یزدانی و فضل رحمانی

حسبنا الله و نعم الوکیل

حق حق حق

جلد سیوم مکتوبات مسمی بمعرفة الحقائق جمع کرده خواجه محمد هاشم رحمة الله علیه

بسم الله الرحمن الرحیم

اما بعد این کلمات طیبات و حروف عالیات که هر نقطه ازان مرکز پرکار دلهای بیقرار ست و هر اتش محبت دانه سپند چشم زخم اغیار و خال زینت بخش رخسار عروسان حقائق و مردمک ابصار دوربینان دقائق و دره التاجیت از دریای مواج احدیت که بمد طولای باطن از کار غواصی بساحل برآورده و نافه جان بخشی است از ناف آهوی بیدای هویت که بنان بیان سیاحی بمحفل آورده اعنی الله تعالی نقرآءه بهذا الترکیب و روح مشام ارواحهم بهذا الشمیم

ز هر یک نقطه اش چون نافه تر ۞ شمیم وصل جانان میزند سر ۞ ولی آن کز برودت در زکام است ۞ چه داند نافه اش گر در مشام است ۞ سرایم مدح آن سیاح غواص ۞ کنم خورشید را چون ذره رقاص ۞ مهین فرزند فاروقست چون اب ۞ کنون نطق از زبان او کند رب ۞ سراپا نسخه اخلاق فاروق ۞ بزر منقصت تریاق فاروق ۞ چراغ نقشبند بعت محفل ۞ نگارش نقشبند غیر از دل ۞ غوث الخلائق غواص الحقائق معراج الوصول منهاج القبول خزینة

الرَّحْمَةِ دَفِيْنَةُ الْحِكْمَةِ مُشْرِفُ الْقُلُوْبِ مَشْرِقُ الْغُيُوْبِ لُجَّةُ الْعَمَلِ حُجَّةُ الْكُمَّلِ حَدَقَةُ الْاَخْيَارِ
حَدِيْقَةُ الْاَخْبَارِ نُوْرُ الطَّرِيْقَةِ نَوْرُ الْحَقِيْقَةِ زَيْنُ الْعَالَمِيْنَ عَيْنُ الْعَالَمِيْنَ ذِرْوَةُ الْمُنٰی
عُرْوَةُ الرَّجَاءِ مِرْاٰةُ الْاِرَاءَةِ مِرْقَاةُ الْمَحَبَّةِ مَطْلَعُ الرُّمُوْزِ وَالْاِشَارَاتِ مَنْبَعُ الْكُنُوْزِ وَالْبِشَارَاتِ
مَلَاحُ بَحْرِ الْمَدَائِحِ مِصْبَاحُ بَيْتِ الصَّبَاحَةِ اَلْمُصْلِحُ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ اَلْمُصْلِحُ بَيْنَ الْفِئَتَيْنِ مُسْتَشْهَدُ
الْمُتَكَلِّمِيْنَ مُسْتَمْسَكُ الْمُتَوَحِّدِيْنَ بُرْهَانُ السَّلَفِ سُلْطَانُ الْخَلَفِ وَثِيْقَةُ هٰذِهِ
الْوُفُوْدِ طَلِيْعَةُ الْمَهْدِيِّ الْمَوْعُوْدِ ذُكَاءُ الْاَصْلِ وَالْفَرْعِ سَنَاءُ الدِّيْنِ وَالشَّرْعِ وَارِثُ سَيِّدِ الْبَشَرِ
مُنَوِّرُ الْمِائَةِ الْحَادِيَةَ عَشَرَ مُجَدِّدُ الْاَلْفِ الثَّانِیْ اَلْاِمَامُ الرَّبَّانِیْ ؎ کجا گردد ز وصفش خامہ
آگاہ ۞ چہ نم دریا بداند ریا سر کاہ ۞ ہمان بہتر کزین پس گوش باشم ۞ سراسر نغمہ و خاموش
باشم ۞ مُسَمّٰی الْمُصْطَفٰی بِالْاِسْمِ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهٖ عِیْسٰی اَلشَّیْخُ اَحْمَدُ بْنُ الشَّیْخِ عَبْدِ الْاَحَدِ الْفَارُوْقِیُّ
نَسَبًا وَالْحَنَفِیُّ مَذْهَبًا اَلنَّقْشَبَنْدِیُّ مَشْرَبًا اَدَامَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ ظِلَّ حَیَاتِهٖ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَ
اَرْوَاهُمْ مِنْ بِحَارِ بَرَكَاتِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ حَبَّذَا وَقْت و حالِ آن ناظرانِ سلیم البال کہ چون سوادِ
نظر بین مداد کہ سوادِ اعظمِ اسرار و حکم است بکشایند باعلامِ ربانی ازان مداد ہمہ امدادِ حضور یابند و
ازان سواد سویدائے دل را پُر نور و خوشاب و حالِ آن قاریانِ مستقیم الاحوال کہ چون لسانِ
شان آشنائے این شگرف قلزم گردد بالہامِ سبحانی جانِ شان در شکر شکر و شکر شکر گم گردد و مرحبا
مر آن ہمجنسانِ پاک نہاد و مستعدانِ نیک اعتقاد را کہ چون از غایتِ دقت و غموضِ حالِ این
نکات و رموز کہ ورا طورِ عقل است بر ایشان پردہ بکشاید بر عدمِ یافت و قصورِ دریافتِ خویش راجع
داشتہ راہِ صدق و ثنا پویان ؎ کسے را از ایشان جز ایشان نداند ۞ گویان ہمہ را مسلم دارند و بقدم
سعادت آمدہ ازان بدست آرند ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ و اَخسرتا ازان خوانندگانِ کج بین و
شنوندگانِ سخن چین کہ آنچہ ازین الہاماتِ غیبیہ بفہمِ شان در آید و موافقِ طبعِ شان آید بر مہارتِ قال
و نحتِ خیالِ صاحبِ این مقال راجع دارند و آنچہ ازین بیان چنین و چنان نیابند از کوتاہی نظر

مقدمہ

زبانِ زبانِ خویش دراز کنند و بحکمِ اَلْمَرْءُ عَدُوٌّ لِمَا جَهِلَ جنگ جنگ ساز کنند ندانستہ اند کہ این طائفہ علیہ در اظہارِ این اسرارِ خفیہ درمیان نمیدنہ ایشان نمیدانند این امتحان مضطرب است * اللہ سبحانہ اخوانِ ما را السّرِ از عیبِ خویش و نشر از غیبِ پاک دلانِ صفا کیش مبرا گرداناد و از فتنہ کنید و غل غلِ مخلصان عالم السر کہ بر پائے دل و گردن خاطر دارند مخلص بخشاد آنکہ گفتم در اظہارِ اسرار درمیان نمیدنہ شاید آنرا ہم از صاحبِ این اسرار بشنوند کہ بر حالِ تو ہم حالِ تو برہان و دلیل * چون جلد اول مکتوبات معدن الفتوحات کہ درۃ المعرفت نام اوست و تاریخِ اتمامِ او اختتام یافت بعضے تشنگانِ زلالِ مقال بعرضِ اقدس سانیدند کہ اگر اشارہ عالیہ وارد شود انہار اسرارے کہ بعد ازین از چشمہ خامہ گوہر نثار انباع میبابد جمع نمودہ دریائے جلد ثانی پیدا گردو بندگان حضرت از غایتِ انکسار و خشیت در جواب فرمودند این ہمہ علوم کہ تبیین و تحریر یافت دران فکرت و حیرتم کہ آیا مقبول و مرضی توند یا نہ آنگاہ خاموش گشتہ مترصدِ بشارت و اشارت گشتند فردائے آنروز فرمودند کہ دوش ندا در دادند و ظاہر ساختند کہ این ہمہ علوم کہ نوشتہ بل ہرچہ در گفتگوے تو آمدہ ہمہ مقبول و مرضی است و اشارت بنوشتہائے من کردہ فرمودند اینہمہ ما گفتہ ایم و بیانِ ماست و دران وقت ہمہ آن علوم را بنظرِ من نیز داشتند و من بیک یک اجمالاً و تفصیلاً نظر میکردم سیما در علومیکہ وقتے مراد را آنجا تردّدے بود ہمہ را دران حکم داخل یافتم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِحْسَانِ پس قلمِ محترم را بنگارشِ اسرار قدمِ جریان دادند و چون آن جلد بنود و نہ مکتوب رسید کہ مطابق اسمائے حسنے است بر ہمان ختم شد در سالے کہ تاریخ آن از نور الخلا ہویدا است بعضے مکاتیب کہ بعد ازان بر منصہ گذارش و صحیفہ نگارش آمد الامیر النسیب و السید الحسیب قطبِ زمانہ در یگانہ بیت درِ تفرید * رئیسِ کافے * تنِ تجرید را روحے و جانے * دمِ آئینہ ساز نور ز ائل * دمِ او صیقلِ آئینہ دل * معدن الاتقان و العرفان محمد النعمان بن شمس الدین یحیی الشہیر بمیر بزرگ البدخشانی سلمہ اللہ و ابقاہ کہ از کُمّل خلفاء بزرگ حضرت ایشانند و بامر عالی آنحضرت در صوب دکن رہنمائے بریہ و مروجِ این طریقہ علیّہ اند التماس نمودند کہ آن لآلی منثورہ را فراہم آوردہ دفینۂ جلد ثالث

بروئے کار آید باجابت مقرون گشت و چون جمع مکاتیب لبنی و چند رسید میان خدمت سیادت و نقابت پناه و خادمان این درگاه مهاجرت صوری ضروری حائل گشت و حضرت ایشان را نیز روزگار طویل ضمیر بے نظیر بتحریر معارف و تقریر مکاشف نیامد تا آنکه بتائید و هدایت خداوندی جل شانه بعد از چندین سال آرزومندی این ضعیف که نام او در آخر مکتوب اول این جلد بر قلم شریف رفته و سنه که از لفظ خاک نشین مبرهن است بخاک نشینی عتبه علیه استسعاد یافت متقارن آن دریائے لسان الغیب و المنبوب بنان حضرت ایشان در تموج تقریر و جوشش تحریر آمد و انفاسیت رحمت و عنایت آن غریب نواز این کمترین بجمع آن مسودات و نقل آن از سواد به بیاض ممتاز گردید و باتمام جلد ثالث در همان سال که از لفظ ثالث نیز معین است سرفراز شد و چون شمار مکاتیب بصد و سیزده رسید که موافقت آن بعدد حروف باقی هویداست و بسته اعتبار تقریر بر آن بغایت شایان و زیبا بر همان انجام یافت و رسالیکه گاس الراغبین ملقب الست بعد از آن مکتوبے را که بتازگی علوم جدیده و اسرار غریبه ظهور یافته بود فرمودند که تکملة الختام گردد و چنان شد که بالحاق آن تطابق عدد سور قرآنی عیان شد الحمد لله اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً طلاب را این مائده پر فائده قوت جان و قوت ایمان باد الی یوم التناد بحق الحق و هو یهدی الی سبیل الرشاد

مکتوب (۱) اول

بسیادت و ارشاد پناه میر محمد نعمان در جواب سؤال او از اقربیت افعال و صفات و ذات وجبی جل سلطانه صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی صحیفه شریفه وصول یافت تصدیع بسیار کشیده حضرت حق سبحانه و تعالی سعی ایشان را مشکور گرداند چون مکرر از اقربیت افعال و صفات و ذات وجبی جل سلطانه استفسار نموده اند و والا این بیان اند بعضرت این قدر معلوم نمیدانند که هر شے با ماهیت خود آن شے است و ما برائے ثبوت ماهیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد یہ پاکیزہ کلمات اور یہ عالی درجہ حروف کہ جن کا ہر نقطہ بے قرار دلوں کی پرکار کا مرکز ہے اور محبتِ ذاتیہ کی آتش پر بیگانوں کی بدنظری کے لئے سپند دانہ ہے (یعنی دافع نظرِ بد ہے) اور حقائق کی دلہنوں کے رخسار کا زینت بخش خال (تل) ہے۔ اور دقائق والے دوربین حضرات کی آنکھوں کی پتلی ہے، جن میں سے ہر ایک (فرد) احدیت کے موجزن دریا کے تلاطم کا موتی ہے جس کو ایک غواص (غوطہ زن) پاک باطن کے زبردست ہاتھ نے ساحل پر لا نکالا ہے اور وہ صحرائے ہویت کے ہرن کی ناف کا ایک جاں بخش نافہ ہے جس کو ایک سیاح کے بیان کی انگلیاں محفل میں کھینچ لائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقراء کو اس بے بہا گوہر سے مالا مال کرے اور اس خوشبودار ہوا سے ان کی ارواح کے دل و دماغ کو معطر کرے ؎

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر	شمیم وصلِ جاناں می زند سر
ولے آں کز برودت در زکام است	چہ داند نافہ اش گر در مشام است
سرایم مدح آں سیّاحِ غواص	کنم خورشید را چوں ذرہ رقّاص
جبیں فرزندِ فاروق ست چوں ابْ	کنوں نطق از زبانِ او کند رَبْ
سراپا نسخۂ اخلاقِ فاروق	بزہرِ منقصت تریاقِ فاروق
چراغِ نقشبندِ ہفت محفل	نگاہش نقشبندِ غیر از دل
(ترجمہ) ہر اک نقطے سے اس کے مثلِ نافہ	ہے بستر وصلِ جاناں کا شمیمہ
مگر جس کو زکام سرد ہوگا	کہاں حاصل اسے ہو لطف اس کا
مرا ممدوح ہے سیاح غواص	کروں سورج کو مثلِ ذرہ رقاص
وہ اعلیٰ شاہ فاروقی نسب ہے	زباں میں جس سے ہر دم ذکرِ رب ہے
سراپا خلقِ فاروقی کا پیکر	یقیناً اس سے زائل زہر ہر شر
منور ہفت محفل اس کے دل سے	بٹاتا ہے وہ نقشِ غیر دل سے

آپ مخلوقِ خدا کی فریاد کو پہنچنے والے، بحرِ حقائق و معارف کے غوطہ زن، وصولِ الی اللہ کی معراج، قبولیت کے راستے، رحمت کے خزینے، حکمت کے دفینے، طلب کو (حق تعالیٰ کا) شرف بخشنے والے، علومِ غیبیہ کو شائع کرنے والے، علم کے دریا، کاملین کی حجت، بزرگوں کی آنکھ کی پتلی، علماء کے گلزارِ طریقت کے نورِ حقیقت کے پھول، اہلِ جہان کی زینت، اہلِ عالمین کی آنکھ، آرزوؤں کا منبع، امید کی رشتہ، رہنمائی کا آئینہ، محبت کا زینہ، رموز و اشارات کا مطلع، خزانوں اور بشارتوں کا سرچشمہ، حسن و ملاحت کے دریا کے ملاح، صباحت کے گھر کا چراغ، (ولایتِ محمدی اور ولایتِ ابراہیمی) دو سمندروں کے ملانے والے اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والے، متکلمین کی جائے استشہاد، متوحدین کی جائے تمسک (دستاویز) سلف کی برہان، خلف کے سلطان، ان وتود (اربابِ معرفت) کے وثیقہ (عہد نامہ) مہدیٔ موعود کا پیشرو لشکر، اصل و فرع کی روشنی، دین و شرع کی رونق، سید البشر کے وارث، گیارہویں صدی کے روشن کرنے والے یعنی مجدد الفِ ثانی امام ربانی ؎

کجا گردد ز وصفش خامہ آگاہ | چہ نم دریا بدا ز دریا پُر کاہ
ہماں بہتر کزیں پس گوش باشم | سرایم نغمہ و خاموش باشم

(ترجمہ) لکھے کیونکر قلم تعریف اُن کی | سمندر سے نمی تنکے میں کتنی
یہی بہتر ہے اب سنتا رہوں میں | سناؤں نغمہ لیکن چپ رہوں میں

آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم کے ہمنام جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی یعنی شیخ "احمد" بن شیخ عبد الاحد نسباً فاروقی، مذہباً حنفی، مشرباً نقشبندی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا سایہ تمام جہان کے سروں پر دائم و قائم رکھے اور آپ کی برکات کے دریا سے قیامت تک (تمام جہان کو) سیراب فرماتے ــــــــــــ وہ سلیم القلب حضرات زہد اور حال کے لحاظ سے کس قدر خوش نصیب ہیں کہ جب اُن کی نظر کی سیاہ پتلی ان اسرار و حکمت والے عظیم ذخیرے پر پڑتی ہے تو علامِ ربانی کے ساتھ (مکتوباتِ شریفہ کے حروف کی) سیاہی سے (حق تعالیٰ کے) حضوری کی امداد حاصل کرتے ہیں اور اپنے دل کے نقطہ کو اس سیاہی کے ساتھ پُرنور کرتے ہیں۔ اور کس قدر خوش مآب و خوش مآل ہیں وہ مستقیم الاحوال (مکتوبات کے) قاری کہ جن کی زبان اس عجیب و غریب بحرِ بیکراں میں غوطہ زن رہتی ہے اور ان کی جان ان الہامِ سبحانی کے شکر کی شکر سے شیریں رہتی ہے

اور سُکر کی مستی میں گم ہو جاتی ہے۔ اور پاک طینت ہم جنس اور نیک اعتقاد سعادتمندوں کو مرحبا کہ جب غایتِ باریکی اور خفا کے باعث ان نکات و رموز کا جمال جو عقل و فہم سے بالاتر ہے ظہور نہیں کرتا تو اپنی عدم یافت اور اپنے قصور کا اقرار کر کے (آمنّا) صدقنا کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ ع

کہ راز ایشاں جز ایشاں نداند (ترجمہ) سوا اُن کے نہ کوئی اُن کو جانے

گویا وہ سب کچھ تسلیم کرتے ہیں اور ابدی سعادت کے نقد ثمرات اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (بینۃ آیۃ ۸) (یہ (سعادت) اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لئے ہے)

ان کج بیں مطالعہ کرنے والوں پر اور سننے والے نکتہ چینوں پر افسوس ہے کہ جو کچھ ان غیبی الہامات میں سے ان کی سمجھ میں آتا ہے اور ان کی طبیعت کے موافق ہوتا ہے وہ اس کلام کو صاحبِ کلام کی طرف سے گفتگو کی مہارت اور خیالی بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس بیان میں سے جو کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اپنی عیب جوئی والی زبان دراز کرتے ہیں اور اَلْمَرْءُ لَا يَزَالُ عَدُوًّا لِمَا جَهِلَ (آدمی اس کا دشمن ہوتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا) اس مقولے کے موافق وہ جنگ کا باجا بجاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ عالی گروہ (صوفیہ) ان پوشیدہ رازوں کے اظہار کے درمیان میں نہیں ہوتے ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب است (ترجمہ) وہ خود نہیں کہ نغمہ کی مُطرب ہے نمود

اللہ سبحانہٗ ہمارے بھائیوں کو اپنے پوشیدہ عیبوں سے اور صفا کیش پاک دل والوں کے اسرارِ غیب سے واقف کرے اور ان دانائے راز مخلصوں کو ان کے کینے کی پُر فریب زنجیر اور مکر کی قید سے جو وہ اپنے دل اور گردن میں ڈالے ہوئے ہیں رہائی بخشے ——— اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ یہ حضرات ان اسرار کے اظہار کے وقت درمیان میں نہیں ہوتے اس کی دلیل بھی خود صاحبِ اسرار سے سُن لیں۔

ع برحالِ تو ہم حالِ تو برہان و دلیل (ترجمہ) حال ہی حال کے لئے ہے دلیل

جب مکتوبات معدن الفتوحات کی جلد اول جس کا نام "درالمعرفت" ہے اتمام و اختتام کی تاریخ کو پہنچ گئی تو گفتگو کے صاف اور شیریں پانی کے بعض پیاسوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اگر حضور کا اشارۂ عالیہ ہو تو یہ اسرار کی تہ ریز جو اس گوہر بار قلم کے چشمے سے ظہور میں آئی ہیں ان کو جمع کر کے دوسری جلد کا دریا جاری کیا جائے تو بندگانِ حضرت (حضرت مجددؒ) ——— نے

نہایت انکساری اور عاجزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے ہوئے فرمایا کہ "میں تو اس فکر و حیرت میں ہوں کہ یہ تمام علوم جو بیان و تحریر میں آئے ہیں آیا وہ حق جل و علا کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں یا نہیں؟" ــــ پھر خاموش ہو کر بشارت کے منتظر اور (ملہم حقیقی کے) اشارہ کا انتظار کرنے لگے۔ بعد ازاں دوسرے روز فرمایا کہ گذشتہ شب ندا آئی اور ظاہر کیا گیا کہ "ایں ہمہ علوم کہ نوشتہ بل ہر چہ گفتگو رفت ہمہ مقبول و مرضی است" (یہ تمام علوم جو لکھے گئے یا تمہاری گفتگو میں آئے سب مقبول و پسندیدہ ہیں)۔ اور میرے لکھے ہوئے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ایں ہمہ ما گفتہ ایم و بیانِ ما است" (یہ سب کچھ ہم نے ہی کہا ہے اور ہمارا ہی بیان ہے)۔ اور اس وقت یہ تمام علوم میری نظر کے سامنے تھے اور میں نے اجمالاً و تفصیلاً ہر ایک پر نظر ڈالی بالخصوص ان علوم پر جن کے بارے میں خود مجھے تردد تھا ان سب کو بھی اسی حکم میں داخل پایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْاِحْسَانِ (اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے) ــــ لہٰذا "محرم قلم" کو ان "اسرارِ قدم" کے لکھنے میں جاری کر دیا اور جب وہ جلد دوم ننانوے مکتوب پر پہنچ گئی جو "اسماءِ حسنیٰ" کے عدد کے مطابق ہے تو اس کو اسی پر ختم کر دیا گیا جس کا سالِ تاریخ "نور الخلائق" سے ظاہر ہے ــــ بعض مکاتیب کہ اس کے بعد گذارش و صحیفہ نگارش میں منصۂ شہود پر آئے ان کے بارے میں امیر النسیب و سید الحسیب، قطبِ زمانہ دُرِ یگانہ، بیت

دُرِ تفرید را بحرے و کانے　　تنِ تجرید را روحے و جانے
دم از آئینہ سازد نور زائل　　دم او صیقل از آئینۂ دل

(ترجمہ) دُرِ تفرید کے وہ بحر اور کان　　تنِ تجرید کے وہ روح اور جان
چمک آئینے کی مِٹ جائے دم سے　　مگر دل ہے منور اُن کے دم سے

ایقان و عرفان کی کان یعنی محمد نعمان بن شمس الدین یحییٰ مشہور بہ میر بزرگ بدخشانی سلمہ اللہ و ابقاہ جو حضرت ایشاں (مجدد الف ثانیؒ) کے کامل اور بزرگ خلفا میں سے ہیں اور حضرت ہی کے حکمِ عالی سے دکن کے گرد و نواح میں مخلوق کی رہنمائی اور اس طریقۂ عالیہ کے رواج دینے میں مصروف ہیں ـ انھوں نے اس آرزو کا اظہار فرمایا کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے جلدِ ثالث کے لئے خزانہ مہیا کیا جائے چنانچہ وہ التماس مقبول ہو گئی۔ اور جب مکتوبات تیس سے کچھ زیادہ جمع ہو گئے

تو حضرت سیادت و نقابت پناہ (میر محمد نعمانؒ) اور اس درگاہ کے خادموں کے درمیان ظاہری جدائی حائل ہو گئی اور حضرت ایشاں (مجدد الف ثانیؒ) کا ضمیر بے نظیر بھی مدت دراز تک کوئی معارف لکھنے اور کاتب بیان کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا[1]۔ یہاں تک کہ خداوند جل شانہ کی تائید اور ہدایت سے چند سال بعد اس ضعیف آدم (خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ) کہ جس کا نام اس جلد کے اول مکتوب کے آخری حصے میں (حضرت مجددؒ کے) قلم شریف سے لکھا گیا ہے اس ۱۰۳۱ھ میں کہ جس کے عدد لفظ "خاک نشین" سے ظاہر ہیں اس عالی جناب کی خاک نشینی کی سعادت حاصل ہوئی تو اسی وقت حضرت ایشاں کی لسان الغیب کا دریا اور انگلیوں کا چشمہ تقریر کی موج اور تحریر کے جوش میں آیا اور اس غریب نواز (حضرت مجددؒ) نے انتہائی شفقت اور عنایت سے اس کمترین کو ان مسودات کے جمع کرنے اور مسودہ کو بیاض میں نقل کرنے کے لئے ممتاز فرمایا ۔۔۔ اور اسی سال میں کہ وہ لفظ "ثالث" سے معین ہے تیسری جلد کے اتمام سے سرفراز ہوا ۔۔۔۔۔۔ اور جب مکتوبات کا شمار ایک سو تیرہ تک پہنچا جو حرف "باقی" کے عدد کے موافق ہے اور "تین اعتبار"[2] سے اس کو یہیں ختم کرنا نہایت شایاں اور مناسب تھا اس جلد کو اسی سال کہ جس کا عدد "کاس الراسخین" کے موافق ہے ختم کر دی گئی، اس کے بعد ایک مکتوب جو کہ علوم جدیدہ اور اسرارِ غریبہ کی تازگی کے ساتھ ظاہر ہوا تھا (حضرت مجددؒ نے) فرمایا اس کو بھی بسکۂ اختتام (یعنی اس کو مشک کی مہر) بنایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس (ایک مکتوب) کے شامل کرنے سے قرآنِ کریم کی سورتوں کے عدد سے مطابقت عیاں ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا (اول و آخر ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے) طالبانِ حق کے لئے اس فائدوں سے بھرے خوانِ جان کی خوراک اور ایمان کی قوت حق تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک نصیب ہو۔ وَهُوَ يَهْدِي اِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ (اور وہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے)

---

[1] غالباً اس سے مراد وہ واقعات ہیں جن کی وجہ سے حضرت میر محمد نعمان کو دکن جانا پڑا اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو جہانگیر کے دربار میں حاضر ہونا پڑا اور سجدۂ تعظیمی نہ کرنے کے باعث ماہ جمادی الآخر ۱۰۲۸ھ قلعہ گوالیار میں آپ کو قید کر دیا گیا تو جلد ثالث کی تکمیل رک گئی۔

[2] مولانا نور احمد امرتسری "تین اعتبار" کی شرح میں فرماتے ہیں "اعتبارِ اول یہ کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کا اسم مبارک ہے۔ دوسرے ان معارف کے قیامت تک باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ تیسرے مقام "بقا" کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

پیش کردہ حقائق سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مکتوبات شریفہ میں کوئی مکتوب الحاق نہیں ہے لیکن مفتی وقت نے فتوی دیتے وقت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مقام و مرتبے کو نظر انداز فرمادیا لیکن احتیاط یہ رکھی کہ فتوی اس انداز سے دیا کہ بس دوسرے فقیہ کا قول پیش کر دیا..... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا کہ

''کسی عالم و عارف سے اگر بظاہر خلاف شریعت کوئی بات سرزد ہو تو
فتوی دینے سے پہلے اس کی تاویل کی جائے گی، کوئی جاہل اور بے علم
ایسی بات کہے تو اس کا رد کیا جائے گا''

مگر حیرت ہے کہ مفتی وقت نے بغیر کسی تاویل کے حکم لگایا اور کسی عالم و عارف کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا حالانکہ وہ خود حضراتِ مجددیہ کا احترام کرتے تھے اور ملتے جلتے بھی تھے۔ ان کے دل میں کوئی تاویل ضرور ہوگی (کاش اس کا علم ہوتا!) ورنہ نہ وہ احترام کرتے اور نہ ملتے کہ وہ دورنگی سے بہت دور تھے۔

دوسرا احتمال اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ حالتِ سُکر میں نظریہ نہیں پیش کیا جاتا چند اقوال ضرور سرزد ہو سکتے ہیں اور یہ خیال کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اکثر اقوال و احوال سُکریہ ہیں بالکل بے حقیقت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مندرجہ ذیل مکتوباتِ شریفہ میں قیومیت پر روشنی ڈالی ہے۔

۱..... مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۸۷
۲..... مکتوبات امام ربانی جلد دوم مکتوب نمبر ۴۵
۳..... مکتوبات امام ربانی جلد دوم مکتوب نمبر ۴۷
۴..... مکتوبات امام ربانی جلد دوم مکتوب نمبر ۴۷
۵..... مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب نمبر ۹۵

ان مکتوبات شریفہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مفتی وقت کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں آپ کے حقیقی مقام کا اندازہ کرنا خواص الاخواص اور اخص الاخواص کے لیے بھی مشکل ہے۔ خود حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں ان مقامات بلند کے فہم سے عاجزی

کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ تو وہ اسرار و معارف ہیں جو تحریر میں آچکے لیکن بعض اسرار و معارف وہ بھی ہیں جو تحریر میں آہی نہیں سکتے۔ ایک مکتوب شریف میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں۔

''وہ اسرار ایسے نہیں کہ بیان میں نہیں آسکتے بلکہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے''

(مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۷)

یہ ایک المیہ ہے کہ ہم نے آپ کے مقام کو بہت ہلکا جانا اور آپ کے مقامات عالیہ کے ادراک سے عاجز رہے۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

(تلخیصاتِ منتخباتِ مکتوباتِ امام ربانی)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

☆☆

کیا ان کے مکاتیب مقدس کا ہے مرتبہ
ہر لفظ کمالات، معارف کا ہے شہ کار
(تاجؔ)

لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقدیم

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی فارسی زباں میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کا تصوف وادب میں ایک عظیم شہ کار ہے جو سبق آموز بھی ہے اور زندگی ساز بھی ..... اس وقت انسان سازی وقت کی اہم ضرورت ہے ..

یہ مکتوبات شریف تین جلدوں پر مشتمل ہیں.. ان کا عربی اور بعض منتخبات کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اور مزید ڈاکٹر آرتھر بوھیلر وکٹوریہ یونیورسٹی، نیوزی لینڈ میں کر رہے ہیں ..

پیش نظر مقالہ ''جواہر مکتوباتِ مقدسہ'' میں انہی مکتوبات شریف سے منتخبات کی تلخیصات پیش کی جا رہی ہیں جو کہ مجددِ عصر، مسعود ملت، ھادیِ اہلسنت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی جوہر شناس شخصیت کا فیضان ہے ..... اس مقالہ کی ترتیب وتدوین کی تقریب یہ ہوئی کہ حاجی مقصود احمد خان مظہری کے اصرار پر ۱۹۹۳ء میں ان ہی کے دولت کدے (کراچی) پر حضرت مسعود ملت نے درس مکتوبات شریف کا آغاز فرمایا. جس میں پہلے نماز عشاء باجماعت ہوتی، پھر مراقبہ، اس کے بعد درود شریف کا ورد، پھر تلاوت کلام پاک اور نعت شریف پھر درس مکتوب شریف .. درس کے لیے حسب کتاب کوئی ترتیب نہیں رکھی گئی بلکہ جس مکتوب کو یا مکتوب کے حصے کو عوام کے لیے اس وقت مفید پایا اس کا خلاصہ ضروری تشریح کے ساتھ ماہ بہ ماہ پیش کیا جاتا رہا .. گویا معرفت کی کان جواہر سے ہر ماہ ایک جوہر کا انتخاب کر کے سے خلاصہ کی شکل تراش کر معرفت کی زیب وزینت کے مشتاقان کی انگشتری حیات میں جڑا جاتا رہا اور کبھی خلاصہ کی شکل تراشنے کے بعد تشریح کی لڑی میں پرو کر سالکان معرفت کے گلے کی زینت بنایا جاتا رہا .. درس کے آخر میں فارسی کا اصل مکتوب شریف پڑھ کر اس کا ترجمہ بھی بیان کر دیا جاتا .... یہ تلخیصات برسوں سے لکھی

جاری تھیں......اب جبکہ جہان امام ربانی کی سات جلدیں شائع ہو چکیں اور نوبت مزید جلدوں کی آئی تو خیال آیا کہ کیوں نہ ان جواہر کی مالا بنا کر قارئین جہان امام ربانی کو مزید ایک روحانی وعرفانی تحفہ پیش کیا جائے چنانچہ مکتوبات شریف کی ان تلخیصات کو مرتب کر کے ''جواہر مکتوبات مقدسہ'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے......ان شاءاللہ ان جواہر پاروں کو الگ سے کتابی صورت میں بھی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی......

پیش کردہ مکتوبات شریف کے انتخاب میں انفرادی اور اجتماعی افادیت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ وہ افادیت دینی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی، سیاسی، عمرانیاتی، روحانی کچھ بھی ہو سکتی ہیں۔

۲۵ر جنوری ۲۰۰۶ء

احقر
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
کراچی

☆......☆......☆

وفی یوم علی وجھہ هو فی الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

جلد اول

☆☆

اللّٰہ نور السموات والارض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

☆☆

(جلد اول)

جواہر مکتوب نمبر۴

☆......قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کا جامع ہے کہ وہ کلام اللہ ہے۔

☆......اس لیے قرآن حکیم کو رمضان المبارک سے خاص نسبت ہے کہ وہ شہر اللہ ہے، اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ.''

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کا عکس اور ظل ہیں (چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول اس پر گواہ ہے) تو آپ کو بھی رمضان المبارک سے خاص نسبت ہوئی۔

☆......اسی لیے یا اسی مناسبات کی وجہ سے یہ ماہ مبارک تمام بھلائیوں اور برکتوں کا جامع ہے، کہ یہ رؤف ورحیم کا مہینہ ہے، جو بھلائی تمام سال میں جس کسی کو جس راہ سے پہنچتی ہے وہ اس ماہ مبارک کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اس لیے سمندر سے خوب فائدہ اٹھانا چاہیے، پیاسا نہ رہنا چاہیے۔

☆......اس مبارک مہینہ میں جس کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا وہ تمام سال مطمئن رہے گا اور جو اس ماہ میں پراگندہ خیال رہا وہ سارے سال پراگندہ رہے گا، اس لیے اس ماہ مبارک میں پریشانیوں کے باوجود اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے تاکہ سکون قلب حاصل ہو۔

☆......جس کسی سے یہ ماہ مبارک راضی ہو اس کے لیے بشارت وخوشخبری ہے اور جس سے یہ ماہ مبارک ناراض ہو وہ برکتوں سے محروم رہا۔

☆......جو برکتیں اس ماہ مبارک کے دنوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ اور ہیں یعنی دونوں کا رنگ اور کیف الگ الگ ہے۔

☆......اس ماہ مبارک میں ختم قرآن اس لیے مسنون ہوا تاکہ ذاتی اور صفاتی برکات حاصل ہو جائیں پس جس نے ان دونوں برکتوں کو جمع کیا محروم نہ رہے گا۔

☆......روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا بھی شاید اس لیے ہو کہ دونوں وقتوں کے درمیان امتیاز رہے یعنی رات اور دن کی برکتیں خلط ملط نہ ہوں اور ایک مکتوب میں فرمایا کہ یہ جلدی اور تاخیر اس لیے بھی ہوسکتی ہے کہ بندگی کا اظہار ہو، ملازم و خادم کھانے میں جلدی کرتے ہیں اور دیر تک کھاتے رہتے ہیں۔

(درس مکتوب: ۳۰ رجنوری ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹

(ہمہ وقت اپنے عیبوں پر نظر رکھنا عبدیت ہے: ہمارے عیب آئینہ ہیں جس میں نیکیاں نظر آنے لگتی ہیں جس طرح آئینہ میں اپنی صورت نظر آتی ہے، چیزیں بالمقابل ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں مثلاً رات دن، گرم سرد وغیرہ اس مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد کریم کے سامنے کمال عاجزی کا اظہار فرمایا ہے جس کو بیان کرنا بھی بے ادبی معلوم ہوتا ہے)

☆......اپنے عیبوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ عیبوں کو دیکھنا مقام عبدیت ہے جو سب سے بلند مقام ہے جب غلام خود کو غلام سمجھے گا جب ہی عیب نظر آئے گا۔ آقا سمجھنے لگا تو عیب نظر نہیں آئیں گے اور مقام عبدیت سے گر جائے گا۔ محبوبوں کو مقام عبدیت پر فائز کرتے ہیں۔

☆ ...عاشقوں کا آرام محبوب کو دیکھنے میں ہے اور محبوب کی خوشی عاشقوں کی اطاعت میں ہے۔

☆......عیبوں کے احساس و ادراک سے یہ مراد نہیں کہ وہ عیب اس میں موجود ہوں بلکہ وہ اپنی خوبیوں کو بھی عیب سمجھتا ہو۔ ایسا شخص اللہ کی صفات اور اخلاق سے متصف ہو جاتا ہے۔ عیبوں کو دیکھنا بھی اخلاق سے متصف ہونے کا ثمرہ ہے یہ کیفیت نفس مطمئنہ کے اپنے مقام سے نزول کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

☆......جب تک سالک خود کو زمین پر نہ ڈالے، اپنے مولیٰ کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔ وہ شخص بے نصیب کیوں نہ ہوگا جو خود کو مولیٰ کی صفات سے متصف سمجھتا ہو یہ سمجھنا سماء وصفات میں الحاد وزندقہ ہے۔

☆ ...محبوبیت فضل رب ہے مگر یہ محبوبیت کامل ہو یا ناقص اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے (اظہار عجز وانکسار بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو مقام عبدیت کا پتا دیتا ہے)۔

(درس مکتوب ۲۵ رمئی ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۳

☆......دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی جو یہاں بویا جائے گا وہ وہاں کاٹا جائے گا۔

☆......زمین کو بیکار اور ضائع کرنا دو طرح سے ہے ایک تو یہ کہ کچھ نہ بویا جائے دوسرے یہ کہ خراب اور ناپاک بیج بویا جائے یہ پہلے سے زیادہ مہلک ہے۔

☆......خود کو ناقص پیر کے سپرد کرنا ایسا ہے جیسے زمین کو ناتجربہ کار کسان کے سپرد کرنا۔ زمین پہلے بنائی جاتی ہے پھر بیج ڈالا جاتا ہے۔

☆......زمین سے ناواقف انسان بنجر زمین میں بیج ڈال سکتا ہے جو ضائع ہوگا اور بنی بنائی زمین کو بھی خراب کر سکتا ہے۔

☆......اس طرح پیر ناقص جو زمین کی استعداد سے واقف نہیں بلکہ بیج ہی سے واقف نہیں وہ زمین کی استعداد کو نہیں بنا سکتا بلکہ اس کی تعمیر میں تخریب ہے۔

☆......ایسے القاب استعمال نہ کیے جائیں جو کافروں سے مشابہ ہوں کیوں کہ وہ مغضوب ہیں۔ نہ ایسے رسم و رواج اپنائے جائیں جو کافروں سے مشابہت رکھتے ہوں۔ (درس مکتوب: ۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۴

☆......آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے (بخاری و مسلم)۔ وہ شخص برگزیدہ ہے جس کے دل میں اللہ کی محبت و طلب کے سوا کسی کی محبت و طلب نہ ہو۔ ایسا شخص مخلوق میں ہوتے ہوئے بھی واصل بحق ہوتا ہے۔

☆......دل کی محبت کا تعلق صرف ایک سے ہوتا ہے۔ (ایک عاشق کے دو معشوق نہ سنے) خواہشات کی کثرت اور سب چیزوں کی محبت اس کی اپنے نفس کی محبت کی فرع ہے وہ چیزوں کو ان کے لیے نہیں اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے، اس کو محبت اپنی ذات سے ہے۔

☆......جب نفس سے محبت نہ رہے گی، چیزوں سے محبت نہ رہے گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ انسان کا اپنا نفس ہی حجاب اکبر ہے۔ جب تک بندہ اپنے نفس کی خواہش سے پاک نہ ہوگا اللہ کی مراد نہیں بن سکتا۔ اللہ کی محبت اس کے دل میں نہیں سما سکتی۔ اس لیے فرمایا: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (الآیۃ)

☆ ...... جب محبت ذاتیہ حاصل ہو جاتی ہے تو انعام و ایلام یکساں ہو جاتے ہیں اور اس کو اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ عبادت خاص اللہ کے لیے کرتا ہے، اپنے نفس کے لیے نہیں کہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور دوزخ کی کلفتوں سے بچے، یہ مرتبہ مقربین کا ہے۔

☆ ...... ابرار محبت ذاتیہ کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کی عبادت خوف و طمع سے کرتے ہیں، یہ عبادت ان کی ذات کی طرف راجع ہے اس لیے کہا گیا کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔

☆ ...... جو مقربین خوف و طمع سے عبادت کرتے ہیں وہ جنت کو اس لیے طلب کرتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کی رحمت و محبت کی جگہ ہے اور دوزخ سے بچنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کی جگہ ہے۔ یہ اکابر اپنے نفسوں کی غلامی سے آزاد ہیں، ان کو اپنی فکر نہیں۔ (درس مکتوب ۳۰ر نومبر ۱۹۹۵ء / ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۹

☆ ...... نماز عشاء نصف شب سے پہلے پڑھ لینی چاہیے البتہ وتر نماز تہجد کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔

☆ ...... فرائض و سنن میں کوتاہی اختیار کر کے مستحبات و نوافل میں مشغول نہ ہونا چاہیے، فرض و سنت کی بڑی فضیلت ہے۔

☆ ...... شفا کی غرض سے کسی بزرگ کے وضو کا ماءِ مستعمل نہ پینا چاہیے البتہ چوتھے بار کا پانی (جو بغیر نیت عبادت و طہارت نہ استعمال کیا گیا ہو) ماءِ مستعمل نہیں، وہ پیا جا سکتا ہے۔ اور وضو کا بچا ہوا پانی شفا کہا گیا ہے۔

☆ ...... خلفاء کو سختی سے منع کریں کہ وہ مریدوں سے خود کو سجدہ نہ کرائیں کیوں کہ ان کا یہ عمل دوسرے کے لیے دلیل بن سکتا ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ تصوف کے ساتھ ساتھ کتب فقہ میں پڑھ کر سنائی جائیں۔
حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کرام کے علوم، احوال کے علوم ہیں۔ احوال کے علوم اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ احوال کی میراث اس کو ملتی ہے جس نے اپنے اعمال درست کیے ہوں۔ اعمال اس وقت درست ہوتے ہیں جب انسان اعمال کو پہچانے اور عمل کی کیفیت کو جانے اور یہ باتیں احکام شریعت کے علم سے حاصل ہوتی ہیں جس کا حاصل کرنا واجب ہے۔
علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے، ایک مجاہدہ طلب علم کا اور دوسرا مجاہدہ علم کے مطابق عمل کرنے کا۔ اس لیے ضروری ہے کہ علم شریعت حاصل کیا جائے تاکہ دونوں مجاہدوں کی تکمیل ہو جائے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو علم و عمل کی

دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین! (درس مکتوب: ۳۰؍جنوری ۲۰۰۳ء/ ۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۳۴

☆.....دنیا کی محبت و رغبت علماء کی پیشانی کا بدنما داغ ہے۔ ایسے دنیا دار عالم سے اگرچہ مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے مگر خود اس کو فائدہ نہیں پہنچتا جیسے پارس کا پتھر۔ بلکہ یہ علم ان کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے کیوں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اس عالم کو عذاب دیا جائے گا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔

☆..... جو علماء دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہ علماء دنیا میں سے ہیں یہی لوگ علماء سوء اور دین میں سب سے برے ہیں اور دین کے چور ہیں حالانکہ یہ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور خود کو مخلوقات میں سب سے بہتر خیال کرتے ہیں۔

☆.....اس زمانے میں شریعت کے معاملے میں جو سستی، کاہلی اور نفاق پیدا ہو گیا ہے وہ سب برے علماء کی نحوست ہے، ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ و دولت سے بے زار ہیں وہ علماء آخرت ہیں اور انبیاء کے وارث ہیں مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں کل قیامت میں ان کی روشنائی اور سیاہی شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کی جائے گی اور اس سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اس کا سونا بھی عبادت ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو آخرت کا جمال پسند آیا اور خود کو باقی کے سپرد کر کے فانی سے آزاد ہو گئے۔

☆.....آخرت کی عظمت کا مشاہدہ حق تعالیٰ کی عظمت کے مشاہدے کا ثمر ہے دنیا کو ذلیل سمجھنا آخرت کی عظمت کے مشاہدے کا نتیجہ ہیں۔ آخرت اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

☆.....بعض مشائخ نے اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے جو بظاہر دنیا سے رغبت والے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں رغبت نہیں رکھتے۔ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا منیٰ کے بازار میں ایک خدا رسیدہ تاجر کو دیکھا کہ کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی مگر ایک لحظہ اللہ سے غافل نہ ہوا۔ ایسے بظاہر دنیا دار مشائخ اپنی خواہش اور ارادے سے پوری طرح نکل چکے ہیں اور نیک نیتی کے ساتھ دنیا کی صورت اختیار کی ہے شاید اس لیے کہ بعض دنیادار، دنیا دار سے رغبت رکھتے ہیں۔

اس مکتوب گرامی کا حاصل یہ ہے کہ علماء حق میں وہی مرد کامل ہے جو قلبی طور پر دنیا سے رغبت نہیں رکھتا۔

(درس مکتوب: دسمبر ۱۹۹۳ء و ۲۷؍جنوری ۲۰۰۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۳۸

☆......اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے والا اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ نہیں کیوں کہ اس کلمہ میں بندہ سب سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ غضب کی وجہ یہی تھی کہ رخ دوسروں کی طرف تھا جب وہ وجہ نہ رہی تو غضب بھی نہ رہا۔ مثلاً کوئی خادم اپنے مالک کی پرواہ نہیں کرتا جب وہ غضبناک ہوتا ہے تو ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مالک کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

☆......معلوم ہوتا ہے یہ کلمہ ان ۹۹ خزانوں کی کنجی ہے جو آخرت کے لیے ذخیرہ کیے گئے ہیں جس کسی نے اس کی تصدیق کی پھر وہ کسی کفر و شرک کی رسم میں گرفتار بھی ہو گیا تو اس کلمہ کی شفاعت سے عذاب سے باہر اور دائمی عذاب سے نجات پا جائے گا۔

☆......کلمہ طیبہ جیسا کلمہ شفاعت والا نہ ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے شفیع نہ ہوتے تو یہ امت ہلاک ہو جاتی۔

☆......اس کلمہ طیبہ کے فضائل میں یہ ہے کہ اس کا دل سے پڑھنے والا جنت میں جائے گا۔ فقیر محسوس کرتا ہے کہ تمام عالم کو صرف ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں تو گنجایش ہے، یہ بھی نظر آتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکات سارے عالم پر تقسیم کر دیں تو کافی ہوں، ایسا کیوں نہ ہو جب اس کلمہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی تو ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆......تمام دنیا اس کلمہ کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور کچھ بھی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کلمہ کی عظمت کا ظہور کلمہ پڑھنے والے کے درجہ کے اعتبار سے ہے جس قدر پڑھنے والا بلند ہوگا اس قدر اس کلمہ کی عظمت کا ظہور ہوگا۔

☆......دنیا میں شاید کوئی آرزو اس آرزو کے برابر نہیں کہ گوشہ تنہائی میں اس کلمہ کا ورد کرتے رہیں اور اس سے لذت پاتے رہیں مگر تمام آرزوئیں میسر نہیں ہوتیں۔ مخلوق سے میل جول کے بغیر چارہ نہیں۔

(درس مکتوب: ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ/ ۲۸ر مارچ ۲۰۰۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۳۹

☆......اگر دل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ الجھا ہوا ہے تو خراب اور ابتر ہے۔

☆......محض ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔

☆......اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف التفات کرنے سے دل کو بچانا چاہیے، اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے ان کے بجالانے کا حکم دیا ہے یہ دونوں امور ضروری ہیں۔

☆......جس طرح بدن کے بغیر روح سمجھ میں نہیں آسکتی اسی طرح بدنی نیک اعمال کے بغیر دل کے احوال کا حاصل ہونا محال ہے۔ یعنی دل کے بغیر نیک اعمال نہیں اور نیک اعمال کے بغیر دل نہیں، یہ لازم وملزوم ہیں۔

☆......اصل دل ہے۔جس نے یہ ٹھیک کرلیا اس نے سب کچھ ٹھیک کرلیا۔ایک حدیث میں ہے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور نیت کا تعلق دل سے ہے۔ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے''

☆......قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍo (شعراء:۸۹)

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر (یعنی دل کام آئے گا، قلب سلیم ایسے ہی دل کو کہتے ہیں)

☆......بہت سے ملحد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ کے بغیر اصلاح قلب ممکن ہے، یہ دعویٰ غلط ہے اور اعمال صالحہ وہی ہیں جو شریعت کے مطابق ہوں، کوئی عمل، عمل صالح نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو۔ (درس مکتوب: ۲۵ر فروری ۱۹۹۹ء)

خلاصہ مکتوب شریف نمبر ۴۰

☆......سیر وسلوک سے مقصود ''مقام اخلاص'' کا حاصل کرنا ہے۔جو بیرونی اور اندرونی معبودوں کے فنا پر موقوف ہے۔

☆...... یہ اخلاص شریعت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔

☆ ...شریعت کے تین اجزا ہیں، علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت. حقیقت دونوں شریعت کے جز و اخلاص کو کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔

☆ اکثر اہل دنیا خواب وخیال سے مطمئن ہوگئے ہیں اور انھوں نے معمولی چیزوں کو کافی سمجھ لیا ہے، وہ شریعت کے کمالات کو کیا جانیں اور طریقت وحقیقت کی اصلیت تک کیسے پہنچیں؟ یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز۔ یہ صوفیوں کی باطل باتوں پر دھوکہ کھاتے ہیں اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔

خلاصہء کلام یہ کہ دل پر نظر رکھنی چاہیے اور ہمہ وقت اس کی نگرانی کرنی چاہیے۔ عقائد و عبادات، اخلاص ومعاملات میں اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔ یہ حاصل ہوگیا تو سب کچھ حاصل ہوگیا۔

(درس مکتوب: ۲۹ رجنوری ۲۰۰۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۴

☆ ...حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے پروردگار کے محبوب ہیں، جو چیز عمدہ و پسندیدہ ہے وہ محبوب کے لیے ہے۔

☆ ...فرمایا! ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' آپ بڑے اخلاق پر ہیں۔ یعنی محبوب ترین اخلاق آپ کے لیے ہیں (ایک نکتہ فقیر کے قلب پر وارد ہوا) یعنی اخلاق عظیمہ آپ سے فیض یافتہ ہیں، اخلاق عالیہ کو آپ کی نسبت سے عظمت ملی جس طرح راہوں میں اس راہ کو فضیلت ملی جس راہ پر آپ چلے۔ فرمایا! وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا۔ یعنی چلنا چاہتے ہو تو چلنے کے لیے یہی راہ ہے باقی راہیں چھوڑ دینے کے لائق ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اچھی ہدایت تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت ہے اس لیے کہ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا'' اس ادب کا تعلق مولیٰ سے ہے، یہ نسبت ہی عظمت کے لیے کافی ہے غور کرنا چاہیے۔

☆ ... باطن، ظاہر کی تکمیل کرنے والا ہے اور اس کو مکمل کرنے والا۔ دونوں میں بال برابر بھی مخالفت نہیں.... شریعت، طریقت اور حقیقت کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے.... زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے، جھوٹ نہ بولنا تکلفاً ہے تو طریقت ہے اور عادتاً ہے تو حقیقت ہے یعنی مسلمان جب سنت کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے کامل ہو جاتا ہے۔ (ظاہری و باطنی طہارت)

☆ ......نفس کے مطمئنہ ہونے کے باوجود اس کی (نفس کی) صفات کے باقی رکھنے میں بہت فائدے ہیں۔ اگر نفس کو اس کے اپنی صفات کے ظہور سے بالکل روک دیا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جائے اور روح، فرشتہ جیسی ہو کر ایک مقام میں بند ہو جائے، روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے سبب سے ہے اس لیے صفات نفس باقی رکھی گئیں۔

☆ ......حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار سے جہاد کر کے واپس تشریف لائے تو فرمایا "**رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر**"، نفس کی مخالفت مسلسل جہاد ہے، جو جہاد اکبر ہے۔

☆ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جائیں محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے آیہ کریمہ "**فاتبعونی**" میں اسی رمز محبت کو بیان کیا گیا ہے یعنی جب اطاعت سے صفات محبوب پیدا ہوں گی تو وہ محبوب ہو جائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لے جانے والا ہے ہر عقلمند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ کے حبیب کی پیروی کر کے اللہ کا محبوب ترین بن جائے۔

(درس مکتوب ۴۳، ۲۳ جولائی ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۴

☆ جو شخص فقراء اور اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے اور ان سے میل جول رکھتا ہے اس کو فقر محمدی سے بچہ میراث حاصل ہے کیوں کہ یہ محبت انہی کا صدقہ ہے۔

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و فکر سے اپنے کلام کو آراستہ کرنا ہے آپ کی تعریف و توصیف کے لائق ہم نہیں۔

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ اللہ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے زیادہ عزت والے ہیں، اللہ کے محبوب ہیں۔ سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے، حضرت آدم علیہ السلام اور سارے انبیاء علیہم السلام آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے، آپ دنیا میں نبیوں میں آخر ہیں لیکن میدان حشر میں نبیوں میں آپ اول ہوں گے، آپ اول بھی ہیں اور آخر بھی۔

☆ ......اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو اللہ خلقت کو پیدا نہ فرماتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا۔ آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہو رہا تھا۔ یہ حقیقت آپ کی جلالت شان کی بڑی دلیل ہے۔

☆..... آپ سید البشر اور انبیاء کے سردار ہیں، آپ کی امت بھی امتوں میں سردار ہے کہ وہ آپ کی تصدیق کرتی ہے، اسی طرح آپ کو جھٹلانے والے سب امتوں میں سب سے زیادہ برے ہیں، ناسازگار حالات میں تھوڑا سا نیک عمل، عمل کثیر کے برابر ہے۔

☆.....حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں آپ کی متابعت کرنے والے آپ کے صدقے اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں۔ اگر ظاہر میں ہجرت میسر نہیں تو باطنی ہجرت کو پوری طرح مدنظر رکھیں، مخلوق کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہیں۔

(درس مکتوب: ۲۸ / مارچ ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۵

☆.....رمضان المبارک بہت بزرگی والا مہینہ ہے اس میں نفلی عبادت کا ثواب فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے۔

☆.....جو شخص اس ماہ مبارک میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کو بخش دیتے ہیں، دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں اور افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

☆.....جو شخص اس ماہ مبارک میں اپنے غلام یا خادم سے خدمت لینے میں نرمی کرے اس کو بھی بخش دیتے ہیں اور دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتے ہیں۔

☆.....رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو آزاد فرماتے اور جو جو چیز مانگتا عطا فرماتے۔

☆.....جس شخص کو اس ماہ مبارک میں نیک کاموں کی توفیق مل جائے وہ تمام سال نیک کاموں میں مصروف رہے گا اور اگر برے کاموں میں مصروف رہا تو سارا سال پراگندگی اور پریشانی میں گزرے گا۔

☆.....اس ماہ مبارک کی رات کئی ہزار دوزخ کے مستحق آدمیوں کو نجات ملتی ہے، بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے، رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

☆.....افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا سنت ہے شاید اس لیے کہ اس سے بندگی کا اظہار ہوتا ہے، اور کھجور سے افطار کرنا سنت ہے۔

☆.....اس ماہ مبارک میں نماز تراویح میں پورا قرآن سننا سنت موکدہ ہے اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(درس مکتوب: ۲۸ / نومبر ۲۰۰۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۷

☆...... جہان کے ساتھ بادشاہ کی نسبت ایسی ہے جیسے بدن کی نسبت دل کے ساتھ، اگر دل اچھا ہے تو بدن اچھا ہے اور اگر دل خراب ہے تو بدن بھی خراب ہے۔ بادشاہ کے درست ہونے میں جہاں کی درستی ہے اور بگڑنے میں جہاں کی خرابی ہے۔

☆...... گزشتہ صدی میں اہل اسلام پر کیسی مصیبتیں گزریں پہلے بھی مصیبتیں آئیں مگر کافر اپنے دین پر قایم تھے اور مسلمان اپنے دین پر اور گزشتہ صدی میں کفار نے غلبہ پا کر دارالاسلام میں کھلم کھلا احکام کفریہ جاری کیے اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے، جاری کرتے تو قتل کر دیے جاتے۔

☆...... آج جب کہ بادشاہ کی تخت نشینی کی خبر کانوں تک پہنچی تو اہل اسلام پر لازم ہے کہ بادشاہ کے معاون و مددگار رہوں اور شریعت کو رواج دینے میں اس کی رہنمائی کریں سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اجماع امت کے مطابق مسائل شرعیہ کو بیان کیا جائے اور کلامیہ عقائد کو ظاہر کیا جائے تا کہ گمراہ کرنے والا راستہ سے ہٹا نہ دے۔

☆...... پچھلے دنوں مصیبت علماء سوء کی وجہ سے آئی، بہت کم لوگ ہیں جو بغیر علماء سوء کے گمراہ نہ ہوئے ہوں اس لیے علماء حق میں طاقت رکھتے ہوئے کوئی مدد نہ کرے تو وہ معتوب ہوگا۔ فقیر اپنا تعاون پیش کرتا ہے اور بہت جلد حاضر ہوگا آپ بادشاہ کے بہت قریب ہیں اور طاقت بھی رکھتے ہیں خلوت و جلوت میں شریعت کو رواج دینے کی کوشش کرتے رہیں۔ (درس مکتوب ۲۶/ جون ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۲

☆...... انسان کے نفس کو عزت و عظمت اور اقتدار سے محبت ہوتی ہے، وہ فطری طور پر اس کا خواہاں ہے کہ مخلوق اس کی محتاج و محکوم ہو اور وہ کسی کا محتاج و محکوم نہ ہو۔ (حالاں کہ حاکمیت و محکومیت کے فرق سے ہی انسان اور خدا میں تمیز کی جا سکتی ہے) انسان کا یہ دعوی خدائی اللہ کی شرکت کا دعوی ہے بلکہ وہ شرکت پر بھی راضی نہیں، چاہتا ہے کہ حاکم صرف وہی ہو۔ (کیوں کہ سرکش حاکم، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی نہیں مانتا، اپنا حکم نافذ کرنا چاہتا ہے)

☆...... کمینی دنیا (ضرورت سے زائد دنیا کمینی ہے ضرورت کے تحت کمینی نہیں کیوں کہ وہ انسان کا فطری

تقاضا ہے) کا حصول نفس کی خواہش کی تکمیل کرنا ہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہے پس جو اس چیز کو طلب کرے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو ملعون ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو باعث فخر فرمایا کہ فقر میں طلب دنیا سے بیزاری اور اللہ کی رضا ہے۔

☆......شرعی احکام نفسانی خواہشات کو دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں جتنا انسان متبع سنت ہو گا نفسانی خواہشات زائل ہوتی چلی جائیں گی یہی وجہ ہے کہ نفس کی خواہش کے مطابق سالوں عبادت سے یہ برتر و افضل ہے کہ شریعت کے مطابق بظاہر معمولی عبادت کی جائے اس طرح نفس کی خواہش سے لاکھوں روپے خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ ایک دینار زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور نفس کی خواہش سے سالوں روزہ رکھنے سے بہتر ہے کہ عید کے دن شریعت کے حکم کے مطابق کھانا کھایا جائے۔

☆...... جب تک تزکیہ نفس نہ ہو جائے اور دماغ سرداری کے مالیخولیا سے پاک نہ ہو جائے اس مرض کو دور کرنے کی فکر ضروری ہے جس کے لیے کلمہ طیبہ وضع کیا گیا ہے جو بیرونی و اندرونی معبودوں کی نفی کرتا ہے۔ جب نفس سرکشی پر آمادہ ہو اور عہد شکنی کرے تو اس کلمہ کی تکرار سے ایمان تازہ کرنا چاہیے۔

☆...... کلمہ طیبہ کی بڑی فضیلت ہے، زمین و آسمان کی تمام چیزوں سے یہ بھاری ہے، اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

وضاحت:

چوں کہ یہ مکتوب اکبر بادشاہ کے دور میں لکھا گیا اور اکبر کے متعلق مشہور تھا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا، اکبر کی موت پر شیخ فرید بخاری کے نام تعزیتی خط میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی یہ اشارہ کیا ہے اس لیے مکتوب شریف میں نفس امارہ کے بیان کے پردے میں اکبر کی سرکشی کا ذکر کیا گیا، پھر چوں کہ بالعموم وزیروں افسروں میں وزارت و افسری کا ایک نشہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حق قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں اس کے تدارک کے لیے بھی آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد تجویز کیا اس سے دربار جہانگیری کے اہم وزیر شیخ فرید بخاری کو درویش صفت بنایا اور وہ امیر ہوتے ہوئے فقیرانہ بسر کرتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی پردے پردے میں اپنی بات کہہ کر نصیحت کا حق ادا کر دیتے ہیں کیوں کہ ایسی نصیحت زیادہ دل پذیر ہوتی ہے، آپ داروغہ بن کر نفس امارہ کی خواہش پر نصیحت نہیں کرتے اس لیے نہ کسی

کے پیچھے لگتے ہیں نہ تعاقب کرتے ہیں یہی روش علماء حق کو زیب دیتی ہے۔ (درس مکتوب ۲۸ ؍اکتوبر ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۹

☆...... نجات ابدی کے لیے تین چیزیں لازم ہیں. علم، عمل اور اخلاص۔

☆...... علم دو قسم کا ہوتا ہے، علم فقہ جس کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور علم کلام جس کا تعلق عقائد سے ہے۔

☆...... بزرگان اہل سنت و جماعت کی پیروی کے بغیر نجات ممکن نہیں، یہ بات کشفی اور الہامی ہے، جو اہل سنت سے نکلا وہ گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کیا، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اس کی نظروں سے چھپ گئی، صحابہ کرام کی فضیلت بھی اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، اہل بیت اطہار اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت سے بے بہرہ ہوگیا، خیر کثیر سے روک دیا گیا۔

☆...... صحابہ کرام میں افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ بات امام شافعی نے فرمائی جو صحابہ کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر ہیں۔

☆ اہل بیت کی مثال کشتیء نوح (علیہ السلام) کی ہے اور صحابہ کی مثال ستاروں کی ہے، کشتی رانی کی رہنمائی کے لیے ستاروں کی حاجت ہے۔ کشتی کی بھی ضرورت ہے اور ستاروں کی بھی۔

☆...... ایک صحابی سے انکار تمام صحابہ سے انکار ہے، صحابہ کی شان یہ ہے کہ تابعین کے سردار اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی ان کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے اس لیے کہ صحابہ کا ایمان شہودی تھا یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لاتے جب کہ تابعین کا ایمان سمعی ہے وہ سن کر ایمان لاتے۔

☆ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں، اعمال ایمان پر مرتب ہوتے ہیں۔ جتنا ایمان کامل ہوگا اتنا ہی عمل کامل ہوگا۔

☆...... جس کو اخلاص بناوٹ اور تکلف سے حاصل ہو تو وہ مسلمان مُخلِص ہے اور بغیر بناوٹ اور تکلف کے حاصل ہو وہ مسلمان مُخلَص ہے۔ اس کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ اس کو نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ سراپا اخلاص ہے۔

☆ صوفیہ کے طریقے سے علم و عمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جن باتوں کو دلیل سے مانا جاتا ہے وہ ان حضرات کی صحبت میں انشراح صدر سے بلا دلیل سمجھ میں آجاتی ہیں اور یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

(درس مکتوب: ۳۰؍دسمبر ۱۹۹۳ء، ۲۴؍مارچ ۱۹۹۴ء، ۲۷؍جولائی ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۰

☆.....خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ (مرشد مولانا جامی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں کہ وساوس وخطرات دفع کرنے سے مراد وہ خطرات ہیں جو مطلوب کی طرف دائمی توجہ میں مانع ہوں نہ کہ مطلق خطرات۔

☆.....حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے قلب مبارک سے خطرات اس حد تک دور ہوگئے تھے کہ عمر نوح علیہ السلام عطا فرمائی جائے تب بھی خطرہ نہ آئے بلکہ تکلفاً وسوسہ پیدا کرنے میں برسوں لگ جائیں۔

☆.....جو حالت اور کیفیت تکلف سے حاصل ہوتی ہے، دائمی نہیں ہوتی، چلّوں کے ذریعے وساس وخطرات کو روکنا تکلف ہے، اس طرح دوام ممکن نہیں، دوام مرتبۂ حقیقت میں ہے جہاں تکلف کو دخل نہیں۔

☆ تکلف وبناوٹ طریقت میں ہے، حقیقت میں وہ ہے جو بلا تکلف حاصل ہو، ''یاد کرد'' مرتبہ طریقت میں ہے اور یادداشت مرتبہ حقیقت میں ہے۔

☆.....دائمی نگرانی اور دائمی توجہ میں بڑا فرق ہے، نگرانی مبتدیوں کو حاصل ہوتی ہے اور توجہ منتہیوں کو۔

☆.....خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یادداشت کے آگے پنداشت ہے یعنی خیال ہی خیال ہے۔ (درس مکتوب: ۲۸ راپریل ۱۹۹۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۱

☆..... اللہ تعالیٰ اگر دینا نہ چاہتا تو بندے کو طلب عطا نہ فرماتا، طلب کا عطا ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ بندوں کو دینا چاہتا ہے۔

☆.....طلب کی حفاظت کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کمال عاجزی کا اظہار کیا جائے۔

☆.....حدیث میں آیا کہ رونا نہ آئے تو رونی صورت بنالو شاید یہ صورت وسیلۂ کرم کردگار ہو جائے۔

☆ طلب کی حفاظت شیخ کامل کے ملنے تک ہے جب وہ مل جائے ساری مرادیں اس کے سپرد کردے اور خود ایسا ہو جائے جیسے غسال کے ہاتھ میں میت۔

☆.....فنائے اول، فنا فی الشیخ ہے۔ یہی فنا، فنا فی اللہ کا ذریعہ او واسطہ ہے۔

☆......فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا مرید اور مرشد کی باہمی مناسبت پر موقوف ہے اس میں لینے کی قابلیت ہو اور اس میں دینے کی صلاحیت ہو۔

☆......چوں کہ ابتداء میں طالب طریقت کو بارگاہ الٰہی سے اپنی پستی کی وجہ سے مناسبت نہیں ہوتی اس لیے ایسے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے جو ایک طرف خالق سے تعلق رکھتا ہو تو دوسری طرف مخلوق سے اور وہ شیخ کامل ہے۔

☆......شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنے سے طلب میں فتور واقع ہوتا ہے۔

☆......جو مریض ناقص حکیم سے علاج کراتا ہے وہ اپنی بیماری کو زیادہ کرتا ہے بلکہ مرض کے زائل ہونے کی قابلیت کو زائل کرتا ہے۔

☆......حضرات نقشبندیہ کے طریق کا دارومدار صحبت پر ہے، کہنے سننے سے کام نہیں بنتا بلکہ طلب میں سستی واقع ہوتی ہے۔

☆......رابطہ ء مناسبت کے بغیر مطلوب حاصل ہونا مشکل ہے، مراسلت اور خط و کتابت سے سلسلہء اخلاص ومحبت قایم رہتا ہے۔ (درس مکتوب: ۲۶ رمئی ۱۹۹۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۴

☆......دنیا میں رنج وغم اور لذتیں دو قسم کی ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ جس چیز میں جسم کے لیے لذت ہے حقیقت میں روح کے لیے اس میں دردوغم ہے اور جس چیز میں جسم کے لیے رنج وغم ہے حقیقت میں روح کے لیے اس میں لذت ہے۔ پس جسم اور روح ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

☆......اس دنیا میں روح چوں کہ جسم کے مقام میں اتری ہوئی ہے اور جسم میں گرفتار ہوگئی ہے اس لیے روح بھی جسم کے حکم میں داخل ہوگئی ہے۔ اور جسم کی لذت سے لذت یاب اور جسم کے غم سے غمزدہ ہوتی ہے۔ یہ کیفیت عوام کی ہے۔ اس کیفیت کو قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا:

''پھر ہم اس کو سب سے کم تر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے''

اگر روح جسم کی گرفتاری سے آزادی حاصل نہ کرے اور اپنی اصلیت کی طرف نہ لوٹے تو ہزار افسوس ہے۔

☆......انسان کو جس چیز میں لذت پانی چاہیے اس میں لذت نہیں پاتا، جس میں تکلیف محسوس کرنی چاہیے اس میں لذت محسوس کرتا ہے۔ (جیسے تارک نماز، روزہ، زکوٰۃ اور نیکوکار و بدکار وغیرہ) یہ روح کی بیماری ہے

جیسا کہ صفراوی بخار میں میٹھی چیزیں کڑوی لگنے لگتی ہیں حالانکہ میٹھی ہوتی ہیں اس مرض کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ رنج وغم میں بھی زندگی خوشی خوشی گزرے۔ جب ایسے کاموں میں لذت آنے لگے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور جس کا صلہ آخرت میں بھی ملتا ہو تو سمجھے کہ روح اپنی اصل کی طرف لوٹ رہی ہے جب نافرمانی میں لذت آئے اور اس عمل کا آخرت میں صلہ نہ ملے تو سمجھے کہ روح اپنی اصل سے دور ہو گئی ہے۔

☆...... دنیا میں رنج و مصیبت نہ ہوتی تو دنیا کی کوئی قیمت نہ ہوتی، دنیا کی تاریکیوں کو حوادث زائل کرتے ہیں حوادث کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نفع بخش ہوتی ہے جو مرض کو دور کرتی ہے۔ مگر وہ اچھی نہیں لگتی۔ حوادث سے روح کو جلا ملتی ہے اور روح اپنے اصل کی طرف لوٹنے لگتی ہے اس لیے مصائب سے کبھی دل برداشتہ نہ ہونا چاہیے اور روح کی لذت سے جسم کو لذت اندوز ہونا چاہیے، حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ نے ہمیشہ حوادث کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا کہ "فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ (درس مکتوب: ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۵

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسلام غریب الوطنی میں ظاہر ہوا اور عنقریب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ شروع میں ہوا تو غریبوں کو خوش خبری ہے"۔ اسلام کی ذلت اس حد تک پہنچ گئی کہ کافر کھلم کھلا اپنے احکام جاری کر رہے ہیں، مسلمان شریعت پر عمل کرتا ہے تو مطعون ٹھہرتا ہے، کہا گیا ہے کہ شریعت تلوار کے نیچے ہے یعنی قانون کے نفاذ کے لیے اقتدار و اختیار کی ضرورت ہے اور وہ آپ کو حاصل ہے اس لیے ہم آپ کو غنیمت سمجھتے ہیں اور دشمن کے مقابلے میں کسی کو آپ جیسا بہادر نہیں پاتے حدیث شریف میں ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے"۔ اس وقت وہ جنون اور دیوانگی آپ کے اندر محسوس ہوتی ہے۔

☆...... اگر امن و امان اور سکون کے برخلاف دشمن کے غلبہ کے وقت سپاہی تھوڑی سی تگ و دو کر لیں تو بڑی قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت یہی صورت حال ہے، یہ قولی جہاد جو آپ کو حاصل ہے جہاد قتال سے بہتر جانیں یعنی آپ کا حکم سلطنت میں نافذ ہے اس لیے قتال کی ضرورت نہیں آپ کوشش فرمائیں کم از کم اتنا تو ہوا کہ اہل کفر کے بڑے بڑے احکام جو ان (مسلمانوں) میں رائج ہیں، مٹ جائیں۔

☆......اس سے پہلے (سلطنت اکبری میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے دشمنی معلوم ہوتی تھی اس حکومت میں ظاہری طور پر عناد نہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنی کی نوبت آ جائے اور معاملہ اس سے ابتر ہو جائے اس لیے آپ کی توجہ ضروری ہے۔

☆......فقیر ایک تقریب میں یہاں آیا تھا نہ چاہا کہ اپنے آنے کی اطلاع نہ دے اور بعض نفع بخش باتیں نہ لکھے اور اپنی محبت سے جو فطری مناسبت کی وجہ سے ہے خبر نہ دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی محبت کا اس سے اظہار کرے''

(درس مکتوب:۲۴، جون ۲۰۰۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۸

☆......دولت مندوں کی طرف سے تواضع وانکساری اچھی ہے اور استغناء بے نیازی فقراء کی طرف سے اچھی ہے۔ بے شک آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے مگر آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تاکہ اس کے اثرات مرتب ہوں۔

☆......خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کے متعلق کسی نے کہا کہ یہ متکبر ہیں آپ نے فرمایا تکبر اللہ کے لیے ہے اپنے لیے نہیں۔

☆......آپ فقراء کے گروہ کو ذلیل وخوار نہ سمجھیں ان کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ ''گرد آلود، پراگندہ بال درویش جو دروازوں سے دھکیل دیے جاتے ہیں اگر قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ ان کی بات پوری کر کے رہے''۔

☆......آپ کے دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ جو کچھ آپ کی خدمت میں پہنچائیں صحیح صحیح پہنچائیں، جو مشورہ دیں آپ کی صلاح کے لیے دیں اپنی مصلحتوں کو پیش نظر نہ رکھیں۔

☆......فقراء سے دوستی کا مقصد پوشیدہ عیبوں پر اطلاع پانا اور اچھی و بری عادتوں کا ظاہر ہونا ہے لیکن یہ جان لیں کہ اس طرح کی باتوں کا ظاہر کرنا آپ کے آزار کے لیے نہیں، خیر خواہی اور دل سوزی کی وجہ سے ہے۔

چند وضاحتی امور:

☆......مکتوب شریف کے متن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الرحیم خان خاناں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو تین خطوط ارسال فرمائے، آخری خط میں خان خاناں کا خود پسندانہ انداز آپ کو گراں معلوم ہوا، اس پر آپ نے مناسب تنبیہ فرمائی جو آپ کی شان کے لائق تھی۔

☆......حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف سے جہاں گیر بادشاہ کے پایہ تخت آگرہ تشریف لائے ہوئے تھے اس تشریف آوری کی ایک غرض خان خاناں سے ملاقات بھی تھی تاکہ مسلک اہل سنت و جماعت اور دین کی خدمت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مگر سرکاری افسران نے اس ملاقات کا انتظام نہ کیا اور آپ واپس سرہند تشریف لے گئے۔

☆......خان خاناں کو جب معلوم ہوا تو اس نے فوراً خط دے کر اپنے نمائندے کو بھیجا اور دربار میں آنے کی دعوت دی مگر آپ روانہ ہو چکے تھے، راستہ میں یہ خط ملا۔

☆......آپ نے معذرت فرمائی، اس خط کی خاطر سفر ملتوی نہ کیا بلکہ جاری رکھا اور خان خاناں کو معذرت نامہ ارسال فرما دیا، سچ ہے

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سرداراں

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی عظمت دولت میں نہیں حمیت و غیرت میں ہے، غیرت و محبت ہی حقیقی دولت ہے۔ (درس مکتوب: ۳۱ر جولائی ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۹

☆......نجات اہل سنت کی متابعت میں ہے کیوں کہ یہ نجات یافتہ فرقہ ہے، (اس زمانے میں شیعہ، منکرین رسالت اور بدعقیدہ حکومت میں دخیل تھے اس لیے آپ نے مسلک اہل سنت و جماعت پر زور دیا ہے)

☆ .. آپ نے فقراء کے آداب کی رعایت کی اور عاجزی وانکساری سے خط لکھا اس لیے حدیث کے مطابق ''جس نے عاجزی وانکساری کی اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بلند کرتا ہے'' آپ کا رتبہ ضرور بلند ہوگا آپ کو

خوش خبری ہو۔

☆......چوں کہ آپ نے توبہ ورجوع فرمایا ہے یوں سمجھیے کہ درویشوں میں ایک درویش کے ہاتھ پر توبہ کی ہے امید ہے کہ اس کے اثرات ونتائج ظہار ہوں گے جہاں تک ممکن ہو اس توبہ کی ذمہ داریاں پوری کریں۔

☆......وصیت ونصیحت کیا کی جائے اور علوم ومعارف کیا بیان کیے جائیں مختصر یہ کہ نجات کا طریقہ یہی ہے کہ اہل سنت کی پیروی کی جائے کیوں کہ یہ نجات یافتہ جماعت ہے۔ آج کوئی مانے یا نہ مانے قیامت میں مان جائے گا مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اے اللہ ہم کو ہوشیار کردے قبل اس کے کہ موت ہم کو ہوشیار کرے۔ آمین (درس مکتوب: ۲۸/اگست ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۷

☆......فقراء کی محبت اور فقراء کی طرف توجہ سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''میں اس کے ساتھ ہوں جو میرا ذکر کرے'' اور قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُo'' (نور: ۳۷)

''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ سے غافل نہیں کرتے اور نہ نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے سے، یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ (یعنی عجیب اضطراب کا عالم ہوگا)''

☆......فقراء اور اولیاء اللہ کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا بخاری شریف میں ہے کہ:

''وہ ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کا ہم نشین بدنصیب نہیں ہوتا''

مسلم شریف میں ہے کہ:

''یہ وہ جماعت ہے ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا''

☆......حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فقراء اور مہاجرین کے وسیلے سے دعا فرماتے تھے اس سے فقراء کی عظمت

کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما کر ان کی قدر ومنزلت بڑھائی ورنہ کوئی توجہ بھی نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

''بہت سے بکھرے ہوئے بال والے، درواروں سے دھتکارے ہوئے لوگ ایسے ہیں کہ اگر کسی کام کے لیے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پوری فرما دیتا ہے''

☆......(القاب وآداب میں ''خدیو نشأتین'' تحریر فرمایا گیا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس لقب پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) دونوں جہاں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے بالخصوص دنیائے آخرت کا جس وقت وہ فرمائے گا ''لمن الملک الیوم'' پھر خود ہی فرمائے گا ''اللّٰہ الواحد القھار'' اس لیے یہ لقب بندوں کو زیب نہیں دیتا، بندۂ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں اس کو کیا حق کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا دعویٰ کرے؟۔

☆......قیامت کے دن بندوں کے لیے خوف ودہشت کے سوا کچھ ثابت نہیں، قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

''بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی شئے ہے اس دن تم دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگوں کو نشہ والے لوگوں کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ کی حالت میں نہیں ہوں گے (وجہ یہ ہے) کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے'' (حج ۱-۲)

☆...... صاحب شریعت کی متابعت لازم پکڑیں، آخرت کی نجات اس کے بغیر ممکن نہیں، دنیا کی زیب وزینت کی طرف توجہ نہ کریں (یعنی ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد سے غافل کردے) اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، بلکہ نہ ہونا بہتر ہے۔ (درس مکتوب: ۲۹/اپریل ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۷

☆......اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ رسول جو تم کو دیں وہ لے لو جس سے منع کریں رک جاؤ، تو نجات کا مدار

دو چیزوں پر ہوا۔ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے رک جانا، ان دونوں میں دوسرا زیادہ اہم ہے یعنی ورع اور تقوٰی۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تقوٰی کے برابر کوئی چیز نہیں'' اور فرمایا ''تمہارے دین کا مقصود تقوٰی ہے'' یہ خاموش عبادت ہے جس میں ریا نہیں۔ فرشتوں پر انسان کی فضیلت اسی وجہ سے ہے اور اسی پر ترقیوں کو دارومدار ہے۔

☆...... تقوٰی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کی جائے، مباحات میں باگ ڈور ڈھیلا چھوڑ دینا مشتبہ چیزوں تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ، حرام کے نزدیک ہے۔ ورع حاصل کرنے کے لیے بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کرنا لازمی ہے۔

☆...... حرام چیزوں سے بچنا دو طرح سے ہے ایک قسم وہ ہے جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے ایک وہ ہے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ ارحم الراحمین ہے بندہ تنگ دل ہے اور فقیر محتاج۔ اس لیے حقوق العباد زیادہ ضروری ہیں۔

☆...... جس کے ذمہ حق ہے قیامت کے دن اس کی نیکیاں حقدار کو دیدی جائیں گی، نیکیاں ختم ہوگئیں تو حق دار کے گناہ (جس کے ذمہ حق ہے) اس کے نامہء اعمال میں لکھ دیے جائیں گے اور وہ بالآخر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پس آج ہی جس کا حق ہے اس سے معاف کرالے۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے لیکن ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی بھی دی ہو، تہمت بھی لگائی ہو، مال کھایا ہو، خون بہایا ہو، مارا ہو، پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے بدلہ دیا جائے گا۔ (درس مکتوب: ۲۶؍جولائی ۲۰۰۱ء)

جواہر مکتوب نمبر ۸۵

☆ جس طرح اعتقاد کی درستگی ضروری ہے اسی طرح نیک اعمال بجالانا بھی ضروری ہے۔ عبادات میں سب سے جامع نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو ترک کر دیا اس نے دین کو گرا دیا''

☆...... جس کو ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں اس کو برائیوں اور خلاف شرع باتوں

سے دور رکھتے ہیں۔ جونماز ایسی نہیں وہ صورت نماز ہے حقیقت نماز نہیں مگر اس کو نہ چھوڑنا چاہیے ممکن ہے وہ تعالیٰ صورت نماز کے بدلے حقیقت نماز کا ثواب عطا فرمادے۔

☆......سب سے اچھا کام وہی ہے جو خطرے کے وقت کیا جائے، دشمن کے غلبہ کے وقت سپاہی کی تھوڑی سی جد و جہد بڑا اعتبار رکھتی ہے۔ اس لیے جوانی میں عبادت کا ثواب ہے کہ نفسانی خواہشات کی وجہ سے جوان خطرے میں ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فتنے کے وقت عبادت کرنا ایسا ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا''

☆......دولت مندوں کی طرف ان کی دولت کی وجہ سے زیادہ توجہ دینا زہر قاتل ہے، ان کی مرغن غذائیں تاریکی بڑھاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کسی دولت مند کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کی اس نے دین کا تہائی حصہ تباہ کر دیا''

(درس مکتوب: ۲۶ر ستمبر ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۸۷

☆......اتباع سنت، اجتناب از بدعت۔

☆......جو شخص کسی مردہ سنت کو زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ مثلاً نماز میں تعدیل ارکان میں ایک تسبیح کے برابر توقف۔

☆......ظلماً لی گئی ایک دَمڑی واپس کرنا دو سو درم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

☆......اگر کسی شخص کے عمل انبیاء کی مانند ہوں اس پر آدھی دَمڑی کسی کا حق ہو تو جب تک وہ ادا نہ کرے گا جنت میں نہ جائے گا۔

☆......ظاہر کو احکام شریعت سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تاکہ غفلت کے ساتھ آلودگی نہ رہے۔ ظاہر سے غافل رہنا الحاد ہے۔

☆......باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ ہو۔

(درس مکتوب: ۲۲ر فروری ۲۰۰۱ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۲

☆......اطمینان قلب اللہ کی یاد میں ہے، استدلال میں نہیں، اگر چہ ذکر کو اس پاک ذات سے کچھ نسبت نہیں کیوں کہ ذکر میں طلب واحتیاج ہے، مگر ذکر سے ذاکر و مذکور یعنی اللہ اور بندے کے درمیان تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب بنتا ہے، جب محبت غالب ہوگئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں اور جب معاملہ اطمینان تک پہنچ گیا تو اس کو ہمیشہ کی دولت حاصل ہوگئی۔ (درس مکتوب: ۲۷ر نومبر ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۳

☆......پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے (اگر امام صحیح العقیدہ ہو) اور سنن مؤکدہ بجالانے کے بعد تمام اوقات اللہ کی یاد میں گزار دینا چاہیے خواہ کھانے، سونے اور آنے جانے کے اوقات ہوں۔ اگر جمعیت اور اطمینان قلب میں خلل پائیں تو سبب دریافت کر کے دور کریں اور اس کو دور کرنے کے لیے عاجزی سے دعا مانگنی چاہیے اور مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے۔ (درس مکتوب: ۲۷ر نومبر ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۴

☆......اول اہل سنت کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرنا پھر فقہی احکام یعنی فرائض و سنن، واجبات و مستحبات، حلال وحرام، مکروہ اور مشتبہ کا علم حاصل کرنے کے بعد ان کے مطابق اعمال کو بجالانا چاہیے۔ جب اعتقادی اور عملی بازو حاصل ہو گئے تو ہو سکتا ہے کہ عالم حقیقت کی طرف سے یہ پرواز نصیب ہو جائے کیوں کہ ان کے بغیر پرواز محال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ آمین (درس مکتوب: ۲۷ر نومبر ۲۰۰۳ء)

خلاصہ مکتوبات شریف:

ان تینوں مکتوبات شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی بنانے کے لیے پہلے اہل سنت کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد درست کریں پھر فقہی احکام کا علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کریں۔ اس کے بعد ہی اطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے جو اصل دولت ہے۔ جب علم و عمل درست ہو گئے تو پھر انسان میں ایک روحانی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ متوجہ الی اللہ ہو کر بلندی کی طرف پرواز شروع کر دیتا ہے گویا علم و عمل

سے انسان کو دو بازو میسر آجاتے ہیں جن کے ذریعے وہ پرواز کرسکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت ارزانی فرمائے تاکہ ہماری زندگی کا سفر بلندی کی طرف ہو پستی کی طرف نہ ہو۔ آمین (درس مکتوب: ۲۷ر نومبر ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۶

☆......آج جب فرصت کا وقت موجود ہے اور اطمینان وسکون کے اسباب مہیا ہیں (یعنی جوانی کا زمانہ ہے) بہترین کاموں میں مصروف رہنا چاہیے، جس سے اللہ ورسول راضی ہوں۔

☆......پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھنی چاہیے، مشتبہ وحرام چیزوں سے بچنا چاہیے صاحب نصاب ہو تو زکوۃ دینی چاہیے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے کمال وکرم سے سارے دن میں پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر فرمائے اور بڑھنے والوں اور چرنے والے چوپایوں میں چالیسواں حصہ مقرر فرمایا، مباحات میں تصرف کے لیے وسیع میدان کر دیا کس قدر ناانصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑیاں بھی اس کریم کی عبادت نہ کی جائے اور چالیس حصوں میں ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے اور مباحات کے وسیع دائرے سے نکل کر محرمات اور مشتبہات میں جا پڑے۔

☆......جوانی کے زمانے میں جب نفس امارہ کا غلبہ اور شیطان لعین کی حکومت کا وقت ہے تھوڑے عمل کے بدلے زیادہ اجر دیتے ہیں بڑھاپے میں یہ بات نہیں پھر وہ میسر آتے یا نہ آتے اس لیے جوانی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

☆......آج شیطان اللہ کے کرم کا دھوکہ دے کر سستی میں ڈالتا ہے اور اس کے عفو ومعافی کو بہانہ بنا کر گناہوں کا مرتکب بناتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کفر تک۔ اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ رکھے۔ آمین

☆......دنیا میں دوست دشمن سب کو خلط ملط کر دیا گیا ہے دونوں کو رحمت شامل ہے، آخرت میں دوست کو دشمن سے جدا کر دیا جائے گا اس وقت قرعہء رحمت دوستوں کے نام نکلے گا اور دشمن محروم کر دیے جائیں گے۔ (درس مکتوب: ۲۹ر جولائی ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۷

☆......جس طرح عبادات ماموره انسان کی پیدائش کا مقصود ہیں اسی طرح عبادات کا مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔سورہ حج کی آیت نمبر ۹۹ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ''اپنے رب کی عبادت کرو تا کہ یقین میسر آجائے'' گویا جو ایمان عبادات کرنے سے پہلے ہے وہ ایمان کی صورت ہے نہ کہ ایمان کی حقیقت، جس کو اس آیت میں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆......سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۳۶ میں فرمایا کہ ''اے ایمان والو! تم ایمان لاؤ'' یعنی اے لوگو! جو ظاہری طور پر ایمان لائے ہو عبادات ماموره کی ادائیگی کے ساتھ حقیقی طور پر ایمان لاؤ۔

☆......فنافی اللہ اور بقا باللہ جس کے حاصل ہونے کو ولایت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس سے مقصود صرف یہی یقین ہے اور بس۔اگر اس سے حلول کرنے اور ظل خدا ہونے کے معنی مراد لیے جائیں تو الحاد و زندقہ ہے غلبہء سُکر و حال میں ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں آخر کار اس سے گزر جانا چاہیے اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

☆......شیخ ابراہیم شیبان نے فرمایا کہ ''فنا و بقا کا علم وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کی صورت کے گرد گھومتا ہے اس کے ماسوا غلطی اور زندقہ ہے''۔فنا فی اللہ کا مقصود اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں فنا ہونا اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ اس پر قیاس ہیں۔

خلاصہ:

عباداتِ الٰہیہ کا مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے یہ حاصل ہو گیا تو سب کچھ حاصل ہو گیا اس پر کامیاب زندگی کا دار و مدار ہے۔ (درس مکتوب: ۲۸/اپریل ۲۰۰۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۸

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی پوری زندگی نرمی اور مہربانی سے عبارت ہے۔نرمی و ملاطفت سے متعلق مکتوب شریف میں مندرجہ ذیل چند احادیث شریفہ پیش کی ہیں:

اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو دوسری کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔(مسلم شریف)

اپنے اوپر نرمی لازم کرلو، سختی سے بچو......کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے جس چیز سے نکل جائے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔(مسلم شریف)

جو شخص لطف و نرمی سے محروم ہے وہ ہر نیکی سے محروم ہے۔ (مسلم شریف)
تم میں میرے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ (مسلم شریف)
جس کو لطف و نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت (کی نیکی) کا حصہ دیا گیا (شرح السنہ)
نرم خو انسان پر دوزخ حرام ہے۔ (ترمذی شریف)
ایک شخص نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیں، فرمایا غصہ مت کر پھر جتنی بار اس نے عرض کیا، یہی جواب عطا فرمایا کہ غصہ مت کر۔ (بخاری شریف)
جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔ (بیہقی)
• جس شخص نے اپنے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔ (بیہقی)
اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو بدلہ لینے پر قادر ہو اور معاف کر دے (ترمذی و بیہقی)
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نرمی و ملاطفت کے جوہر سے مشرف فرمائے۔ آمین

ہو حلقہء یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(درس مکتوب: ۲۶ رمئی ۲۰۰۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۰۷

☆...... تخلق باخلاق اللہ یہ ہے کہ اولیاء کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات سے مشابہت رکھتی ہوں لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی، عموم صفات میں مشارکت ہو سکتی ہے مگر خواص معنی میں مناسبت نہیں وہ اس میں محال ہے۔

☆...... خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ (م ۸۴۴ھ مدینہ منورہ) خواجہ بہاء الدین نقشبند کے فیض یافتہ اور عطا گرفتہ تھے۔ "تخلقو باخلاق اللّٰہ" کے قیام کی یہ تحقیق کرتے ہیں۔ مثلاً رب کی ایک صفت مَلِک (بادشاہ) ہے جس کے معنی سب پر تصرف کرنے والا۔ سالک جب اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے تو لوگوں کے دلوں پر تصرف کرتا ہے صفت مَلِک سے مناسبت رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆......ایک صفت سمیع ہے اس کے معنی سننے والا، جب سالک سن کر ہر شخص کی نیک باتیں طبیعت کی گرانی کے بغیر قبول کرتا ہے تو غیبی اسرار حقایق روح کے کانوں سے سنتا ہے وہ اس صفت سمیع سے مناسبت رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

☆......ایک صفت بصیر ہے، جس کے معنی دیکھنے والا کے ہیں۔ جب سالک کی بصیرت (نگاہ باطن) روشن ہو جاتی ہے تو اپنے عیبوں کو نور فراست سے دیکھتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کا حال معلوم کر کے سب کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے، یہ دیکھنا اس کو منظور نظر بنا دیتا ہے یہاں تک جو کچھ کرتا ہے حق کا پسندیدہ ہوتا ہے تو اس وقت وہ صفت بصیر سے مناسبت رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

☆......ایک صفت محی ہے جس کے معنی زندہ کرنے والا۔ جب سالک ترک شدہ سنت کو زندہ کرتا ہے وہ اس صفت سے مناسبت رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

☆......ایک صفت ممیت ہے یعنی مارنے والا۔ جب سالک ان بدعات کو ترک کرتا ہے یا ان کے خلاف آواز بلند کرتا ہے جو سنت کو چھوڑ کر اختیار کی گئی ہیں تو اس صفت سے مناسبت رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

☆......عوام "تخلق" کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ ولی کے لیے مردہ زندہ کرنا ضروری ہے اور اس پر اشیاء غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے، یہ خیال غلط ہے۔ خوارق کسی کو مارنے یا زندہ کرنے میں منحصر نہیں۔ علوم شرعیہ اور معارف الٰہیہ سب سے بڑی نشانی اور اعلیٰ درجہ کے خوارق ہیں اس لیے معجزہ قرآنی باقی تمام معجزات پر اقویٰ اور باقی رہنے والا ہے تسلیم کیا گیا ہے۔ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح اس فقیر پر برس رہے ہیں یہ کہاں سے آرہے ہیں، یہ علوم بال برابر شریعت کے خلاف نہیں یہی نشانی حقانیت کی دلیل ہے۔

(درس مکتوب: ۲۵ رجنوری ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۱۴

☆......اللہ تعالیٰ ہم غریبوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی دولت سے مالا مال فرمائے آپ کی محبت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائی وصفاتی کمالات کو ظاہر فرما کر آپ کو ساری کائنات میں سب سے اچھا بنایا۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا ایک ذرہ دنیا کی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کہیں زیادہ بہتر

ہے۔تمام فضیلت و بزرگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کو سونا، عید کا افطار وغیرہ۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ایک دھیلا خرچ کرنا سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے افضل ہے۔

☆......گمراہ لوگوں کی ریاضتیں اور مجاہدے شریعت کے مطابق نہیں تو کچھ نہیں ۔اگر ملا بھی تو دنیاوی نفع ملا، جب دنیا ہی کا اعتبار نہیں تو نفع کا کیا اعتبار

فریب سود و زیاں لاالہ الااللہ

☆......گمراہوں کی مثال خاکروب کی سی ہے محنت زیادہ مزدوری کم۔اورتابعداروں کی مثال جوہریوں اور سناروں کی سی ہے، محنت کم اور مزدوری زیادہ۔

☆......سنت کے مطابق ایک ساعت کا عمل ایک لاکھ سال کے نیک عمل کے برابر ہوسکتا ہے، راز یہ ہے کہ یہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور خلاف شریعت ناپسندیدہ۔ ناپسندیدہ میں ثواب تو کیا عذاب متوقع ہے۔ پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی پیروی ہے اور فساد کی جڑ شریعت کی مخافت۔ (درس مکتوب:۲۴/جون ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر۲ ۱۳

☆......فقراء کی ہم نشینی چھوڑ کر دولت مندوں کی مجلس میں جانا بہت بُرا ہے اس کی برائی قیامت میں معلوم ہوگی۔

☆......دولت مندوں کی صحبت دو حال سے خالی نہیں یا تو سکون ملے گا تو یہ بہت برا ہے یا اضطراب ملے گا یہ اس سے برا ہے۔ کیوں؟ (سکون دولت سے ملے گا، اضطراب سے وقت ضائع ہوگا)

☆......فقراء کے آستانوں کی خاک روبی دولت مندوں کے پاس صدر نشینی سے بہتر ہے۔

☆......جو چیز مولیٰ تعالیٰ سے غفلت کا سبب ہو اس کو دشمن جان کر الگ ہو جائیں اور پرہیز کریں۔

(درس مکتوب: ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۵۷

☆......ملاقات کا مقصود فائدہ پہنچانا یا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے جو ملاقات اس سے خالی ہو کسی شمار میں

نہیں۔

☆......اہل اللہ کے پاس دل ودماغ خالی کر کے آنا چاہیے تا کہ بھرا ہوا واپس جائے ، اپنی بے عملی کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ اس پر شفقت ہو۔

☆......سیراب جانا، سیراب آنا مزہ کی بات نہیں، پیٹ بھرا ہونا مرض کے علاوہ کچھ نہیں، لا پروائی سرکشی کی علامت ہے۔

☆......خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے، اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ، اس کے لیے عاجزی شرط ہے''

☆......کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقائد درست کریں جس طرح علماء حق نے کتاب وسنت سے سمجھا ہے کیوں کہ ہمارا آپ کا سمجھنا ان کے فہم ورائے کے موافق نہیں۔

☆......احکام شرعیہ، حلال وحرام اور فرض وواجب کا علم حاصل کریں۔

☆......علم کے مطابق عمل کریں۔

☆......تصفیہ وتزکیہ حاصل کریں جو صوفیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

خلاصہ:

جب تک عقائد درست نہ ہوں گے احکام شرعیہ پر عمل فائدہ نہ دے گا، جب تک علم عقائد اور علم احکام متحقق نہیں ہو جاتا، علم نفع نہیں دے گا اور جب تک یہ تینوں حاصل نہیں ہو جاتے تصفیہ وتزکیہ کا حاصل کرنا محال ہے۔ یہ چاروں ارکان ایک دوسرے سے وابستہ اور ایک دوسرے کو مکمل کرنے والے ہیں جس طرح سنت، فرض کو مکمل کرتی ہے۔ (درس مکتوب: ۲۷ رفروری ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۶۳

☆......دونوں جہاں کی سعادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔

☆......کفار ومشرکین اور بدعقیدہ لوگوں سے ملنا جلنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان کو عزت دینا ہے اور اسلام کو ذلیل کرنا۔

☆......اللہ ورسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنا اللہ ورسول کے حضور گستاخ بنا دیتا ہے۔

☆......ایک شخص اللہ ورسول پر ایمان کی تصدیق کرتا ہے مگر کفریہ رسمیں اپنا کر اسلام کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆......دشمنان اسلام کا کام اسلام کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ مسلمان ہلاک ہو جائیں یا کفر کی طرف لوٹ جائیں۔

☆......بادشاہ کو یہ حق نہیں کہ وہ جزیہ معاف کردے جب کہ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ (اکبر بادشاہ نے جزیہ معاف کیا تھا)

☆......اسلام کی دولت حاصل ہونے کی نشانی اہل کفر کے ساتھ بغض ونفرت ہے، ان سے مشورہ لینا اور اس پر عمل کرنا ان کو کمال درجہ کی عزت دینا ہے۔

☆......ایک بزرگ نے فرمایا جب تک تم میں کوئی دیوانہ نہ ہو جائے (یعنی اپنے نفع ونقصان پرواہ نہ کرے) مسلمانی کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆......جس طرح کفر اسلام کی ضد ہے اسی طرح آخرت دنیا کی ضد ہے دنیا وآخرت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

☆......مَردوں کے لیے ضروری ہے کہ سونا چاندی اور ریشمی لباس اور برائی کی چیزوں سے بچیں جو شریعت میں حرام ہیں۔ عقل سلیم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ حلال کو چھوڑ کر حرام اختیار کیا جائے۔

(درس مکتوب: ۲۹ر مئی ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۶۷

(عہد اکبری میں ہندوؤں کا بڑا اثر ورسوخ تھا اس کے باوجود وہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے۔ بہت سے ہندو ۲۹ ۱۲۲۸ھ میں قلعہ گوالیار میں مشرف باسلام ہوئے۔ ہندو بھی طلب ہدایت کے لیے آپ کو خطوط لکھتے تھے انہیں میں سے ایک ہندو ہروئے رام بھی تھا جس کے دو خطوط کے جواب میں آپ نے یہ مکتوب ارسال فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں دل نشیں گفتگو کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ خدا، خدا ہے اور بندہ، بندہ)

☆......سب کا پروردگار ایک ہے۔

☆......وہ بے مثل وبے مثال ہے۔

☆......وہ اتحاد وحلول کے شائبہ سے پاک ہے۔

☆......وہ نہ زمانی ہے نہ مکانی ہے، زماں ومکاں اس کی مخلوق ہیں۔

☆......نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔

☆......خیر وکمال اس کی ذات سے ثابت، نقص وزوال اس کی ذات سے مسلوب۔

☆......عبادت کی مستحق اس کی ذات عالی ہے۔

☆......رام اور کرشن خدا نہیں، اللہ کی کم ترین مخلوق ہیں، ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔

☆......رام جس کو خدا کہا جاتا ہے، سیتا کا شوہر تھا جس کو راون لے گیا اور رام نہ بچا سکا، جب وہ بیوی کی مدد نہ کر سکا تو پھر کس کی حفاظت ومدد کر سکتا ہے؟

☆......شرم کی بات ہے کہ پروردگار عالم کو رام اور کرشن کے ناموں سے پکارا جائے۔

☆......رام اور رحمٰن کو ایک جاننا بے عقلی کی بات ہے، خالق ومخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔

☆......رام اور کرشن کی پیدائش سے پہلے پروردگار عالم کو رام وکرشن نہیں کہتے تھے پھر اچانک کیا ہوا کہ ان ناموں سے پکارا جانے لگا؟

☆......تمام انبیاء نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا، خود کو اللہ کا بندہ سمجھا۔

☆......ہندوؤں کو اوتاروں نے مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دی، خود کو معبود سمجھا۔ اگرچہ وہ بھی پروردگار عالم کے قائل ہیں لیکن اپنے اندر اس کا حلول ثابت کرتے ہیں۔

☆......بکثرت حرام چیزوں میں اس زعم سے مبتلا ہو گئے کہ معبودوں کے لیے کوئی چیز منع نہیں مگر اللہ کے پیغمبروں نے جس سے مخلوق کو منع کیا خود بھی پرہیز رکھا۔

خلاصہ: اللہ معبود برحق ہے، وہی عبادت کے لائق ہے۔ جن چیزوں سے اس نے منع فرمایا ہے ممانعت سب کے لیے ہے، وہ کسی وجود میں حلول نہیں کرتا، منزہ وپاک ہے۔ (درس مکتوب: ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۷۶

تعارف: ملا محمد صدیق بدخشی بدخشاں کے رہنے والے تھے، شعر وسخن سے بہت دلچسپی تھی۔ پہلے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دامن سے وابستہ ہو کر اجازت وخلافت

حاصل کی۔ ۱۰۱۹ھ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا رسالہ ''مبدأ و معاد'' مرتب کیا، ۱۰۳۲ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ شوال ۱۰۵۱ھ میں دہلی میں وصال فرمایا اور درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ میں دفن ہوئے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے نام بارہ مکتوبات شریفہ ہیں۔ چوں کہ آپ کو شعر و سخن سے لگاؤ تھا اور جس کو شعر گوئی کی لگن ہوتی ہے اس کے شب و روز کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اس لیے اس مکتوب شریف میں چند مفید نصائح تحریر فرمائیں، فرمایا:

''شعر گوئی اور قصہ خوانی کو دشمنوں کا حصہ سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے اور نسبت روحانی کی حفاظت کرنی چاہیے''

☆...... اوقات بے کار باتوں میں ضائع نہ کریں یعنی وقت کی قدر و قیمت کا ادراک رکھیں۔ (اللہ تعالیٰ وقت، توانائی، دولت اور کسی بھی قسم کے ضیاع کو پسند نہیں فرماتا اس لیے اسراف و تبذیر کی ممانعت ہے۔ اسراف کا اطلاق زندگی کے ہر شعبے پر ہوتا ہے۔ جس نے وقت کی قدر کی، وقت نے اس کی قدر کی)۔

☆...... طریقہ نقشبندیہ میں دوستوں کا جمع ہونا طمانیت قلب کے لیے ہے نہ کہ پراگندگی کے لیے، اس لیے ایسی محفل ہونی چاہیے جس سے طمانیت و سکون حاصل ہو۔ (بالعموم شعر و شاعری، شادی بیاہ اور خوشی کی ایسی محفلیں قایم کی جاتی ہیں جس سے پراگندگی اور پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا)

☆...... محفل کو گوشہ نشینی پر ترجیح ہے۔ سکون قلب کو محفل میں تلاش کیا جائے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں گوشہ نشینی اور اللہ کی مخلوق سے بیزاری ناپسندیدہ ہے۔ گوشہ نشینی میں تو خود بخود یک سوئی حاصل ہوگی کمال یہ ہے کہ جلوت میں خلوت کا سا سکون حاصل کیا جائے) اس لیے جماعت سے نماز ادا کرنا، تنہا نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔ جو اجتماع پراگندگی کا باعث ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسے اجتماعات میں شرکت سے زندگی پراگندہ ہو جاتی ہے۔

☆...... زندگی ایسی گزارنی چاہیے کہ پاس بیٹھنے والا سکون محسوس کرے۔ (یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم ایسی باتوں سے پرہیز کریں جو زندگی کو پریشان کرتی ہیں)

☆...... اپنی زندگی کے اوراق کو بار بار ملاحظہ کرنا چاہیے یہ خاموشی کا وقت ہے شعر و شاعری اور باتیں بنانے کا وقت نہیں۔ (زندگی کی گزری ہوئی گھڑیاں سامنے رہیں اور انسان کسی لمحے غافل نہ ہو۔ غفلت دور کرنے اور بیدار رہنے کا یہ بہترین طریقہ ہے ایسا کرنے سے اصلاح کی طرف قدم بڑھتا رہے گا اور زندگی مستحکم ہوتی چلی

جائے گی)

ہو اگر خودگر و خودنگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

(درس مکتوب: ۲۵ راگست ۲۰۰۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۹۳

☆ ......وہ حضرات جن پر شریعت کی پیروی لازم ہے علماء اہل سنت کی آراء کے مطابق اپنے عقائد درست کریں۔

☆ ......وہی علوم معتبر ہیں جو حضرات علماء اہل سنت نے کتاب وسنت سے اخذ کیے ہیں کیونکہ بدعتی وگمراہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔

☆ ......درستگی عقائد کے بعد علم فقہ کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، عقائد میں خلل ہوگیا تو نجات اخروی سے محرومی ہے۔ عمل میں کوتاہی ہوگئی تو توبہ کے بغیر بھی نجات کی امید ہے اگر پکڑ ہوئی بھی تو آخر کار نجات ہے۔

☆ ......اسلام کے مسافرت کے اس دور میں سادات پر تبلیغ دین بدرجہء اولیٰ لازم ہے کہ یہ دولت انہی کے گھرانے سے ملی ہے، دین سے سادات کا تعلق ذاتی ہے اور دوسرے مسلمانوں کا صفاتی وعارضی۔

☆ ......حدیث کے مطابق یہ وہ زمانہ ہے کہ اوامر ونواہی کے دسویں حصے پر بھی عمل کیا گیا تو نجات مل جائے گی۔ ان شاءاللہ

☆ ......کافر لعین گوبند (ارجن) کا مارا جانا بہت خوب ہوا وہ بہت بڑا بت پرست تھا اس سے کافروں کی تذلیل ہوئی، اس کے قتل سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ نے شرک کے سردار کا سائبان اور خیمہ توڑ دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کی عزت کفر واہل کفر کی تذلیل میں ہے۔

خلاصہ: اس وقت بادشاہ وقت کی اہل کفر کی طرف توجہ نہ رہی، مسلمانوں پر لازم ہے کہ بد مذہبوں کے عقائد ورسوم کی خرابی سے بادشاہ کو مطلع کریں، کوئی عالم یہ کام کرے اس راہ میں تکالیف برداشت کرنا بھی سعادت ہے، یہ ذمہ داری علماء اور مقربوں پر ہے۔ (ایام اسیری میں یہ خدمت حضرت مجدد نے انجام دی)

(درس مکتوب: ۲۶ راکتوبر ۱۹۹۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۹۵

☆......انسان فطری طور پر اپنے محسن سے محبت کرتا ہے اور اس کے طریقوں کو اپناتا ہے اس لیے رعایا بادشاہوں کے نیک وبد کو قبول کر لیتی ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں یہی کچھ ہوا۔

☆......اب جب سلطنت میں انقلاب آ گیا ہے اسلام کے پیشواؤں اور امراء و وزراء پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی ترویج میں کوشش کریں اور اسلام کے ترک شدہ ارکان کو قایم کریں......تاخیر میں خیریت نہیں ،غریبوں کے دل مضطرب ہیں۔ گزشتہ زمانے کی سختیاں ابھی تک دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں ایسا نہ ہو کہ پھر تلافی نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے، جب بادشاہ اور اس کے مقربین بھی نفاذ شریعت کی کوشش سے الگ رہیں تو پھر مسلمانوں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔

☆......اسلام کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قاضیوں کا تقرر ہے جو اکبر کے زمانے میں موقوف ہو گیا شہر سرہند میں (حامل رقعہ ھذا) قاضی یوسف کے اجداد شہر قاضی رہتے چلے آئے ہیں اس لیے سفارش کی جاتی ہے کہ ان کو قاضی شہر مقرر کر دیا جائے۔ یہ اس منصب کے اہل بھی ہیں اور ان کے پاس شاہی فرامین بھی ہیں۔

(درس مکتوب: ۲۸ر جولائی ۲۰۰۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۹۷

☆......وہ شخص سعادت مند ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا اور حق تعالیٰ کی محبت سے گرما گیا۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک تمام عبادات کا سرچشمہ ہے۔ (دنیا کی محبت عبادت کو بے کیف اور بے لذت کر دیتی ہے)

☆......حق تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا کیا اس طرف دیکھا تک نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ اس میں ہے سوائے اللہ کے ذکر کے (وہ رحمت ہی رحمت ہے) اللہ تعالیٰ نے (سورہ زخرف آیت نمبر ۳۳، ۳۴، ۳۵) میں فرمایا کہ ''اگر دنیا مخصوص کرتے تو اللہ کے منکروں کے لیے'' اس سے انداز ہوتا کہ دنیا اللہ کی پسندیدہ نہیں۔

☆......دنیا ایسی چیز ہے کہ دل کو اللہ کی یاد سے باز رکھتی ہے اس لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا، اس شخص سے منہ موڑ لو جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا، ظاہر ہے کہ ایسا انسان دوستی کے قابل نہیں جو اللہ سے غافل ہو۔

☆......جو کچھ دنیا میں ہے بلائے جان ہے، دنیا دار دنیا میں ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ آخرت میں بھی ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اس لیے حضرات اہل اللہ نے ایسے امیروں سے بچنے کی ہدایت کی جن کی صحبت دنیا کو یاد دلائے اور اللہ سے غافل کردے۔

☆......ترک دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی رغبت و چاہت ختم ہو جائے اور اس رغبت کا ترک اس وقت ثابت ہوگا جب دنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے اور یہ کیفیت ان حضرات کی صحبت سے میسر آسکتی ہے، جن کا دل دنیا کی محبت و چاہت سے سرد ہو گیا ہے، ایسی صحبت مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھا جائے۔

☆......اہل کرم کا طریقہ ایثار ہے یعنی اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجتوں کو مقدم رکھنا۔ یہ بات بھی دنیا سے بے رغبتی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال کر اپنی محبت ڈال دے اور ایسی دنیا دے جو یاد سے غافل نہ کرے۔ (درس مکتوب: ۲۸ رفروری ۲۰۰۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۰۳

☆......گرامی نامہ جو کہ فقراء کی محبت پر مبنی تھا (اور کوئی غرض نہ تھی) اس لیے زیادہ فرحت حاصل ہوئی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے''

فقراء سے محبت کرنے والے ان کے ساتھ ہیں اور جو ان کے ساتھ ہے وہ بدبخت ہو ہی نہیں سکتا۔

☆......حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فرشتے راستوں اور گزرگاہوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو دوسرے فرشتوں کو آواز دے کر بلاتے ہیں اور یہ فرشتے اپنے بازوؤں سے محفل پر چھا جاتے ہیں اور اس کو گھیر لیتے ہیں، زمین سے آسمان تک فرشتوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

☆......خداوند کریم (جو اپنے بندوں کے احوال سے خوب واقف ہے) فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے ''میرے بندوں کو تم نے کس حال میں پایا؟'' ......فرشتے عرض کرتے ہیں، ''وہ تیری حمد و ثنا کر رہے تھے'' ......حق تعالیٰ دریافت فرماتا ہے ''کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟'' فرشتے کہتے ہیں ''نہیں'' پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر وہ مجھ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟'' ملائکہ عرض کرتے ہیں...... ''پھر تو وہ خوب حمد و ثنا کریں گے'' پھر حق تعالیٰ دریافت فرماتا ہے ''وہ مجھ سے کیا طلب کر رہے تھے؟'' فرشتے عرض کرتے

ہیں ''بہشت طلب کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیا انھوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''نہیں'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر اس کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''پھر تو وہ اور بے قرار ہو جائیں گے'' پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ کس چیز سے ڈرتے'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''اے پروردگار وہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور تیری پناہ کی جستجو میں لگے رہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''نہیں دیکھا'' حق تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''اگر دیکھ لیں تو تیری اور پناہ چاہیں اور اس سے اور دور بھاگیں'' اس سوال و جواب کے بعد حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا''

فرشتے عرض کرتے ہیں ''پروردگار ان ذکر کرنے والوں میں ایک شخص ذکر کے لیے نہیں آیا تھا بلکہ دنیا کی حاجت لے کر آیا تھا''۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور جو میرے ہم نشین کا ہم نشین ہو وہ بدبخت نہیں ہوتا''۔

خلاصہ:

المختصر مکتوب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ ہے۔ فقراء سے محبت کرنے والا ان کے ساتھ ہے اور جو فقراء سے محبت کرتا ہے وہ بدنصیب نہیں ہو سکتا، اس لیے فقراء کی محبت زندگی اور ایمان کی ضروریات میں سے ہے اس لیے فرمایا ''كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ'' جس کا سینہ ان کی محبت سے خالی ہے ویران گھر کی مانند ہے۔

☆......آخری نصیحت یہ فرمائی کہ اسم مبارک اللہ کو پوری توجہ سے قلب میں گزاریں اس طرح کہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں، اس اسم کو مذکورہ توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں۔ (درس مکتوب: ۲۸ر جنوری ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۱۳

☆......تمام علموں کا خلاصہ اور نصیحتوں کا لب لباب یہ ہے کہ دین دار اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ رہا جائے۔ اور دین و شریعت کی پابندی اہل سنت و جماعت کے سچے طریقے کے ساتھ وابستہ ہے جو نجات پانے والی جماعت ہے۔ ان بزرگوں کی پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ جو کچھ انھوں نے سمجھا اور کہا اس

میں فلاح ہے۔ یہ بات عقلی، نقلی اور کشفی دلائل سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

☆......اگر معلوم ہو جائے کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم کے سے رائی کے دانے کے برابر ہٹ گیا تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے۔

☆......بے باک اور آزاد خیال طالب علم خواہ کسی فرقے سے ہوں، دین کے چور ہیں، ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ یہ فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اس جماعت کی بدبختی کی وجہ سے ہے کیوں کہ انھوں نے اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر دیا۔

☆......کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آرام سے فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھوں کو روکے رکھا ہے اس شخص نے اس سے سبب دریافت کیا تو اس لعین نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علماء سوء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہی اور بہکانے کے ذمہ دار بن گئے ہیں۔

☆......اسلام میں جنون کے بغیر چارہ نہیں حدیث شریف میں ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو مجنون نہ کہا جائے۔

☆......آپ کو معلوم ہے اس فقیر نے تقریر و تحریر کے ذریعہ نیک صحبت اختیار کرنے کی طرف متوجہ کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اور بری صحبت سے بچنے کی تاکید میں مبالغہ سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا کیوں کہ فقیر اس کو اصل عظیم جانتا ہے، آگے قبول کرنا آپ کا کام ہے اور قبول کرنے کی سعادت دینا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اس شخص کے لیے مبارک باد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

(درس مکتوب: ۳۱رمئی ۲۰۰۱ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۵۱

☆......اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کرم سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مقامات نبوت کے کمالات تک پہنچایا اور ان کمالات سے پورا پورا حصہ عطا فرمایا تو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل کشف کے طریقے پر معلوم ہو گئے اس سے پہلے بطور تقلید معلوم تھے (یعنی بزرگوں نے ایسا فرمایا فقیر بھی ایسا ہی سمجھتا تھا)

☆......ایک دن کسی نے یہ روایت بیان کی حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام بہشت کے دروازے پر ثبت کر دیا گیا۔ پوری طرح توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ بہشت میں داخلہ ان دونوں کی تجویز پر ہوگا گویا

حضرت صدیق اکبر دروازے پر کھڑے اجازت دے رہے ہیں اور حضرت عمر ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں ایسا مشاہدہ میں آتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نور سے بھری ہوئی ہے۔

☆......اس فقیر کے نزدیک حضرات شیخین کا صحابہ کے درمیان یگانہ و یکتا درجہ ہے جس میں کوئی شریک نہیں، اکثر اولیاء امت کی وہاں تک رسائی نہیں کیوں کہ انھوں نے کمالات ولایت سے فیض پایا ہے۔ حضرات شیخین حامل بار نبوت محمدی ہیں اور حضرت علی حامل بار ولایت محمدی، نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے اس لیے حضرات شیخین حضرت علی سے افضل ہیں چوں کہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اس لیے ارباب ولایت کی ان کے کمالات تک رسائی نہیں۔ ولایت کے کمالات، کمالات نبوت کے بالمقابل کالمطروح فی الطریق ہیں۔ کمالات ولایت، کمالات نبوت تک پہنچنے کے لیے زینہ ہیں۔ سیڑھی کو چھت کی کیا خبر؟ شاید یہ بات اکثر لوگوں کو گراں معلوم ہو مگر حق تعالیٰ نے مجھ پر ان کے استدلالی علم کو کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کر دیا ہے اس لیے ان کو آپ کے کمالات نظر نہیں آتے، حضرات شیخین اپنی بزرگی کی وجہ سے انبیاء کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں، حضرت عمر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے''

حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر کی شہادت پر فرمایا:

''آج نو حصہ علم فوت ہو گیا'' (یعنی علم معرفت الٰہی) صحابہ نے تعجب سے دیکھا تو فرمایا ''میری مراد علم معرفت ہے''

☆......حضرت صدیق کے بارے میں فقیر کیا بیان کرے حضرت عمر کی تمام نیکیاں حضرت صدیق اکبر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حضرت عائشہ کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے، آسمان پر تارے کھل رہے تھے، عرض کیا گیا کس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں؟ فرمایا، عمر کی تمام نیکیاں صدیق اکبر کی ایک نیکی کے برابر ہیں (مشکوٰۃ) جب حضرت عمر کی نیکیاں، حضرت صدیق اکبر کے مقابل اتنی کم ہیں تو دوسروں کا کیا ذکر کیا جائے؟ حضرات شیخین وفات کے بعد بھی جدا نہیں ہوئے۔ ان کا حشر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ داہنا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ میں بایاں ہاتھ عمر فاروق کے ہاتھ میں ہے

......فرمایا کہ ہم اس طرح قیامت میں اٹھیں گے۔(ترمذی ومشکوٰۃ عن ابن عمر) سبحان اللہ!

☆......حضرات شیخین کی فضیلت پر اہل سنت کا اجماع ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کا یہی خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر، پھر عمر فاروق اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہم لہٰذا ہم کو بھی وہی خیال وعقیدہ رکھنا چاہیے جو صحابہ کا تھا۔ (درس مکتوب: ۲۸ رمئی ۱۹۹۸ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۶۱

☆......نماز ارکان اسلام میں رکن دوم ہے جو تمام عبادات کی جامع ہے اور سب مقرب اعمال پر سبقت لے گئی ہے یہ وہ دولت ہے جو شب معراج بہشت میں میسر آئی ہے۔

☆......نماز ہی ہے جو غمگساروں کے لیے لذت بخش اور بیماروں کے لیے راحت ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ''اے بلال مجھے راحت دے'' اور ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے'' اس حقیقت پر شاہد ہیں۔وہ نمازی جو نماز کی حقیقت سے واقف ہے نماز کی ادائیگی کے وقت عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔

☆......نماز مومنوں کے حق میں معراج ہے، یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے صلے میں اس دولت سے مشرف ہوئی۔

☆......بعض صوفیہ نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہی نہیں ملی اپنے امراض کا علاج دوسرے امور میں تلاش کیا بلکہ ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ جان کر وصول الی اللہ کی بنیاد دوسری چیزوں پر رکھ دی۔روزے کو نماز سے افضل جانا، اور ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب کی تسکین سماع ونغمہ اور وجد وتواجد میں تلاش کی اور اسی کو اپنا مسلک بنالیا حالاں کہ انھوں نے سنا ہوگا ''اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی'' اگر نماز کی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز اس طرف متوجہ نہ ہوتے۔

☆......یہ وہ کمال ہے جو ہزار سال کے بعد وجود میں آیا ہے، ہزار سال گزرنے کو امور کے تغیر میں ایک عظیم خاصیت ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اس لیے سابقین کی ''نسبت'' اس تروتازگی کے ساتھ آخر میں جلوہ گر ہوئی ہے اور اس نے شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید فرمائی ہے۔

(یہاں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی طرف اشارہ فرمایا اور ان حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں کیا ہے مثلاً

☆......طریقت وحقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔

☆......نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو۔

☆......کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔

☆......بعض حضرات کو حضرت مجدد کو ''الف ثانی'' کا مجدد تسلیم کرنے میں تذبذب تھا ان کے لیے آپ نے فرمایا اگر وہ انصاف سے کام لیں اور دوسروں کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر کو دیکھیں کہ کس میں زیادہ تر مطابقت ہے تو شاید سمجھ میں آجائے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے یہ باتیں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کیں نہ خود کو دوسروں پر فضیلت دینے کے لیے۔ آپ نے اس مکتوب شریف میں یہاں تک فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بہتر جانے چہ جائیکہ اکابر دین سے بہتر جانے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے تو اس کا اظہار بغیر شائبہ حظ نفس اور جذبہء خود پسندی بندوں پر لازم ہو جاتا ہے، خواہ کسی کو برا لگے یا بھلا لگے۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اکابر اہل سنت کی جناب میں باادب رکھے اور نماز پر استقامت عطا فرمائے کہ یہ دولت عظیم دولت ہے۔ آمین)

(درس مکتوب: ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆
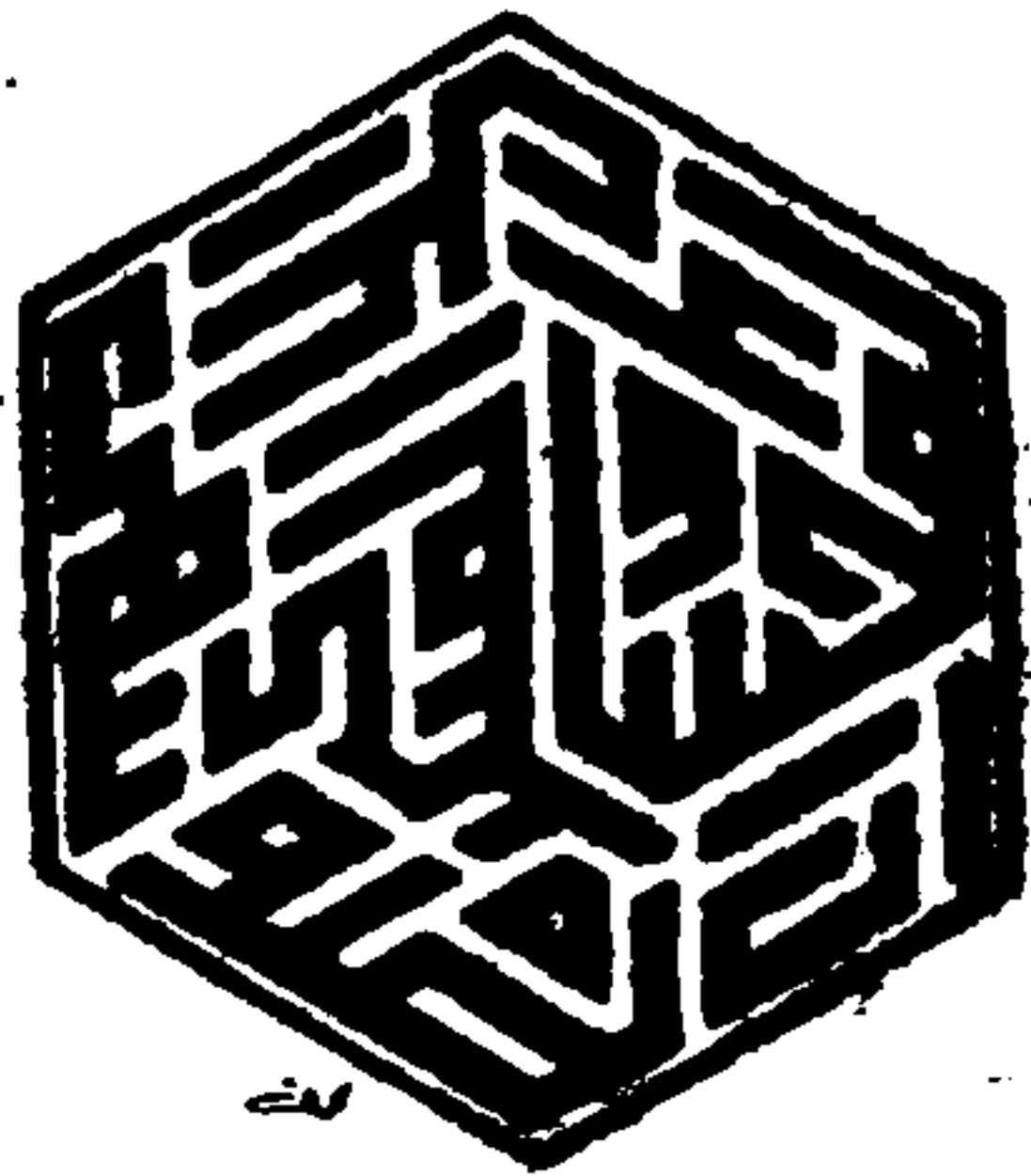
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

جلد دوم

☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

☆☆

(جلد دوم)

جواہر مکتوب نمبر ۶

☆......میری پیدائش کا مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی، ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگ جائے۔شاید ملت ابراہیمی کی اتباع کا مقصود بھی یہی ہے۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں ملیح ہوں میرے بھائی یوسف صبیح تھے''۔صباحت اور ملاحت اللہ تعالیٰ کی ذات کے حسن و جمال کی خبر دے رہے ہیں،صفات وآثار کا حسن،حسن صباحت سے متضاد ہے مگر حسن ملاحت کو ذات باری سے زیادہ نسبت ہے گویا ملاحت،حسن مطلق کا مرکز ہے اور صباحت اس مرکز کا دائرہ۔

☆......اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھتا تھا وہ حاصل ہو گیا،ہزار سالہ درخواست قبول ہو گئی۔

نوٹ: روضۃ القیومیہ (مطبوعہ لاہور،ص ۳۷۔۳۸) میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گیارھویں صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو

o......میرا اہم نام ہوگا

o......نور عظیم الشان ہوگا

o......ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے (سیرت مجدد الف ثانی،۳۳۴)

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو دو دریاؤں (یعنی ملاحت وصباحت) کو ملانے والا اور دو گروہوں (علماء وصوفیہ) کا جوڑنے والا بنایا۔

☆......مقام محبت، مرتبہ ملاحت کے ساتھ نسبت رکھتا ہے اور مرتبہ خلت مرتبہ صباحت کے ساتھ اور

مقام محبت میں محبوبیت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔ محبیت حضرت موسیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور خلت و دوستی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ......

☆......محبّ اور ہے، محبوب اور ہے، خلیل اور ہے......فقیر ولایت محمدیہ اور ولایت موسویہ کا پروردہ ہے اس لیے اس کی جائے اقامت مقام ملاحت میں ہے اور ولایت محمدیہ کے غلبہ کی وجہ سے نسبت محبوبیت غالب ہے اور نسبت محبیت مغلوب۔

☆......اس معاملہ کے علاوہ جو میری پیدائش سے وابستہ ہے ایک اور کارخانۂ عظیم میرے سپرد ہوا۔ پیری مریدی اور تکمیل وارشاد کا کام اس کے مقابلے میں پیش پا افتادہ چیز کی مانند ہے ۔منصب نبوت ختم ہو گیا مگر انبیاء کی کامل پیروی کے نتیجہ میں نبوت کے کمالات وخصوصیات سے بطور وراثت تبعیت نوازا جاتا ہے۔ (درس مکتوب: ۲۴/اپریل ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۲

☆......سرہند کی سرزمین میری زندگی کی زمین ہے میرے لیے ایک تیرہ اور تاریک کنویں کو پاٹ کر اس پر ایک بلند ایوان بنایا گیا ہے اور اکثر شہروں اور مقامات پر اس کو بلندی عطا کر کے اس زمین میں ایک نور امانت رکھا گیا ہے جو بیت اللہ کی مقدس زمین چمکنے دمکنے والے نور کی طرح بے صفت و بے کیف (ناقابل بیان) نور سے لیا گیا ہے۔

☆......بڑے صاحبزادے محمد صادق علیہ الرحمۃ کے انتقال سے چند ماہ قبل اس نور کو قبر پر ظاہر کیا گیا اور جہاں فقیر رہتا ہے اس کے ایک کونے میں نشان دہی کر کے ایک نور دکھایا گیا کہ چمک رہا ہے اس کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

☆......میری تمنا یہ تھی کہ یہ زمین میرا مدفن ہو اور یہ نور میری قبر پر چمکے، اس بات کا فقیر نے اپنے صاحبزادے سے (جو میرے محرم راز ہیں) بھی ذکر کیا اور دلی تمنا بھی بیان کی، اتفاق سے صاحبزادے اس نعمت پر سبقت لے گئے اور خاک کے پردے میں اس نور کے دریا میں مستغرق ہو گئے یہ اس جگہ کی بزرگی وعظمت ہے کہ یہاں فقیر کے صاحبزادے جیسا (جو اکابر اولیاء اللہ میں تھے) بھی آرام کر رہے ہیں، ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ جو نور زمین میں امانت رکھا گیا تھا وہ فقیر کے دل ہی کے انوار کا ایک لمعہ اور کرن ہے جو دل سے لے کر اس زمین میں روشن کی گئی ہے جس طرح بڑی مشعل سے چھوٹے چراغ روشن

کرتے ہیں۔(کہہ دو سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے)

نوٹ:

اس مکتوب شریف سے معلوم ہوا کہ انسان کامل کے انوار قلبیہ سے زمین بھی روشن ہوتی ہے اور یہ روشنی انسان کامل ہی محسوس کرتے ہیں جس طرح خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے سرہند میں محسوس فرمائی اور جس طرح حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس زمین کے انوار کا مشاہدہ فرمایا جہاں انبیاء علیہم السلام آرام فرمارہے ہیں۔ جدید سائنس نے اب تک اس روشن حقیقت کو دریافت نہیں کیا۔

(درس مکتوب: ۱۴ر اگست ۲۰۰۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۴

☆......''رحماء''''رحیم'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں انتہا درجہ کا مہربان یعنی جس کی مہربانی اس کے دم کے ساتھ ہو......اس سے ہر اس الذام کی نفی ہوتی ہے جو مہربانی اور محبت واخوت کے خلاف ہو۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صدیق اکبر میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان اور رحیم ہیں''۔ اور حضرت عمر کے لیے فرمایا ''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے''۔ یعنی ان میں نبوت کے خصائص موجود ہیں لیکن چوں کہ نبوت ختم ہوگئی اس لیے وہ نبی نہیں ہوسکتے۔ نبوت کے خصائص میں ایک مخلوق پر مہربانی بھی ہے اس لیے اس سے بھی ہر اس الزام کی نفی ہوتی ہے جو مہربانی اور محبت کے منافی ہو وہ ایسے الزام سے بری ہیں۔

☆......صحابہ کرام ''خیر الامم'' ہیں سابقین ''ناسخ الامم'' ہیں، ان کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔ ''خیر القرون'' میں ہوئے ہیں۔

☆......ہم دیکھتے ہیں جو جماعت اس امت کے اولیاء کی صحبت میں وقت گزارتی ہے وہ برائیوں سے محفوظ ہوجاتی ہے تو پھر اس جماعت کی تاثیر کا کیا عالم ہوگا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی؟۔ اگر یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام میں برائیاں تھیں تو پھر اولیاء امت کی صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہوئی (معاذ اللہ) جب کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت کا بڑے سے بڑا ولی، صحابیت کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆...... سچی بات یہ ہے کہ جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت نہ ہوگی وہی صحابہء کرام

میں برائیاں نکالے گا، کیوں کہ دشمن کا دوست بھی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے۔ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا:

"جس نے اصحاب رسول کی تعظیم نہ کی اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہیں"

فقیر یہ اضافہ کرے گا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کی اس کا اللہ پر بھی ایمان نہیں۔

(درس مکتوب: ۳۰ر ستمبر ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۵

☆......فراغت، صحت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے...... ذکر الٰہی محض زبان سے یا تسبیح پڑھنا نہیں یہ دل سے یاد کرنا ہے اور یاد رکھنا ہے۔

☆......ہر وہ عمل جو روشن شریعت کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو۔

☆......تمام حرکات و سکنات میں شریعت کی رعایت کرنی چاہیے تاکہ سب کام ذکر کے حکم میں ہو جائیں یعنی اپنے اوپر نگاہ رکھیں اور کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں۔

☆......ذکر سے مراد غفلت دور کرنا ہے جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کو مدنظر رکھا جائے تو اوامر و نواہی کے حکم دینے والے سے غفلت دور ہو جائے گی ......یہی ذکر دوام ہے، جو حرکات و سکنات میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔

☆......یہ دوام ذکر حضرت خواجہ نقشبند کی یادداشت سے الگ چیز ہے کیوں کہ "یادداشت" صرف باطن تک منحصر ہے اور اس دوام ذکر کا اثر ظاہر میں بھی جاری و ساری ہے...... یادداشت کے معنی یاد رکھنا، مگر یہ وہ یاد ہے جس میں یاد رکھنے کا تکلف اٹھ جاتا ہے، یاد ہی یاد رہ جاتی ہے (بقول امام علی شاہ، ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر رہے نہ ذکر رہے، مذکور ہی مذکور اور محبوب ہی محبوب ہو۔ سبحان اللہ!)۔ (درس مکتوب: ۲۷ر اگست ۱۹۹۹ء)

تربیت فکر و نظر کے ۸ مراحل:

دوام ذکر سے قبل یہ درجات ہیں، ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگاہ داشت، یادداشت، یعنی کوئی سانس غفلت سے نہ جائے نہ آئے قدموں پر نظر رہے کہ دنیا

روندی جارہی ہے، بری عادات سے اچھی عادتوں کی طرف سفر کریں، ظاہر میں مخلوق کے درمیان باطن اللہ کی طرف، سچی بات کا دل پر اثر لیں، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے متوجہ ہوں کہ اللہ ہی اللہ ہو، مراقبہ اس طرح کریں کہ ظاہر و باطن میں اللہ کی طرف نگاہ رہے، ہمیشہ اس کی یاد میں مگن رہیں، بغیر تکلف کے اور طرف خیال نہ کرے۔ (فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ)

جواہر مکتوب نمبر ۳۳

☆......محبوب ہر حال میں محبوب ہی ہوتا ہے، اگر تکلیف میں مبتلا کرے تو بھی محبوب، راحت میں رکھے تو بھی محبوب۔

☆......محبت کی دولت سے مشرف ہونے والے اکثر اہل اللہ کے نزدیک ایلام کے مقابلے میں انعام زیادہ محبوب ہوتا ہے، یا دونوں حالتوں میں محبت برابر رہتی ہے۔ بہت کم اہل اللہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

☆......اس بڑی دولت کی بنیاد محبوب کے ساتھ حسن ظن ہے حتیٰ کہ محبوب، محبّ کے گلے پر خنجر چلادے اور عضو کو الگ کردے تو بھی اس کو اپنی عین فلاح و بہبود تصور کرے گا۔

☆......اور جب اس ''حسن ظن'' حاصل ہونے کی وجہ سے محبوب کے فعل کی کراہت محبّ کی نظر سے اٹھ گئی تو ''محبت ذاتی'' سے مشرف ہوگیا اور محبوب کے ایلام میں انعام سے زیادہ لذت حاصل ہوگئی، میرے خیال میں یہ مقام، مقام رضا سے بھی زیادہ بلند ہے۔ مقام رضا میں محبوب کی ایذا رسانی کے فعل کی کراہت کا دور ہوجانا ہے اور اس مقام میں لذت حاصل کرنا ہے، دونوں میں بڑا فرق ہے۔

☆......جبکہ محبوب، محبّ کی نظر میں ہر حال میں محبوب ہے تو لازماً ہر حال میں محمود و ممدوح ہوگا ایلام و انعام میں اس کی مدح و ثنا کرتا رہے گا۔

☆......شاید شکر پر حمد کی فضیلت اس لیے ہے کہ شکر میں نظر انعام پر رہتی ہے، حمد میں نظر محبوب پر رہتی ہے، اس کا حسن و جمال سامنے ہوتا ہے، شکر زائل ہوجاتا ہے، حمد قایم رہتی ہے کیوں کہ شکر انعام کے ساتھ وابستہ ہے، حمد محبوب کے ساتھ۔ (درس مکتوب: ۲۸/جون ۲۰۰۱ء)

جواہر مکتوب نمبر ۳۶

☆......اہل سنت کی علامت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور حضرت عثمان غنی

اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی محبت ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تمام صحابہ پر فضیلت اجماع سے ثابت ہو چکی ہے، خود حضرت علی کرم اللہ وجہ نے تسلیم کیا ہے جس کا ذکر امام ذھبی اور امام بخاری نے کیا ہے۔ اکابر شیعہ میں عبدالرزاق نے بھی تسلیم کیا ہے۔

☆......حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی محبت بھی اہل سنت کی نشانی ہے، جو محبت نہ کرے اہل سنت سے خارج ہے۔ جو آپ سے محبت کرے اور صحابہ سے عداوت رکھے وہ رافضی ہے۔ اہل سنت نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو یہود سے تشبیہ دی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہو گئے اور روافض کو نصاریٰ سے تشبیہ دی ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ، اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی کہ ان کے بارے میں خوارج نے تفریط کی اور روافض نے افراط۔

☆......آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت رفض نہیں......رفض یہ ہے کہ اہل بیت سے محبت کا دعویٰ کرے اور صحابہ پر لعن طعن کرے۔ خرج ورفض کی بنیاد اصحاب رسول سے بغض رکھنے پر ہے اس کے برخلاف سنیت کی بنیاد اصحاب رسول کی محبت ہے۔ عقلمند بغض صحابہ کو ان کی محبت پر ترجیح نہیں دے سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اہل بیت سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرے گا اور جو دشمنی کرے گا وہ میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کرے گا۔ سچ ہے کہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔

☆......میرے والد ماجد (شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ اہل بیت کی محبت کو حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے، اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے، مخالفین اس سے غافل ہیں، اہل سنت کے مخالفین کو یہ دیکھنا چاہیے کہ خوارج کو اہل سنت ہی نے قتل کیا اور اہل بیت کے دشمنوں کی بیخ کنی کی پھر وہ کس طرح اہل بیت کے دشمن ہو سکتے ہیں؟ اس وقت تو روافض کا نام بھی نہ تھا۔

☆......شیعہ، بعض اہل سنت کو اہل بیت سے محبت کی وجہ سے رافضی سمجھتے ہیں اور بعض اہل سنت کو جو اہل بیت کی محبت میں غلو سے روکتے ہیں خارجی سمجھتے ہیں، ان کی عقل پر افسوس ہے۔ وہ خلفاء ثلاثہ سے بیزاری کو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے محبت کی شرط قرار دیتے ہیں، انصاف سے کام لیں یہ کس قسم کی محبت ہے جس کے حصول کی شرط اصحاب رسول سے بیزاری اور ان پر سب وشتم ہے......خوارج اہل سنت سے جب خوش ہوں گے جب اہل سنت اہل بیت سے بغض رکھیں اور شیعہ جب خوش ہوں گے جب اصحاب رسول پر اہل سنت

لعن طعن کریں (معاذ اللہ) اس میں شک نہیں اہل سنت کا مسلک ہی درمیانہ اور درست ہے۔ وہ اہل بیت سے بھی محبت کرتے ہیں، صحابہ سے بھی۔

خلاصہ:

اہل بیت سے محبت کے بارے میں کئی احادیث ہیں وہ ہر مسلمان کو سامنے رکھنی چاہییں۔ چند احادیث یہ ہیں۔

☆......اے اللہ میں اس سے (حسن رضی اللہ عنہ) محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر (بروایت حضرت براء بن عازب)

☆......اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس شخص سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرے۔ (بروایت حضرت اسامہ بن زید)

☆......مجھے اہل بیت میں (حسن و حسین) سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ (بروایت حضرت انس بن مالک)

☆......تم میں سے اچھا شخص وہ ہے جو اہل بیت کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے (بروایت ابو ہریرہ) (درس مکتوب: ۳۰/جون ۱۹۹۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۷

(یہ مکتوب حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے فرزند خواجہ محمد قاسم بدخشی کے نام ہے۔ اس مکتوب شریف سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ محمد قاسم بدخشی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سکون و طمانیت کی دولت سے مالا مال ہوئے مگر زیادہ عرصے خدمت میں نہ رہ سکے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب شریف میں ان کو مندرجہ ذیل نصیحتیں کی ہیں جو ہم سب کے لیے سبق آموز ہیں)

خلاصہ مکتوب:

☆......ارباب جمعیت کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

☆......صحبت کی ایک گھڑی بہت سے چلّوں سے بہتر ہے۔
☆......صحبت میسر نہ ہو تو مرشد کے بتائے ہوئے طریقے پر ذکرالٰہی میں مشغول رہیں۔
☆......بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔
☆......شرعی احکام یعنی حلال وحرام کا بہت خیال رکھیں۔
☆......پنج وقتہ نماز تعدیل ارکان کے ساتھ باجماعت ادا کریں (اگر صحیح العقیدہ امام نہیں تو تنہا ادا کریں)۔
☆......نماز ادا کرنے میں تاخیر نہ کریں بلکہ مستحب وقت میں ادا کریں۔ (درس مکتوب: ۲۸ر فروری ۲۰۰۳ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۰

☆......شریعت کی ایک صورت ہے ایک حقیقت......کمالات ولایت صورت شریعت کے ثمرات ہیں اور کمالات نبوت حقیقت شریعت کے ثمرات ہیں۔
☆......صورت سے مراد اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جو احکام شریعت آپ پر نازل ہوئے سب پر ایمان لانا اور نفس کی مزاحمت کے باوجود ان کو بجالانا، اس مقام پر ہر عمل اپنی ظاہری صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ ایمان، نماز، روزہ وغیرہ، یہ ولایت عامہ ہے۔
☆......یہ اللہ کا کرم ہے کہ صورت شریعت کی تکمیل پر جنت کی بشارت دے دی اور نفس کی فرماں برداری کی قید نہ لگائی۔ شریعت کی یہ ظاہری صورت بشرط استقامت نجات اخروی کا باعث ہے۔ اس مقام پر سالک وہ استعداد پیدا کر لیتا ہے کہ طریقت میں قدم رکھے، ولایت خاصہ کی طرف متوجہ ہو اور نفس کو آہستہ آہستہ سرکشی سے اطمینان کی طرف لائے۔
☆......ولایت خاصہ کا نقطہ آغاز طریقت ہے جہاں ماسوا کی نفی مطلوب ہے اور غیر و غیریت کا دور کرنا، جب غیر زائل ہو گیا تو فنا حاصل ہو گئی اور سیر الی اللہ حاصل ہو گئی۔ پھر مقام اثبات شروع ہوتا ہے اور سیر فی اللہ کا آغاز ہوتا ہے، بقا کا یہی مقام ہے۔ یہاں نفس امارہ، نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور کفر وانکار سے باز آجاتا ہے، اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے، نفس کی سرکشی ختم ہو جاتی ہے۔ (درس مکتوب: ۳۰ر نومبر ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سات مراتب و درجات ہیں۔

☆...... پہلا درجہ:

تصدیق قلبی کے بعد شریعت کے احکام اور سنت کی پیروی کرنا، اس میں عوام اہل اسلام، علماء ظاہر اور زہاد شامل ہیں۔ اس درجہ میں نفس کو طمانیت حاصل نہیں ہوتی، دل اقرار کرتا ہے اور نفس انکار۔

☆...... دوسرا درجہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال و اعمال کی پیروی کرنا جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً اخلاق کا درست کرنا، باطنی بیماریوں کا ازالہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ درجہ ارباب سلوک سے تعلق رکھتا ہے یعنی وہ لوگ جو بیعت ہونے کے بعد خود کو سنوارنے اور بنانے میں مصروف ہیں۔

☆...... تیسرا درجہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احوال اذواق کی پیروی کرنا جو ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ درجہ ارباب ولایت یعنی اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس درجہ میں نفس انکار سے اقرار اور کفر سے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اہل اللہ کو قرار دل کے بعد طمانیت نفس حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کا کمال، کمالات نبوت کے حصول پر منحصر ہے جو چوتھے درجہ سے تعلق رکھتا ہے۔

☆...... چوتھا درجہ:

یہ درجہ پہلے درجہ کے بالمقابل ہے۔ پہلا درجہ متابعت کی صورت ہے اور چوتھا درجہ متابعت کی حقیقت ہے۔ یہ درجہ علماء راسخین کے ساتھ مخصوص ہے جو کامل طمانیت نفس کے بعد حقیقت متابعت سے متصف ہوتے ہیں اور وراثۃً کمالات نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

☆...... پانچواں درجہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کی پیروی جن کے حصول میں علم و عمل کا دخل نہیں جو محض فضل خداوندی پر منحصر ہیں۔ یہ کمالات انبیاء الوالعزم کے ساتھ مخصوص ہیں اور متابعت و وراثت کے صدقے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

☆...... چھٹا درجہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کا اتباع جو مقام محبوبیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ پانچویں درجہ

کے کمالات کا حصول فضل و احسان پر منحصر ہے اور اس درجے کے کمالات کا حصول محبت پر منحصر ہے۔ جو فضل و احسان سے بڑھ کر ہے۔

(نوٹ: سوائے پہلے درجہ کے مندرجہ بالا پانچ درجے عروج سے تعلق رکھتے ہیں ان کا حصول ترقی وعروج ہی سے وابستہ ہے)

☆......ساتواں درجہ:

یہ درجہ نزول وھبوط سے تعلق رکھتا ہے یعنی جب ترقی کرنے والا، ترقی کی منازل طے کر کے واپس لوٹتا ہے۔ یہ درجہ سابقہ تمام درجات کا جامع ہے، پہلے درجے اس درجے کے اجزاء ہیں اور یہ کل۔ یہاں تابع ومتبوع کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور تابع مطبوع کا طفیلی بن کر شریک دولت ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

(درس مکتوب: ۲۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء)

درجات متابعت کی ایک مثال:

☆......ایک مسلمان عمامہ باندھتا ہے، مسنون لباس پہنتا ہے، نماز پڑھتا ہے، مگر جھوٹ بولتا ہے، گویا ظاہر آراستہ ہے باطن ویران ہے۔

☆......دوسرا درجہ یہ کہ یہ سب کچھ کرتا ہے اور سچ اس لیے بولتا ہے کہ حکم کیا گیا ہے۔

☆......تیسرا درجہ یہ کہ اس لیے سچ بولتا ہے کہ یہ محبوب کا عمل ہے اور لذت محسوس کرتا ہے۔

☆......چوتھا درجہ یہ کہ سچ بولنے میں ایسا کمال حاصل کر لیتا ہے کہ اس کے ارادے کو بھی دخل نہیں، خود بخود سچ بولتا ہے۔

☆......پانچواں درجہ یہ کہ سچ بولنے میں ایسی استقامت حاصل کر لیتا ہے کہ جان پر بن جائے جب بھی جھوٹ نہیں بولتا، سچ بولتا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

☆......چھٹا درجہ یہ کہ سچ بولنے کی راہ میں ایذا رسانیوں میں بھی لذت محسوس کرتا ہے۔ اور کسی سے شکایت نہیں کرتا۔

☆......ساتواں درجہ یہ کہ سچ بولنے میں وہ کمال حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی سچ بولنے لگتا ہے، اس کی ذات سے جھوٹ نکل جاتا ہے اور وہ خود سچ بن جاتا ہے۔

"وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ"

(فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ)

جواہر مکتوب نمبر ۵۵

(حضرت مجدد الف ثانی مسلمانوں کے محسن عظیم ہیں، آپ کی تعلیمات نے شکوک وشبہات کو دور کر دیا۔ اکبری دور ہمارے دور سے ملتا جلتا تھا، آزاد خیالی عام تھی، دین اسلام کے دشمنوں کو کھلی چھوٹ تھی اس لیے وہ دلوں میں وسوسے پیدا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی ملت اسلامیہ کا عظیم اثاثہ ہیں، دشمنان اسلام نے مختلف شکوک وشبہات پیدا کر کے اس اثاثے کو برباد کرنے کی کوشش کی، جس طرح آج کر رہے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی نے امام ابو حنیفہ اور ان کے فقہ کی عظمت کو اجاگر کیا، اور ایمان کو سنبھالا۔

مکتوب شریف کا خلاصہ پیش کرنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہییں ایک وہ لوگ ہیں جو قیمتی مفردات اور جڑی بوٹیاں جمع کرتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو ان مفردات کے خواص دریافت کر کے ان سے مرکبات تیار کرتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو امراض کی تشخیص کر کے مفردات ومرکبات تجویز کرتے ہیں، چوتھے وہ لوگ ہیں جو نسخے تیار کرتے ہیں اس طرح محدثین وہ ہیں جنہوں نے احادیث کو جمع کیا مجتہدین وہ ہیں جنہوں نے آیات واحادیث سے احکام مرتب کیے۔ فقہاء وہ ہیں جنہوں نے ان احکام کو نافذ کیا، مفتیوں نے آگے پہنچایا عوام کو بتایا۔ اب اگر کوئی ڈاکٹر یہ کہے کہ میں کسی اور کو نہیں مانتا میں خود جڑی بوٹیاں جمع کروں گا، میں خواص دریافت کروں گا، میں خود مرکبات بناؤں گا اور پھر مریض کو دوں گا تو اس ڈاکٹر کو دیوانہ ہی کہا جائے گا۔ اس طرح وہ شخص ہے جو مجتہدین وفقہاء کو نہیں مانتا اور یہ کہتا ہے کہ میں آیات واحادیث کے مطالعہ سے خود احکام ومسائل معلوم کروں گا اور لوگوں کو بتاؤں گا اس کو بھی دیوانہ کہا جائے گا۔ ہر کوئی تحقیق نہیں کرتا، پچھلے تحقیق کرتے ہیں، اگلے اس کو آگے بڑھاتے ہیں، اگر پچھلوں کی تحقیق کو رد کر دیا جائے تو اگلے جامد ہو کر رہ جائیں گے، ترقی نہ کر سکیں گے)

☆......امام ابو حنیفہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہیں۔

☆......اجتہاد اور مسائل کو قرآن وحدیث سے نکالنے میں آپ کا درجہ نہایت بلند ہے جس کے سمجھنے سے دوسرے عاجز ہیں۔

☆......حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ سارے کے سارے فقہاء امام ابوحنیفہ کی عیال ہیں۔
☆......خواجہ محمد پارسا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد فقہ حنفی کے مطابق عمل کریں گے یعنی ان کا اجتہاد امام ابوحنیفہ کے مطابق ہوگا۔
☆......مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی مانند ہے۔
☆......امام ابوحنیفہ اپنی رائے کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ہر قول وعمل کو فوقیت دیتے تھے پھر بھی مخالفین صاحب الرائے کہتے ہیں۔

خلاصہ:

ان اکابر کو گمراہ و بدعتی کہا گیا (معاذ اللہ) تو مسلمانوں کی اکثریت گمراہ ہوئی۔ صورت حال یہ ہے کہ

☆......ایک ارب حنفی
☆......چودہ کروڑ شافعی
☆......چار کروڑ مالکی
☆......چالیس لاکھ حنبلی

بلاشبہ ابوحنیفہ فقہ کے بانی اور صاحب خانہ ہیں۔ (درس مکتوب: ۲۹ فروری ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۶

☆......اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار توبہ کی ہدایت فرمائی پس گناہ سے توبہ کرنا ہر شخص پر واجب اور فرض ہے۔
☆......اگر گناہ کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے تو بارگاہ الٰہی میں توبہ اور عذر خواہی کرنی چاہیے، اگر فرائض میں کوتاہی سے ہے تو وہ فرائض ادا کرنے چاہییں، اگر بندوں کے حقوق سے ہے تو حقوق ادا کرے اور ظلم کی تلافی کرے۔ جس بندے کا حق ہے اگر وہ مرگیا تو اس کی طرف سے صدقہ کرے، اس کا مال اس کے ورثاء تک پہنچائے، ورثاء معلوم نہ ہوں تو مرحوم کی نیت سے مساکین کو صدقہ کرے۔
☆......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے برائی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا پھر اللہ سے بخشش مانگی اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کسی نے گناہ کیا پھر وہ نادم ہوا یہ ندامت ہی توبہ ہے''

اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس سے گناہ ہو جائے وہ کھڑا ہو، وضو کرے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ ضرور اس کو معاف کرے گا''

☆......حدیث شریف میں ہے:

''جس نے ایک بار گناہ کیا اور توبہ کی پھر دوسری بار گناہ کیا اور توبہ کی پھر تیسری بار گناہ کیا اور توبہ کی پھر چوتھی بار گناہ کیا تو اس کے نامہ اعمال میں گناہ کبیرہ لکھ دیا جاتا ہے''

لقمان حکیم نے بیٹے کو نصیحت کی:

''اے بیٹے! توبہ کرنے میں کل تک کی تاخیر نہ کرنا کیوں کہ موت اچانک آجاتی ہے''

☆......حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے:

''جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے اس کو ادا کر، سب لوگوں سے زیادہ عابد بن جائے گا۔ جن باتوں سے باز رہنے کے لیے کہا ہے ان سے باز رہ تو سب سے زیادہ پرہیز گار بن جائے گا۔ جو کچھ تجھے رزق دیا اس پر قناعت کر پس تو سب سے زیادہ غنی ہو جائے گا''

☆......حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''ایک ذرہ برابر تقویٰ ہزار سال کے نماز روزوں سے افضل ہے''

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی

''میرے تقرب کے لیے جس قدر تقویٰ ضروری ہے کوئی اور چیز نہیں''

بعض علماء نے فرمایا تقویٰ اصل کرنے کے لیے اپنے اوپر دس چیزیں لازم کرلیں۔

(۱)......غیبت سے بچے

(۲)......بدگمانی سے بچے

(۳)......مسخرے پن سے بچے

(۴)......حرام چیزوں سے آنکھ بند رکھے

(۵)......سچ بولے

(۶)......ہر حال میں اللہ کا احسان جانے تا کہ مغرور نہ ہو

(۷)......اپنا مال راہ حق میں خرچ کرے

(۸)......اپنے نفس کے لیے بڑائی نہ چاہے

(۹)......نمازوں کی حفاظت کرے

(۱۰)......اہل سنت کے عقائد پر استقامت رکھے۔

(اللہ تعالیٰ ہم کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری توبہ قبول فرمائے اور ہم کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین) (درس مکتوب: ۲۶ راگست ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۷

(تعارف: خان جہاں (م ۱۰۴۰ھ) جہاں گیر بادشاہ کے اخص الخواص امراء میں تھے، جہانگیر اُن کی بات سنتا اور مانتا تھا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے ان کو بڑی عقیدت ومحبت تھی......اسی لیے آپ نے خاص توجہ فرمائی......اس مکتوب شریف میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ۱۹ رعقائد اہل سنت اور اسلام کے پانچ ارکان کا ذکر فرمایا ہے......عقیدہ نمبر ۱۸ کے ضمن میں خلافت وامامت پر روشنی ڈالی ہے اور عقیدہ نمبر ۱۹ کے ضمن میں سید محمد جونپوری کے دعوے کی تردید فرمائی ہے......اس مکتوب شریف کا اصل مقصود جہاں گیر بادشاہ کی اصلاح ہے۔ جس کی وضاحت مکتوب شریف کے آخر میں کر دی ہے......

ہمارے زمانے میں اکثر علماء وصوفیہ، وزراء وامراء کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ اُن کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں اور اشارہ ملتے ہی حاضر ہو جاتے ہیں......حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اِن کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی اور مجاہدانہ سرگرم عمل رہے جس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی......

خلاصہ: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے عقیدہ نمبر ۱۸ کے تحت خلافت وامامت پر روشنی ڈالی ہے۔ ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے صرف اس حصہ کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

☆......مسئلہ خلافت و امامت اصول دین عقائد اہل سنت میں شامل نہیں......لیکن چوں کہ مخالفین اہل سنت نے عقائد میں شامل کیا اس لیے علماء اہل سنت نے وضاحت کے لیے عقائد سے ملحق کر دیا۔

☆......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابہ و تابعین پر فضیلت ثابت ہے۔ شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ شیخین کی فضیلت باقی تمام امت پر یقینی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا جو شخص مجھ کو شیخین پر فضیلت دے وہ مفتری ہے اور اس کی سزا ۸۰ رکوڑے ہے۔

☆......شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھ کو بارگاہ الٰہی میں عروج ہوا تو فرشتوں نے کہا کہ ''آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے......حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک پردہ نہ فرمایا جب تک مجھ سے یہ عہد نہ لے لیا کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے پھر عمر (رضی اللہ عنہ) پھر عثمان (رضی اللہ عنہ) اور آخر میں تو خلیفہ ہوگا''

☆......امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا علم و اجتہاد میں افضل ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہد و تقوای میں افضل ہیں مگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطلقاً فضیلت دی ہے۔

☆......صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جو اختلافات اور مناقشات و مشاجرات ہوئے اُن کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن معاملات سے الگ رہنے کی تاکید فرمائی ہے کیوں کہ صحابہ کرام سے بغض ایمان کو ضائع کرنے والا ہے اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا اُس شخص کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان ہی نہیں جس نے صحابہ کی عزت و توقیر نہ کی''

خلاصہ:

یہ مکتوب شریف بہت طویل ہے اس کے آخری پیراگراف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خان جہاں کے ساتھ ساتھ اِس کا اصل مخاطب جہاں گیر بادشاہ ہے۔ چنانچہ مکتوب شریف کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ کی حیثیت روح کی مانند ہے اور باقی تمام انسان جسم کی طرح ہیں اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست

ہے اگر روح فاسد ہے تو سارا بدن بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے۔ اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمۂ اسلام کا اظہار کیا جائے اور کلمۂ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات جب بھی موقع ملے بادشاہ کے گوش گزار کرنا ضروری ہیں نیز مخالف مذہب کی تردید بھی کرنی چاہیے۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ گئی۔ اور آپ کو یہ دولت مفت میں حاصل ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔

(اس مکتوب شریف سے تبلیغ اسلام میں آپ کے بے مثال کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔ متأخرین میں اس عظمت وشان کا کوئی انسان کامل نظر نہیں آتا) (درس مکتوب: ۲۶ رفروری ۲۰۰۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۸۷

☆......اللہ تعالیٰ فقراء کی محبت پر استقامت عطا فرمائے۔

☆......جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے پھر فرض اور واجب کو زندہ کرنے کا کتنا ثواب ہوگا؟

☆......نماز میں تعدیل ارکان (یعنی ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا) بعض علماء کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض......اس ایک عمل کا زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں سے زیادہ ہے، باقی حلال وحرام کو اسی قیاس پر کرنا چاہیے۔

☆......علماء نے فرمایا کہ ظلم وزیادتی سے لی گئی ایک دمڑی حقدار کو واپس کرنا دو سو دام صدقہ کرنے سے بہتر ہے، بعض علماء نے فرمایا جس کے ذمہ آدھی دمڑی ہو جب تک ادا نہ کر دے گا جنت میں داخل نہیں کریں گے۔

☆......ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، باطن کو بنانا اور ظاہر سے غافل رہنا الحاد اور اُس کے باطنی احوال استدراج، باطنی احوال کے درست ہونے کی علامت ظاہری احوال کا احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا ہے۔ (درس مکتوب ۲۶ ستمبر ۲۰۰۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۱۱

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت کی بات دانا وبینا انسان کا کھویا ہوا مال ہے، وہ مال جہاں

ملتا ہے، جس کے پاس ملتا ہے، لے لیتا ہے اسی طرح دانا انسان جہاں دین کی بات سنتا ہے قبول کر لیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کہنے والا مسکین اور حقیر ہے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں انتشار و فساد کے وقت جو میری سنت سے استقامت کے ساتھ وابستہ رہا اور اس پر عمل کیا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو میری سنتوں میں سے ایک سنت کو زندہ کرے تو اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (درس مکتوب: ۲۴؍جنوری ۱۹۹۶ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۲۹

☆......آدمی تمام مخلوقات میں جامع ترین ہستی ہے، ساری خوبیوں کو گھیرے ہوئے ہے، سب خوبیاں اس میں ہیں۔ اور اس کے اجزاء میں سے ہر جز اور اس کی صفات میں سے ہر صفت کے واسطے سے بکثرت موجودات سے اس کا تعلق اور گرفتاری ظاہر ہوتی ہے۔ انسان ختم ہو جائے تو دنیا بے معنی ہو کر رہ جائے۔

☆......اس کی جامعیت ہی حق تعالیٰ کی جناب میں زیادہ دوری کا باعث بنی اور تعلقات کی کثرت اس کی محرومی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

☆......اگر حق تعالیٰ کی توفیق سے انسان اپنے منتشر تعلقات سے جمعیت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے تو بے شک اس نے کامیابی حاصل کی ورنہ بے شک وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔

☆......انسان کی جامعیت ہی کی وجہ سے موجودات میں بہترین ہے اور اس جامعیت کی وجہ سے وہ بدترین مخلوق بھی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْم ۔ اسی جامعیت کی وجہ سے اس کا آئینہ مکمل ہے۔

☆......اگر دنیا کی طرف انسان رخ رکھے تو وہ دنیا میں سب سے بدصورت اور بُرا ہے۔ اور اگر اس کا رخ حق تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ سب سے زیادہ خوبصورت اور چمکتا دمکتا ہے اور جام جہاں نما ہے۔

☆......ان تعلقات کی گندگی سے مکمل آزادی حاصل کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے (کہ ظاہراً و باطناً آپ دنیا سے بے تعلق ہو گئے) اور آپ کے بعد دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اپنے اپنے مراتب و درجات میں ہیں۔ (درس مکتوب: ۳۱؍اگست ۱۹۹۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

جلد سوم

☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواہرِ مکتوباتِ مقدسہ

☆☆

(جلد سوم)

جواہر مکتوب نمبر۲

تعارف:

یہ مکتوب قلعہ گوالیار میں قید کے ابتدائی دور میں لکھا گیا ہے یعنی ۱۰۲۸ھ میں۔ مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کو قید کرنے کے بعد آپ کے اہل وعیال کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا اور ان سے سب کچھ لے لیا گیا، یہ دور حضرت مجدد کے خاندان پر سخت مصیبت وابتلا کا دور تھا۔ خواجہ محمد معصوم ومحمد سعید علیہما الرحمۃ نے جہاں گیر کے ظلم وستم کا ذکر کیا تو آپ نے جو جواب عطا فرمایا اس سے آپ کے حیرت انگیز صبر واستقامت کا پتا چلتا ہے، آپ نے تحریر فرمایا۔

☆......اس وقت فرصت کو غنیمت جانیں، فرصت کے لمحات میں اللہ کو یاد کریں، تلاوت قرآن، نماز میں طول قراءت، کلمہ طیبہ کے ورد کا اہتمام کریں۔

☆......نفس کی خواہشات کے خداؤں کی نفی کریں۔ اپنی خواہش کا چاہنا، خدائی دعویٰ کرنا اور مولیٰ کی چاہت کا رد کرنا ہے۔

☆......فتنے کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجرت کے عوض قبول کر لیتے ہیں یعنی مصیبت کے وقت نیکی پر جو اجر ملتا ہے وہ راحت میں نہیں ملتا۔

☆......اطلاع دینا ضروری ہے کہ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔ یہی نصیحت ہے کہ دل میں کوئی مراد وہوس باقی نہ رہے حتیٰ کہ میری رہائی کی خواہش بھی دل میں باقی نہ رہے۔ (جہانگیر کا حضرت مجدد الف ثانی کو شہید

کرنے کا ارادہ تھا)

☆......حویلی، سرائے، کنواں، باغ، کتابیں اور دوسری تمام اشیاء کا غم بیکار ہے اگر ہم مر جائیں تو چیزیں ہم سے چھوٹ جائیں گی۔ اگر ہماری زندگی میں چلی گئیں تو فکر کی بات نہیں اولیاء نے ان چیزوں کو اپنے اختیار سے چھوڑا، اللہ کی مرضی سے ان چیزوں کو چھوڑ دیں اور شکر بجالائیں۔

☆......جہاں تم بیٹھو ہو اس کو اپنا وطن خیال کرو، چند روزہ زندگی ہے جہاں بھی گزرے اللہ کی یاد میں گزرے۔(اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل وعیال کو جہاں گیر نے کسی دوسری جگہ منتقل کرادیا تھا)

(درس مکتوب: ۲۵/جون ۱۹۹۸ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۷

تعارف:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مرد وعورت کافر ومشرک سب کو راہ ہدایت دکھاتے تھے، عورتوں پر بہت شفیق تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفیق ومہربان تھے۔ مجددی خاندان میں عورتوں کی تکریم کی جاتی ہے۔ جس نیک خاتون کے نام یہ اہم خط لکھا گیا ہے وہ بہت خوش نصیب ہیں۔ خط بھی بہت طویل ہے اور عقائد واعمال سے متعلق ہے۔ خواتین میں اصلاح کی بہت ضرورت ہے یہ حقیقت آپ نے محسوس کی جو آج ہم محسوس کر رہے ہیں۔ بہرحال یہ مکتوب شریف خواتین کی ہدایت کے لیے لکھا گیا ہے جس کا خلاصہ اس محفل میں پیش کیا جارہا ہے۔ باقی تفصیل آئندہ محفلوں میں پیش کی جائے گی۔

☆......اللہ تعالیٰ ہر ایک پر انعام کرنے والا ہے۔ وجود، زندگی، دانائی، بینائی، شنوائی، گویائی سب اس کی عطا سے ہیں۔ تنگی وسختی کو وہی دور کرتا ہے، دعاؤں کو وہی قبول کرتا ہے۔

☆......وہ ایسا رزاق ہے کہ گناہوں کے باوجود رزق عطا فرماتا ہے، وہ ایسا ستار ہے کہ عفو ودرگزر کرتے ہوئے پردہ دری نہیں فرماتا۔ وہ ایسا حلیم وبردبار ہے کہ گرفت کرنے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ ایسا کریم ہے کہ دوست دشمن سب پر کرم فرماتا ہے۔

☆......ساری نعمتوں سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ اس نے اسلام لانے کی سعادت عطا فرمائی، جنت کا راستہ دکھایا، متابعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جس سے حیات ابدی اور دائمی نعمتیں

وابستہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور لقا بھی اس پر منحصر ہے۔

☆......عقل بلا تأمل یہ کہتی ہے کہ ایسے منعم کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کے ان گنت احسانات اور بے شمار نعمتیں ہیں لیکن اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے؟......کہاں ہم اور کہاں وہ مولیٰ جل وعلا......جب تک وہ ہم کو عبادت کا طریقہ اور شکر کا سلیقہ نہ بتائے اس وقت تک ہم عبادت وشکر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ یہ طریقہ وسلیقہ ہم کو مولائے کریم اور حبیب رب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تو عقل یہ کہتی ہے کہ ہم شریعت پر چل کر ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کر سکتے ہیں اور شکر بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے شریعت کو نظر انداز کیا تو ہم ٹھوکر بھی کھا سکتے ہیں۔ ممکن ہے، جس کو ہم بزعم خویش ثواب سمجھ رہے ہیں وہ گناہ ہو۔

☆......شریعت کے دو جز ہیں اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی، اصول دین سے متعلق ہے اور عملی فروع دین سے......بدعقیدہ آدمی نجات پانے والوں میں نہیں اور بدعمل آدمی بالآخر نجات پائے گا۔

☆......اعتقادات کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ اصول دین سے ہیں اور اعمال کے بارے میں مجملاً بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ (درس مکتوب: ۲۹ر جولائی ۱۹۹۸ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۷

☆......اللہ تعالیٰ از خود موجود ہے، ایک ہے، اس کے سوا کوئی شریک نہیں۔

☆......اللہ کی صفات کامل ہیں۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے نہ اس کا کوئی ہم سر۔ ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اور چھپے بھیدوں اور چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے، کیوں کہ سب کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے۔ مومنوں کو بہشت میں اس کا دیدار ہوگا۔ دنیا میں اس کا دیدار محال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دنیا سے بلند ہو کر عالم بالا میں اس کا دیدار فرمایا۔ اگر اس دنیا میں دیدار ممکن ہوتا تو سب سے زیادہ حق دار حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔

☆......اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے ہیشگی نہیں کوئی چیز قدیم نہیں۔

☆......جس طرح بندے اللہ کی مخلوق ہیں اسی طرح ان کے افعال بھی مخلوق ہیں کیوں کہ پیدا کرنا اس کے

سوا کسی کے لائق نہیں۔ فعل کا پیدا ہونا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے فعل کا حاصل ہونا بندہ کی طرف سے ہے۔ حق تعالیٰ نے کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندے کے ارادے کے تابع کر دیا۔ حق تعالیٰ بندے کے ارادے کے بعد فعل ایجاد فرماتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو جو انسان ارادہ کرتا پورا ہوتا۔

☆......انبیاء تمام جہان کے لیے رحمت ہیں، اللہ نے انھیں مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا، ان کے ذریعے بندوں کو اپنی بارگاہ میں بلالیا۔ اور دارالسلام جنت کی طرف دعوت دی، وہ بدنصیب ہے جو مولیٰ کی دعوت قبول نہ کرے۔ سب انبیاء معصوم اور سچے ہیں سب کا کلمہ ایک ہے سب کا دین ایک ہے، دین اسلام۔

☆......ملائکہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں، رسالت و تبلیغ کی دولت سے مشرف، جس کے لیے مامور ہیں، سرکشی ان کی فطرت میں نہیں خوراک و پوشاک سے پاک، ازدواجی زندگی سے پاک، کتابیں اور صحیفے انہیں کے ذریعے نازل ہوئیں۔ ان سب پر ایمان لانا ضرورت دین سے ہے۔ خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی خبر دی ہے مثلاً احوال قبر، احوال قیامت، حشر ونشر، جنت و دوزخ سب سچ ہیں۔ آخرت پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ آخرت کا منکر کافر ہے۔

☆......قیامت کا دن برحق ہے اور یقیناً آنے والا ہے۔ اس دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اس دن قبروں سے اٹھنا، بوسیدہ اور خستہ شکستہ ہڈیوں کا زندہ ہونا حق ہے، اعمال کا حساب اور میزان ''پل صراط'' جنت و دوزخ سب حق ہیں۔ نیک لوگوں کا برے لوگوں کی شفاعت کرنا حق ہے۔ حضور کی شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لیے ہے خود فرمایا...... کافروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور مومنوں کا ہمیشہ جنت میں رہنا حق ہے۔

☆......ایمان سے مراد تصدیق قلبی ہے ان باتوں کی تصدیق جو دین میں ضرورت کے تحت تواتر کے ساتھ پایہء ثبوت کو پہنچ چکی ہیں، اور زبانی اقرار بھی ضروری ہے۔ نازل شدہ کتابوں اور صحیفوں کو حق جاننا۔ انبیاء و ملائکہ پر ایمان لانا۔ پانچوں وقت کی نماز پر ایمان لانا مع رکعتوں کے تعین کے، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ پر ایمان لانا، اپنے ایمان کا اقرار کرنا، حرام کو حرام، حلال کو حلال جاننا۔

☆......خلفاء اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کو موافق جاننا۔

خلاصہ:

اعتقاد درست کرنے کے بعد اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ۔ عقائد صحیحہ اور شریعت کے مطابق اعمال صالحہ کی بجا آوری کے بعد اپنے اوقات کو ذکر اللہ سے آباد رکھنا چاہیے اور اس تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہنا چاہیے، اس کی یاد سے لذت حاصل کرنی چاہیے۔ کھانا کھانے میں لذت نفس مطلوب نہ ہو بلکہ اطاعت وعبادت مطلوب ہو۔ کپڑے پہننے میں عبادت کی اور نماز ادا کرنے کے لیے زینت کی نیت ہو، ایسی کوشش کرنا چاہیے کہ عام افعال وحرکات وسکنات میں اپنے مولیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے تو ظاہر وباطن اللہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ مثلاً نیند سراسر غفلت ہے جب اطاعت کی ادائیگی اور تھکاوٹ دور کرنے کے لیے ہو تو عبادت ہے۔ اس لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے ''نوم العلماء عبادۃ''

(درس مکتوب: ۲۶ رنومبر ۱۹۹۸ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۸

☆......حق تعالیٰ نے فرمایا ''فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا'' بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''لن یغلب عسرًا یسرین'' ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوتی، یعنی قرآن کریم میں مکرر ارشاد فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تنگی آسانی میں تبدیل ہوگی۔ (ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں) بشرطیکہ نظر اس کریم کی طرف رہے، گناہ گار بھی ہو تو ضرور آسانی ہوگی، نظر نہ ہو تو پاکباز بھی ہو تو بھی مشکلات آتی رہیں گی۔

☆......اپنے ہولناک حادثات بیان کر کے آپ کو اور دوستوں کو بدمزہ کروں؟......اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مصیبت و بے چینی میں چین عطا فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے دو ضدوں کو یک جا کیا اور دو مخالف چیزوں کو ملا دیا۔

☆......ایک روز تلاوت کر رہا تھا، جب یہ آیت ''قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ'' (سورہ توبہ: ۲۴) سامنے آئی بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے ایسی محبت طلب فرمائی ہے جو باپ، بھائی، بیوی، عزیز و اقارب، مال و دولت، مال تجارت، محلات و مکانات سے زیادہ ہو......اس آیت کریمہ کی روشنی میں جب اپنے احوال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ مجھے ان چیزوں سے محبت نہیں، یہ چیزیں اگر تلف بھی ہو جائیں تو خلاف شرع امر و نواہی کو ہرگز پسند نہ کروں گا۔ ان امور کو شریعت پر ترجیح نہ دوں گا۔

☆......ہمارے دوست اللہ کے لیے ہمارے پاس آتے ہیں لہٰذا ہم کو بھی ناز برداری کرنی چاہیے اور ان کے ظاہری و باطنی احوال سے باخبر رہنا چاہیے۔ مشہور ہے کہ "یاداؤد اذا رأیت لی طالباًفکن لہ خادماً" "اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا"......جس قدر آپ پہلے توجہ دیتے تھے اس سے زیادہ توجہ دیں، لاپرواہی نہ برتیں۔ (درس مکتوب: ۲۸ راگست ۱۹۹۸ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۴

☆......اللہ تعالیٰ نے صحابہ ء کرام کی نشانی قرآن کریم میں یہ بتائی کہ وہ کافروں کے حق میں نہایت سخت اور آپس میں رحم دل ہیں (فتح: ۲۹) یعنی رحیم ہیں اور رحم دلی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

☆......اس آیہ ء کریمہ نے صحابہ کرام کے دلوں میں ایک دوسرے کے بغض و عناد کی نفی کر دی اور مغفرت اور اجر کی بشارت دیدی۔ اس کے باوجود بزرگ ترین صحابہ پر بغض و عناد کا الزام لگانا کتنی بڑی جرأت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا "میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم دل سب سے زیادہ رحم اور مہربانی کرنے والے ابوبکر ہیں"۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے"۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام کمالات کے جامع ہیں جس میں شفقت و مہربانی لازمی خوبی ہے۔

☆......بالفرض اگر صحابہ کرام میں وہ برائیاں ہوتیں جن سے ایک کمینہ انسان بھی شرماتا ہے (معاذ اللہ) تو پھر وہ زمانہ خیر القرون کیسے ہوا اور وہ مقدس لوگ خیر الاتم کیسے ہوے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے"۔

☆......یہ بات قابل توجہ ہے وہ لوگ جو اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں برائیوں سے پاک ہو جاتے ہیں تو جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی وہ کیوں پاک صاف نہ ہوں گے؟......ہم یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ ولی کی صحبت نبی سے زیادہ مؤثر ہے......صحابہ کرام پر الزام تراشیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحبت پر حرف آتا ہے۔اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

☆......بعض لوگوں کا خیال ہے کچھ صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موافق تھے اور کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مخالف تھے یعنی دونوں آپس میں رنجش رکھتے تھے۔ یہ الزام تو دونوں پر آتا ہے جب کہ قرآن دونوں کو اس الزام سے بری کرتا ہے......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ آیت اتر چکی ''وہ سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہیں'' تو اللہ کی بات تسلیم نہ کرنا اور نفس کی راہ پر چلنا کتنا بڑا گناہ ہے؟

☆......حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم تینوں خلفاء سے محبت فرماتے تھے اور اپنے اوپر فضیلت دیتے جس کا اعتراف مخالفین کی کتابوں میں موجود ہے۔

☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا کونسا انصاف اور دیانت ہے، یہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بھی نافرمانی ہے۔

☆......سب وشتم اور لعن طعن اگر عبادت ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب پر لعن طعن اس امت کا وظیفہ ہوتا جب کہ دونوں کو قرآن کریم میں ملعون اور پھٹکارا ہوا کہا گیا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا......گالی دینے میں کونسی بھلائی ہے، اس میں تو فحش و برائی ہے۔ گالی دینا خود برائی ہے، پھر ایسی ہستیوں کو دینا جن کے تقویٰ و پرہیزگاری کی قرآن و حدیث گواہی دے رہے ہیں، ظلم ہی ظلم ہے......یہ عمل تو کسی بدمذہب میں نہیں پایا جاتا۔

☆......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خیر القرون میں چھوٹے بڑے سب متفق تھے......اس کے علاوہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے قرآن حکیم کو جمع فرمایا، جب ہم ان پر تہمت لگائیں گے تو قرآن حکیم سے اعتماد اٹھ جائے گا اور دین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ (درس مکتوب: ۳۰ مئی ۱۹۹۶ء)

خلاصہ:

قرآن حکیم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں خلفاء اربعہ آپس میں محبت کرتے تھے، خلافت واقتدار کی کسی کو خواہش نہ تھی کیوں کہ یہ دنیا کی محبت سے ہوتی ہے چنانچہ اپنے اپنے دور خلافت میں انھوں نے اپنے لیے کچھ جمع نہ کیا، ان کے مطمح نظر صرف اور صرف ملت اسلامیہ کی خیر خواہی تھی۔ ہم ان کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں، بہت بڑی غلط فہمی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہم نشینوں کی محبت عطا فرمائے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین (فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ)

جواہر مکتوب نمبر ۲۷

☆......بندہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی مراد مطلوب کچھ نہ ہو (یہ اخلاص کی جان ہے یعنی جو کام کرے اللہ کے لیے)

☆......جو بندہ اپنی مرادات میں گرفتار ہے، وہ اپنے نفس کا بندہ ہے اور شیطان کی اطاعت میں مصروف ہے۔

☆......مقرب بندوں میں بھی خواہشات پائی جاتی ہیں، مگر وہ طبیعت کا تقاضا ہے جیسے گرمی میں ٹھنڈ کی خواہش، یہ عبدیت کے منافی نہیں۔

☆......نفس کی خواہش ضرورت سے زیادہ مباح چیزیں ہیں یا مشتبہ یا حرام ......ضروری مباح کے ساتھ نفس کا کوئی تعلق نہیں۔

☆......گرفتاری اور بداعمالی کی بنیاد فضول کاموں میں لگے رہنا ہے، مباح ضروری سے آگے قدم بڑھایا تو فضول مباح ہے اس سے آگے حرام ہے۔ جس مراد کی بنیاد نفس امارہ ہے وہ ذاتی ہے جو زہر قاتل ہے، جو باہر سے آئے خواہ شیطانی کیوں نہ ہو عارضی ہے۔ جو قابل علاج ہے۔

خلاصہ:

ہمارا نفس خود ہمارے لیے بڑی بلا ہے، خارجی دشمن، اس کی مدد سے غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تمام اشیاء میں جاہل ترین نفس ہے جو خود اپنا دشمن ہے (ظاہر و باطن میں شریعت پر چل کر ہی اس سے بچا جا سکتا ہے)

(درس مکتوب: ۲۵ر دسمبر ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۸

☆......قریبی رشتہ داروں کی ارواح کو ایصال ثواب کی نیت کی گئی تو وہ خوش نظر آئیں۔

☆......ایصال ثواب کے وقت حسب عادت پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کی پھر اس مرحوم کی لیکن اب وہ رنجیدہ محسوس ہوئی، وجہ معلوم نہیں ہوئی، حالاں کہ اس ایصال ثواب سے اس کو بہت برکتیں حاصل ہوئیں۔

☆......اس طرح ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کچھ رقم نذر کی اور انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل

کرلیا، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ظاہر نہیں ہوئی۔

☆......موت تک یہ خلش رہی، آخر یہ بات ظاہر ہوئی کہ اگر صرف میت کو ایصال ثواب کیا جاتا تو وہ خود اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ پیش کرتی، اور اُدھر سے ثواب کی مستحق ہوتی، اس لیے جب ایصال ثواب کریں پہلے کچھ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کریں پھر دوسری اشیاء صرف میت کو تاکہ وہ خود دوسروں کو پیش کرے۔

☆......کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دکھاوے کے لیے درود شریف پڑھے تو وہ آپ کو پہنچ جاتا ہے گو بھیجنے والے کو ثواب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر پڑھے جانے والے ایسے درود کو بھی نہیں لوٹاتا۔

(درس مکتوب: ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۰ء)

نکات

ا...... اس مکتوب شریف میں حضرت مجدد الف ثانی کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور کامل اتباع نے آپ کو شاہد بنادیا اور آپ ایصال ثواب کی نیت سے میت کا خوش ہونا محسوس کررہے ہیں اور اشیاء کا پہنچنا دیکھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی خوشی و ناخوشی ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

۲......طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں میت کو ایصال ثواب کرنا جائز اور اچھا ہے۔

۳......ایصال ثواب پہلے خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جائے۔ پھر دوسری شئے پر خاص میت کو ایصال ثواب کیا جائے۔

۴......ایک میت کے ایصال ثواب میں اور مرحومین کو شریک کرلیا جائے تو ثواب سب کو ملتا ہے اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی، مناسب یہ ہے کہ صرف میت کو کیا جائے پھر وہ خود دوسروں کو پیش کرے۔

۵......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب میں آل واصحاب کو شریک کرنا پسندیدہ ہے۔

۶......اموات آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیتی ہیں۔

۷......کسی بزرگ کو کچھ پیش کرنا ہو تو خود پیش کرے، دوسروں کو دینا ہو تو اس بزرگ کو دے تاکہ وہ خود عطا فرمائے، اس کے سامنے بلا اجازت تقسیم نہ کرے۔ (فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ)

جواہر مکتوب نمبر ۳۱

☆......عالم ممکنات کی تین قسمیں ہیں، عالم ارواح، عالم مثال، عالم اجساد......عالم مثال......عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان مثل پر ایک آئینہ ہے جس میں نظر آنے والی صورتیں حقیقی نہیں ہوتیں۔

☆......روح بدن کے تعلق سے پہلے ارواح میں تھی جو عالم مثال سے اوپر ہے اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے تنزل کر کے عالم اجساد سے تعلق قایم کر لیا تو نیچے آ گئی اس کو عالم مثال سے اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں کہ بعض اوقات اللہ کی توفیق سے اپنے بعض احوال عالم مثال کے آئینے میں مطالعہ کر لیتی ہے۔

☆......بدن سے جدائی کے بعد اگر روح علویؑ ہے تو وہ فوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اگر سفلی ہے تو پستی میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ غرض عالم مثال سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

☆......وہ درد و تکلیف جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہے وہ اس سزا کی صورت ہے جس کا دیکھنے والا مستحق ہوتا ہے اور تنبیہ کے لیے اس کے معنی اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ درد حقیقی نہیں جو خواب میں محسوس ہوتا ہے اگر اس کی حقیقت بھی ہو تو دنیوی تکالیف کی طرح ہوگی، عذاب قبر عالم آخرت کے عذاب سے ہے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ روح قبض کر لیتا ہے مرتے وقت اور جو مرتے نہیں ان کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ (سورہ زمر: ۳۹_۵۲)

نیند میں موت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنے وطن سے سیر و تفریح کے لیے جائے پھر وطن واپس آ جائے اور مرنے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے وطن چلا جائے پھر واپس نہ آئے۔ نیند کی موت کا تعلق دنیا سے ہے اور مرنے والے کی موت کا تعلق آخرت سے ہے۔

☆......اہلسنت و جماعت کے عقائد کی پابندی کریں اپنے مکشوفات کو مقتدانہ بنائیں، اہلسنت و جماعت کی پیروی میں نجات ہے اور مرید کے لیے مرشد کی صحبت ضروری ہے جو خلش دل میں ہو، مرشد سے بیان کر دے اور حلف کی پابندی کرے۔ (درس مکتوبات: ۲۵ / اپریل ۱۹۹۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۳۴

☆......علماء اہلسنت و جماعت کی رائے کے مطابق عقائد درست کرنے چاہییں۔

☆......جن کاموں کے کرنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے ان کو بجالانا چاہیے اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے بچنا چاہیے۔

☆......پانچوں وقت کی نماز سستی کے بغیر وقت پر پورے آداب کے بجالانا چاہیے۔

☆......نصاب کے حاصل ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے زیورات پر بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆......اپنے اوقات کو لہوولعب میں صرف نہ کرنا چاہیے اور بے کار کاموں میں عمر عزیز کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔ خصوصاً ایسے کاموں میں جن سے شریعت نے روکا ہے اور بچنے کے لیے کہا گیا ہے ہرگز مشغول نہ ہونا چاہیے۔

☆......موسیقی اور گانوں سے رغبت نہ رکھنی چاہیے اور ان کی لذت پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہ ایک ایسا زہر ہے جو شہد میں ملایا گیا ہے۔

☆......لوگوں کی غیبت نہ کرنی چاہیے یعنی لوگوں کے ایسے برے کام نہ بیان کرنے چاہییں جو ان میں ہیں اور سخن چینی اور عیب جوئی نہ کرنی چاہیے یعنی دوسروں کے عیبوں کی تلاش میں نہ رہنا چاہیے۔ ان برائیوں پر شریعت میں سخت تنبیہ کی گئی ہے اور بڑی وعیدیں آئی ہیں۔

☆......مخلوق کے عیبوں کو چھپانا اور ان کے قصوروں اور گناہوں سے درگزر کرنا بڑی ہمت کے کام ہیں۔

☆......غلاموں، کنیزوں، نوکروں پر مشفق ومہربان رہنا چاہیے، ان کے قصوروں پر مواخذہ نہ کرنا چاہیے موقع بے موقع ان کو مارنا، برا بھلا کہنا، تکلیف پہنچانا نامناسب ہے۔

☆......اپنے قصوروں اور کوتاہیوں پر نظر رکھنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہم سے ہر وقت سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کوتاہیوں پر ہم سے مواخذہ نہیں فرماتا اور نہ ہمارا رزق روکتا ہے۔

☆......تصحیح عقائد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھنا چاہیے۔

☆......جس قدر امور شرعیہ میں احتیاط برتی جائے گی اس قدر ذکر میں لذت آئے گی اور جس قدر سستی کی جائے گی ذکر کی لذت اور شیرینی برباد ہوجائے گی......

مولیٰ تعالیٰ ہم کو ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(درس مکتوب: ۱۹؍شوال المکرم ۱۴۲۳ھ/ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۲ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۴۱

(یہ مکتوب ایک صالحہ خاتون کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جنہوں نے ہدایت و نصیحت کی درخواست کی تھی۔ اس مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فتح مکہ کے دن ۸ھ میں مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے بعد عورتوں سے جن شرائط پر قولاً بیعت لی تھی اس کا تفصیل سے ذکر فرمایا)

☆......شرط اول یہ کہ عورتیں شرک سے بچیں، حق تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اجر طلب کرنے کے فتنے سے (اگر وہ قول اور ذکر جمیل ہی کیوں نہ ہو) پاک نہ ہوگا، دائرہ شرک سے باہر نہ ہوگا۔ یہ باتیں سب شرک میں شامل ہیں، کافروں کی رسمیں بجالانا، قبروں کے سرہانے قربانیاں پیش کرنا، پیروں فقیروں کے لیے روزہ رکھنا، اور اس کے لیے دنوں کو مخصوص کرنا وغیرہ وغیرہ۔

☆......دوسری شرط یہ کہ عورتیں چوری نہ کریں، خاوند کا مال بغیر اجازت نکالنا اور استعمال کرنا چوری ہے جو دوسروں کے مال میں بغیر اجازت تصرف پر آمادہ کرسکتی ہے...... بدترین چور نماز کا چور ہے......نماز نہ پڑھنا، ارکان ادا نہ کرنا۔

☆......تیسری شرط یہ کہ عورتیں زنا سے بچیں بالعموم مرد کو زنا کی جرأت عورت کی خوشنودی سے ہوتی ہے اسی لیے سزا میں پہلے زانیہ کا ذکر کیا پھر زانی کا...... غیر محرم کو دیکھنا، اس کو ہاتھ لگانا، اس کے لیے چل کر جانا، یہ آنکھ، ہاتھ اور پیر کا زنا ہے۔ جب تک آنکھ محفوظ نہ ہوگی دل محفوظ نہیں ہوسکتا۔

☆......چوتھی شرط یہ کہ عورتیں اولاد کو قتل نہ کریں اس سے قطع رحمی ہوتی ہے اور عدم توکل کا اظہار۔

☆......پانچویں شرط یہ کہ عورتیں کسی پر بہتان اور الزام نہ لگائیں، یہ عمل جھوٹ بھی ہے، ایذا رسانی بھی اور فساد پیدا کرتا ہے۔

☆......چھٹی شرط یہ کہ عورتیں نیک کاموں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں مثلاً فرائض پنجگانہ، ورع اور تقویٰ، مذاق نہ اڑانا، بدشگونی کا اعتبار نہ کرنا، مرض کو متعدی نہ سمجھنا، نجومیہ سے غیب کی خبریں پوچھنا الغرض جو کچھ فرمایا اس کی تعمیل کرنا۔

نوٹ: بیعت کا مقصد یہی ہے کہ مرید اپنی اصلاح کرے یہ نہیں کہ گناہ کرتا رہے اور یہ امید رکھے کہ مرشد بخشوا دے گا۔ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کرے گا، جس مرید پر اللہ کا کرم ہوگا اس کے حق میں

سفارش قبول فرمائے گا۔ (درس مکتوب: ۲۷؍مارچ ۱۹۹۷ء)

مکتوب نمبر ۴۳

☆......دربار جہاں گیری میں جانے سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ وزراء اور مقربین وامراء کو دین ومسلک کی طرف متوجہ کرتے تھے جہاں گیر بادشاہ کے مقرب خان جہاں کے نام جلد دوم میں مکتوب نمبر ۶۷ تحریر فرمایا جو ۷ صفحات پر مشتمل ہے اس میں آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''بادشاہ کی حیثیت روح کی مانند ہے اور باقی تمام انسان جسم کی مانند ہیں، اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست ہے، اگر روح فاسد ہے تو سارا بدن بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے''

☆...... ۱۰۲۸ھ میں حضرت مجدد کو بادشاہ کے دربار میں بلایا گیا۔ آپ ۱۰۳۴ھ تک یعنی پانچ چھے سال بادشاہ کے قریب رہے بلکہ بادشاہ نے خود قریب رکھا۔

☆......پیش نظر مکتوب میں ان شاہی مجالس کا حال مجملاً بیان کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجلس کتنی طویل ہوتی ہوگی۔

☆......رمضان المبارک کی ایک محفل شاہی کا ذکر فرمایا ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بادشاہ کے حضور ان امور پر روشنی ڈالی:

انبیاء علیہم السلام کی بعثت، عقل کے عدم استقلال، آخرت پر ایمان، اس کے عذاب وثواب، اثبات رویت باری تعالیٰ، خاتمیت نبوت و رسالت، مجدد صدی، خلفاء راشدین کی اتباع، تراویح کی سنیت، تناسخ کے بطلان، جن اور جنیوں کے احوال، اقطاب وابدال واوتاد کے احوال۔

☆......حضرت مجدد علیہ الرحمۃ شاہی مجلس میں جب ان امور پر بحث فرماتے تو بادشاہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتے رہتے کہ جو کچھ آپ نے فرما رہے ہیں وہ قبول کر رہا ہے یا نہیں، خود فرماتے ہیں ''بادشاہ بڑی دلچسپی اور خوشی سے سنتے رہے، یہ سب قبول کرتے رہے، ان کے چہرے سے کوئی تغیر ظاہر نہ ہوا، ان واقعات اور ملاقات میں شاید حق سبحانہٗ کی مصلحتیں اور خفیہ راز ہوں گے''۔

☆......حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے قید خانے میں قرآن کریم حفظ فرمایا جب کہ ہمارے گرفتار

ہونے والے وزراء وامراء اور قائدین فضول باتوں میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اہل اللہ کی [illegible] سے ہم وقت سے فائدہ حاصل کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ وقت ایک قیمتی امانت ہے جس کو بے کار باتوں اور بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کرنا چاہیے۔ (درس مکتوب: ۲۷ رمئی ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۴۵

☆.....قلب اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ ہے، جتنا قرب اس کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں۔

☆.....قلب کو ایذا دینے سے بچنا چاہیے خواہ مومن کا قلب ہو، خواہ گناہ گار کا۔ کیوں کہ ہمسایہ گناہ گار بھی ہو تو اس کی حمایت و مدد کی جاتی ہے۔

☆.....قلب کو ایذا دینے سے ڈرنا چاہیے کیوں کہ کفر کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ایذا کا باعث ہوتا ہے۔

☆.....تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور کسی غلام کو مارنا یا تکلیف دینا، اس کے آقا کے ایذا کا سبب ہوتا ہے۔

☆.....ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تصرف نہ کریں مگر اس قدر جس قدر ہم کو حکم دیا گیا ہے۔

☆.....قلب تمام مخلوقات میں اشرف وافضل ہے جس طرح انسان اپنی جامعیت وغیرہ کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل واشرف ہے اسی طرح قلب بھی اپنی وسعت کے لحاظ سے ہر اس چیز سے افضل ہے جو انسان کے اندر ہے اور جس چیز میں جامعیت ووسعت زیادہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگی۔

خلاصہ:

اس مکتوب شریف میں دل دُکھانے سے منع کیا گیا ہے اور بڑے دل نشیں انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بیشتر خرابیاں اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانے کو معمولی بات سمجھتے ہیں، یہ بہت بڑی بات ہے۔ جو انسان کسی کا دل دکھانے سے بچتا رہے گا، امن وچین سے رہے گا۔ جو دل دکھائے گا بے چین رہے گا۔ خواہ فرد ہو یا جماعت۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوست ودشمن سب ہی کی دل داری فرمائی بلکہ دشمنوں کو دوست بنایا، ہم دل دکھا دکھا کر دوستوں کو دشمن بنا رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کام کی باتیں' اللہ کے محبوبوں کی باتیں' سننے اور ان کے پاس بیٹھنے سے معلوم ہوتی ہیں۔

وہ ہم کو اندھیریوں سے اجالے میں لاتے ہیں اور زندگی سنوارنے کے نئے نئے گر بتاتے ہیں۔ یہ باتیں یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدرسوں میں نہ سننے کو ملتی ہیں اور نہ دیکھنے کو، اس لیے ہم کو چاہیے کہ اللہ کے محبوبوں کے قریب آئیں، ان کی باتیں سنیں، قلب ونظر کو روشن کریں اور دنیا و آخرت کو سنواریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو زندگی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ) (درس مکتوب ۲۶ / مارچ ۱۹۹۹ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۵

☆......فقر کی تنگیوں سے نکل کر اغنیاء کے پاس جانا اچھا نہیں۔

☆......بڑے سے بڑا عہدہ و منصب حاصل کر لیا جائے تو کچھ حاصل نہ کیا کیونکہ جو کچھ حاصل کیا وہ آنی جانی ہے، اس لیے طلب نہ کرنا چاہیے، مل جائے تو شریعت سے دوری کا خوف نہ ہو تو قبول کر لینا چاہیے۔

☆......اول تو عہدوں کی آرزو نہ کرنی چاہیے اگر کوشش سے مل گیا تو کوشش کرنی چاہیے کہ شریعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑے اور باطنی اشغال میں فتور نہ ہو، نیت صاف رکھے، میل نہ آنا چاہیے۔

(درس مکتوب: ۲۵ / ستمبر ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۵۹

☆......روزمرہ کے واقعات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے ارادے کے تابع کر کے حوادث کو اپنی مرادات بنا لینا چاہیے اور لذت حاصل کرنی چاہیے۔

☆......بندگی کا جذبہ ہے تو اس نسبت کو پیدا کرنا چاہیے، ورنہ بندگی سے پاؤں نکالنا اور مولیٰ سے مقابلہ کرنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

> ”جو شخص فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر نہیں کرتا تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا پروردگار بنا لے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے“ (درس مکتوب: ۲۵ / ستمبر ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۶۶

☆......مکتوب الیہ نے اس قول کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مجاز

حقیقت کا پل ہے)

☆......مجاز حقیقت کا ظل اور سایہ ہے اور ظل سے اصل تک کشادہ شاہراہ ہے شاید اس لیے کہا گیا ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ کیوں کہ ظل کی معرفت سے ہی اصل کی معرفت ہوسکتی ہے اس لیے کہ اصل سایہ کی صورت میں اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ مثلاً درخت اور سایہ۔

☆......لیکن مجاز حقیقت میں کامل اس وقت ہے جب انسان مجاز میں گرفتار نہ ہو اور ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پہلی نظر تمہارے لیے ہے، دوسری نظر تم پر ہے، یعنی تمہارے لیے وبال ہے''۔ اور اس سے زیادہ بری کون سی چیز ہوگی جو اللہ سے دور کردے۔

☆......پہلی نظر بھی اس وقت فائدہ مند ہے جب اپنے اختیار سے نہ ہو ورنہ وہ بھی دوسری نظر گنی جائے گی۔ جو ارادۃً ڈالی جائے۔ اس لیے فرمایا کہ مومنین سے کہہ دیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اہل اللہ کی پہچان بھی یہ بتائی۔ خود کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔

☆......جعلی صوفیہ نے اس قول کے معنی نہ سمجھے اور حسین صورتوں میں مبتلا ہو کر اس کو حقیقت تک پہنچنے کا وسیلہ جانتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو حقیقت تک پہنچنے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

☆......نہ معلوم انھوں نے حق تعالیٰ کے جمال کو کیا سمجھا ہے حالانکہ جنت کی حور کا ایک بال دنیا میں گر جائے تو کبھی رات نہ آئے، اجالا ہی اجالا ہو جائے۔ اور حق تعالیٰ کی ایک جھلک کی شان یہ ہے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اللہ کا دیدار تو آخرت میں ہوگا انشاء اللہ! شاید یہ لوگ دنیا میں تلاش کرتے ہیں جو ایک وہم وخیال ہے۔ (درس مکتوب: ۳۱؍اگست ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۲۷

☆......عین بلا میں عافیت ہے، اضطراب و بے چینی کے بجائے سکون ہے......صاحبزادگان و معتقدین ساتھ ہیں، ان کے احوال ترقی پذیر ہیں لشکر اُن کے حق میں خانقاہ ہے۔

☆......مختلف مصروفیات کے باوجود مریدین و متوسلین کی ایک ہی لگن ہے۔ نہ کسی سے واسطہ نہ تعلق پھر بھی حبس وقید کی دولت میں گرفتار ہیں۔

☆......عجب حبس وقید ہے کہ رہائی ایک جو کے برابر بھی نہ خریدیں اور آزادی ایک کوڑی کے برابر بھی نہ لیں۔

☆......خواجہ حسام الدین نے شہزادگان خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبید اللہ کے لیے لکھا تھا کہ اگر شہزادگان لشکر کی آفات سے محفوظ رہیں تو آجائیں......حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے پہلے تو فرمایا کہ اس حقیقت سے آپ خود واقف ہیں پھر فرمایا الحمد للہ تمام ساتھی لشکر کی آفات سے محفوظ ہیں، یعنی اگر آنا چاہتے ہیں تو آجائیں ان شاء اللہ محفوظ ہی رہیں گے۔

نتیجہ:

اس مکتوب سے جہاں گیر کے لشکر میں آپ اور آپ کے مریدین کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا سکون وچین عطا فرمایا تھا جس پر نہ قید خانہ کی کلفت اور نہ شاہی لشکر کی رفاقت اثر انداز ہوئی......بے شک ''اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب'' جب ذکر کرنے والا اپنی ہستی کو فنا کر کے اللہ پر نظر رکھتا ہے تو وہ سکون ملتا ہے جس کو کوئی مصیبت برباد نہیں کر سکتی اور جس کی بلندیوں کو عقل نہیں پا سکتی۔ (درس مکتوب: ۲۵ رجون ۱۹۹۷ء)

جواہر مکتوب نمبر ۸۸

☆......خُلَّت عام ہے اور محبت خاص......خلت کے معنی خالص دوستی یعنی خلت کے معنی غیر سے انقطاع، خلیل وہ چاہنے والا جس کی محبت کامل ہو اور اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو۔

☆......وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (نساء: ۱۲۵)

اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

☆......وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (بقرہ: ۲۵۴)

نہ کافروں کے لیے دوستی ہے نہ شفاعت۔

انس اور الفت جب حد سے گزر جاتے ہیں تو محبت کا ظہور ہوتا ہے۔ (جب محبت حد سے گزر جاتی ہے تو عشق کا ظہور ہوتا ہے جب عشق حد سے گزر جاتا ہے تو خلت کا ظہور ہوتا ہے، جیسے بادلوں کا گھر آنا، بارش کا ہونا، پانی کا پھیل کر سیراب کرنا......منظر میں ٹھہراؤ اور سکون اور فرحت کی کیفیت کا پیدا ہونا)

☆......محبت وعشق، گرفتاری و بے آرامی ہے اور خلت سراسر انس والفت اور آرام ہے۔ نفس خلت سب کا سب عیش ہے، فرح در فرح اور انس در انس (یعنی جب اس مقام پر رسائی ہوتی ہے تو ایلام میں بھی مزہ

آنے لگتا ہے بلکہ ایلام کا طالب ہو جاتا ہے۔

☆......خلت بہت عالی مقام ہے اور کثیر البرکت ہے۔

☆......عالم مجاز میں جس شخص کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ الفت و محبت سے آرام و سکون ہے وہ سب مقام خلت کے ظلال ہیں مثلاً باپ کی بیٹے سے محبت، بھائی کی بہن سے محبت وغیرہ وغیرہ

☆......مظاہر جمیلہ میں جو حظ اور لذت و آرام ہے وہ مقام خلت ہی کا صدقہ ہے۔ اگر خلت اور انس والفت درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی مرکب وجود میں نہ آتا۔ کوئی جز دوسرے جز کے ساتھ نہ ملتا بالخصوص جب تضاد کی نسبت ہو۔ کوئی عالم، واجب تعالیٰ کی ایجاد میں داخل نہ ہوتا کیونکہ یہ حب ہی ہے جو ایجاد کے سلسلے کو حرکت میں لائی اور اشیاء کے وجود کا باعث بنی۔ حدیث قدسی **"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق"**

حدیث حسن و مشتاق درون پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز در صحرا

چاہت باعث ایجاد عالم ہوئی......خلت آفتاب وجود ہے زمین و آسمان میں ہر چیز تسبیح کرتی ہے، لگن لگی ہوئی ہے تب ہی تو کرتی ہے یہ چاہت کا ظہور ظہورا ہے۔

وَاِمِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (اسراء:۴۴)

"کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوا اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے"

☆......الفت، خلت کے تابع ہے لہٰذا خلت نہ ہوتی تو الفت نہ ہوتی، الفت نہ ہوتی تو وجود کی طرح نظام کائنات بھی نہ ہوتا، پس خلت ایجاد کا اصل سبب ہوئی، موجد کی جانب بھی اور موجود کی جانب بھی۔ (موجد نے بھی چاہا، موجود نے بھی چاہا) یہ خلت ہے جس نے ممکن کو وجود قبول کرنے سے مانوس کیا اور اس کو ایجاد کی قید میں لائی۔

☆......عدم بھی اپنے خلوت خانے میں خلت کی وجہ سے آرام کر رہا ہے کہ وہ دوسروں کی ہستی پر راضی ہے......اور مانوس ہے۔

☆......مقام خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اَبُوَّت سے یاد کیا اور دوسرے انبیاء کو اُخُوَّت سے......(غالباً درود شریف کی تلقین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اسی خلت کی وجہ سے ہے)

☆......وصول دو قسم سے ہے......قسم اول، وصول نظری، یہ حضرت ابراہیم کے ساتھ مخصوص ہے...... قسم دوم وصول قدمی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ایسا کوئی خلیل ہونا چاہیے۔جس کی نظر محبوبان علیہ السلام کے وصول کے مقام تک پہنچ سکےاور راہ ہی میں نہ رہ جائے۔

☆......امت کو جو کچھ ملا نبی کے توسل سے ملا۔کسی کو یہ رسائی براہ راست بھی نصیب ہوئی، مگر اس رسائی میں بھی نبی کی متابعت موجود ہے۔بغیر اس کی متابعت کے رسائی ممکن نہیں۔

☆......امتی، امتی ہے لیکن پیغمبر، پیغمبر ہی ہے، اگر اس کا سر پیغمبر کے پاؤں تک پہنچ جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔

☆......حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام مقام خلت پر فائز ہوکر اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مقام محبوبیت پر فائز ہوکر ان سے بھی زیادہ قریب ہیں......قرب کے ہزار مراتب، محبوبیت کی ایک نسبت کے برابر بھی نہیں۔

نکات:

☆......خلت خاص ہے، محبت عام۔خلت اصل ہے، محبت فرع۔

☆......محبت سراسر بے آرامی و بے چینی ہے، خلت آرام ہی آرام اور چین ہی چین ہے۔

☆......عالم مجاز میں ہر ایک کی آپس کی محبت مقام خلت کے ظلال ہیں۔

☆......خلت اور انس درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی مرکب وجود میں نہ آتا۔

☆......مقام خلت حضرت ابراہیم کے ساتھ مخصوص ہے اور مقام محبوبیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔قرب کے ہزار مراتب محبوبیت کی ایک نسبت کے برابر نہیں۔

☆......وصول دو قسم کا ہے، نظری اور قدمی۔اول الذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخصوص ہے اور دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

☆......امتی کتنا ہی بلند درجہ حاصل کر لے پیغمبر سے آگے نہیں بڑھ سکتا اس کے قدم تک رسائی ہی بڑی

سعادت ہے۔ (درس مکتوب: ۲۵؍اپریل ۱۹۹۵ء)

جواہر مکتوب نمبر ۹۵

☆......اس فقیر کی ولایت، ولایت محمدی اور ولایت موسوی کے طفیل نسبت محبوبی اور نسبت محبی سے مرکب ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے میری ولایت کا کاروبار دوسرا ہے اور علیحدہ معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اس نے دوسرا نتیجہ و اثر پیدا کرلیا ہے۔

☆......وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں سے وابستہ ہیں اگر تھوڑے سے بھی ظاہر کردیے جائیں تو نرخرہ کاٹ دیا جائے۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض علوم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے ان کے لیے یہ فرمایا تو دوسروں کے متعلق کیا کہا جائے۔ یہ دقیق اسرار ہیں جو اپنے اخص الخواص بندوں پر وہ کریم ظاہر فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قابلیت دیکھ کر ان پر اظہار فرمایا۔

☆......حق تعالیٰ کا یہ کرم آج ہی سے نہیں بلکہ اس نے ہماری مشت خاک کو زمین سے اٹھا کر اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی نیابت کے ساتھ اشیاء کا قیوم کیا۔ اور بغیر کسی واسطے کے تمام اشیاء کے ناموں کی اس کو تعلیم دی اور ملائکہ کو شاگرد بنایا۔ ابلیس نے انکار کیا اس کو مردود کیا اور مشت خاک کو ایسی قوت عطا کی کہ خالق سمٰوٰت کی رویت کی قابلیت پیدا کرلی۔

☆......وہ خدا اقدیم الاحسان وارحم الراحمین اس بات پر قادر ہے کہ مجھ جیسے پس ماندہ کو سابقوں کے درجہ تک پہنچا دے اور ان کے طفیل ان کی دولت کا شریک کردے۔ ارحم الراحمین نے اپنے خاص بندوں کو بے چونی سے بہرہ ور کرکے ان کو عالم بے چون میں داخل کرلیا ہے اور بے چونی کے معاملات سے مشرف فرمادیا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز نہیں جس کی مثال دے کر ان اسرار کو بتایا جائے۔ اگر بتایا گیا تو بتانے والا طنز و طعن کا مورد بنے گا، ہوسکتا ہے وہ اسرار سننے والے کی سمجھ سے بالاتر ہوں گے اس لیے کہا گیا

"من عرف اللّٰہ کل لسانہ"

خلاصہ:

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا جو دوسرے ہزارے میں کسی کو عطا نہیں فرمایا اور وہ اسرار و معارف اور بھید کی باتیں بتائیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتائیں۔

☆......اکتسابی علم اور وہبی علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ایک شخص ساری دنیا کے علوم جانتا ہے لیکن وہ علم نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے خود اپنے محبوبوں کو عطا فرماتا ہے تو اس کا اتنے علوم جاننا اس عطائے ربانی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا یہاں ساری گنتیاں ختم ہو جاتی ہیں۔(فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ)

(درس مکتوب: ۲۷؍جنوری ۲۰۰۰ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۰۶

جمعۃ المبارک کی آنے والی رات میں بادشاہی مجلس میں گیا تھا ایک پہر رات گزرنے کے بعد واپس آیا اور حافظ صاحب سے تین پارے سنے، دو پہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی آرام کیا، صبح حلقے کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آ گئی۔خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نامہ تحریر فرما رہے ہیں۔

فقیر کے ایک دوست اس معاملے میں پیش پیش ہیں، اس دوران ظاہر ہوا کہ اجازت نامہ جاری کرنے میں کچھ تاخیر ہے اس تاخیر کی وجہ اسی وقت معلوم ہوگئی اور اجازت نامہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ پیش کیا گیا۔آپ نے اس اجازت نامہ کی پشت پر کچھ تحریر فرمایا، یا کسی سے کچھ لکھوایا پھر اپنی مہر مبارک سے اس اجازت نامے کو مزین فرمایا، اجازت نامہ کا مضمون یہ تھا۔

''دنیا کے اجازت نامے کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا ہے
اور مقام شفاعت سے بھی حصہ عطا فرمایا ہے''

یہ کاغذ بہت لمبا ہے اور بہت سی سطریں ہیں، مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ میں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹوں کی طرح باہم ایک جگہ ہیں اور باپ بیٹوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ کے اہل بیت بھی میرے لیے اجنبی نہیں ہیں۔اس کاغذ کو لپیٹ کر حرم شریف میں داخل ہوا مجھ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض خدمات کے لیے حکم دے رہی ہیں کہ اس اس طرح کرنا چاہیے اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔

اس نعمت کے شکر کے طور پر ہم نے یہ حکم دیا کہ طرح طرح کے کھانے پکائے جائیں اور خوشی منائی جائے امید ہے کہ اس خط کے لے جانے والے بھی تناول فرمائیں گے۔

یہ مکتوب ۹ ۔ ۱۰۲۸ھ میں جہاں گیر کے لشکر سے مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید اور محمد معصوم علیہما الرحمۃ کے نام سرہند شریف لکھا گیا۔ اس مکتوب شریف سے (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زیارت کی خوشی میں قسم قسم کے کھانے پکا کر کھلانا اور خوشی منانا حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جن کے پیچھے چلنے کے لیے سورہ فاتحہ میں حکم دیا گیا ہے۔

(درس مکتوب: ۲۷ رمئی ۲۰۰۴ء)

جواہر مکتوب نمبر ۱۲۳

☆......اللہ کی طرف پہنچانے والے دو راستے ہیں، ایک راستہ وہ ہے جس کا تعلق قرب نبوت کے ساتھ ہے۔ اس راہ کے واصلین انبیاء، ان کے صحابہ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، باقی امتوں میں سے جس کو بھی نوازیں، مگر وہ بہت ہی کم ہیں اس راہ میں وسیلہ نہیں، جو بھی فیض ملتا ہے براہ راست ملتا ہے۔

☆......دوسرا راستہ قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا اور عام اولیاء اللہ سب اسی راہ سے واصل ہوئے، اور راہ سلوک سے مراد یہی راہ ہے۔ وسیلہ اسی راہ میں ہے اس راہ کے پیشوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، آپ کے بعد حضرات حسنین اور ائمہ اثناء عشرہ ہوئے اور آخر میں یہ منصب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی اس راہ میں آپ کے نائب و مناب ہیں، امتیوں کو جو فیض ملتا ہے وہ آپ ہی کے واسطے سے ملتا ہے۔

☆......حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو مقام ولایت سے بالواسطہ فیض ملا ہے مگر مقام نبوت سے بلاواسطہ فیض ملا ہے ...... یہ آپ کا خاص امتیاز ہے۔ جس کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ آپ اپنی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''ممکن ہے کہ کوئی شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچ جائے اور دونوں معاملات میں شریک ہو اور انبیاء کے طفیل سے وہاں بھی اسے جگہ دے دی جائے اور نظام کائنات اس سے وابستہ کر دیا جائے۔ پھر فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ''

☆......مقام ولایت سے فیض حاصل کرنے والا مرید ہے، مقام نبوت سے فیض حاصل کرنے والا

''مراد''......مرید و مراد میں بڑا فرق ہے جو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۲ میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں ...... یا تو مرید ہے یا مراد...... اگر مراد ہیں تو ان کے لیے مبارکباد ہے کیونکہ ان کو انجذاب محبت کی راہ سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور منصب اعلیٰ تک پہنچادیں گے اور اگر کوئی لغزش واقع ہوگئی تو جلد ان کو آگاہ کر دیا جائے گا اور ان کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو بغیر کسی کوشش کے اس دولت کی طرف رہنمائی فرمادیں گے۔ مختصر یہ کہ ازلی عنایت ان بزرگوں کے حال کی متکفل ہوتی ہے سبب بلاسبب ان کے کام کی کفالت فرماتا ہے''

ضروری نکتہ:

مرید کو چاہیے کہ اپنی مرادوں کو بھی مرشد کا مرید کرادے، یعنی مرادوں کو مرشد کے سپرد کر دے جس طرح خود کو سپرد کیا ہے۔ مرشد کو اپنی مرادوں پر چلانا خود مرشد بننے کا دعویٰ کرنا ہے، مریدی کی انتہا یہ ہے کہ مراد بن جائے۔

(درس مکتوب: ۲۹ر اگست ۱۹۹۶ء)

☆......☆......☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ' ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نرمی و آسانی

مکتوب امام ربانی کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔اے،پی۔ایچ۔ڈی)

☆☆

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کرم فرمایا،اُن کو دشواری میں نہ ڈالا،ان کے لیے نرمیاں اور آسانیاں پیدا فرمائیں.....قرآن کریم میں جابجا آسانی و نرمی کا ذکر ہے.....ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

(۱۸۵/بقرہ/۲)

''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا''

اور فرماتا ہے:

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

(۷/طلاق/۶۵)

''قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا''

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ،اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

(۵۔۶/انشراح/۹۴)

''تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے،بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے''

اورفرماتاہے:

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى

(۸/اعلیٰ/۸۷)

''ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کردیں گے''

اورفرماتاہے:

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى

(۷/لیل/۹۲)

''تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے''

اورفرماتاہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

(۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰/قمر/۵۴)

''ہم نے قرآن یادکرنے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یادکرنے والا؟''

اورفرماتاہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

(۹۷/مریم/۱۹، ۵۸/دخان/۴۴)

''تو ہم نے اس قرآن کوتمہاری زبان میں آسان کیا''

اصحاب کہف جب دقیانوس بادشاہ کے مشرکانہ ماحول سے نکل کرغار میں جانے لگے اورانہوں نے ایک دوسرے کوغار میں چھپنے کامشورہ دیا تواللہ تعالیٰ کی اس مہربانی کایوں ذکرکیا:۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا

(۱۶/کهف/۱۸)

''تمہارارب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلادے گا،اورتمہارے کام میں آسانی کاسامان بنادے گا''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض فرمایا اس میں کتنی آسانیاں رکھی ہیں، کوئی سختی نہیں، نرمی ہی نرمی ہے...... نماز فرض کی تو بیمار کے لیے رعایت رکھی کہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر پڑھے، لیٹ کر پڑھ سکتا ہے تو لیٹ کر پڑھے، اشارے سے پڑھ سکتا ہے تو اشارے سے پڑھے، سو رہا ہے تو اٹھ کر پڑھ لے، خواتین کے خاص ایام میں نماز ہی معاف ہے...... وضو کے لیے پانی نہ ملے تو مٹی ہی سے تیمم کرلے الغرض کہیں سختی کی جھلک نظر نہیں آتی، نرمی ہی نرمی ہے...... روزہ فرض کیا تو بیمار کے لیے یہ رعایت رکھی کہ جب صحت یاب ہو جائے تو پھر رکھ لے، روزہ رکھنے کے قابل ہی نہ رہا اور صحت سے مایوس ہو گیا تو روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دے...... حج فرض کیا تو سب پر فرض نہ کیا اُس پر فرض کیا جس کے پاس زادراہ کے علاوہ گھر والوں کا خرچ بھی ہو، یہ نہیں کہ خود حج کرنے چلا جائے اور گھر والے بھوکے رہیں، غور فرمائیں جب فرض میں اتنی نرمی ہے تو نفل میں کتنی نرمی ہونی چاہیے، بعض لوگوں نے نفلوں میں وہ سختی کی کہ نفل، فرض پر سبقت لے گئے (معاذ اللہ)...... اللہ نے ہمارے لیے آسانی اور نرمی پیدا فرمائی ہم خود سختیاں اور دشواریاں پیدا کرتے رہتے ہیں...... زکوٰۃ فرض کی تو سب پر نہیں بلکہ اس پر جس کے پاس متعین رقم کا مال یا سونا چاندی یا متعین تعداد اور پیمائش کے مویشی اور زمین وغیرہ ہوں...... رہنے کا گھر کتنا ہی قیمتی ہو، زکوٰۃ نہیں...... گھر کا سامان کتنا ہی قیمتی ہو، زکوٰۃ نہیں...... سواری کتنی ہی قیمتی ہو، زکوٰۃ نہیں...... یہ اللہ کا کرم نہیں تو اور کیا ہے؟ وہاں تو نرمی ہی نرمی ہے، ہم اپنی جان اور دوسروں کی جانوں پر سختیاں کرتے رہتے ہیں...... اور اگر دیکھا جائے تو اللہ کی طرف سے جو سختی آتی ہے وہ ہمیں پختہ کرتی چلی جاتی ہے......

نرمی اللہ کو بھاتی ہے، جس کو یہ مل گئی بڑی دولت مل گئی...... جو اس سے محروم ہو گیا، بڑی دولت سے محروم ہو گیا...... نرمی پر وہ کچھ دیا جاتا ہے جو دوسری کسی نیکی پر نہیں دیا جاتا...... نرمی انسان کی زینت و سنگھار ہے...... نرمی سے محروم، نیکی سے محروم ہے...... اخلاق والا، سب سے پیارا...... نرمی والا دنیا و آخرت کی نیکیوں سے نہال...... نرمی والے پر دوزخ حرام...... نرمی والے کو اللہ بلند کرتا ہے...... یاد آیا فقیر کے استاد محترم جو یونیورسٹی میں صدر شعبہ بھی تھے مگر ظاہری رکھ رکھاؤ اور بول چال وغیرہ سے محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ پروفیسر ہیں، ڈاکٹر ہیں، صدر شعبہ ہیں، بڑے نرم مزاج، بڑے حلیم الطبع...... چپڑاسی کو بلاتے تو بہت آہستہ گھنٹی بجاتے، اتنی آہستہ کہ بس چپڑاسی کے کانوں تک آواز جائے، جب کہ دفتروں میں افسروں کے کمروں سے مسلسل گھنٹیوں کی آوازیں آتی رہتی ہیں مگر استاد محترم کی گھنٹی کی آواز صرف چپڑاسی سنتا...... پھر

جب وہ اندر آتا تو اس کی تعریف فرماتے، دل داری فرماتے پھر فرماتے ''اچھا ذرا چائے تو لے کر آؤ''......

یہ ہے وہ نرمی جس کا درس قرآن کریم دیتا ہے اور جس کی تعلیم حضور انور ﷺ نے دی......اس میں شک نہیں کہ حاکموں کو نرم ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ سختی کے لیے نہیں، نرمی کے لیے حاکم بناتا ہے، اسی لیے اسلامی حکومت کی بنیاد نرمی پر ہے سختی پر نہیں......اقبالؔ نے خوب کہا ہے ؎

یہ جبر و قہر نہیں یہ عشق و مستی ہے
کہ جبرو قہر سے ممکن نہیں جہاں بانی

اسلامی حکومت بندوں پر مہربان ہے......بندوں کی تعلیم، بندوں کا علاج، بندوں سے انصاف، سب کچھ مفت......ہماری حکومتوں میں علم، علاج، عدل سب مہنگے ہیں مگر اللہ کی حکومت میں بالکل مفت......ذرا سوچیں تو سہی!......انسانی حقوق کی پاسداری حکومت کی ذمہ داری ہے......نہ صرف حقوق بلکہ جانوں کی حفاظت حکومت کی ذمہ داریاں ہیں......حضور انور ﷺ نے جانوں کی کیسی حفاظت فرمائی......دس برس مسلسل غزوات اور جنگیں رہیں مگر ایک ہزار سے زیادہ شہید و ہلاک نہ ہوئے......یہ بات جب ہندوستان میں ایک ہندو صحافی کو بتائی تو اس کو یقین نہ آیا، حیران رہ گیا، مگر کسی کو یقین آئے یا نہ آئے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے......حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت میں ہمیں نرمی اپنے عروج پر ملتی ہے، مارنا تو درکنار کبھی مارنے کے لیے ہاتھ تک نہ اٹھایا، انسانی تاریخ ایسی نرمی کی مثال پیش نہیں کر سکتی......

موجودہ حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے، ہم کہاں تھے، ہم کہاں آگئے......پہلے مجرم بھی بہت کم مارے جاتے تھے، اب سختی کا دور دورہ ہے، معصوم بے دریغ مارے جارہے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں......اے زندگی تو کہاں ہے؟......تیری قدر و منزلت کرنے والے کہاں چلے گئے؟......تجھے دیکھ دیکھ کے جینے والے کہاں چلے گئے؟......تیرا بناؤ سنگھار کرنے والے کہاں چلے گئے؟......تیرے سر پر سائبان بننے والے کہاں چلے گئے؟......تیرے گلشن سے خوشہ چینی کرنے والے کہاں چلے گئے؟......تجھ کو موت سے بچانے والے کہاں چلے گئے؟......اللہ اللہ زندگی در بدر ہے......احساس ہی نہ رہا......کسی کو علم کا غرور ہے، کسی کو تقوے کا غرور، کسی کو عہدے کا غرور، کسی کو منصب کا غرور......کسی کو دولت کا غرور ہے، کسی کو جاگیر کا......اور تو اور کسی کو رشتہ داریوں کا غرور......یہ غرور انسان کو سخت بنا دیتا ہے اور نرمی اس کے دل سے نکل جاتی ہے......بعض لوگوں کو آیۂ کریمہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (کافروں پر سخت ہیں) یاد رہتی ہے اور

آیۃ کریمہ:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَ لَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَا نۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ

(۱۵۹/ال عمران/۳)

''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد پریشان ہوجاتے (بکھر جاتے)''

بھول جاتے ہیں صورت حال یہ ہے کہ نرمی نہ ہونے کہ وجہ سے، ماں باپ، بیٹے سے ناراض...... بیٹا بیٹی، ماں باپ سے خفا...... استاد شاگرد سے ناراض...... شاگرد، استاد سے خفا...... ساس بہو سے ناراض...... بہو، ساس سے نالاں...... نند، بھاوج سے خفا...... بھاوج، نند سے ناراض...... بھائی، بہن سے ناراض...... بہن، بھائی سے ناراض...... پیر، مرید سے ناراض، مرید، پیر سے ناراض...... افسر ماتحت سے ناراض، ماتحت، افسر سے خفا...... الغرض سختی نے بندھنوں کو توڑ کر رکھ دیا اور ہم کو نرمی سے بہت دور کر دیا......

ہمارا حال یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں پر نظر رکھتے ہیں، اپنی غلطیاں نظر نہیں آتیں، رب کریم اگر سختی کے ساتھ ہمارا حساب کتاب لے تو ہم تو کہیں کہ نہ رہیں...... بعض لوگوں کو حق گوئی کا ہوکا ہے حالانکہ حق گوئی کا بھی ایک سلیقہ ہے...... وہ اپنی بات کہہ کے رہیں گے خواہ اس سے کتنی ہی خرابیاں پیدا ہوں...... حق گوئی نرمی کے ساتھ ہو تو بڑی خوبصورت لگتی ہے اور اپنا اثر بھی رکھتی ہے...... کچھ ماں باپ بچوں کو، کچھ خاوند، بیویوں کو، کچھ استاد شاگردوں کو، کچھ مالک، ملازموں کو، کچھ قانون کے پاسدار، ملزموں کو مارتے ہیں، یہ کیوں مارتے ہیں؟، حضور انور ﷺ نے تو کبھی ہاتھ تک نہ اٹھایا؟ ......

اللہ تعالیٰ نے نرمی کو پسند فرمایا، حضور انور ﷺ نے بھی نرمی ہی کو پسند فرمایا، اہل بیت اطہار، صحابہء کرام، اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ہی نے نرمی کو پسند فرمایا لیکن ایک نرمی وہ ہے جو مصلحت وقت کے تحت کام نکالنے کے لیے اختیار کی جائے یا جس کے پردے میں ہزار سختیاں ہوں...... یہ وہ نرمی نہیں جس پر بشارتیں دی گئیں ہیں اور خوشخبریاں سنائی گئیں ہیں...... اصل نرمی وہ ہے جس میں کوئی لالچ نہ ہو، بے ریا ہو، ایسی نرمی کی ترغیب دینا دوسروں کو بنانا اور سنوارنا ہے کیونکہ نرمی انسان کی زینت ہے، نرمی

انسان کا سنگھار ہے......

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کی انتہا یہ تھی کہ آپ نے خادم خاص جو لڑکپن میں کئی سال خدمت اقدس میں رہے کبھی ''ہوں'' تک نہ فرمایا، دوستوں کی مشقت بھی آپ پر شاق گزرتی تھی، قرآن کریم میں مزاج عالی کی اس خوبی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ

(۱۲۸/توبہ/۹)

''جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان''

دسویں اور گیارہویں ہجری کی عظیم شخصیت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی تعالیٰ اللہ عنہ نے اپنے فارسی مکتوبات شریف کے ذریعے اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کے درباریوں، وزراء و امراء کی اصلاح فرمائی اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا...... ایک مکتوب شریف میں اپنے ایک عزیز اور جہانگیر بادشاہ کے وزیر و امیر کو نرمی کی نصیحت فرمائی کیونکہ جوانی میں جب اقتدار و اختیار ملتا ہے تو انسان اس کے نشے میں مست ہونے لگتا ہے اور عدل سے تجاوز کرنے لگتا ہے، اس سرمستی کا علاج نرمی ہی سے ممکن ہے......حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوب شریف (ج۔۱،م۔۹۸) میں بیس احادیث شریفہ کے عربی متون پیش کیے ہیں جس سے علم حدیث میں آپ کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ خطوط لکھتے وقت کتابیں سامنے نہیں ہوتیں...... یہ مکتوب شریف ہمارے لیے اور ہماری زندگی بنانے کے لیے تریاق و اکسیر کا حکم رکھتا ہے اس لیے قارئین کرام خصوصاً وزراء و امراء اور حکام کے لیے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس سے فیض یاب ہوں...... ہم ان احادیث شریفہ کے اردو اور انگریزی تراجم بھی پیش کر رہے ہیں...... اردو ترجمہ سید زوّار حسین شاہ کا ہے اور انگریزی ترجمہ میجر (ریٹائرڈ) ہمایوں داؤد صاحب کا ہے۔ احادیث کی تخریج علامہ ڈاکٹر منظور احمد سعیدی نے کی اور عزیزم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے نظر ثانی کی، فقیر ان کا ممنون ہے...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احادیث شریفہ کے فیض سے مستفیض فرمائے...... آمین!......

(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْق'' یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا
لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ[1]

''بیشک اللہ تعالیٰ رفیق ہے (اپنے بندوں پر لطف ونرمی کرنیوالا ہے)
اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر اور نرمی کے سوا کسی اور
چیز پر عطا نہیں کرتا''

Without doubt Allah is a friend (one who bestows kindness and leniency to his people) and He bestows His bounty on one who shows leniency, and which He deos not bestow on anything else that is harsh and is devoid of leniency.

(۲)

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے فرمایا:۔

عَلَیْکِ بِالرِّفْقِ وَ اِیَّاکِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّ
فْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْیءٍ اِلَّا زَانَہ' وَلَا یَنْزَعُ مِنْ
شَیْیءٍ اِلَّا شَانَہ[2]

''اپنے اوپر نرمی کو لازم کر اور اپنے آپ کو درشت خوئی اور بیجا گفتگو
سے دور رکھ کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی ہو اس کو زینت دیتی ہے اور
جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے''

Make leniency mandatory on yourself and remain aloof from harsh and uneless talks because wherever there is leninecy, it adds to its zenith and wherever it is devoid of leniency, i

makes it defective.

(۳)

اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ[۳]

''جو شخص لطف و نرمی سے (اچھی عادتوں سے) محروم ہے وہ ہر نیکی سے محروم کر دیا جاتا ہے''

Any one who is bereft of kindness and leniency (good habits), is deprived of all virtues.

(۴)

اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا[۴]

''بیشک تم میں سب سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں''

Indeed he is closest(dearest) to me hosoever is virtuous.

(۵)

اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

مَن اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الدُّنْیَا والْاٰخِرَةِ ۵

''جس کو لطافت و نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت (کی نیکی) کا حصہ دیا گیا''

Whosoever has been blessed with A bit of kindness or leniency shall be blessed in this world and in the Hereafte.

(۶)

اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ[۶]

''حیا ایمان سے ہے اور (اہل) ایمان جنت میں ہے اور فحش کلامی و بیہودہ گوئی جفا و بدی سے ہے اور (اہل) جفا دوزخ میں ہے''

Modesty is part of your faith and the faithful shall be in paradise while those who use vile and rude language are evil; and those that indulge in impudent talk are destined to Hell.

(۷)

اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ[۷]

''بیشک اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے بیہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے''

Surely Allah the Almighty shall decry an excessive behaviour in a person who indulges in absurd and foolish He is Allah's Enemy.

(۸)

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَّحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَ بِمَنْ یَّحْرُمُ النَّارَ عَلَیْهِ

''کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ کس شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور دوزخ کی آگ کس شخص پر حرام ہے'' (سنو!)

عَلٰی کُلِّ هَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَهْلٍ[۸]

''ہر ایک نرم و متواضع (آہستہ روی والے) قریب وسہل (نرم طبع و نرم خو) الے پر حرام ہے''

Shall I not inform you,"Who shall escape the fire of Hell "?(Listen!) "A hospitable, friendly and lenient person shall be kept away from Hell."

(۹)

اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَا نْقَادَوَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ نِ اسْتَنَاخَ ۹

'' تمام مومنین نرم طبع (نرمی کے موقع پر) ناک میں نکیل (مہار) والے اونٹ کی طرح مطیع ہوتے ہیں اگر اس (اونٹ) کو آگے سے کھینچا جائے تو مطیع ہو کر چل پڑتا ہے اور جب اس کو کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے''

The True believers are soft spoken and obedient (like a camel who obeys because of his nose-string). Whenever the rope is pulled from the front, the camel becomes subdued and walks and when it is made to sit on a stone, itwillbe have accordingly.

(۱۰)

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرَآءِ شَآءَ ۱۰

''جس نے غصہ کو ضبط کر لیا حالانکہ وہ اس کے جاری کرنے پر (بدلہ

لینے پر) قدرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو سب مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرلے"

Whosoever controls his wrath, although he has the power to retaliate, on the Day of Judgement shall be called in front of the people and he shall be invested with the power to choose the virgin of Paradise.

(۱۱)

اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ ''

"تحقیق ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت (نصیحت) فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی بات کو دہرایا (یعنی نصیحت طلب کرنے کے لیے عرض کیا) ۔ آپ ﷺ نے (ہر دفعہ یہی جواب دیا) فرمایا کہ غصہ مت کر"

Somebody sought advise from the Holy Prophet (May Allah's Peace and Blessings be upon him) to which he advised, "to control his temper". The person repeatedly asked the same question (i.e. to seek his advise) to which The Holy Prophet (May Allah's peace and Blessings be upon him) repeatedly replied the same "control

لوگوں کے نزدیک کتے اور سؤر سے بھی زیادہ حقیر وخفیف ہوتا ہے''

Whosoever adopts humility for the sake of Allah, and considers himself humble, The Almighty shall raise his stature and make him honourable amongst the people. But in the eyes of others, he is a big man.And whoever displays arrogance, Allah makes him contemptible in the eyes of the people though he considers himself important.In stature he stands vilifiedmorethanthedogandtheswine.

(۱۶)

قَالَ مُوْسٰی بْنُ عِمْرَانَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ [۱۲]

''حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب! نزدیک تیرے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ عزیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص جو (بدلہ لینے پر) قادر ہونے کے باوجود معاف کردے''

Hazrat Musa (May Allah's Blessings be upon him) prayed:
"Oh Allah! Whichever of Your people are dearest to you? Allah The lmighty answered, "That person who is capbale (of revenge) and despite that is forgiving.

your temper."

(۱۲)

اَلااُخبِرُکُم باَ هْلِ الْجَنَّةِ کُلُّ ضَعِیفٍ مُتضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَ بَرَّہ' اَلا اُخبِرُکُم بِاَهْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُستَکبِرٍ [۱۲]

''کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ (سنو!) ہر وہ شخص جو ضعیف ہے اور جس کو حقیر سمجھا جائے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم کو سچا کر دے، (وہ اہل جنت میں سے ہیں)۔ (نیز فرمایا) کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ (سنو!) ہر وہ شخص ہے جو سرکش، بدگو، جھگڑالو اور متکبر ہے (وہ اہل دوزخ سے ہیں)''

Should I not let you know of the dwellers of Paradise?(Listen..!) Whosoever is weak and downtrodden and whenever he takes an oath on Allah The Almighty, and Allah ratifies the Oath, that person is destined for heaven: "shall I not tell you about the inhabitants of Hell?(Listen..!) All those who are rebellious, talk loose, are ill tempered and proud, shall be the dwellers of Hell.

(۱۳)

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُم وَهُوَ قَائِم'' فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ [۱۳]

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر اس وقت وہ کھڑا ہوا ہو تو اسے

چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے پس (ایسا کرنے سے) اگر اس کا غصہ دور ہو جائے (تو بہتر ہے) ورنہ اسے چاہیے کہ پہلو پر لیٹ جائے''

Whosoever amongst you feels angered, and at that moment is in a standing posture, he must sit down. This way he shall vent his anger, (it is better for him) otherwise it is better for him to lie.down on the side

(۱۴)

اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ [۱۴]

''بیشک غصہ ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے''

Indeed anger defaces the faith the way aloes damage honey.

(۱۵)

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَ فِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْخِنْزِيْرٍ [۱۵]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے پس وہ (تواضع وانکساری کرنے والا) اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے، اور جس شخص نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو حقیر و پست کر دیا پس وہ لوگوں کی نظروں میں صغیر (چھوٹا) ہوتا ہے لیکن خود اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے حتیٰ کہ وہ

(۱۷)

اورآنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَه' و مَنْ كَفَّ غَضَبَه' كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَه' يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَه' [۱۷]

''جس شخص نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپ لے گا اور جس شخص نے اپنے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے اپنا عذاب روک لے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذرخواہی کی اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمالے گا (اس کو معاف کر دے گا)''

The person who has forsaken his revenge, Allah will conceal his sins and he who controlled his anger, Allah The Almighty will stop His Chastisement on the Day of Resurrection. And whoever is repentant before The Almighty Allah, He shall accept his mitigation (and will forgive him)

(۱۸)

نیزآنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

مَنْ كَانَتْ لَه' مَظْلِمَةٌ'' لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَئِي فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ ''وَّلَا دِرْ هَمٌ'' اِنْ كَانَ لَه' عَمَلٌ'' صَالِحٌ'' اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ حَسَنَاتٌ '' اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ

صَاحِبِہٖ فَحُمِلَ عَلَیْہِ [۱۸]

''جس شخص پر اپنے کسی (مسلمان) بھائی کا کوئی حق اس کی عزت وآبرو سے یا کسی اور چیز سے ہے (یعنی اس نے کسی کا کوئی مالی یا کوئی اور حق بطور ظلم دبالیا ہو) تو اُس کو چاہیے کہ آج (دنیا ہی میں) اس سے معاف کرا لے اس (قیامت کے) دن سے پہلے جبکہ اس کے پاس کوئی دینار و درہم نہ ہوگا، (اس دن) اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے موافق اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس صاحبِ حق (مظلوم) کی برائیاں لے کر اس ظالم کے اوپر ڈال دی جائیں گی''

If there is anything outstanding against his Muslim brother for any right or honour due to him, (or he has usurped any goods or rights by unjust means(it is better for him to have it forgiven in his life time, before the Day of Resurrection where he will not even have a Dinar or a Dirham. If on that Day he has any virtues, they shall be deducted against thisand if he is devoid of virtues,The vices of his victimes shell be addeda to the sins of the usurper.

(۱۹)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَتَدْرُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ قَالُواالْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ

يَأتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَأتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وسفک دم هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وهٰذا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُه قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَا هُمْ فُطِرَحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ [۱۹]

''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! ہم میں سے مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم (مال) و اسباب کچھ نہ ہو، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے اور ساتھ ہی اس حال میں آئے کہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی کو تہمت لگائی ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، پس ان میں سے ہر شخص کو اس کی نیکیوں میں سے (بقدر حق) دیا جائیگا۔ پھر اگر لوگوں کے وہ حقوق جو اس پر ہیں ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حق داروں کی خطائیں (گناہ) لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا''

The holly prophet (May allah,s peace and Blessings upon him) Said:
Do You know who will be a pauper? The Companions (May Allah's Blessings be on them) of the Holy Prophet (May Allah's Peace and Blessinges be upon him) remarked that amongst us he is a pauper who

does not have a Dirham wealth and has no other means. After which the Holy Prophet (May Allah's Peace and Blessings be upon him) said:" From amongst my followers, he shall be a pauper who on the Day of Resurrection comes as one who said his prayers, kept his fasts, gave alms but abused anyone, accused anyone, usurped another's belongings, whose blood is on his hands and who had beaten anybody. Thay shall be given a share of their virtues (according to their apportionment) and if he owes anything before his virtues have been accounted for / exhausted, the sins of the rightful shall be placed on them and they will be thrown into the fire.

(۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت تحریر فرمائیں لیکن بہت نہ ہو (بلکہ مختصر ہو) پس انھوں نے لکھا:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رَضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَئُوْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ ۲۰

''آپ پر سلام ہو، اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی
ناراضگی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کو لوگوں کی روگردانی اور تکلیف سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص
اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کی رضا مندی چاہتا ہے
اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور تجھ پر سلام ہو''

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا، حق سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور آپ کو سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو مخبر صادق ﷺ نے فرمائی ہیں..................

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے، عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیے اور دنیا کی پھیکی تر و تازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے، اگر دنیا کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو دنیا دار کافر سب سے زیادہ عزت والے ہوتے۔ دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بے وقوفی ہے چندروزہ فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور حق تعالیٰ کی خوشنودیوں میں کوشش کرنا چاہیے اور مخلوق خدا پر احسان کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرنا (یعنی اس کے مطابق عمل کرنا اور مخلوق خدا پر شفقت کرنا) یہ دونوں آخرت کی نجات کے لیے اصل عظیم ہیں...... مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا حقیقت امر کے مطابق ہے، بیہودہ بکواس بہکی ہوئی باتیں نہیں ہیں، یہ خواب خرگوش کب تک، آخر (اس کا نتیجہ) رسوائی در رسوائی اور خواری در خواری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث و بیکار پیدا کیا ہے اور یہ
کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے''

(مومنون، آیت نمبر ۱۱۵)

It is a tradition of Hazrat Muawiah (May Allah be pleased with him) that he wrote to Hazrat A'yesha (May Allah be pleased with her) that she should reply in writing, giving advise that should not be too lenghthy; so she replied:-

"May Allah's Blessings be on you! I would like to emphasize that I have heard The Holy Prophet (May Allah's Blessings be on him) say that compared to the anger of the people, those people who want to invoke Allah's Blessings, Allah The Almighty will keep them safe from their rejection and pain. And whosoever tries to please the people against the wrath of Allah, The Almighty shall hand them over to the people and May you be Blessed! ------Life is very short while the Chastisement of The Hereafter shall be extreme andpermanent.

Far-sightedness should be used and one should not be misled by the temporary pomp and show of this life and should under no circumstances entice him for the worldly fame and phelf. In that case the Unbelivers would have been respectable. A few days of this life should be considered a Blessing and one should work for the pleasure of Allah The Almighty and should do favour to the human beings and be kind to His Creation. These two are Allah The Almighty's orders and should be obeyed and to be

attracted by the glitter of the world, is utter foolishness.A few days freedom in this world should be considered a blessing and one should essay to invoke The pleasures of Allah and bestow a favour on Allah's Creatures. Being compliant to Allah's Commandments (i.e. to act accordingly) and to look at Allah's Creatures with respect. These two are fundamental for salvation. Whatever has been said by the Harbinger of The Truth, The Holy Prophet (May Allah's Peace and Blessings be upon him) is according to the origin of facts. These are not idle talk. How long this deep slumber that is causing degradation in every way? Allah says: "Do you think that I have created you uselessly and that you shall not returnagain?"

(Ahmad Sirhindi,aktubat,Vol-I,Maktoob, No. 98)

☆......☆......☆

حواشی

۱...... (۱) مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، حدیث: ۷۷، (۲) بخاری شریف، ۸/۱۴، ۷، ۱۰۴، (۳) موطا شریف، حدیث: ۹۷۹

۲...... (۱) مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، حدیث: ۷۸ (۲) مسند امام احمد: ۶/۱۱۵

۳...... (۱) مسلم شریف: کتاب البر والصلۃ، حدیث: ۷۴، ۷۵ (۲) مسند امام احمد، حدیث: ۳۶۸۷ (۳) سنن ابوداؤد،

حدیث:۴۸۰۹

۴.....(۱) بخاری شریف، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حدیث:۳۷۵۹ (۲) فتح الباری، ۷/۴۷۳، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء (۳) مسند امام احمد، ۲/۱۸۹

۵.....(۱) مسند احمد، ۶/ ۱۵۹ (۲) شرح السنۃ، ۱۳/۷۴، المکتب الاسلامی (۳) مشکوۃ، حدیث: ۵۷۶، المکتب الاسلامی ۶.....(۱) مسلم شریف، کتاب الایمان (۲) ترمذی شریف، حدیث: ۲۰۰۹، ۲۶۱۵ مصطفی الحلبی (۳) مسند امام احمد: ۶/۹، ۵۰۱ (۴) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۱۸۴ عیسیٰ الحلبی (۵) شرح السنۃ، ۱۳/۱۷۲

۷.....(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۱۹۳، بیروت (۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/۱۳۰، طبعۃ العرا (۳) مسند الحمیدی، حدیث: ۳۹۴، بیروت (۴) موارد الظمان للہیثمی، حدیث: ۱۹۲۰، السلفیہ

۸..... (۱) ترمذی، حدیث: ۲۴۸۸ (۲) مسند احمد، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج: ۲، حدیث ۳۹۳۸ (۳) شرح السنہ، ج: ۷، ص: ۳۲۲، حدیث: ۳۵۰۵، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

(نوٹ: ''بمن یحرم علیه النار '' کی بجائے ''بمن تحرم النار علیه '' کے الفاظ ہیں۔ شرح السنۃ ۷/ ۳۲۲، سعیدی)

۹..... (۱) شرح السنہ، ۱۳/ ۸۶، المکتب الاسلامی (۲) موارد الظمان للہیثمی، حدیث: ۱۳۰ (۳) الشفاء القاضی عیاض، ۲/۴۰۲، مکتبہ الفارابی

۱۰.....(۱) ترمذی، حدیث: ۲۴۹۳ (۲) مسند احمد، ۳/ ۴۳۸ (۳) مشکوۃ: حدیث: ۵۰۸۸، ۵۰۸۹

(نوٹ: مسند احمد میں ''وھو یقدر علیٰ ان ینفذہ '' کے الفاظ کی بجائے ''وھو یقدر علیٰ ان ینتصر '' کے الفاظ ہیں۔ سعیدی)

۱۱.....(۱) بخاری شریف، ۸/ ۳۵، دارالفکر (۲) ترمذی شریف، حدیث: ۲۰۲۰ (۳) مسند احمد، ۲/ ۱۷۵ (۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۰/ ۱۰۵، بیروت

۱۲.....(۱) بخاری کتاب التفسیر، حدیث: ۴۹۱۸، کتاب الادب، حدیث: ۶۰۷۱، کتاب الایمان والنذور، حدیث: ۶۶۵۷ (۲) مسلم کتاب الجنۃ وصفتھا، حدیث: ۲۸۵۳/۷۰۵۴ (۳) شرح السنہ ۷/ ۸۹، حدیث: ۹۵۹۳، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۱۳.....(۱) سنن ابوداؤد، حدیث: ۴۷۸۱ (۲) مسند احمد، ۵/ ۱۵۶ (۳) شرح السنہ، ۳/ ۱۶۲، المکتب الاسلامی (۴) مشکوٰۃ، حدیث: ۵۱۱۴

۱۴.....(۱) تفسیر درمنثور، ۲/ ۷۴، دارالفکر، بیروت (۲) مشکوٰۃ، حدیث: ۵۱۱۸ (۳) شعب الایمان للبیہقی، ۶/ ۳۱۱، حدیث: ۸۲۹۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۰ھ

۱۵.....(۱) الترغیب والترہیب للمنذری، ۳/ ۵۶۰، ۴/ ۱۹۷، مصطفی الحلبی (۲) تفسیر درمنثور للسیوطی، ۴/ ۱۱۴ (۳) فتح الباری، ۱۱/ ۳۴۷، دارالفکر، بیروت (قدیمی مطبوعہ) (۴) مشکوٰۃ، حدیث: ۵۱۱۹ (۵) شعب الایمان للبیہقی، ۶/ ۲۷۶، حدیث: ۸۱۴۰

۱۶.....(۱) بیہقی شعب الایمان، ۶/ ۳۱۹، حدیث: ۸۳۲۷، دارالکتب علمیہ، بیروت (نوٹ: طبران میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مرقاۃ: ۸/ ۸۴۴، دارالفکر، سعیدی)

۱۷.....(۱) مجمع الزوائد للہیثمی: ۱/ ۲۹۸، القدسی (۲) الترغیب والترہیب، للمنذری، ۳/ ۵۲۵ (۳) مشکوٰۃ، حدیث: ۵۱۲۱ (۴) شعب الایمان للبیہقی، ۶/ ۳۱۵، حدیث: ۸۳۱۱

۱۸.....(۱) بخاری، حدیث: ۲۴۴۹ (۲) فتح الباری، ۵/ ۳۹۰-۳۹۱، دارالفکر للطباعۃ والنشر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء

۱۹.....(۱) مسلم شریف: کتاب البروالصلۃ، حدیث: ۵۹ (۲) ترمذی شریف، حدیث: ۲۴۱۸ (تفسیر طبری، ۲۸/ ۹۹، دارالفکر، بیروت (۴) شرح السنہ، ۱۴/ ۳۶۰، المکتب الاسلامی

۲۰.....(۱) ترمذی شریف، ۲۴۱۴ (۲) الترغیب والترہیب للمنذری، ۳/ ۲۰۰ (۳) مجمع الزوائد للہیثمی، ۱۰/ ۲۲۵ (۴) موارد الظمان للہیثمی، حدیث: ۱۵۴۲

☆.....☆.....☆

الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

ومن يتوكل على الله فهو حسبه

١٤٠٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسلک اہل سنت وجماعت اور مکتوبات امام ربانی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
(سابق شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

☆☆

امت مسلمہ کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا نہ تو قابل تحسین ہے اور نہ ہی قوت میں اضافے کا باعث ہے۔ تفریق در تفریق جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی قوت میں کمی آتی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اختلافات پوری شدت کے ساتھ موجود ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو سب کو غلط قرار دے کر ایک نئے فرقے کا اضافہ کر لیا جائے یا پھر قرآن وحدیث اور اسلاف امت کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے کہ کون حق پر ہے؟۔

امام احمد، نسائی اور دارمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر اس کے دائیں، بائیں کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا: یہ متعدد راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیۂ کریمہ پڑھی۔

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ (۱۵۳/۶)

اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا اس کی پیروی کرو۔[۱]

اس آیۂ کریمہ اور حدیث شریف سے واضح ہے کہ سیدھا اور واجب الاطاعت ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہوئے، اور ہماری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ وہ سب آگ میں ہوں گے سوائے ایک ملت (جماعت) کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ملت کون سی ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ أما انا علیه و اصحابی۔[۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کا نجات پانے والا سب سے پہلا گروہ صحابہ کرام کا ہے جن میں حضرات اہل بیت کرام بھی شامل ہیں۔ یہی وہ قدسی صفات نفوس ہیں جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چل کر زندگی بسر کی، اور جن کے جگمگاتے نقوشِ اقدام بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے منزل مقصود کے نشانِ راہ بن گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمین کا نام عطا فرمایا، اس مبارک نام کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے نام کی ضرورت نہ تھی، لیکن مسلمان کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے جنہوں نے یونانی فلسفے سے متاثر ہوکر ایسے عقائد اختیار کرلیے جو کتاب وسنت کے ظاہر اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے خلاف تھے، مثلاً واصل بن عطا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا، اس کا یہ عقیدہ تھا کہ جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے، اس عقیدے کی بنا پر اس نے اپنے استاذ کا حلقہ درس چھوڑ کر علیحدہ حلقہ بنالیا، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "قد اعتزل عنا" وہ ہم سے جدا ہوگیا ہے، اس بنا پر اس کا اور اس کے پیروکاروں کا نام معتزلہ قرار پایا۔

شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ ابوعلی جبائی معتزلی کے شاگرد تھے، ایک موقع پر انہوں نے استاذ سے ایک سوال پوچھا جس کا وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکا، انہوں نے استاذ کا مذہب چھوڑ دیا اور معتزلہ کے عقائد کے رد میں سرگرم ہوگئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائی ان عقائد کے ثابت کرنے میں صرف کردی جو ظاہر حدیث سے ثابت تھے اور صحابہ کرام ان کے قائل تھے۔ ان کے متبعین کا نام اہل سنت وجماعت رکھا گیا۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ کے عقائد ونظریات رکھنے والے اور ما انا علیه واصحابی پرکاربند۔ اہل سنت وجماعت کے دوسرے امام شیخ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں اماموں میں صرف چند مسائل میں اختلاف ہے۔

مکتوبات امام ربانی اور مسلک اہل سنت و جماعت:

دعوت اسلام کے سلسلے میں قرآن پاک میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا ذکر ہے جو انہوں نے ہدہد کے ذریعے ملکہ سبا بلقیس کے نام ارسال کیا، احادیث مبارکہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات شریفہ کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ نے اس وقت کے سلاطین کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے ارسال فرمائے۔

دعوت و تبلیغ کی دنیا میں حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ الفتح الربانی کے نام سے شہرہ آفاق اور لافانی حیثیت کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی اپنی افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے زندہ و پائندہ ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زندہ جاوید مکتوبات دنیائے مکتوبات میں سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

آج فاصلاتی تعلیم کا سسٹم اوپن یونیورسٹیوں کے ذریعے قایم ہے، امام ربانی کے دور میں ماہرین تعلیم کے ذہنوں میں فاصلاتی تعلیم کا تصور بھی نہ تھا، اس کے باوجود امام ربانی نے اپنے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف یہ نظام دعوت و تعلیم عملاً رائج کیا بلکہ اسلامی انقلاب برپا کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب حکومتی سطح پر لادینیت کو فروغ دیا جارہا تھا اور اسلامی شعائر کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا تھا۔ امام ربانی نے اپنے مکتوبات میں قرآن و حدیث کی ترجمانی کی ہے اور روح اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے، اسی لیے آج بھی ان کی آب و تاب میں کوئی فرق نہیں آیا، اور آج بھی ان گنت دلوں اور روحوں کو ایمان و معرفت کے انوار سے منور کر رہے ہیں۔

امام ربانی قدس سرہ اہل سنت و جماعت کی پیروی کو نجات کے لیے لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ راہ نجات اقوال و افعال اور اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت (اللہ تعالیٰ ان کی کثرت میں اضافہ فرمائے) کی پیروی ہے، کیونکہ یہی نجات پانے والا فرقہ ہے، دوسرے فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں، آج کوئی شخص اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے تاہم کل روز قیامت ہر شخص جان لے گا۔ اے اللہ! ہماری آنکھیں کھول دے قبل اس کے کہ موت ہماری آنکھیں کھولے۔''[۳]

جناب سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

مخدوما! ابدی نجات کے حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ علم جس کا مقصد عمل ہے، اس کا بیان علم فقہ میں ہے (۲) وہ علم جس کا مقصد صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد کے مطابق علم کلام میں بیان ہوئی ہے، ان بزرگوں کی پیروی کے بغیر نجات کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اگر بال برابر بھی مخالفت ہو تو خطرہ ہی خطرہ ہے، یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام کے ذریعے بھی یقین کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، اس کے خلاف کا احتمال بھی نہیں ہے۔[۴]

آئندہ سطور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات کے حوالے سے اہل سنت کے چند عقائد پیش کیے جاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات:

خان جہاں کے نام ارسال کردہ مکتوب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ خود موجود ہے، باقی تمام اشیاء اس کے پیدا کرنے سے موجود ہیں اور عدم سے وجود میں آئی ہیں، پس اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی (بے ابتداء) ہے باقی تمام اشیاء حادث اور نو پیدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ تو واجب الوجود ہونے میں اور نہ ہی مستحق عبادت ہونے میں (واجب وہ ہستی ہے جس کا عدم نہ ہو سکے اور عبادت تعظیم کی انتہاء کو کہتے ہیں یعنی کسی ہستی کو مستقل اور مؤثر بالذات مانا جائے، ۱۲ قادری) واجب الوجود ہونا اس کے غیر کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔[۵]

آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ امام ربانی فرماتے ہیں:

صفاتِ نقائص کی اس جناب مقدس سے نفی ہے، اللہ تعالیٰ جواہر، اجسام اور اعراض کی صفات اور ان کے لوازم سے منزہ ہے، زمان ومکان اور جہت کی اس کی بارگاہ میں گنجایش نہیں ہے، یہ سب اس کی مخلوق ہیں، وہ شخص بے خبر ہے جو اللہ کو عرش کے اوپر کہتا ہے اور اس کے لیے جہت فوق ثابت کرتا ہے، عرش اور اس کے ماسوا تمام مخلوقات حادث اور اس کی مخلوق ہیں، حادث کی کیا مجال کہ وہ خالق قدیم کا مکان اور ٹھکانہ بنے۔[6]

اللہ تعالیٰ کی بلند و برتر ذات ہماری عقل میں نہیں آسکتی اور جو چیز ہماری عقل میں آجائے وہ ذات الٰہی نہیں ہوسکتی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اے وہ ذات جو قیاس، خیال اور گمان و وہم سے برتر ہے۔
اور ہر چیز سے برتر جو کہنے والوں نے کہی اور ہم نے سنی اور پڑھی ہے۔
دفتر مکمل ہوگیا اور عمر آخر کو پہنچ گئی۔
اور ہم ابھی تیری صفت کے بیان کرنے کی ابتداء ہی میں ہیں۔

امام ربانی فرماتے ہیں:

ہم اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اپنے ان اسماء اور صفات کاملہ سے متصف ہے جن کے ساتھ خود اس نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں جو کچھ ہمارے ادراک، فہم، عقل اور تصور میں آتا ہے وہ اس سے منزہ اور بلند ہے۔[7]

وجوہ یومئذناضرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ (۷۵/۲۳_۲۲)

''کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت کریں گے''

امام ربانی فرماتے ہیں:

بہشت میں بغیر جہت اور مقابلہ کے اور بغیر کیف اور احاطہ کے مومنین کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے، ہم اس اخروی دیدار پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیف کے بغیر ہے، اس جہان میں اس کی حقیقت کیوں اور کیسے کے چکر میں پڑنے والوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور ایمان کے بغیر ان کو دیدار نصیب نہیں ہوگا۔ افسوس فلاسفہ، معتزلہ اور دیگر اہل بدعت فرقوں پر کہ محرومیت اور نابینا ہونے کی بناء پر آخرت کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی دولت سے بھی مشرف نہیں ہوتے۔ [8]

ہم میں سے ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کو وحدۃ لاشریک مانتا ہے اور زبان سے اس کا اقرار کرتا ہے، لیکن امام ربانی تو اس سے بھی آگے کی تعلیم دیتے ہیں، فرماتے ہیں: ''توحید کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے خالی کر دیا جائے، جب تک دل اس کے ماسوا کے تعلق میں گرفتار ہے اگرچہ بہت ہی معمولی سا تعلق ہو وہ ارباب توحید میں سے نہیں ہے، اس دولت کے حاصل کیے بغیر ایک کہنا اور ایک ماننا ارباب تحقیق کے نزدیک امر زائد ہے، ہاں ایک کہنا اور ایک ماننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے لیکن اس کا الگ مطلب ہے۔ [9]

یعنی توحید یہ ہے کہ بندۂ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اس طرح راسخ ہو جائے کہ یاد الٰہی سے غافل کر دینے والی ہر چیز کو دل سے نکال پھینکے، ورنہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات اس کی یاد کے لیے ہیں، تلاوت قرآن کریم اس کی یاد کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اور چرچا اس کی یاد کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو رام اور کرشن کہنا انتہائی حماقت ہے۔ بعض لوگ جہالت یا عیاری کی بناء پر کہتے ہیں کہ مسلمان اور ہندو میں فرق نہیں ہے ایک رحمٰن کو مانتا ہے اور دوسرا رام کو، رحمٰن بھی وہی ہے اور رام بھی وہی ہے، یہ کھلا دھوکہ ہے، امام ربانی ایک ہندو کے نام ارسال کردہ مکتوب میں فرماتے ہیں:

رام اور کرشن وغیرہ ہندوؤں کے معبود، اللہ تعالیٰ کی حقیر مخلوقات میں سے ہیں، یہ ماں، باپ سے پیدا ہوئے، رام جسرت کا بیٹا، لکھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر تھا، رام اپنی بیوی کی حفاظت نہ کر سکا (اسے راون لے اڑا۔۱۲ قادری) وہ کسی دوسرے کی کیا امداد کر سکے گا؟ دور اندیش عقل سے کام لینا چاہیے اور ہندوؤں کی تقلید نہیں کرنی چاہیے، ہزاروں نفرین ہیں اس شخص پر جو تمام جہانوں کے پالنہار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے، یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص عظیم الشان بادشاہ کو بھنگی کے نام سے یاد کرے، رام اور رحمٰن کو ایک جاننا پرلے درجے کی حماقت ہے، خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔[۱۰]

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا اور نہ کسی رسول کی وہاں تک رسائی ہوئی، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

خَلق سے اولیاء سے رُسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

امام ربانی فرماتے ہیں:

مقام رضا سے اوپر صرف حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا مقام ہے، غالباً اسی مقام کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ میرے ساتھ اس وقت میں کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی گنجایش نہیں ہے، اور غالباً حدیث

قدسی میں اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے حبیب! میں ہوں اور تم ہو اور تمہارے علاوہ جو کچھ ہے وہ میں نے تمہارے لیے پیدا کیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔

لوگ آج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا کیسے ادراک کر سکتے ہیں؟ اور آپ کی عظمت و بزرگی اس جہان میں کیسے پہچان سکتے ہیں؟ کیونکہ اس امتحان گاہ (دنیا) میں سچا اور جھوٹا، حق اور باطل مخلوط ہے، قیامت کے دن آپ کی بزرگی معلوم ہوگی کہ آپ پیغمبروں کے امام اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے، آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔"

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل تو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

محبت واطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک دن قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کہ (سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ سامنے آ گئی) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے آباء، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان، اور اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا امر لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اس آیت کی

تلاوت سے بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آ گیا، اسی اثناء میں
اپنے حال کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی میں بھی
گرفتار نہیں ہوں۔ [۱۲]

یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں
جہاد کی محبت ہر محبت پر غالب ہے۔

امت کے احوال سے آ گاہی:

راہ معرفت کے سلوک کا مبتدی کائنات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے، منتہی مخلوق سے رخ نہیں پھیر سکتا، اس کے مقام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہو، اسکے باجود اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ میں فرق نہیں آتا، اس نکتے کے بیان کے ساتھ ہی امام ربانی فرماتے ہیں:

حدیث شریف: **تنام عینای ولا ینام قلبی** جو تحریر ہوئی ہے اس کا اشارہ دوام آگاہی (ہر وقت اللہ کریم کی طرف متوجہ ہونے) کی طرف نہیں ہے، بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہیں ہوتے، اسی لیے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نیند ناقض وضو نہیں ہے، چونکہ امام ربانی مجدد الف ثانی جناب سید فرید کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** ، اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا عین قرار دیا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس ذات کریم جل شانہ کی اطاعت نہیں ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے اپنی بادشاہی کے دور میں خرقان کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور اپنے چند نمائندے حضرت ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں بھیجے اور درخواست کی کہ شیخ سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ ساتھ ہی نمائندوں کو حکم دیا کہ اگر شیخ آنے کے لیے تیار نہ ہوں تو آیہ کریمہ **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** پڑھ کر سنائیں جس کا معنی ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول مکرم کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (حکام) کی اطاعت کرو، نمائندوں نے حاضر ہو کر دعوت ملاقات دی اور جب دیکھا کہ شیخ تیار نہیں تو آیہ کریمہ پڑھ کر سنائی شیخ نے فرمایا میں اطیعوا اللہ میں اتنا گرفتار ہوں کہ اطیعوا الرسول سے شرمندہ ہوں، اولوالامر کی اطاعت کی باری تو بعد میں ہے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد امام ربانی فرماتے ہیں:

حضرت شیخ نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول گرامی کی
اطاعت کے بغیر ہوسکتی ہے، یہ بات استقامت سے دور ہے، مستقیم
الاحوال مشائخ اس قسم کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں،
شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں اللہ تعالیٰ کی
اطاعت رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں، رسول اللہ کی اطاعت
کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔ [۱۳]

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خراسان کے شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ایک مجلس میں تشریف فرماتھے، وہاں خراسان کے اکابر سادات میں سے ایک بزرگ سید بھی تشریف فرماتھے، اسی اثناء میں ایک مغلوب الاحوال مجذوب آگئے، حضرت شیخ نے انہیں سید صاحب کے آگے جگہ دی یہ بات سید صاحب کو ناگوار گزری شیخ نے سید صاحب کو کہا کہ آپ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر ہے اور اس مجذوب کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ربانی فرماتے ہیں:

اس تفریق کو مستقیم الاحوال اکابر جائز قرار نہیں دیتے، رسول اللہ کی محبت
پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے کو سکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اور اسے فضول
بات قرار دیتے ہیں، ہاں اتنا ہے کہ مقام کمال یعنی مرتبہ ولایت میں اللہ
تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا حصہ ہے
رسول اللہ کی محبت غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ کی محبت پر
ثابت قدمی عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ [۱۴]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیمانہ اور معیار کیا ہے؟ ہم نے اپنی صوابدید کے مطابق مختلف معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ آیئے دیکھیں امام ربانی کیا فرماتے ہیں؟

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت کی فرع کامل اتباع ہے،
مصرع ان المحب لمن هواه مطیع محبّ اپنے محبوب کا فرمانبردار
ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت کی علامت یہ ہے کہ

آپ کے دشمنوں سے مکمل بغض رکھا جائے اور آپ کی شریعت کے دشمنوں سے دشمنی کا اظہار کیا جائے۔ محبت میں مداہنت کی گنجایش نہیں ہوتی، محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے، مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں سے کسی طرح صلح نہیں کرتا، دو متبائن محبتیں جمع نہیں ہوتیں، اجتماع ضدین کو محال کہتے ہیں، محبوب کی محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کے دشمن سے دشمنی رکھی جائے۔[۱۵]

یہ مکتوب اگرچہ اس دور کا ہے جب شریعت کی مخالفت اور لادینیت کی سرپرستی سرکاری سطح پر کی جارہی تھی تاہم ان ارشادات کا ایک، ایک جملہ آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

ہم نے کہا ہے کہ محبت خاص پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ محض فضل سے اس فقیر کو حاصل ہوئی تھی۔ اس محبت کے رنگ میں یہ فقیر کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ رب محمد ہے۔[۱۶]

اللہ تعالیٰ کے نبی اپنی امت کی حفاظت کے سلسلے میں بکریوں کے رکھوالے کی طرح ہوتے ہیں اس لیے غفلت آپ کے منصبِ نبوت کے لائق نہیں ہوگی۔[۱۷]

غیب اور متشابہات کا علم:

امام ربانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قرآنی متشابہات تاویل پر محمول ہیں ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومایعلم تاویله الا اللہ

یعنی متشابہ کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک بھی متشابہ تاویل پر محمول ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء راسخین کو بھی اس تاویل کے علم میں حصہ عطا فرماتا ہے، جیسے کہ اپنی ذات کے ساتھ مخصوص علم غیب کی اطلاع خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔[۱۸]

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید کی دو قسمیں بنائی ہیں (۱) محکمات (۲) متشابہات، پہلی قسم شرائع اور احکام کا منشا ہے اور دوسری قسم حقائق اور اسرار کے علم کا خزانہ ہے، وجہ، قدم، ساق، اصابع اور انامل جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں سب متشابہات ہیں، اسی طرح حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کی ابتداء میں وارد ہوئے ہیں وہ بھی متشابہات میں سے ہیں، ان کی تاویل کی اطلاع علماء راسخین کے علاوہ کسی کو نہیں دی۔[۱۹]

قرآن پاک میں یہ تو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا زمین وآسمان کا کوئی بھی رہنے والا غیب نہیں جانتا، یہ بھی آیا ہے کہ متشابہ کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لیکن قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ غیب کا علم کسی کو بھی عطا نہیں فرماتا یا دے ہی نہیں سکتا، اس کے برعکس یہ ضرور فرمایا ہے: **الامن ارتضیٰ من رسول** ہاں مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو فرماتا ہے، اسی طرح یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم کسی کو عطا نہیں فرماتا۔

امام ربانی کے مکتوبات کے مذکورہ اقتباسات سے دو مسئلے واضح طور پر معلوم ہو جاتے ہیں:

(۱)......وہ علم غیب جو اللہ کی ذات سے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع اپنے خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔

(۲)......اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو عطا فرماتا ہے۔

بے مثل نورانی بشریت:

امام ربانی فرماتے ہیں:

> جاننا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق باقی انسانوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ کائنات کے کسی فرد کی تخلیق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی، کیونکہ آپ باوجود عنصری جسم کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں، دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔[۲۰]

بے سایہ وسائبانِ عالم:

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> جس قدر دقیق نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود وہاں دکھائی نہیں دیتا، بلکہ آپ کا منشا خلقت اور امکان صفاتِ اضافیہ کا وجود اور امکان محسوس ہوتا ہے اور جب اس سرور عالم علیہ السلام کا وجود عالم ممکنات میں نہیں ہے بلکہ اس عالم سے اوپر ہے اس لیے لازمی طور پر آپ کا سایہ نہ تھا، نیز عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے، جب آپ سے زیادہ لطیف پورے جہان میں کوئی نہیں ہے تو آپ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات۔[۲۱]

حاضر وناظر:

اولیاء کاملین کی روحیں مختلف مقامات پر متشکل ہوکر مختلف لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں ان کی دعا وبرکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلات آسان فرمادیتا ہے، جب یہ اولیاء کاملین کا حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہوگا۔ حضرت امام ربانی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنات کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان سے عجیب وغریب افعال ظاہر ہوتے ہیں اگر اولیاء کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرمادیں تو کونسی تعجب کی بات ہے؟ اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی قسم کا وہ واقعہ ہے جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہے کہ وہ ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف افعال صادر ہوتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف جسموں اور شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح مختلف حاجتوں والے لوگ اپنے زندہ یا فوت شدہ عزیزوں سے خوف اور ہلاکت کی جگہوں میں مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہوکر ان کی مصیبتوں کو دور کرتی ہیں۔ ان عزیزوں کو کبھی اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی اطلاع

نہیں ہوتی۔ از ماوشما بہانہ برساختہ۔ ہمارا اور تمہارا تو بہانہ بنایا ہوا ہے۔ (اصل میں امداد اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے،۱۲ قادری) یہ بھی ان عزیزوں کے لطائف متشکل ہوکر سامنے آجاتے ہیں۔

یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم امثال میں، چنانچہ ایک رات میں ہزار افراد خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور مختلف امور کا استفادہ کرتے ہیں، یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور لطائف کا مثالی صورتوں سے تشکل ہوتا ہے۔[۲۲]

میلاد شریف:

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے حبیب! فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا''[۲۳] اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا فقط اتباع کافی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو منافقین بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے، ماننا پڑے گا کہ وہی اتباع مقبول ہے جس کے ساتھ دل وجان سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی شامل ہو، حدیث شریف میں ہے جس کے ساتھ محبت ہو انسان اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے، معلوم ہوا کہ ہر مومن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر قرار دل وجاں ہے، محفل میلاد میں بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور فضائل و کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے، کونسا مسلمان ہوگا جو اس کا انکار کرے گا اور اس سے منع کرے گا؟

حضرت امام ربانی خواجہ حسام الدین احمد کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> آپ نے مولود خوانی کا تذکرہ کیا ہے، اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید کے پڑھنے، نعت اور منقبت کے قصائد کے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے، ممنوع یہ ہے کہ قرآن پاک کے حروف کو بگاڑ دیا جائے، موسیقی کے قواعد کی رعایت کی جائے، خوش آوازی کے طور پر راگ کی شکل دی جائے اور راگ کی مناسبت سے تالیاں بجائی جائیں کیونکہ یہ طریقہ تو شعر میں بھی جائز نہیں (چہ جائیکہ قرآن مجید میں یہ طریقہ اپنایا جائے، قادری) اگر اس طرح تلاوت کی جائے کہ قرآن پاک کے کلمات میں تبدیلی نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں راگ

کے قواعد کی رعایت نہ پائی جائے اور اسے صحیح غرض کے پیش نظر جائز قرار دیں تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔[۲۴]

مکتوبات شریفہ کا شیخ محمد مراد مکی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے، مولانا نور احمد امرتسری نے ان کا ایک نوٹ اس جگہ حاشیہ میں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

اس سے پہلے متعدد مکتوبات میں میلاد شریف کے پڑھنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مطلب وہی ہے جو انہوں نے اس جگہ بیان فرمایا ہے، دیگر مقامات پر جو مطلقاً منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ وہی ہے جو اس جگہ بیان کی گئی ہے۔[۲۵]

امام ربانی شیخ سید فرید کے نام اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں:

چند جملے آپ کے جدامجد **افضل العرب علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلها ومن التحیات اکملها** کے بارے میں احادیث کے حوالے سے عربی زبان میں لکھتا ہوں، میں اس سعادت نامے کو نجات اخروی کا وسیلہ بنانا چاہتا ہوں، نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کا اظہار:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اپنی گفتگو سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں کی۔ بلکہ آپ کے ذکر انور سے اپنی گفتگو کو چار چاند لگائے ہیں۔

توسل:

کسی مشکل کے حل کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو بھی وسیلہ بنا سکتے ہیں، امام ربانی فرماتے ہیں:

ایک دن یہ خوف غالب آ گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کشفوں پر گرفت فرمائیں اور ان توہمات کے بارے میں باز پرس کریں، یہ حالت

ایک مدت تک رہی، اتفاقاً ایک عزیز (اللہ تعالیٰ کا ولی) کے مزار پر گزر ہوا، اس معاملے میں اس ولی کو اپنا ممد اور معاون بنایا، اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملے کی حقیقت پوری طرح واضح فرمادی، تمام جہانوں کی رحمت حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس وقت جلوہ گر ہوئی اور غمگین دل کو تسلی عطا فرمائی۔[۲۶]

امام ربانی اپنے اکثر و بیشتر مکتوبات میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں، ایک مکتوب کے آخر میں یوں رقم طراز ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان اکابر (اولیاء) کے محبین میں سے بنائے، بطفیل نبی قریشی **علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰت افضلھا ومن التحیات اکملھا**.[۲۷]

ایصال ثواب:

دنیا سے رحلت فرمانے والے مومنین کے لیے دعائے مغفرت اور صدقہ وخیرات کے ذریعے ایصال ثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ امام ربانی مرزا علی جان کے نام تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور وقتاً فوقتاً دعا اور صدقہ کے ساتھ ان کی مدد کرو کیونکہ میت ڈوبنے والے کی طرح منتظر ہوتا ہے کہ اسے ماں باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے۔ نیز ان کی موت سے اپنی موت کی عبرت پکڑنی چاہیے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کردینا چاہیے او ر دنیا کی زندگی کو صرف دھوکے کا سامان شمار کرنا چاہیے۔[۲۸]

محبت اہل بیت کرام:

اہل سنت کے بارے میں یہ گمان کیسے کرلیا جائے کہ وہ اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے، یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور خاتمے کی سلامتی اس محبت کے مستحکم ہونے سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔

اس فقیر کے والد ماجد جو علم ظاہری اور باطنی کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس محبت کا خاتمے کی سلامتی میں بڑا دخل ہے، اس کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے، ان کی مرض وفات کے وقت یہ فقیر حاضر تھا، جب ان کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا اور اس جہان کی طرف توجہ کم رہ گئی، فقیر نے انہیں ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا۔ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں، اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔[29]

فضائل صحابہ کرام:

امام ربانی فرماتے ہیں کہ صریح کشف والہام کے ذریعے یہ بات درجہ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ راہ نجات صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کے عقائد کا اختیار کرنا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:

خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے ان حضرات کی پیروی اور ان کی تقلید کا شرف عطا کیا گیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے ان کی مخالفت کی، ان سے جدا ہوا، ان کے اصول کو چھوڑا اور ان کے گروہ سے نکل گیا، ایسے لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے ایسے لوگوں نے (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) شفاعت کا انکار کیا ان پر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) محبت اور صحابہ کی فضیلت مخفی ہوئی، اہل بیت رسول کی محبت اور اولاد بتول کی مودت سے محروم ہوئے اور خیر کثیر سے روک دیے گئے جو اہل سنت کے حصے میں آئی، صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں امام شافعی جو صحابہ کرام کے احوال کے بہت بڑے عالم

ہیں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجبور ہوگئے ، انہیں آسمان کی چھت کے نیچے حضرت ابوبکر صدیق سے افضل کوئی نہ ملا تو انہیں اپنی گردنوں کا والی بنادیا، یہ امام شافعی کی تصریح ہے کہ تمام صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق کے افضل ہونے پر متفق تھے، لہذا دور رواں میں آپ کی فضیلت پر اجماع ہوا اور یہ ایسا اجماع قطعی ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، رسول اللہ کے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اس پر سوار رہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۔[۳۰]

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

قرآن پاک اور شریعت کی تبلیغ صحابہ کرام نے کی ہے اگر ان پر طعن کیا جائے تو قرآن مجید اور شریعت پر بھی طعن لازم آئے گا۔ قرآن پاک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جائے تو قرآن پاک پر بھی طعن لازم آئے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں زندیقوں کے عقیدے سے محفوظ رکھے۔[۳۱]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہونے والا غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے افضل ہے۔

اولیاء کرام سے محبت:

جسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو وہ یقیناً اللہ والوں سے بھی محبت کرے گا۔ امام ربانی فرماتے ہیں:

اس گروہ کی محبت جو معرفت پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے

ہے، خوش قسمت ہے وہ جسے یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں اے اللہ! تو نے اپنے دوستوں کو کیا مقام عطا فرمایا ہے؟ جس نے انہیں پہچانا اس نے تجھے پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا انہیں نہ پہچانا۔ اس جماعت کی دشمنی زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ابدی محرومیت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس آزمائش سے محفوظ رکھے شیخ الاسلام فرماتے ہیں: الٰہی تو جسے رد فرمانا چاہتا ہے اسے ہمارے ساتھ الجھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کو بارگاہ کے مقربین کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہے۔[۳۲]

تقلید امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور دنیائے اسلام کے مسلّم مجتہد ہیں۔ آپ نے زمانہ خیر القرون میں اجتہاد کیا اور علم فقہ مرتب کیا، امام ربانی فرماتے ہیں:

> فقہ کے بانی امام ابوحنیفہ ہیں، فقہ کے چار حصوں میں سے تین حصے ان کے سپرد ہیں، فقہ کے باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے حضرات آپ کے ساتھ شریک ہیں، امام اعظم صاحب خانہ ہیں اور دوسرے سب آپ کے بال بچے ہیں۔

عوام تو رہے عوام، اصحاب کشف اکابر اولیاء کرام ائمہ مجتہدین ان کی تقلید سے مستغنی نہیں ہیں، امام ربانی فرماتے ہیں:

> اصحاب ولایت خاصہ اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اولیاء کرام کا کشف والہام انہیں ایسی فضیلت نہیں دیتا کہ وہ تقلید کی پابندی سے آزاد ہو جائیں، حضرت ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، شیخ شبلی عام مومنوں مثلاً زید، عمرو، بکر اور خالد کے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگوں کو دیگر امور میں فضیلت ہے۔[۳۳]

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

بغیر کسی تکلف اور تعصب کے کہا جاتا ہے کہ کشف کی نگاہ میں مذہب حنفی کی نورانیت عظیم دریا کی صورت میں نظر آتی ہے اور باقی مذاہب حوضوں اور چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔[۳۴]

ارادہ یہ تھا کہ امام ربانی نے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جس عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے اس کا بھی تذکرہ کرتا، نیز عرس، ایصال ثواب مزارات پر چادر چڑھانے کے بارے میں بھی مکتوبات کے اقتباسات پیش کرتا، لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، اہل بیت عظام بزرگان دین اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے فیوض وبرکات سے فیض یاب فرمائے۔ اور مسلک اہل سنت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین بحق سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

☆......☆......☆

حواشی:

۱......محمد بن عبداللہ، الخطیب ولی الدین: مشکوٰۃ شریف۔ عربی (طبع کراچی، ص ۳۰)

۲......محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوٰۃ شریف عربی، ص ۳۰

۳......احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات امام ربانی فارسی (طبع لاہور) دفتر اول حصہ دوم ص ۳۸

۴......ایضا: دفتر اول حصہ دوم ص ۳۸

۵......احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۴۶

۶......ایضاً ص ۴۶

۷......احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر دوم حصہ ہفتم

۸......ایضاً: ص ۴۸

۹......احمد سرہندی امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی، دفتر اول حصہ دوم ص ۱۲۸

۱۰......ایضاً: دفتر اول حصہ سوم ص ۵۹

۱۱......احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر دوم حصہ ششم ص ۲۸۔۲۷

۱۲......احمد سرہندی امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی، دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۵۳

۱۳..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۵۲
۱۴..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر اول مکتوب ۱۵۲
۱۵..... ایضاً: دفتر اول مکتوب ۱۶۵
۱۶..... ایضاً: دفتر سوم مکتوب ۲۱ ص ۱۴۴
۱۷..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر اول مکتوب ۹۹
۱۸..... ایضاً: دفتر اول مکتوب ۳۱۰
۱۹..... ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۷۶
۲۰..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۰۰
۲۱..... ایضاً
۲۲..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر دوم مکتوب ۵۸ ص ۲۸_۲۷
۲۳..... قرآن کریم: آل عمران ۳/۳۱
۲۴..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۲۷ ص ۹۵_۱۹۴
۲۵..... نور احمد امرتسری، مولانا: دفتر سوم مکتوب ۲۷، ص ۱۹۴
۲۶..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر اول مکتوب ۲۲۰ ص ۱۴۹
۲۷..... ایضا: دفتر اول مکتوب ۶۶ ص ۵۵
۲۸..... ایضاً مکتوب ۸۹ ص ۹۲
۲۹..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ، مکتوبات فارسی دفتر دوم مکتوب ۳۶ ص ۸۶
۳۰..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر اول مکتوب ۵۹ ص ۳۹
۳۱..... ایضاً: ۵۴ ص ۳۲
۳۲..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۰۶ ص ۱۲۰
۳۳..... احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی دفتر دوم مکتوب ۵۵ ص ۱۷
۳۴..... ایضا: ص ۱۵

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

احمد بن عبدالاحد سرہندی فاروقی (مجدد الف ثانی) کے نزدیک عقائد اہل السنّت والجماعت

عربی ترجمہ، تقدیم وتحشیہ: ڈاکٹر محمود احمد غازی
(صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

اُردو ترجمہ: پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول
(سابق شیخ التاریخ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور)

☆☆☆

یہ مضمون ''الدراسات اسلامیہ'' ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۳۷ میں بعنوان ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ الامام المجدد احمد بن عبدالاحد السرہندی الفاروقی'' عربی میں طبع ہوا تھا جس کا اردو ترجمہ سہ ماہی فکر ونظر، اسلام آباد کے شمارہ اپریل، جون ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا، یہ وہی اردو ترجمہ ہے جسے فکر ونظر کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (مرتبین)

امام مجدد احمد بن عبدالاحد سرہندی (حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ۱۴ر شوال المکرم ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی شیخ عبدالاحد مخدوم اور اپنے عہد کے دیگر کبار علماء، فقہاء اور محدثین سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ آپ نے ان تمام علوم عقلی ونقلی میں کمال حاصل کرلیا جس سے دسویں صدی ہجری کے دوران نظام تعلیم تشکیل پاتا تھا۔ بعد ازاں آپ برصغیر پاک وہند میں طریقہ

نقشبندیہ[1] کے بانی عظیم داعی اور روحانی مرشد شیخ محمد الباقی[2] کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ صوفیہ کا یہ طریقہ روحانی تربیت و اصلاح میں اسلافِ صالح کے اندازِ کار سے قریب تر تھا، اور اس میں شریعت کریمہ کی تعلیمات کا بڑا التزام ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ یہ طریقہ صوفیہ[3] کے بلند روحانی درجات کے حصول کے لیے کتاب و سنت پر عمل کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ چنانچہ اس طریقہ نے اس اجتماعی الحاد کے سدباب میں اہم کردار ادا کیا، جسے دسویں صدی ہجری کے آخری حصہ میں اور اس سے اگلی صدی کے آغاز میں مغل دربار کے امراء کی بڑی تعداد نے اپنالیا تھا۔[4]

امام مجدد علیہ الرحمۃ نے اس اصلاحی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا جس کی بنیاد ان کے روحانی مرشد امام محمد الباقی علیہ الرحمۃ نے رکھی تھی۔ آپ نے اپنے رفقاء اور شاگردوں کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں منظم کیا، اور انہیں برصغیر کے مختلف اطراف میں پھیلا دیا تاکہ وہ دعوت اسلامیہ کی نشر و اشاعت کریں، اور مجددی تحریک اصلاح کا پیغام پھیلائیں۔ پھر آپ نے مغل دربار کے ان امراء سے قریبی تعلقات قائم کیے جو آپ کی دعوت سے متاثر تھے، اور دربار میں الحادی رجحانات کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے ان پر زور دیا کہ وہ ایک متحدہ محاذ بنائیں۔ امام نے اپنے بعض خطوط میں اس محاذ کو ''جماعت انصار اسلام''[5] کا نام دیا ہے۔ اس جماعت کے ارکان امام کے ساتھ مستقلاً قریبی روابط رکھتے تھے، اور آپ کی تعلیمات و ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آپ کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت امام کا معمول تھا کہ آپ مختلف اسلامی موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل اور طویل خطوط تحریر کرتے تھے، اور آپ کے شاگرد ہر رسالہ کے سیکڑوں نسخے تیار کرتے تھے۔ پھر انہیں تحریک کے ہر مرکز میں ارسال کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح تمام اہم شخصیات بالخصوص جماعت انصار اسلام کے ارکان کو ان کی کاپیاں بھیج دی جاتی تھیں۔ استاذ علامہ مناظر احسن گیلانی کے قول کے مطابق ''یہ رسائل اس تجدیدی تحریک کے سرکاری جریدہ کی مانند تھے جسے وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا تھا[6]۔''

تجدیدی تحریک کے حلقوں میں ان رسائل کو مکتوبات یا مکاتیب اور کبھی ''مکتوبات امام ربانی'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد کا نام ''درالمعرفت'' یا ''المعارف'' ہے۔ اس میں ۳۱۳ مکتوب شامل ہیں۔ حضرت امام کے ایک مرید اور شاگرد شیخ یار محمد بدخشانی طالقانی[7] نے ان کو جمع کیا اور ان کی تدوین کی۔ یہ کام ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء میں مکمل ہوا۔ جب حضرت امام کو معلوم ہوا کہ شیخ یار محمد

کے جمع وتدوین کردہ مکاتیب کی تعداد ۳۱۳ ہوگئی ہے تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک مستقل جلد کی صورت دے دی جائے، تاکہ یہ عدد انبیاء المرسلین کی تعداد (جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں آیا ہے)[8] اور غزوہ بدر کے شرکاء صحابہ کی تعداد کے مطابق ہو جائے۔ اس کا مقصد حصول برکت تھا۔

دوسری جلد ''نور الخلائق'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ تاریخی نام ہے کیونکہ ابجد کے حساب الاعداد کی رو سے ان حروف کے اعداد کی کل تعداد ۱۰۲۸ بنتی ہے، اور یہ ان مکاتیب کی جمع وتدوین کی تکمیل کا سال ہے۔ مکتوبات کی تعداد ۹۹ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعداد کی مناسبت سے باعث برکت ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ایسے ہیں (یعنی ایک کم سو) جس نے انہیں یاد کیا، وہ جنت میں داخل ہوا''[9]۔ جلد دوم کے مکتوبات کو حضرت امام کے شاگرد اور مرید خواجہ عبدالحی حصاری[10] نے جمع کیا۔

تیسری جلد آخری ہے اور اسے ''معرفت الحقائق'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی جمع وتدوین خواجہ محمد ہاشم برہان پوری[11] نے ۱۰۳۱ھ میں مکمل کی۔ اس جلد میں ۱۱۴ مکتوبات شامل تھے جو تعداد کہ قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد کی مناسبت سے باعث برکت تھی۔ لیکن بعض کاتبوں نے دس دیگر مکتوب بھی بعض قلمی نسخوں میں شامل کر دیے۔ محققین نے ان دس مکاتیب کی صحت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ مکاتیب اصل مجموعہ میں موجود نہ تھے بلکہ انہیں حضرت امام کی وفات کے بعد تیسری جلد میں شامل کیا گیا۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ ان دس مکاتیب میں سے ایک، جو جلد سوم کا ۱۲۳ واں مکتوب ہے، جعلی ہے[12]۔

یہ تمام مکتوبات فارسی زبان میں ہیں، جو کہ برصغیر پاک وہند میں عہد اسلامی کے دوران ثقافت، تعلیم، حکومت اور انتظامی امور کی زبان تھی۔ تاہم بعض مکاتیب میں حضرت امام کی تحریر کردہ عربی عبارات بھی ملتی ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں آخری دو صدیوں کے دوران ان مکتوبات کے متعدد ایڈیشن سامنے آئے، اور کئی زبانوں میں ان کا ترجمہ کیا گیا۔[13] جن میں اُردو، ترکی اور عربی زبانیں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا گیا[14]۔ عربی میں جس شخص نے ترجمہ کا بیڑہ اٹھایا، وہ شیخ علامہ محمد مراد مکی تھے[15]۔ یہ ترجمہ دمشق میں شائع ہوا اور اس میں سے منتخب حصے استنبول اور انقرہ میں شائع ہوئے۔ طریقہ مجددیہ سے نسبت رکھنے والے ایک عالم نے ''تشييد المباني في تخريج الروايات التي وردت

فی مکاتیب الامام الربانی[16] کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔

چونکہ یہ عربی ترجمہ قدیم مشکل لغت میں تھا، اور مزید برآں وہ لغت، اسلوب اور طباعت کی غلطیوں سے پاک نہیں رہا تھا، نیز دمشقی ایڈیشن کافی مدت سے ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے راقم الحروف کی مدت سے خواہش تھی کہ بعض منتخب مکتوبات کا جدید عربی میں دوبارہ ترجمہ کیا جائے. تاکہ اسے عرب قارئین کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ یہ ایک بڑے علمی منصوبہ کا جز ہے۔ ہم اس مبارک سلسلہ کا آغاز اس خط سے کرتے ہیں جو حضرت امام نے مغل دربار کے ایک امیر کو لکھا، اور اس میں اہل سنت والجماعت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عقائد کی وضاحت کی۔ اس کے ساتھ ارکان اسلام خمسہ کی تشریح فرمائی، اور کلمۃ الحق (یعنی کلمۃ الاسلام) کو بادشاہ کے گوش گزار کرنے کی ترغیب دی[17]۔ یہ مکتوب جلد دوم کا ۶۷ واں مکتوب ہے اور اسے امیر خان جہاں[18] کے نام لکھا گیا، جو مغل عہد میں حکومت کے ارکان میں سے ایک تھا۔ اس مکتوب کا ترجمہ پیش خدمت ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

''اس فقیر مسکین کے نام آپ کا ارسال کردہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یہ محض اس فقیر کی طرف آپ کا کرم والتفات ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف ہے کہ عدم مناسبت کے باوجود فقراء المساکین کو آپ کی التفات وعنایت حاصل ہوئی۔ اور اس مشکوک وشبہات سے پُر زمانہ میں اغنیائے سعادت مند کی تواضع نصیب ہوئے جو اپنے امتیازی حسن فطرت کی بناء پر اس طبقہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں، اور اس سے معاملہ کرتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ مختلف النوع علائق اس نعمت کے حصول میں مانع نہیں ہوئے، اور مختلف توجہات فقراء کے ساتھ ان کی محبت میں حائل نہیں ہوئیں۔ اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ شکر کرنے کا حق ہے۔ اور ہمیں پُر اُمید رہنا چاہیے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''[19] اے صاحب سعادت ونجابت!

انسان کو فرقہ ناجیہ کی رائے کے مطابق اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیے، اور وہ فرقہ اہل السنت والجماعت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ہے، جو اس امت کا سواد اعظم ہے، اور نبی علیہ السلام کے پیروؤں کا جم غفیر ہے۔ ان کی اتباع کے بغیر آخرت کی فلاح، اور ابدی نجات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بداعتقادی یعنی اہل سنت کے اعتقادات کی مخالفت سراسر زہر قاتل ہے، جو ابدی ہلاکت پر

منتج ہوتی ہے۔ اگر عمل میں سستی اور تساہل ہو تو بخشش کی امید ہو سکتی ہے، لیکن عقیدہ میں خرابی ہو تو مغفرت کی گنجائش نہیں[20]۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (سورہ نساء آیۃ ۴۸)

''اللہ تعالیٰ شرکت کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے گا''۔

اہل سنت کے عقائد خلاصہ کے انداز میں اختصار کے ساتھ ہم بیان کیے دیتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ان کے مطابق اپنا عقیدہ درست کر لے، اور ہمیشہ عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کبریٰ پر استقامت کا سوال کرتا رہے۔

جان لیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذاتِ قدیم کے ساتھ موجود ہے۔ دیگر ساری اشیاء اُس سبحانہ کی ایجاد سے موجود ہیں، اور اسی کی تخلیق سے عدم سے وجود میں آئیں۔

وہ سبحانہ وتعالیٰ قدیم ازلی ہے اور تمام اشیاء حادث اور عدم سے نکل کر وجود میں آئی ہیں۔ جو ذات قدیم ازلی ہے، وہ باقی اور ابدی ہے۔ اور جو چیز حادث اور عدم سے آئی، وہ فنا اور ہلاک ہونے والی ہے یعنی وہ زوال سے دوچار ہوگی۔

وہ سبحانہ، ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ وجوبِ وجود میں اور نہ استحقاقِ عبادت میں۔ وجوبِ وجود سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کے لائق نہیں، اور نہ اس سبحانہٗ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق ہے۔

وہ سبحانہ وتعالیٰ تمام صفات کمال کے ساتھ متصف ہے جو یہ ہیں:

حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، تکوین۔

یہ تمام صفات قدامت وازلیت سے متصف ہیں، اور حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ[21] کے ساتھ قایم ہیں۔ حادث سے تعلقات، صفات کی قدامت میں خلل انداز نہیں ہوتے، اور نہ متعلق کا حادث ہونا ان صفات کی ازلیت میں مانع ہے۔ فلاسفہ نے اپنی کم عقلی اور معتزلہ نے اپنی گمراہی اور اندھے پن کی بناء پر اس کے برعکس خیال کیا[22]۔ انہوں نے غلطی سے حدوثِ متعلق کو حدوث متعلق کی دلیل بنا دیا۔ انہوں نے حق تعالیٰ کی صفات کمال اور علم جزئیات کی نفی کی۔ کیوں کہ اس پر تغیر لازم آتا ہے جو حدوث کی علامت ہے۔ وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ صفات ازلی ہوتی ہیں، اور متعلقات حادثہ کے ساتھ ان کا تعلق حادث ہوتا ہے۔

وہ صفات جن میں کسی قسم کا نقص پایا جاتا ہو، حق تعالیٰ کی جناب سے سلب شدہ ہیں۔ وہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ جواہر، اجسام اور اعضاء کی صفات ولوازمات اس سے منسوب کی جائیں۔ اس ذات تعالیٰ کی بارگاہ میں زمان، مکان اور جہت کی کوئی گنجائش نہیں کیوں کہ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں[۴۳]۔

ایک گروہ جسے کچھ خبر نہیں، یہ خیال کرتا ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ عرش کے اُوپر ہے۔ اس نے سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ''اوپر'' کی جہت متعین کی، اور خیال کیا کہ وہ عرش کے اُوپر ہے۔ عرش اور اس کے علاوہ ہر چیز حادث اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ حادث مخلوق کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے خالقِ قدیم کا مکان اور قرارگاہ بنے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ عرش اس کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ اس کی نورانیت اور صفائی دوسری ممکنات سے زیادہ ہے۔ لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کا عرش آئینہ کا حکم رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس میں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، اور اس کی کبریائی پوری آب وتاب سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محض اس نسبت کی بناء پر اسے عرش الٰہی کہتے ہیں، ورنہ عرش اور اس کے علاوہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ سے نسبت میں برابر ہیں، اور سب اس کی مخلوق ہیں۔ البتہ عرش میں ظہور کی ایسی قابلیت ہے جو کسی اور میں نہیں۔

آگاہ رہو کہ آئینہ جس میں انسان کی صورت ظاہر ہوتی ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ اس میں انسان موجود ہے۔ آئینہ کے ساتھ اس انسان کی نسبت اور تمام ان اشیاء کی نسبت جو اس کے سامنے آئیں، برابر ہے۔ فرق صرف قابلیت اور اس کے فقدان کا ہے، یعنی آئینہ میں صورت دکھانے کی قابلیت موجود ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسری اشیاء میں یہ قابلیت نہیں پائی جاتی۔

وہ سبحانہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے اور نہ جسمانی، نہ جوہر ہے اور نہ عرض، نہ محدود اور نہ متناہی، نہ طویل ہے اور نہ عریض، نہ چھوٹا ہے اور نہ تنگ۔ بلکہ وہ واسع ہے جس کی وسعت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ محیط ہے مگر اس کا احاطہ وہ نہیں جسے ہم اپنے ادراک سے جانتے ہیں۔

وہ قریب ہے مگر یہ قرب وہ نہیں جسے ہم اپنی عقل سے سمجھ سکیں۔ وہ سبحانہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے مگر یہ معیت ایسی نہیں جسے ہم جانتے ہیں۔

ہمارا ایمان کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ واسع، قریب اور ہمارے ساتھ ہے مگر ہم ان صفات کی کیفیت کو نہیں جانتے۔ ان صفات کی کیفیت کے بارے میں ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اگر ذات الٰہی کی طرف نسبت دیں تو یہ مذہب تجسیم میں قدم رکھنا ہے۔

وہ سبحانہٗ وتعالیٰ اصلاً کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں، اور نہ اس کے ساتھ کوئی چیز متحد ہے۔ نہ اس میں کوئی چیز قطعاً حلول کر سکتی ہے اور نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اجزاء اور حصص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس کی جناب میں ترکیب وتحلیل (جڑنا اور ٹکڑے ہونا) بھی ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی کفو اور مثل نہیں، اور نہ اس کے بیوی بچے ہیں۔ وہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات وصفات میں کیف، نمونہ اور مثال سے پاک ہے۔

ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اسماء الحسنیٰ اور صفات کمال سے متصف ہے، جن سے اس نے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔ جو کچھ بھی اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں ہمارے عقل وادراک میں آتا ہے وہ اس سے پاک اور بلند ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں)۔ شاعر کہتا ہے:

''اہل بصیرت نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں۔''

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ان کا اطلاق صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہے۔ ہر وہ اسم جس کا اطلاق شرع میں حق سبحانہ وتعالیٰ پر ہوا ہے، صرف اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا جائز ہے، اور جو شرع میں نہیں آیا اس کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ اس اسم میں کمال درجہ کے معانی پائے جاتے ہوں۔ پس اسم جواد کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ شرع میں آیا ہے لیکن سخی کے لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ پر کرنا جائز نہیں کیونکہ شرع میں یہ لفظ نہیں آیا۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو ہمارے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر حرف وصوت کے لباس میں نازل کیا گیا، اور اس کے ذریعے بندوں کو امر ونہی دیا گیا۔ جیسے ہم اپنے ذاتی کلام کو منہ اور زبان کے توسط سے حروف وآواز کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں، اور اس کے ذریعے اندرونی ارادے پر مقاصد بیان کرتے ہیں، اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے منہ اور زبان کے توسط کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے اپنے ذاتی کلام کو اپنے بندوں پر حرف وصوت کے لباس میں ظاہر کیا، اور یوں حرف وصوت کے وسیلہ سے اپنے پوشیدہ اوامر ونواہی کو بیان فرمایا۔

کلام کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور نفسی۔ دونوں حق جل وعلا کے کلام ہیں۔ ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق حقیقی ہے نہ کہ مجازی۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ پہلی قسم حقیقی ہے اور دوسری مجازی۔ اس لیے کہ مجاز کی نفی جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی نفی کفر ہے۔

اسی طرح تمام کتابیں اور دوسرے صحیفے جو پہلے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر اتارے گئے، سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام ہیں۔ جو کچھ بھی قرآن کریم اور ان کتب وصحائف میں آیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جن کا اس نے اپنے بندوں کو وقت اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق مکلّف فرمایا ہے۔

مومنوں کا جنت میں حق سبحانہ کو بے جہت، بے مقابلہ، بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا حق ہے۔ ہم اس اخروی رویت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ہم اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رویت کو کیفیت سے متصف کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ اس دنیا میں اس کی حقیقت کو اصحاب کیف ومثال پر ظاہر کیا جاسکے۔ وہ صرف اس پر ایمان لاسکتے ہیں۔ افسوس ہے فلاسفہ، معتزلہ اور تمام بدعتی فرقوں پر، جو اخروی رویت سے انکار کرتے ہیں، یہ محض ان کے اندھے پن اور محرومی کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ غائب کو قیاس حاضر پر کرتے ہیں، اور اس پر ایمان سے مشرف نہیں ہوتے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس طرح بندوں کا خالق ہے، اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ یہ افعال خیر ہوں یا شر، دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں لیکن وہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں۔ اگرچہ دونوں اسی کی ارادت اور مشیّت سے ہیں، تاہم ادب کا تقاضا یہ ہے کہ تنہا شر کو اللہ تعالیٰ سے منسوب نہ کیا جائے۔ چنانچہ اسے خالقِ شر نہ کہا جائے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ خالق خیر وشر ہے۔ پس علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہنا چاہیے لیکن یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ گندگی اور خنزیروں کا خالق ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی جناب میں ادب کی رعایت کی وجہ سے ہے۔

معتزلہ اپنی پسند کردہ ثنویت (دوئی) کے رجحانات کے سبب خیال کرتے ہیں کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ اور وہ خیر وشر کے افعال کو بندہ سے منسوب کرتے ہیں، حالانکہ شرع اور عقل دونوں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں علماء حق، بندہ کی قدرت کا دخل اس کے افعال میں تسلیم کرتے ہیں، اور بندہ کے ہاتھ سے کسبِ فعل کا اثبات کرتے ہیں۔ کیونکہ رعشہ والے کی حرکت اور اختیار والے کی حرکت میں فرق

بالکل واضح ہے۔ رعشہ کی حرکت میں قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں، جبکہ اختیار کی حرکت میں دونوں چیزوں کا دخل ہے۔ اس قدر فرق ہی مواخذہ کا باعث بن جاتا ہے، اور ثواب و عذاب کو ثابت کرتا ہے۔ اکثر لوگ بندہ کی قدرت، کسب اور اختیار میں تردّد کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ بندہ محض مجبور اور عاجز ہے۔ یہ لوگ اس معاملہ میں علماء کی مراد کو نہیں سمجھ پائے۔ کیونکہ بندہ کی قدرت اور اختیار کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ جو چاہے کرے، اور جو نہ چاہے نہ کرے۔ یہ افتراء تو عبودیت سے بھی دور ہے، بلکہ قدرت و اختیار کا یہ مطلب ہے کہ بندہ کو جس بات کا حکم اور تکلیف دی گئی ہے، وہ اسے کر سکتا ہے۔ مثلاً

وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز ادا کرے،

وہ اس بات پر قادر ہے کہ نصاب کے مطابق زکوٰۃ دے،

وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھے،

اور اسے اس بات کی قدرت بھی حاصل ہے کہ خرچہ اور سواری کی استطاعت کی صورت میں عمر میں ایک بار حج کرے۔

علیٰ ھذا القیاس وہ تمام احکام شرعیہ کی ادائیگی پر قادر ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندہ کی کمزوری اور قدرت کی کمی کے پیش نظر بڑی نرمی، سہولت اور آسانی کی رعایت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ" (سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵) "(اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: "یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً" (سورہ نساء آیت ۲۸) (اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم سے تکالیف شاقہ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے، اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے کہ وہ شہوات سے صبر نہیں کرتا، اور تکالیف شاقہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات، حق سبحانہ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے ہیں تاکہ وہ انہیں سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت دیں، اور انہیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لے آئیں۔ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کریں، انہیں جنت کی بشارت دیں، اور جو انکار کریں، انہیں عذابِ جہنم سے ڈرائیں۔ جو کچھ بھی ان انبیاء نے حق سبحانہ کی طرف سے پہنچایا ہے اور بتایا ہے، وہ سب حق اور سچ ہے اور اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کا دین تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کرتا ہے۔ آپ کی کتاب پہلی تمام کتابوں سے افضل ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ نہیں کرسکتا، بلکہ وہ قیامت تک قائم رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کی شریعت پر عمل کریں گے، اور آپ کی اُمت میں سے ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احوال آخرت کے بارے میں جو کچھ بتایا وہ سب برحق ہے۔ مثلاً عذاب قبر، لحد کی تنگی، منکر نکیر کے سوال، عالم کی فنا، آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا بکھرنا، زمین اور پہاڑوں کا خاتمہ اوران کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، حشر ونشر، روح کا جسم میں واپس آنا، قیامت کا زلزلہ، قیامت کی ہولناکیاں، اعمال کا محاسبہ، کیے ہوے اعمال کے بارے میں اعضاء کی شہادت، نیکیوں اور برائیوں کے اعمال ناموں کو دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا جانا، نیکیوں اور برائیوں کو تولنے کے لیے میزان کا رکھا جانا تاکہ نیکیوں کی کمی بیشی معلوم کی جاسکے، اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو تو یہ نجات کی علامت ہے، اور اگر یہ ہلکا ہو تو یہ خسارہ اور بدبختی کی علامت ہے۔ اس میزان کا بھاری پن یا ہلکا پن، دنیا کی میزان کے بھاری پن اور ہلکا پن کے برعکس ہے۔ دنیا میں جو پلہ اوپر ہو جائے وہ ہلکا ہوتا ہے، وہاں اسے بھاری خیال کیا جائے گا اور جو نیچے آجائے اسے ہلکا سمجھا جائے گا۔

انبیاء اور صالحین علیہم الصلاۃ والتسلیمات کی شفاعت (پہلے انبیاء کی پھر صالحین کی) روز حساب کے مالک کی اجازت سے قیامت کے دن، گنہ گار مومنوں کے لیے ثابت ہے۔ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے:

> ''میری شفاعت، میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی''۔

پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ مومن اس کے اوپر سے گزریں گے، اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ کافروں کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ جنت جو مومنوں کو نعمتیں دینے کے لیے تیار کی گئی ہے، اور جہنم جو کافروں کو عذاب دینے کے لیے تیار کی گئی ہے، دونوں مخلوق ہیں، جو ہمیشہ باقی رہیں گی اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔ پس جب مومن محاسبہ کے بعد جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی باہر نہیں نکلیں گے۔ اسی طرح کفار جب دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے تو

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، جہاں انہیں تا ابد عذاب دیا جائے گا اور اس عذاب میں کمی روا نہیں رکھی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ" (سورہ بقرہ، آیت ۱۶۲)

''نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔''

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا تو اگر وہ دوزخ میں ڈالا گیا تو یہ اس کے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے ہوگا۔ اسے اپنے گناہوں کے اندازہ کے مطابق عذاب دیا جائے گا، اور آخر کار اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ اس کا منہ اس طرح سیاہ نہیں کیا جائے گا جس طرح کافروں کا منہ سیاہ کیا جاتا ہے، اور اس کی گردن میں طوق اور زنجیریں نہیں ڈالی جائیں گی۔ ایسا اس کے ایمان کی حرمت کی بناء پر ہوگا، برعکس کافروں کے جن کے ساتھ یہ سب کچھ ہوگا۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں:

''لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ'' (سورہ تحریم، آیت ۶)

''وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے''۔

ان کے لیے نافرمانی جائز نہیں۔ وہ مذکر اور مونث ہونے سے پاک ہیں۔ توالد و تناسل ان کے ہاں نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ نے ان میں سے بعض کو پیغام رسانی کے لیے چن لیا ہے، اور انہیں وحی پہنچانے کے کام سے مشرف کیا ہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے کتابوں اور صحائف کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تک پہنچایا۔ وہ خطا و خلل سے محفوظ، اور دشمن کے مکر و فریب سے بچائے گئے ہیں۔ جو کچھ بھی انہوں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے پہنچایا، وہ سب سچ اور درست ہے۔ اس میں خطا اور شک کے احتمال کا شائبہ تک نہیں۔ یہ عظیم مخلوق، اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے ڈرتی رہتی ہے، اور اس کے احکام کی تعمیل کے سوا اس کا کوئی اور کام نہیں ہے۔

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ ہم تک تواتر اور ضرورت کے ساتھ اجمالاً وتفصیلاً پہنچا ہے، اس کی دل سے تصدیق کی جائے اور زبان سے اقرار کیا جائے۔ اعضاء کے اعمال، نفسِ ایمان اور حقیقت ایمان سے

خارج ہیں تاہم وہ ایمان کے مال کو بڑھاتے ہیں، اور اس میں حسن وخوبی پیدا کرتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان کوفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایمان، کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا کیونکہ دل کی تصدیق، دل کے یقین وتعلیم سے عبارت ہے، اس میں کمی بیشی کے فرق کی گنجائش نہیں۔ جو فرق کو قبول کرے، وہ ظن اور وہم کے دائرہ میں داخل ہے۔ ایمان کا کمال اور کمی، طاعات اور نیکیوں کے اعتبار سے ہے۔ جس قدر طاعت زیادہ ہوگی، اتنا ہی ایمان کا کمال زیادہ ہوگا۔ عام مسلمانوں کا ایمان، انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ایمان جیسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کا ایمان، طاعات کی قربتوں کی وجہ سے کمال کے بلند مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ جبکہ عوام کا ایمان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کا ایمان کمال کے مراحل میں ہے، اور اس کی چوٹی سے ایک طرف ہے۔ اگرچہ ان دونوں کے ایمان میں تصدیق سے متعلق قدر مشترک ہے، لیکن انبیاء کے ایمان نے طاعات کی بجا آوری کی بناء پر ایک دوسری حقیقت کو پالیا۔ عوام کا ایمان اس کا جوڑ نہیں ہے، اور ان دونوں میں مماثلت اور مشارکت مفقود ہے۔ آگاہ رہو! کہ عوام الناس اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ انسانیت کے ناطے سے مشترک ہیں، لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو دوسرے کمالات حاصل ہیں، وہ انہیں اعلیٰ درجات کو پہنچاتے ہیں، اور ان کی حقیقت ایک اور ہوگئی ہے جس سے وہ حقیقت مشترکہ سے بلند وبرتر ہوگئے ہیں، گویا کہ حقیقت میں وہی انسان ہیں اور عوام بن مانس کا حکم رکھتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''میں حقیقتاً مومن ہوں''۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''میں ان شاء اللہ تعالیٰ مومن ہوں''۔ ہر ایک کا اپنا نقطہ نظر ہے، حالیہ ایمان کے اعتبار سے تو یہ کہنا چاہیے کہ ''میں حقیقتاً مومن ہوں''۔ اسی طرح خاتمہ اور انجام کے اعتبار سے یہ کہنا چاہیے کہ ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں''۔ لیکن جو بھی توجیہ کی جائے، استثنائی صورت (یعنی ان شاء اللہ کہنا) سے اجتناب بہر حال بہتر ہے۔

مومن گناہ کے ارتکاب سے دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، خواہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں، اور دائرہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ روایت ہے کہ امام اعظم ایک دن کبار علماء کی جماعت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

''تم اس مومن فاسق کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے باپ کو ناحق قتل کیا'' پھر اس نے اس کے سر کو کاٹا اور کاسۂ سر میں شراب پی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے زنا کیا۔ کیا وہ مومن ہے یا کافر؟

علماء میں سے ہر ایک نے اس بارے میں ایسی بات کہی جو صحیح نہیں تھی۔ وہ بھول بھلیوں میں پڑ گئے اور اصل حقیقت سے دور چلے گئے۔ اس اثناء میں امام اعظم نے فرمایا کہ "وہ مومن ہے اور ان کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوا۔" امام صاحب کی یہ بات علماء پر گراں گزری، اور انہوں نے طعن وتشنیع کی زبان دراز کی۔ لیکن چونکہ امام صاحب کی بات برحق تھی، اس لیے بالآخر سب نے اسے تسلیم کرلیا، اور اس کے درست ہونے کا اعتراف کرلیا۔

اگر کسی گنہ گار مومن کو موت طاری ہونے سے قبل توبہ کی توفیق ہوجائے تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ اسے عظیم نجات مل جائے۔ کیونکہ توبہ کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر اسے توبہ وانابت کا شرف حاصل نہ ہوتو پھر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ چاہے تو اسے بخش دے اور جنت میں داخل کردے، اور چاہے تو اسے بقدر گناہ آگ کے ذریعے یا بغیر آگ کے سزا دے۔ لیکن آخر کار اسے نجات ملے گی، اور اس کا انجام بہشت ہوگا۔ اس لیے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی صرف کافروں سے مختص ہے۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، وہ رحمت اور بخشش کا مستحق ہے۔ اگر ابتداء میں گناہوں کی وجہ سے اسے رحمت نہیں ملی تو آخر کار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے اسے رحمت میسر آجائے گی۔

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" (سورہ آل عمران، آیت ۸)

"اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت عطا کرنے کے بعد ٹیڑھا نہ کر، اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو ہی عطا کرنے والا ہے۔"

امامت وخلافت کی بحث، اگرچہ اہل سنت (اللہ تعالیٰ ان کی سعی قبول فرمائے) کے نزدیک اصول دین میں شامل نہیں، اور عقیدہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن چونکہ شیعہ اس بارے میں غلو کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے کام لیتے ہیں، اس لیے ضرورت کے پیش نظر علماء اہل حق نے اسے علم کلام میں داخل کردیا ہے، اور حقیقت حال واضح کردی ہے۔

آگاہ رہو کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔شیخین کی افضلیت، صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ تمام اکابر ائمہ سے منقول ہے۔ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔رئیس اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں:

''ساری اُمت پر شیخین کی افضلیت قطعی ہے۔اس بات سے صرف جاہل یا متعصب ہی انکار کرسکتا ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''جو مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی للہ عنہ پر فضیلت دے، وہ مفتری ہے۔میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگائے جاتے ہیں''۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''الغنیہ'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج ہوا تو میں نے اللہ سبحانہ سے درخواست کی کہ میرے بعد علی ابن ابی طالب کو خلیفہ بنایا جائے۔''

اس پر فرشتوں نے کہا کہ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے''۔حضرت شیخ نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک انہوں نے مجھ سے یہ عہد نہ لے لیا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پھر ان کے بعد تم۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔علماء اہل سنت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم واجتہاد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دیتے ہیں۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب الغنیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت دیتے ہیں۔اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم واجتہاد میں فائق ہیں اور

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہد اور دنیا سے قطع تعلقی میں فائق ہیں۔ اسی لیے انہیں بتول کہتے ہیں جو کہ دنیا سے قطع تعلقی کے معنوں میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فتاوٰی کے معاملہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرجع ہیں۔ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کے معاملہ یں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا حل موجود ہوتا۔

جنگیں اور تنازعات جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان وقوع پذیر ہوئیں، مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں نیک نیتی پر محمول کریں اور انہیں ہوس وتعصب سے دور سمجھیں۔ کیونکہ ان اکابر کے نفوس حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوس سے پاک، تعصب سے بری اور کینہ وحرص سے صاف ہو چکے تھے۔ اگر ان میں صلح ہوتی تو وہ حق کے لیے ہوتی اور اگر ان میں تنازعہ اور مخالفت واقع ہوتی تو وہ بھی حق سبحانہ کے لیے ہوتی۔ ان میں سے ہر طبقہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ انہوں نے ہوا وتعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کا جواب دیا اور اپنا دفاع کیا۔ پس جس کسی کا بھی اجتہاد درست ہوا، اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب ملا۔ جس کا اجتہاد درست نہ ہوا، اسے ایک درجہ ثواب ملا۔ چنانچہ درست اجتہاد کرنے والے کی طرح خطا کرنے والا بھی ملامت سے بعید ہے۔ بلکہ ہم اس کے لیے بھی ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ کی توقع رکھتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور مخالفین کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ طعن کے مستحق نہیں، اور ان کی ملامت کی گنجائش نہیں، چہ جائیکہ ان سے کفر اور فسق منسوب کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، مگر وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے، جو انہیں کفر وفسق سے بچاتی ہے''۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اصحاب کے درمیان جو اختلاف ہو، اس میں بحث وتکرار سے بچ کر رہو''۔ تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنی چاہیے، سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے اور ان میں سے کسی پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے تنازعات کو دوسروں کی مصالحت سے افضل خیال کرنا چاہیے۔

یہی نجات وفلاح کا راستہ ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام کی دوستی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث ہے اور ان سے دشمنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کی طرف لے جاتی ہے۔ اسلاف میں سے ایک

بزرگ فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی توقیر نہ کی، وہ آپ پر ایمان ہی نہیں لایا۔

قیامت کی علامات جن کی خبر ہمیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، سب برحق ہیں۔ ان میں عدم وقوع کا کوئی احتمال نہیں۔ مثال کے طور پر سورج کا خلاف عادت مغرب سے طلوع ہونا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور، روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول، دجال کا خروج، یاجوج ماجوج کا ظہور، دابۃ الارض کا خروج، آسمان سے دھوئیں کا ظہور جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا۔ لوگ بے قرار ہو کر کہیں گے:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ" (سورہ دخان، آیت ۱۲)

(اے ہمارے رب اس عذاب کو ہم سے دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں)۔ آخری علامت آگ ہے جو عدن سے نکلے گی۔

ایک جماعت اپنی جہالت کی وجہ سے خیال کرتی ہے کہ اہل ہند میں سے جس شخص نے مہدی ہونے کا دعوٰی کیا تھا، وہی مہدی مدعود ہے۔ چنانچہ ان کے خیال میں مہدی گزر گیا ہے اور وفات پا چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر فرہ میں ہے۔ احادیث صحیحہ جو شہرت کی حد بلکہ معنوی تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، میں جو کچھ آیا ہے وہ اس جماعت کی تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدی کی علامات بیان فرمادی ہیں، اور وہ علامات اس شخص میں مفقود ہیں جس کے مہدی ہونے کا یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں۔ احادیث نبوی میں آیا ہے کہ جب مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کے سر کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا جس میں ایک فرشتہ ہوگا جو آواز دے گا کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''تمام زمین کے بادشاہ چار ہوئے ہیں، دو مومنوں میں سے اور دو کافروں میں سے۔ مومنوں میں سے ذوالقرنین اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔ عنقریب ایک پانچواں شخص زمین کا مالک ہوگا، اور وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا یعنی مہدی''۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر نہیں ہوتا، جس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے

والد کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا، اور وہ زمین کو
عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ اس سے پہلے
جور وظلم سے بھری تھی''۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ''اصحاب کہف،
مہدی کے مددگار رہوں گے۔''

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مہدی کے زمانہ میں نازل ہوں گے اور دجال کے خلاف جنگ میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیں گے۔ ان کی سلطنت کے دور میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہوگا، اور چاند گرہن اس ماہ کے آغاز میں ہوگا۔ یہ سب کچھ خلاف معمول اور منجموں کے حساب کے خلاف ہوگا۔ انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ کیا یہ علامات اس فوت شدہ شخص میں پائی جاتی تھیں یا نہیں؟ اس کی دیگر علامات بھی بہت ہیں جن کی خبر مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ شیخ ابن حجر نے مہدی منتظر کی علامات کے بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا اور یہ علامات دو سو کی تعداد تک پہنچتی ہیں۔ یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے کہ مہدی موعود کے معاملہ کی اس وضاحت کے باوجود ایک جماعت اس گمراہی میں پڑی ہے، اللہ سبحانہ انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بنو اسرائیل بہتر فرقوں (۷۲) میں بٹ گئے، ایک کے سوا سب دوزخی ہیں۔ میری اُمت بھی تہتر فرقوں (۷۳) میں منقسم ہو جائے گی، ایک کے سوا سب دوزخی ہوں گے''۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، نجات پانے والا یہ فرقہ کون سا ہوگا''؟ فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے''۔ یہ فرقہ ناجیہ اہل السنت والجماعت ہی ہیں کیونکہ وہ آپ اور آپ کے صحابہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل السنّت والجماعت کے طریقے پر ثابت قدم رکھ، ان کے گروہ میں ہی ہمیں موت دے، اور انہی کے ساتھ ہمیں دوبارہ اٹھا:

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ". (سورہ آل عمران، آیت ۸)

''اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت عطا کرنے کے بعد ٹیڑھا نہ کر،
اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی عطا کرنے والا ہے''۔

عقیدہ کی تصحیح کے بعد شرعی اوامر کی تعمیل اور شرعی نواہی سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔ وہ امر جس کا تعلق عمل سے ہے۔ پانچ وقت کی نماز بغیر سستی کے، ارکان کی صحیح ادائیگی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہی نماز ہے۔ جب مسنون طریقہ پر نماز کی ادائیگی میسر آجائے تو گویا دین کی مضبوط رسی ہاتھ آ گئی، کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ پہلا رکن اللہ سبحانہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، دوسرا رکن نماز ہے، تیسرا رکن زکوۃ کی ادائیگی، چوتھا رمضان کے روزے اور پانچواں بیت اللہ کا حج ہے۔ ان اصولوں میں سے پہلا قاعدہ، اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور باقی چار اصول کا تعلق اعمال سے ہے۔ تمام عبادات میں سے جامع ترین اور افضل ترین نماز ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کا آغاز نماز سے ہوگا۔ اگر نماز کا معاملہ طے ہوگیا تو دوسرے احکام واصول کا محاسبہ اللہ سبحانہ کی عنایت سے نرمی اور سہولت کے ساتھ گزر جائے گا۔

جہاں تک ممکن ہو شرعی ممنوعات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جس بات پر مولیٰ سبحانہ راضی نہ ہو، اسے مہلک زہر سمجھنا چاہیے۔ اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے، اور ان کے ارتکاب پر ندامت اور افسوس کا احساس رہنا چاہیے۔ اور شرمندگی وحسرت اٹھانی چاہیے۔ بندگی کا یہی طریقہ ہے اور اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ جو شخص ایسے کام کرتا ہے جن سے اس کا مولا خوش نہیں ہوتا، اور ان کاموں کا ارتکاب بے تحاشا کرتا ہے، اور اس عمل پر شرمندہ اور متاسف بھی نہیں ہوتا، تو وہ شخص سرکش اور باغی ہے۔ قریب ہے کہ اس کا یہ اصرار اور سرکشی اسے دائرہ اسلام سے باہر لے جائے اور دشمنوں کے حلقہ میں داخل کر دے۔

"رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا"

(سورہ کہف، آیت ۱۰)

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما، اور ہمارے کام میں ہمارے لیے درستی کا سامان کر دے۔''

ایک بڑی نعمت اور عظیم دولت جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز کیا ہے...... اکثر لوگ اس سے غافل ہیں، بلکہ ہوسکتا ہے آپ کو بھی اس کا ادراک نہ ہو...... وہ یہ ہے کہ بادشاہ وقت سات پشتوں سے مسلمان ہے، اور اہل سنت میں سے ہے، اور حنفی مذہب پر ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم اس زمانہ میں، جو کہ قرب قیامت اور عہد نبوی سے بعد کا دَور ہے، یہ دیکھتے ہیں کہ چند سالوں سے طالب علموں کا ایک ایسا

گروہ پیدا ہو گیا ہے جس نے اپنی نحوست طبع کے سبب امراء وسلاطین کا قرب حاصل کرلیا ہے۔ یہ لوگ ان کی خوشامد کرتے ہیں، اور دین متین میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور یوں اغنیاء کو سیدھی راہ سے بھٹکا رہے ہیں۔

جب ایسا عظیم الشان بادشاہ آپ کی بات اور مشورہ کو اچھی طرح سنتا ہے، اور اسے قبول بھی کرلیتا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اسے ایک عظیم نعمت خیال کریں، اور کلمہ حق یعنی اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے اعتقادات کے مطابق کلمہ اسلام کو صراحتاً یا اشارتاً بادشاہ کے گوش گزار کریں، اور جتنا بھی ممکن ہو اہل حق کی بات اس کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ چاہیے کہ ہمیشہ اس انتظار میں رہیں کہ باتوں باتوں میں اہل حق کے کلام کے ذکر کا موقع ملے، یہاں تک کہ اسلام کی حقانیت ظاہر ہو، اور کفر اور اس کی برائی کا باطل ہونا واضح ہو جائے۔

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ کفر کا باطل ہونا بالکل واضح ہے۔ کوئی عقل مند آدمی اسے قطعاً پسند نہیں کرتا۔ چاہیے کہ اس کے بطلان کو بلا تامل وتردد ظاہر کیا جائے، اور ان لوگوں کے باطل خداؤں کی بلا توقف نفی کی جائے۔ سچا خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یہ بات پوری دلیری کے ساتھ بلا تامل وتردد کی جائے۔ کیا کسی نے کبھی سنا کہ ان کے باطل خداؤں نے ایک مکھی کو پیدا کیا، خواہ وہ سارے مل کر یہ کوشش کریں۔ بلکہ اگر کوئی مکھی انہیں کاٹ لے یا تکلیف پہنچائے تو اپنے آپ کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے، چہ جائیکہ وہ دوسروں کی حفاظت کریں۔ کافر اس معاملہ کی برائی محسوس کرتے ہیں، اسی لیے وہ کہتے ہیں: یہ معبود، اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں، اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردیں گے۔ یہ بے وقوف اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ان جمادات کو سفارش کی مجال نہیں، اور کہ حق سبحانہ، اپنے دشمنوں کے بندوں کے حق میں شریکوں کی سفارش قبول نہیں کرتا جو کہ حقیقت میں اس کے دشمن ہیں۔

ان کی مثال تو ایسی ہے کہ کچھ باغیوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی، بے وقوفوں کے ایک گروہ نے اس خیال سے ان کی مدد کی کہ یہ لوگ مصیبت کے وقت بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کریں گے، اور یہ کہ وہ ان کے وسیلہ سے بادشاہ کا قرب حاصل کریں گے۔ یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ بادشاہ کے دشمنوں اور باغیوں کی خدمت کرتے ہیں، اور پھر ان کی سفارش سے بادشاہ کی معافی کے طلب گار ہیں، اور اس کا قرب چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہ برحق کی خدمت کیوں نہیں کرتے، اس کے باغیوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے، اور

انہیں شکست کیوں نہیں دیتے تاکہ وہ اہل قرب اور اہل حق بن جائیں، اور امن وامان میں آجائیں۔ یہ بے عقل پتھر کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہیں، پھر سالہا سال اس کو پوجتے ہیں اور اس سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ کفر اور اہل کفر کا دین کھلم کھلا باطل ہے۔ جو کوئی مسلمانوں میں سے حق کے راستے سے دور ہوا، اور جس نے صراط مستقیم سے انحراف کیا، وہ اہل ہوس وبدعت میں سے ہے۔ اصل راستہ اور قدیم صراط مستقیم وہی ہے جو آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا راستہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب ''الغنیہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''بدعتی فرقوں کی اساس یہ نو گروہ ہیں:

(۱) خوارج (۲) شیعہ (۳) معتزلہ (۴) مرجۂ (۵) مشبہہ (۶) جہمیہ (۷) ضراریہ (۸) نجاریہ (۹) کلابیہ

یہ گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھے اور نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں موجود تھے۔ ان گروہوں کا اختلاف اور تفرقہ، صحابہ، تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ عنہم کی وفات کے سالوں بعد واقع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت زیادہ خلل دیکھے گا۔ پس میرے بعد تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہو، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو، بدعات سے اپنے آپ کو دور رکھو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ اور جو میرے بعد دین میں نئی بات آئے گی، وہ مردود ہے''۔ پس وہ مذاہب جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد کے بعد پیدا ہوئے، وہ اعتبار کے مقام سے ساقط ہیں اور ان کی کوئی اہمیت نہیں۔''

چاہیے کہ اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے کمال فضل وکرم سے فرقہ ناجیہ میں داخل کیا جو کہ اہل السنت والجماعت کا فرقہ ہے، اور ہمیں اہل ہوس وبدعت کے فرقوں میں سے نہیں بنایا۔ اور ہمیں ان کے فاسد اعتقادات میں مبتلا نہیں کیا، اور ہمیں ان میں سے نہیں بنایا جو بندہ کو اللہ تعالیٰ

کی خاص صفات میں شریک کرتے ہیں، وہ خیال کرتے ہیں کہ بندہ ہی اپنے افعال کا خالق ہے۔ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں جو دنیوی اور اخروی سعادتوں میں سب سے بڑا سرمایہ ہے، وہ واجب تعالیٰ کی صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔ نیز اس نے ہمیں ان دو گروہوں میں سے نہیں بنایا جو اصحابِ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے بغض رکھتے ہیں، اور اکابر دین سے بدظنی رکھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ان پر خفیہ بغض اور اندرونی کینہ رکھنے کی تہمت لگاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے: "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" (سورہ فتح، آیت ۲۹) (آپس میں رحمدل ہیں)۔ یہ دو گروہ کلامِ حق جل وعلاء کی تکذیب کرتے ہیں، اور ان کے مابین دشمنی، بغض اور کینہ ثابت کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ انہیں توفیق عطا فرمائے اور سیدھا راستہ دکھائے۔ نیز ہمیں ان لوگوں میں سے بھی نہیں بنایا جو حق تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہے، اور واجب القدیم جل شانہ میں حدوث وامکان کی علامات کا اثبات کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ حکمران روح کی طرح ہے، اور باقی تمام لوگ جسم کی طرح ہیں۔ اگر روح درست ہو تو بدن درست ہوتا ہے اور اگر روح فاسد ہو تو بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ پس حکمران کی اصلاح کی کوشش، سب بنی آدم کی اصلاح کی کوشش کے مترادف ہے۔ درحقیقت یہ کلمۃ الاسلام کے غلبہ واظہار کی کوشش ہے۔ خواہ وہ وقت اور زمانے کے تقاضوں کے تحت کسی بھی انداز میں کیا جائے۔ کلمۃ الاسلام کے بعد چاہیے کہ وقتاً فوقتاً اس کے کانوں تک اہل السنت والجماعت کے اعتقادات پہنچائے جائیں، اور مخالف مذہب کی تردید کی جائے۔ اگر یہ بڑی نعمت میسر آجائے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثتِ عظمیٰ حاصل ہوگئی۔ آپ کو یہ نعمتِ کبریٰ مفت میں حاصل ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اس سے زیادہ مبالغہ مناسب نہیں اگرچہ ایسے معاملات میں مبالغہ مستحسن چیز ہے۔ اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

☆......☆......☆

حواشی

۱...... طریقہ نقشبندیہ برصغیر پاک و ہند میں پائے جانے والے صوفیہ کے طریقوں میں سب سے زیادہ تعلیمات اسلامی کے قریب ہے۔ واسطوں کی کمی کی بناء پر وہ نسبت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ترین ہے۔ اس طریقہ کو شیخ الکبیر خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند (وفات ۷۸۵ھ، سمرقند میں) سے منسوب کیا جاتا ہے۔

۲...... حضرت شیخ محمد باقی باللہ ان کبار روحانی مربیوں اور مصلحین میں سے تھے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اصلاح و تجدید کی جدوجہد کی۔ آپ ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ۹۷۱ھ میں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں پیدا ہوئے اور علمائے افغانستان سے علم حاصل کیا، پھر ماوراء النہر کی طرف گئے اور وہاں کے علماء سے تحصیل علم کی۔ یہاں تک کہ تمام علوم میں مہارت کاملہ حاصل کرلی اور ہر چیز یاد کرلی۔ اپنی عمر کے آخری سال آپ نے دہلی اور لاہور میں گزارے اور ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ شعر اور نثر میں متعدد کتب تصنیف کیں۔

۳...... اس موضوع کی وضاحت کے لیے ادیب، مورخ اور فلسفی مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب ''تصوف اسلام'' کی طرف رجوع کریں۔

۴...... اجتماعی الحاد کا اشارہ اس الحاد کی طرف ہے جو مغل بادشاہ محمد اکبر کے دور میں ظاہر ہوا۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے راقم الحروف کی بحث بہ عنوان ''الدین الالٰہی الاکبری'' کی طرف رجوع کریں جو ۱۹۷۹ء میں دمشق کے ادارہ ''مجمع اللغۃ العربیہ'' کے رسالہ میں شائع ہوا۔

۵...... حضرت امام مجدد نے اپنے بعض مکاتیب میں اس کی طرف ''جرگہ مردان اسلام'' کے نام سے اشارہ کیا ہے۔ جرگہ کا لفظ ترکی الاصل ہے اور اس کا مطلب ہے: حلقہ، جماعت اور لوگوں کا مجمع۔

۶...... رسالہ ''الفرقان'' کا ''تجدید واحیاء کا خاص نمبر'' جو ۱۹۴۰ء میں لکھنؤ سے نکالا گیا۔ اس میں علامہ مناظر احسن گیلانی کا مقالہ۔

۷...... شیخ یار محمد بدخشانی طالقانی، حضرت امام کے نامور شاگردوں اور خلفاء میں سے تھے۔ انہیں یار محمد جدید کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے تاکہ ان کے اور شیخ یار محمد قدیم کے درمیان امتیاز کیا جاسکے۔ شیخ یار محمد جدید نے ۱۰۲۵ھ میں مکتوبات کی پہلی جلد کی تدوین کا کام مکمل کیا۔

۸...... ملاحظہ ہو (مسند امام احمد جلد ۸ ص ۱۳۰۔ مسند الانصار۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ح (۲۱۶۰۲)۔ اور ۱۳۲/۸ ح (۲۱۶۰۸)۔ اسی طرح جلد ۸، ص ۳۰۱، ۳۰۲ مسند الانصار ابوامامہ کی حدیث۔ نیز اصل حدیث حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے ح: ۲۲۳۵۱۔

۹...... صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ''مایجوز من الاشتراط''۔ ح (۲۷۳۶) اور ح (۷۳۹۲) صفحہ (۱۲۷۲/۲)، باب: ان اللہ مأۃ اسم الا واحدہ، دونوں حدیثوں کا تکملہ یوں ہے: ''اللہ کے ننانوے نام یعنی ایک کم سو ایسے ہیں جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا''۔ دوسری روایت کے الفاظ میں: ''اللہ کے ننانوے نام ایسے ہیں یعنی ایک کم سو

جس نے انہیں حفظ کرلیا، وہ جنت میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے''۔
ح (۶۴۱۰)، کتاب الدعوات، باب: للّٰہ مائۃ اسم غیر واحدۃ۔ صحیح بخاری ط۲/ دار السلام، الریاض ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۹ء،
کتاب الشروط، صفحہ ۱۱۱۳۔ اسے احمد، بیہقی، ابن حبان، ابو نعیم، طبری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰......شیخ عبدالحی بن خواجہ جاکو الحصّی کا تعلق اصفہان سے تھا۔ وہ اپنے وطن کے کبار علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اصفہان سے ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور مشرقی ہندوستان میں صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے حضرت امام مجدد کے فرزند حضرت شیخ محمد معصوم کی ترغیب پر ۱۰۲۸ھ میں مکتوبات کی دوسری جلد کی تدوین مکمل کی۔

۱۱......شیخ محمد ہاشم کشمی کا تعلق افغانستان کے صوبہ بدخشاں کے گاؤں کشم سے تھا۔ آپ طریقہ نقشبندیہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ شروع میں آپ امام مجدد کے ایک خلیفہ شیخ سید محمد نعمان کے مرید ہوئے پھر براہ راست حضرت امام کے حلقہ میں شامل ہوگئے اور کبار مقربین میں سے ہوگئے۔ آپ نے مکتوبات کی تیسری جلد کی تدوین کی۔

۱۲......یہ اکثر محققین کی رائے ہے۔ تاہم ایسے افراد بھی ہیں جو اس مکتوب کو حضرت امام مجدد سے منسوب کرنے پر اعتراض نہیں کرتے، انہی میں سے استاد محقق زوار حسین شاہ ہیں جنہوں نے کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' اُردو زبان میں تصنیف کی اور جو ۱۹۸۹ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ صفحہ ۶۸۴۔

۱۳......بہت سے اہل علم نے اُردو زبان میں مکتوبات کا ترجمہ کیا۔ ان میں سے فاضل قاضی عالم الدین ہیں، ان کا ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۳ء، ۱۹۵۷ء اور ۱۹۸۸ء میں کئی بار شائع ہوا۔ انہی میں سے شیخ سعید احمد لاہوری ہیں جن کا ترجمہ ۱۳۹۱ھ میں کراچی سے شائع ہوا۔ انہی میں شیخ زوار حسین شاہ ہیں جن کا ترجمہ ۱۹۸۸ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

۱۴......ڈاکٹر عبدالحق انصاری نے ایسے منتخب مکتوبات کا ترجمہ کیا جو شریعت و طریقت کے باہمی تعلق کے بارے میں تھے۔ یہ ترجمہ مع علمی بحث کے، جس میں حضرت امام مجدد کی آراء پر سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی۔ لیسٹر (انگلستان) سے کئی بار شائع ہوا۔

۱۵......یہ عربی ترجمہ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء، ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء اور ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں تین جلدوں میں ''الدرر المکنونات النفیسہ'' کے نام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ طباعت، لغت اور اسلوب کی غلطیوں سے پاک نہیں۔

۱۶......فیض الکریم پریس حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۱ء میں طبع ہوئی۔

۱۷......یہاں بادشاہ سے مراد مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر بن بادشاہ جلال الدین محمد اکبر ہے۔ اپنے باپ کی وفات سے قبل ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہوا اور ہندوستان پر ۲۳ سال تک حکومت کی۔ ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء میں وفات پائی۔ وہ دینی سیاست میں اپنے باپ سے بہتر تھا۔ اس کی سیاست میں بڑی تبدیلی کی اور جو معاملات اس کے باپ نے خراب کیے، ان کی اصلاح کی۔

۱۸......امیر خان جہاں (متوفی ۱۰۴۰ھ) بادشاہ جہانگیر کے معتمد امراء میں سے تھا اور علماء و مشائخ سے محبت میں مشہور تھا۔

۱۹ صحیح بخاری کتاب الادب، باب: علامة الحب فی الله حدیث نمبر: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹ اور ۶۱۷۰۔ ایک دوسری روایت میں ایک شخص کے جواب میں فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہے جس سے تو محبت کرتا ہے''۔ صحیح بخاری ط/۲۔ دارالسلام الریاض ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء ح (۶۱۷۱) صفحہ ۱۰۷۵۔

۲۰...... کیونکہ عقیدہ میں دوغلاپن۔ کفر پر رضامندی کی طرف لے جاتا ہے اور کفر سے اتفاق کفر ہے۔ حوالہ اکفار الملحدین از علامہ محمد انور شاہ کشمیری۔

۲۱...... اس موضوع کی تفصیل کے لیے ذات الٰہی کی جناب میں صفات قائمہ کے وجود کے بارے میں ماتریدی حضرات کی رائے سے رجوع کریں۔

۲۲...... صفات اور ذات کے تعلق کے بارے میں معتزلہ کی رائے کے لیے قاضی عبدالجبار کی کتاب ''المغنی فی ابواب العدل والتوحید'' سے رجوع کریں۔

۲۳...... جوہر، جسم اور دیگر الفاظ، فلسفہ کی اصطلاحات ہیں۔ ان میں لغوی معانی نہیں ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تھانوی کی ''کشاف اصطلاحات الفنون''۔

(سہ ماہی ''فکر و نظر'' اسلام آباد شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء)

☆......☆......☆

السیاسة وسیع کلمات فی العالم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ سوم

تیری رگ رگ کے لہو سے یہ عیاں ہوتا ہے
حضرتِ فاروق اعظم کا تو برخوردار ہے
(اختر شاہجہان پوری)

وقل رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين

الحياء شعبة من الإيمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ نسب

سید زوار حسین شاہ

☆☆

حضرت مجدد کا اسم گرامی: اسلام کے اس درویش باصفا مصلح اعظم کا نام نامی واسم گرامی احمد، لقب بدرالدین، کنیت ابوالبرکات، منصب خزینۃ الرحمۃ، قیوم زماں، مجدد الف ثانی، اور عرف امام ربانی، محبوب صمدانی تھا۔ آپ کا مذہب حنفی اور مسلک نقشبندیہ طریقہ تھا جو تمام سلاسل تصوف کا جامع ہے۔

نسب مبارک: آپ کی رگوں میں اس مشہور فاتح اعظم کا خون تھا جس نے مختصری فوج اور بے سروسامانی کے باوجود ظالم اور جابر بادشاہوں کو سرنگوں کر دیا تھا اور زور بازو، قوت اور تدبر سے عظیم ترین سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے اور اپنی روحانی قوتوں سے مستحکم تہذیبوں کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔

نسب تحریر کیا ہو اس شہِ گردوں مقامی کا
شرف خورشید پاسکتا نہیں جس کی غلامی کا
شہنشاہوں کے دل ہیبت سے جس کی ہوگئے پانی
وہی فاروق اعظم نام ہے جدِ گرامی کا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا نسب مبارک ستائیس واسطوں سے سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح منسلک ہے:۔

۱......حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ
۲......مخدوم شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ
۳......شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ

۴......شیخ عبدالحی علیہ الرحمۃ

۵......شیخ محمد علیہ الرحمۃ

۶......شیخ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ

۷......شیخ امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ (بانی، قلعہ سرہند شریف)

۸......شیخ نصیر الدین علیہ الرحمۃ

۹......شیخ سلیمان علیہ الرحمۃ

۱۰......شیخ یوسف علیہ الرحمۃ

۱۱......شیخ اسحاق علیہ الرحمۃ

۱۲......شیخ عبداللہ علیہ الرحمۃ

۱۳......شیخ شعیب علیہ الرحمۃ

۱۴......شیخ احمد علیہ الرحمۃ

۱۵......شیخ یوسف علیہ الرحمۃ

۱۶......شیخ شہاب الدین علیہ الرحمۃ (المعروف بہ فرخ شاہ کابلی)

۱۷......شیخ نصیر الدین علیہ الرحمۃ

۱۸......شیخ محمود علیہ الرحمۃ

۱۹......شیخ سلیمان علیہ الرحمۃ

۲۰......شیخ مسعود علیہ الرحمۃ

۲۱......شیخ عبداللہ واعظ اصغر علیہ الرحمۃ

۲۲......شیخ عبداللہ واعظ اکبر علیہ الرحمۃ

۲۳......شیخ ابوالفتح علیہ الرحمۃ

۲۴......شیخ اسحاق علیہ الرحمۃ

۲۵......شیخ ابراہیم علیہ الرحمۃ

۲۶......حضرت سالم علیہ الرحمۃ (شیخ ناصر یا شیخ عبداللہ)

۲۷.....حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

۲۸.....امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اگرچہ تعارف کی محتاج نہیں لیکن آپ کا تذکرہ یقیناً باعث برکت وحصول سعادت ہوگا اس لیے کہ آپ کو کئی اعتبار سے بڑی فضیلتیں حاصل ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کا سلسلہ نسب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس باکمال شخصیت پر ملتا ہے وہ کعب بن لوی ہیں جو خود ایک بلند مرتبہ شخصیت ہیں، کعب کی یہ عادت تھی کہ اکثر قریش کو جمع کر کے وعظ ونصیحت کیا کرتے اور ان کو اپنے فصیح وبلیغ قصیدوں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبریں دیتے اور مشتاق بناتے تھے ان کے قصیدے کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَّاتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ

فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِیْرُهَا

(یعنی تم غفلت ہی میں رہ جاؤ گے اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں گے وہ بہت سی خبریں سنائیں گے اور وہ خبریں دینے والے بہت سچے ہوں گے)

غرضکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے کعب تک اس طرح پہنچتا ہے:

۱.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۲.....الخطاب

۳.....نفیل

۴.....عبدالعزی

۵.....رباح

۶.....عبداللہ

۷.....قرط

۸.....زراح

۹..... عدی

۱۰......کعب

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب بھی آٹھ واسطوں سے کعب کے ساتھ اس طرح منسلک ہے:

(۱)حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

(۲)عبداللہ

(۳)عبدالمطلب

(۴)ہاشم

(۵)عبدمناف

(۶)قصی

(۷)حکیم المعروف بہ کلاب

(۸)مرہ

(۹)کعب بن لوی

یہاں تک سلسلہ نسب میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔اس کے بعد کا سلسلہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی وثوق کے ساتھ پیش نہیں کرسکتا اور اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اگرچہ بعض اصحاب سیر نے آگے کی تفصیل بیان کی ہے جسے ہم نے اپنی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' مطبوعہ کراچی میں پیش کردیا ہے۔

☆......☆......☆

مآخذ

۱......جمع الفوائد و حاشیہ التاج در بیان مناقب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابن اسحاق

۲......رحمۃ للعالمین از قاضی سلمان منصور پوری

۳......قصص القرآن از مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد کا شجرہ طریقت قادریہ صابریہ

مرزا غلام جیلانی پشاوری متخلص بہ صحیح سالم

☆☆

یہ شجرہ شریف مرزا غلام جیلانی پشاوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) نے منظوم کیا تھا جو کہ ان کے دیوان ''کلیات دیوان صحیح سالم پشاوری'' (صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴) میں شائع ہوا جسے مجلس قادریہ صابریہ پشاور نے طبع کیا، ہمیں اس کا عکس جناب محمد عبداللہ قادری صاحب کے ذریعے موصول ہوا جن کے ہم مشکور ہیں۔ (مرتبین)

یاالٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے ۔۔۔ رحم کر مجھ پر محمد مصطفٰے کے واسطے

گردش دوران سے ہوں دل تنگ یارب کیا کروں ۔۔۔ حل کرو مشکل مری مشکل کشا کے واسطے

دین و دنیا میں نہ کرنا مجھ کو یارب شرمسار ۔۔۔ حسن بصری خواجہ ہر دوسرا کے واسطے

بہر عبدالواحد حضرت خواجہ جن و بشر ۔۔۔ کھول دی میری زبان حمد و ثناء کے واسطے

کر فروزاں دل میں مرے نور عرفاں کا چراغ ۔۔۔ شاہ فضیل عالی نسب شمع بدر کے واسطے

کہ مرے دل کو الٰہی فقر کی دولت عطا ۔۔۔ خواجہ ابراہیم ادہم بادشاہ کے و اسطے

راہ نمائی کر مری گم کردہ ہوں راہ نجات ۔۔۔ شاہ امین الدین پیر راہنما کے واسطے

دستگیری کر مری ہوں غرق دریائے گناہ ۔۔۔ حضرت ممشاد خواجہ ۔۔۔۔ کے واسطے

خاتمہ بالخیر کر ایمان سلامت رکھ میرا ۔۔۔ خواجہ بو اسحاق شامی مقتدرا کے واسطے

رکھ مجھے ثابت قدم راہ شریعت پر مدام ۔۔۔ احمد ابدال چشتی راہنما کے واسطے

بو حمد کیلئے یارب عفاہ کرنا گناہ ۔۔۔ روتا ہوں ہر رات میں اپنی خطا کے واسطے

پر خطا ہوں رو سیاہ ہوں دام غم میں ہوں اسیر
بخشا مری خطا یوسف گدا کے واسطے

یاالٰہی خواجہ مودود چشتی کے طفیل
دی مجھے صدق و صفا دل کے جلا کے واسطے

بہر حضرت خواجۂ حاجی شریف احمد مجی
کر عطا علم و عمل صبح دعا کے واسطے

ظلمت عصیاں ہٹا کر دے میرے دل کو جلا
حضرت عثمان ہروی با صفا کے واسطے

درد و غم رنج والم سے دے مجھے یارب نجات
شاہ معین الدین چشتی پیشوا کے واسطے

نفس شیطان کے شرارت مجھے محفوظ رکھ
خواجہ قطب الدین خیر الاتقیا کے واسطے

گنج عرفاں دے مجھے افلاس دوران سے چھڑا
شاہ فرید الدین شاہ اصفیاء کے واسطے

یاالٰہی دے مجھے توفیق اعمال حسن
شاہ نظام الدین شاہ اولیاء کے واسطے

عشق کے آتش سے مرے دل کو دے سوز و گداز
شاہ نصیرالدین چراغ اتقیا کے واسطے

خواجہ گیسو دراز عارف کے خاطر کر عطا
دل کو مرے ورد اپنا ہر صبا کے واسطے

فضل و احسان سے ہٹادے پردۂ نالوت کو
شاہ علاالدین اودی پیشوا کے واسطے

چشم وحدت میں مجھے دے سر پنہاں کر عیان
شیخ صدر الدین اودی بوالعلا کے واسطے

بہر حضرت شیخ صاحب بندگی ہے جن کا نام
دے مجھے توفیق خیر اپنی رضا کے واسطے

فقر کے دولت سے مجھ کو کر الٰہی بہرہ ور
حضرت درویش خواجہ پارسا کے واسطے

زنگ کلفت کر مرے آئینۂ دل سے جدا
حضرت قدوس خواجہ باصفا کے واسطے

ماسوا کے فکر سے یارب فراغت کر عطا
خواجہ رکن الدین عالم مقتدا کے واسطے

روز محشر نہ کرنا خلق میں رسوا مجھے
حضرت عبدالاحد صاحب حیاء کے واسطے

حضرت احمد مجدد الف ثانی کے طفیل
قصر جنت کر عطا روز جزا کے واسطے

سالم خستہ جگر کی ہے یہی یارب دعا
نور ایمان کر عطا دل کی ضیاء کے واسطے

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ ہائے طریقت

سیّد محمد عبداللہ قادری

☆☆

حضرت شیخ ابو البرکات بدر الدین احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ۲۶/جون ۱۵۶۴ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے والد گرامی قدر کا نام حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ تھا۔ ۲۸ واسطوں سے شجرہ نسب حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، سیالکوٹ میں حضرت مولانا کمال کشمیری علیہ الرحمۃ اور مولانا یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے علوم فقہ اور کتب حدیث شریف پڑھیں۔ سترہ برس کی عمر میں مروجہ علوم ظاہری سیکھ لیے۔ درس تدریس کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔

اکبر آباد (آگرہ) بھی گئے وہاں ابوالفضل اور فیضی جیسے صاحب علم سے بھی ملاقات ہوئی قیام اکبر آباد کے دوران ہلال عید کے بارے میں لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا بعض نے روزہ رکھا بعض نے نہ رکھا۔ اکبراعظم نے بغیر کسی شرعی تصدیق کے روزہ افطار کروادیا۔ اتفاق سے ابوالفضل کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے ہوئی تو اُسے معلوم ہوا کہ حضرت روزے سے ہیں ابوالفضل نے مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ نے بادشاہ کے حکم کے خلاف بغاوت کی ہے۔ حضرت نے فرمایا ''بادشاہ بے دین است اعتبارے نہ دارد'' یہ بات سن کر ابوالفضل شرمندہ ہوگیا آپ کی شادی تھانسیر کے شیخ سلطان کی صاحبزادی سے ہوئی۔

آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے انہیں چشتیہ اور قادریہ سلسلہ کے خرقے عطا کیے جو انہیں چشتیہ سلسلہ کا خرقہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ اور قادریہ سلسلہ کا خرقہ حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے عطا

کیے تھے۔ حج بیت اللہ شریف کی غرض سے دہلی کا سفر اختیار کیا وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی اُن کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے انہیں خلافت سے نوازا۔

مغل بادشاہ اکبر اعظم کے خود ساختہ دین الٰہی کی بیخ کنی میں موثر کردار ادا کیا اور اُس کی پاداش میں ایک سال تک قلعہ گوالیار میں قید و بند کی صعوبت برداشت کی بعد رہائی اجمیر شریف گئے وہاں سے سرہند۔

حضرت مجدد الف ثانی، امام ربانی علیہ الرحمۃ نے ۵۳۶ مکتوبات تحریر کیے جو تین جلدوں پر مشتمل ہیں۔

دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہوئے ایک شدید حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ ۱۰ ردسمبر ۱۶۲۴ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے (اناللہ وانا الیہ راجعون) [1]

آپ بہت سے سلسلہ ہائے طریقت سے فیض یاب ہوئے ہیں جن کا مختصر ساذکر کیا جا رہا ہے۔ ان سلسلہ ہائے طریقت کے شجروں میں آپ کا بھی نام نامی شامل ہے خانقاہ عالیہ زکوڑی شریف ڈیرہ اسماعیل خاں کے موجودہ سجادہ نشین حضرت ڈاکٹر محمد خالد رضا (ایم بی بی ایس) پیر زکوڑی شریف ہیں۔

مارچ ۲۰۰۴ء میں تذکرہ ''مہر صفا'' حضرت پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف منظر عام پر آیا ہے۔ مصنف پروفیسر فیض اللہ منصور صاحب ہیں نظر ثانی و تدوین پروفیسر محمد وحید الدین خان نے کی ہے۔ ناشر مسلم لیگ رائٹرز اکیڈمی شام نگر لاہور۔ اس کتاب میں سلاسل ہائے طریقت تو نہیں دیے گئے۔ جن کی کمی برقرار رہے گی خانقاہِ عالیہ زکوڑی شریف کے علمی نوادرات کا بھی ذکر ہے۔ [2]

(۱) تحفۃ الاولیاء (۲) تحفۃ المرشد (۳) ہدایت الطالبین (۴) سلاسل اربعہ (۵) سلاسل ستہ یہ تمام چیزیں راقم السطور کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان کی موجودگی کا سبب یہ ہے کہ میرے والدِ گرامی سیّد نور محمد قادری علیہ الرحمۃ ۱۹۷۶ء میں حضرت پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف سے ملنے زکوڑی گئے تھے۔ سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ اور حضرت پیر زکوڑی شریف میں خط و کتابت بھی رہی ہے جو فقیر کے پاس محفوظ ہے۔ میری پیر محمد عبداللطیف صاحب علیہ الرحمۃ سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ اُن کے اکلوتے صاحبزادہ ڈاکٹر محمد خالد رضا مدظلہ' سے ملاقات ہوئی ہے وہ اس لیے کہ میں ستمبر ۱۹۸۱ء تا نومبر ۱۹۸۳ء لاہور میں C.M.P میں بطور ملازم کام کرتا رہا ہوں۔ میری قیام گاہ مطب حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری قادری علیہ الرحمۃ (م۔ نومبر ۱۹۹۹ء) ۵۵ ریلوے روڈ لاہور کی اوپری والی منزل میں تھی مطب سے سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں اور ایک دروازہ باہر سڑک کی طرف بھی تھا۔ بات لمبی ہوگئی ہے

اگر کسی طریقہ سے نوادرات، خانقاہ عالیہ زکوڑی کو از سر نو شائع کر دیا جائے تو نقشبندی مجددی حضرات کے لیے تحفہ سے کم نہ ہونگے۔ سلاسل ستہ کی اشاعت کا اہتمام صوفی رضا خاں مروت المعروف بہ رُضو گل گور نے کیا جو مذہباً حنفی طریقتاً نقشبندی وقادری چشتی وسہروردی۔ اب سلاسل ملاحظہ ہوں۔

۱...... سلسلہِ قادریہ مُجددیہ:۔

یہ سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ۔ حضرت رکن الدین گنگوہی علیہ الرحمۃ حضرت مخدوم عبدالاحد علیہ الرحمۃ سے ہوتا ہوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی تک پہنچتا ہے شجرہ کے آخر میں تحریر ہے۔ الٰہی بحرمت این بزرگان از جرائم محمد جلال الدین درگزر[۳]

۲...... سلسلہِ چشتیہ نظامیہ مجددیہ:۔

یہ سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضرت شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے ہوتا ہوا حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی، حضرت مخدوم عبدالاحد سرہندی۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی علیہ الرحمۃ تک پہنچ جاتا ہے۔ شجرہ کے آخر میں تحریر ہے۔ الٰہی بہ برکت دوستان خود بر عاصی کمترین محمد جلال الدین۔ محمد جلال الدین صاحب نے ایک شعر بھی تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بہ پیران طریق پاک چشتی
خدایا کن رضو گلّ را بہشتی[۴]

۳...... سلسلہ سہروردیہ شہابیہ مجددیہ معصومیہ:۔

یہ سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضرت شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ، حضرت حبیب عُجمی علیہ الرحمۃ، حضرت داود طائی علیہ الرحمۃ سے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ صدرالدین علیہ الرحمۃ، حضرت رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمۃ۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت حضرت سید جلال الدین علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ اجمل علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ بڈھن علیہ الرحمۃ

حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ لودھی۔حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی علیہ الرحمۃ۔شیخ عبدالاحد سرہندی سے ہوتا ہوا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تک پہنچتا ہے۔[۵]

۴......سلسلہ سہرور دیہ کبرویہ مجددیہ معصومیہ:۔

حضرت شفیع المذنبین امام الاولیاو المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔حضرت امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ۔حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمۃ۔ حضرت داود طائی علیہ الرحمۃ۔حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ۔حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ۔حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ ابوعلی رُود باری علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ ابوعلی کاتب علیہ الرحمۃ۔ حضرت عثمان مغربی علیہ الرحمۃ۔حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی علیہ الرحمۃ۔حضرت ابوبکر نساج علیہ الرحمۃ۔ حضرت احمد غزالی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ ابوالجنیب عبدالقاھر سہروردی۔حضرت شیخ عمار بن یاسر علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ رُوز بُہان بقلی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ ابوالجناب عمر بن محمد نجم الدین کُبری علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ مجدالدین علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ رضی الدین علی لالاغزنوی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ جمال الدین احمد جورپانی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ عبداللہ غربی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ علاء الدولۃ سمنانی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ تقی الدین دوستی سمنانی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ شرف الدین محمود مُزدقانی علیہ الرحمۃ۔حضرت امیر سید علی ھمدانی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ اسحاق ختلانی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ عبداللہ بررش آبادی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ رشیدالدین محمد بیداوازی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ شاہ علی بیداوازی۔حضرت شیخ حاجی محمد مینوشانی علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ۔امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ محمد معصوم علیہ الرحمۃ۔[۶]

۵......سلسلہ مداریہ مجددیہ:۔

خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت عبداللہ علمدار علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ یمین الدین شامی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ عین الدین شامی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ طیفور شامی علیہ الرحمۃ۔حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدار علیہ الرحمۃ

حضرت شیخ اجمل بھڑانچی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ بڈھن بھڑانچی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت درویش محمد قاسم اُودھی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ ۔ [7]

۶......سلسلہ قلندریہ مجددیہ:۔

شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ حضرت عبدالعزیز مکی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت سید خضر رومی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت سید نجم الدین بن قطب الدین قلندر علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ قطب الدین دلِ بینا علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شاہ محمد بن قطب الدین جون پوری علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ عبدالسلام علی شاہ علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ۔ [8]

۷......سلسلہِ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ:۔

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ امیر المومنین حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ حضرت امام محمد جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ حضرت سلطان العارفین ۔ حضرت خواجہ بایزید بُسطامی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ ابُوعلی فارمدی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ محمد باباسماسی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ سید امیر کلال علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاء الدین نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ ۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ ۔ حضرت مولانا محمد زاہد علیہ الرحمۃ ۔ حضرت مولانا محمد درویش علیہ الرحمۃ ۔ حضرت مولانا محمد خواجگی امکنگی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت باقی باللہ خواجہ محمد عبدالباقی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ ۔ حضرت ایشان عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ [9]

مرزا غلام جیلانی قادری چشتی سالم پشاوری (م ۱۹۱۸ء) نے ایک دیوان اپنے قلم سے تحریر کیا۔ جولائی ۱۹۹۸ء میں ''کلیات صحیح سالم پشاوری'' کو مجلس قادریہ صابریہ ۱۳۳۳ یکہ توت شریف پشاور شہر نے

شائع کیا ہے۔کلیات میں فارسی، اردو اور پنجابی شاعری موجود ہے "کلیات صحیح سالم پشاوری" کی ایک اہمیت یہ ہے کہ مرزا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کے قلمی نسخہ کا عکس ہے۔ انہوں نے کلیات میں سلسلہ قادری کا شجرہ بھی تحریر کیا ہے جو ۱۳۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ ۔حضرت احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ۔حضرت معصوم علیہ الرحمۃ کا یوں ذکر کیا ہے۔

روز محشر نکرنا خلق میں رسوا مجھے
حضرت عبدالاحد صاحب حیا کے واسطے
حضرت احمد مجدد الف ثانی کے طفیل
قصر جنت کر عطا روز جزا کے واسطے
افتاب معرفت کر دل میں میرے جلوہ گر
حضرت معصوم عصمت انتما کے واسطے(ص ۱۵۴)[۱۰]

مزید تحریر کرتے ہیں:۔

بحق آنکہ او عبدالاحد بود
قبول درگہی حضرت صمد بود
بحق آں مجدد الف ثانی
کہ آں واقف سرنہانی (ص ۲۱۵)[۱۱]

حضرت ذوالمنن نواب نورالحسن خاں نے ایک رسالہ سلاسل اولیاء مرتب کیا جو حب رسول (تقریر حضرت حسن میاں بن حکیم شاہ محمد سلیمان قادری چشتی) کے آخر میں شامل ہے۔ مطبع انوار محمدی لکھنو سے چھپا ہے۔ص ۲۹ تا ص ۳۴ پر محیط ہے۔اس میں کئی جگہوں پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا بھی ذکر خیر ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بعد حمد وصلوٰۃ واضح باد کہ این تذکرہ است مختصر از سلاسل اولیاء کہ فقیر راقم نورالحسن کان اللہ لہ از کتب مستندہ

درین اوراق ہم آوردہ تا از جامعیت حضرات نشانے بر صفحہ روزگار بماند مخفی مبارکہ سلسلہ خاندان نقشبندیہ و قادریہ سابقاً در ضمن رسائل ذکر نمودہ ایم الحال سلسلہ سہروردیہ چشتیہ مرقوم می شود باید دانست کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ و حضرت عبدالقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ جامع تر درین طریقہ بودہ اند بیشتر طرق اولیاء اللہ را پس حضرت مجدد را در طریقہ سہروردیہ و چشتیہ اجازت از والد ماجد ایشان حضرت مخدوم عبدالاحد رسیدہ و ایشان را از حضرت شیخ رکن الدین و ایشان را از حضرت عبدالقدوس گنگوہی و ایشان را از حضرت درویش بن قاسم اوربی و ایشان را از حضرت سید بڈھن بہرائچی و ایشان را از حضرت سید اجمل بہرائچی و ایشان را از حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہم''

''خاندان قادریہ حضرت مجدد را انتسابے ست بوالد ماجد ایشان شیخ عبدالاحد و ایشان را بحضرت شاہ کمال کیتھلی الخ حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ را انتساب ست بحضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی المخزومی و ایشان را بشیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری و ایشان را بشیخ ابوالفرح الطرسوسی و ایشان را بہ شیخ ابوالفضل عبدالوحد بن عبدالعزیز التمیمی و ایشان را بشیخ ابی بکر الشبلی و ایشان را بحضرت جنید الخ باید دانست کہ حضرت معروف کرخی را انتسابے ست بحضرت داؤد طائی و ایشان را بحضرت حبیب عجمی و ایشان را بحضرت حسن بصری الخ و حضرت ابوالنجیب سہروردی را انتسابے است بحضرت شیخ احمد غزالی و ایشان را بحضرت ابوبکر نساج را بحضرت ابوالقاسم کرگانی الخ''۔[۱۲]

غوث زمان حضرت قاضی سلطان محمود قادری ابن حضرت غلام غوث علیہ الرحمۃ (۱۸۷۳ء۔۱۹۱۹ء) آوان شریف ضلع گجرات (پنجاب) پاکستان کے روحانی پیشوا تھے۔ شمس العارفین حضرت خواجہ اخوند

عبدالغفور قادری سوات شریف (۱۷۹۴ء۔۱۸۷۷ء) کے خلیفہ مجاز تھے۔ اپنے مرشد کے حکم پر شہنشاہ گجرات حضرت سیّد کبیر الدین شاہدولہ دریائی سہروردی (م ۔۱۰۸۵ھ) سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات قلمی ''مناقب محمودیہ'' ۳ جلدوں پر مشتمل ہے جس کا اختصار ۴۶۸ صفحات پر مشتمل ہے جسے ۱۹۶۴ء میں استقلال پریس لاہور سے شائع کیا گیا۔ سوانح کے مرتب نواب معشوق یار جنگ بہادر بی اے علیگ کمشنر حیدر آباد دکن ہیں حواشی مولوی برکت علی شہید نے تحریر کیے ''مقامات محمود'' میں ایک نظم بعنوان ھشت لوائے غوث اعظم علیہ الرحمۃ موجود ہے۔ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ مولوی نیاز محمد خاں ایڈووکیٹ دھوگڑی جالندھر (سرسید احمد خان کے دوست) نے بتایا کہ مجھے قبلہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے سات بزرگوں کے نام لے کر بتایا کہ اگر مشکل پڑھ جائے تو ان بزرگوں کے نام لے کر دعا مانگی جائے تو بفضلہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ میں نے سات بزرگوں کے ناموں کے ساتھ قاضی صاحب کے نام کا اضافہ کر دیا ہے۔ نظم ملاحظہ فرمائیں۔

ھشت لوائے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

☆

سبحان اللہ جل وعلا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المعلی المتجلی فی الارض والسماء فباسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المدد چشم و چراغ قادری می سزد درخواجگانت خواجگی

اے رخت عکس جمال احمدی المدد اے نورذاتِ سرمدی

المدد اے تشنگان را کوثری کشتگان را جان وجان را دلبری

المدد درماندگان راہستے عاشقی را طرح نوانداختی

شعلہ ہائے خیزد زآہِ سرد تو توکہ زر تشتی مگر یا آزری

ازفیوضت کعبۂ من شد او ان مظہر حق چوں توئی قبلہ توئی

باسگ کویت ایازی می کنم المدد سلطان محمود ولی

سرنوشت واژگون را خوشنویس ایکہ نو قاضی امیر مقتضی

ایکہ چشم التجا وقف درت | دست و لب بکشا و زلف عنبری
درصوات آخوند شہ عبدالغفور | تختِ فقر و شرع را زینت دہی
ازسرکون ومکان ہم بگزرم | گوشہ چشم سخا گرافگنی
پیر عبداللہ غازی المدد | شیر غرانی لوائے قادری
یکہ نگہ اے مستِ صہبای شہود | یا کبیرالدین شاہدولہ ولی
در فضائے لامکان پرواز تو | برتر از کرسی و عرش منتہی
کشتی من غرق شد در آب نیل | ہین بزن ضرب عصای موسوی
حضرت احمد مجدد المدد | الف ثانی را ضیای اولی
اے ترا ہر آن خوشحال دگر | دہ ز خوشحالی مراہم اگہی
اے بہاء الدین شاہ نقشبند | نقش بندد دین من از کافری
رکن دین من ز جانم شد جدا | توکہ رکن الدین رکن العالمی

یا بہاء الدین بہاء الحق مدد
بر محیط دل شہاب ثاقبی [13]

☆......☆......☆

حواشی

۱......اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلددوم ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۴۱۲

۲......مہر صفا۔حضرت پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف۔ مصنف پروفیسر فیض اللہ منصور ناشر مسلم لیگ رائٹرز اکیڈمی ۱۷/۱۲ شام نگر، لاہور

۳......سلاسل ستہ، از محمد جلال الدین، باہتمام صوفی رضا خاں مروت المعروف بہ رضوگل مطبع براھمن سٹیم پریس لاہور سن ندارد ص ۵

۴...... ایضاً ص ۱۱

۵......ایضاً ص ۱۷

۶......ایضاً ص ۲۴

۷......ایضاً ص ۲۸

۸......ایضاً ص ۳۲

۹......سلاسل اربعہ از محمد جلال الدین۔ مطبع براھمن سٹیم پریس لاہور ص ۲ تا ۷

۱۰......کلیات، دیوان صحیح سالم پشاوری از مرزا غلام جیلانی قادری چشتی (م ۱۹۱۸ء) ناشر مجلس قادریہ صابریہ ۱۳۳۲۔ چوک خواجہ شہد مرد اندرون یکہ توت پشاور، ص ۱۵۴

۱۱......ایضاً ص ۲۱۵

۱۲......حب رسول (تقریر حسن میاں بن حکیم شاہ محمد سلیمان قادری) معہ سلاسل اولیاء از نواب نور الحسن خاں مطبع انوار محمدی لکھنو سن ندارد ص ۲۹ تا ۳۲

۱۳...... مقامات محمود، مرتب نواب معشوق یار جنگ بہادر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۸۴، ۳۸۵

☆......☆......☆
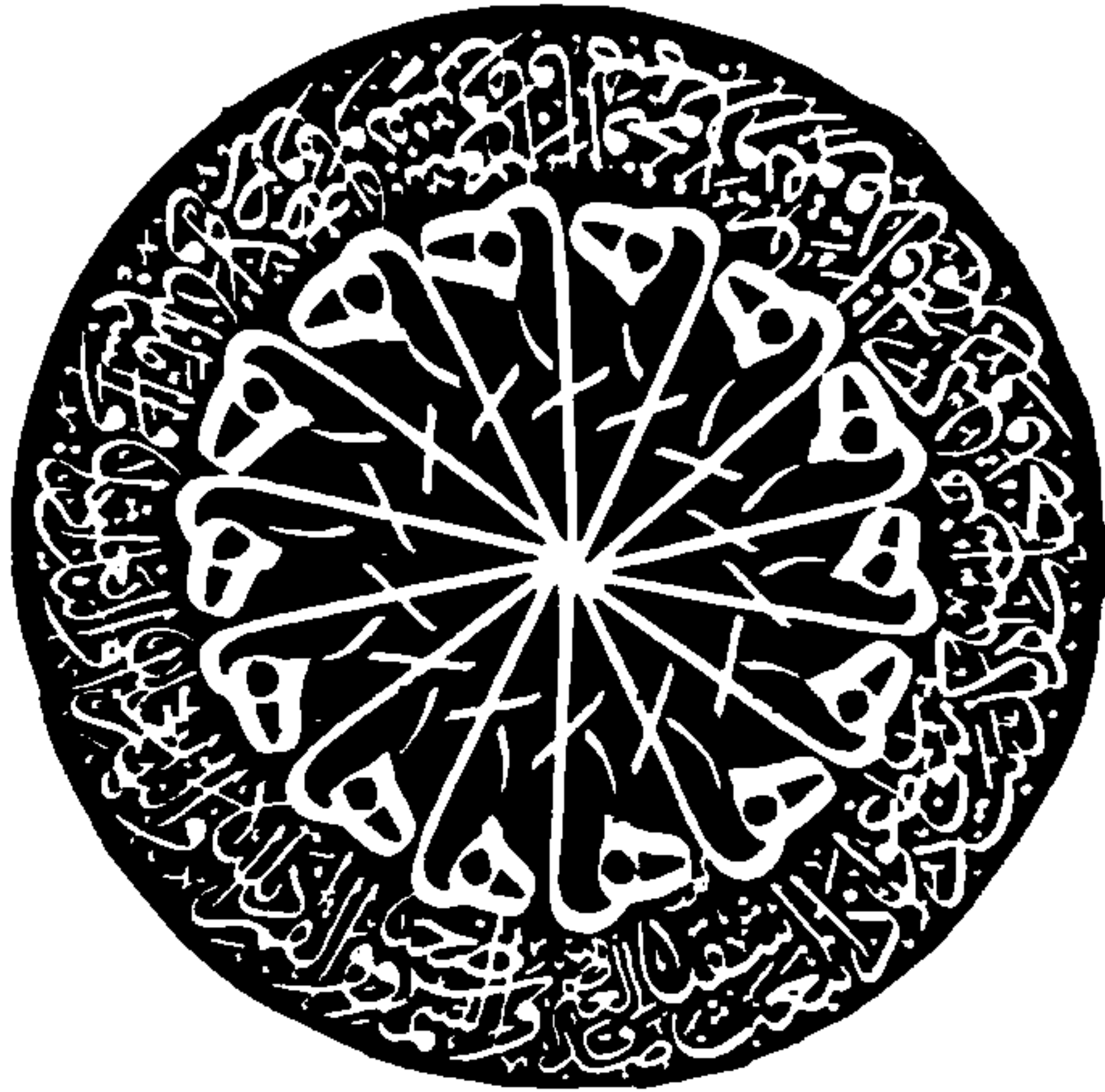
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کے اربعہ سلاسل طریقت

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

(مدیر اعزازی، ماہنامہ المظہر، کراچی/ کالم نگار جنگ، کراچی)

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو متعدد مشائخ سے مختلف سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا جن میں سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ نمایاں ہیں...... سب سے پہلے غالباً اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ کے ذریعے سلسلہء سہروردیہ سے مستفیض ہوئے اس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحد علیہ الرحمۃ کے ذریعے سلسلہء چشتیہ و قادریہ سے پھر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے ذریعے سلسلہء نقشبندیہ سے اور آخر میں پھر حضرت شاہ سکندر علیہ الرحمۃ کے ذریعے سلسلہء قادریہ سے[1]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ان سلاسل میں اپنے اکتساب فیض کا خود اس طرح ذکر فرمایا ہے:

''ارادت من بمحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسائط کثیرہ است، در طریقہء نقشبندیہ بیست و یک واسطہ درمیان ست و در طریقہء قادریہ بیست و پنج و در طریقہء چشتیہ بیست و ہفت[2]۔''

میری ارادت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت سے واسطوں سے ہے طریقہء نقشبندیہ میں اکیس واسطوں سے، طریقہء قادریہ میں پچیس اور چشتیہ میں ستائیس واسطے درمیان میں

ہیں

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ''زبدۃ المقامات'' اور ''مکاشفات عینیہ'' (مکاشفات غیبیہ) میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے شجرہ ہائے طریقت کے ضمن میں سلاسل چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کے شجرے پیش کیے ہیں۳......خواجہ بدرالدین سرہندی نے ''حضرات القدس'' میں سلاسل طریقت کا ذکر کیا ہے۴......سید زوار حسین شاہ، قاضی عالم الدین نقشبندی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور مرزا غلام جیلانی پشاوری کے علاوہ متعدد مصنفین نے اپنی تصانیف میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے سلاسل طریقت کے حوالے سے لکھا ہے۵......سب سے اہم کام ملک محمد اقبال نے کیا، موصوف نے ''شجرۂ عالیہ سلسلہ نقشبندیہ ورابطہ بہ سلاسل دیگر'' کے عنوان سے ایک شجرہ مرتب کیا جس میں حضرت مجدد کی سلاسل اربعہ سے نسبت، ان سلاسل کے مشائخ کے نام اور بعض کے سنہ وصال کو جمع کیا ہے، جسے انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان، (راولپنڈی/اسلام آباد) نے خواجہ محمد پارسا کے ''رسالہ ءقدسیہ'' کے ساتھ شائع کیا، جبکہ یہی شجرہ ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی نے لاہور سے اشتہار کی صورت میں بھی چھاپ کر تقسیم کیا تھا۶......

پیش نظر مقالے میں ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اربعہ سلاسل طریقت کے مشائخ کے اسماء گرامی مع سنین وصال پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، سعادت اس لیے کہ اس سے قبل اس موضوع پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی سنین وصال کا اہتمام نہ فرمایا......اسماء الرجال اور سنین وصال کی تحقیق میں قبل ازیں مذکورہ کتب کے علاوہ دیگر مآخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن کے تفصیلی حوالہ جات آخر میں درج ہیں......حضرت مجدد الف ثانی ان سلاسل سے جس ترتیب سے مستفیض ہوئے ہم نے وہی ترتیب بیان کرنے میں ملحوظ رکھی ہے۔

سلسلہ سہروردیہ مجددیہ

☆

۱......سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — ۱۲ربیع الاول ۱۱ھ

۲......امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم — ۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ھ

۳......حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ — ۱۲ر محرم الحرام ۱۱۰ھ

نام	وفات
۴.....حضرت شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ	۱۲۰ھ
۵ حضرت شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ	۱۷۵ھ
۶.....حضرت شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ	محرم الحرام ۲۰۰ھ
۷.....حضرت ابوالحسن سری سقطی علیہ الرحمۃ	۳؍رمضان المبارک ۲۵۳ھ
۸.....سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ	۱۷؍رجب المرجب ۲۹۷ھ
۹.....حضرت علوممشاد دینوری علیہ الرحمۃ [۷]	۱۴محرم الحرام ۲۹۸ھ
۱۰.....حضرت خواجہ ابواسحٰق شامی علیہ الرحمۃ	۱۲؍ربیع الاول ۳۲۹ھ
۱۱.....حضرت خواجہ ابواحمد دینوری علیہ الرحمۃ [۸]	جمادی الثانی ۳۵۵ھ
۱۲.....حضرت شیخ ابومحمد بن شیخ عبداللہ عمویہ علیہ الرحمۃ	رجب المرجب ۴۱۱ھ
۱۳.....حضرت شیخ عبداللہ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ	....
۱۴.....ابونجیب حضرت شیخ ضیاء الدین علیہ الرحمۃ [۹]	۱۲؍جمادی الثانی ۵۶۳ھ
۱۵ .....حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ	۶۳۴ھ
۱۶ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ [۱۰]	۶۶۶ھ
۱۷ حضرت شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمۃ	۶۸۶ھ
۱۸.....ابوالفتح حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ	۷۳۲ھ
۱۹.....مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ	۷۸۱ھ
۲۰ ..... حضرت سید احمد (سید اجمل) علیہ الرحمۃ	... .
۲۱.....حضرت سید بڈھن شاہ علیہ الرحمۃ [۱۱]	۸۹۹ھ
۲۲ حضرت درویش محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ [۱۲]	۹۹۷ھ
۲۳..... حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ	۹۴۴ھ
۲۴..... حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ	۹۸۳ھ
۲۵.....حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ	۱۰۰۷ھ

۲۶......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ — ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ

سلسلہء چشتیہ مجددیہ

☆

۱......رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
۲......امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ
۳......حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ	۱۳ محرم الحرام ۱۱۰ھ
۴......حضرت شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ	۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ھ
۵......حضرت شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ	۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ
۶......حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ	۲۶۱ھ
۷......حضرت شیخ حذیفہ مرعشی علیہ الرحمۃ	۱۴ شوال المکرم ۲۷۴ھ
۸......حضرت شیخ ابوہبیرہ بصری علیہ الرحمۃ	۸ شوال المکرم ۲۸۷ھ
۹......حضرت شیخ علو ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ	۱۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ
۱۰......حضرت شیخ ابواسحٰق شامی علیہ الرحمۃ	۱۲ ربیع الاول ۳۲۹ھ
۱۱......حضرت شیخ ابواحمد چشتی علیہ الرحمۃ	۳۵۵ھ
۱۲......حضرت شیخ ابومحمد چشتی علیہ الرحمۃ	۴۱۱ھ
۱۳......حضرت شیخ ابویوسف چشتی علیہ الرحمۃ	۳ رجب المرجب ۴۵۹ھ
۱۴......حضرت شیخ مودود چشتی علیہ الرحمۃ	۵۲۷ھ
۱۵......حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ	۱۰ رجب المرجب ۶۱۲ھ
۱۶......حضرت شیخ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ	۶۱۷ھ
۱۷......خواجہء خواجگان خواجہ معین الدین چشتی سجزی علیہ الرحمۃ ۱۳	۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ
۱۸......حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ	۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ
۱۹......حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ	محرم الحرام ۶۶۴ھ

۲۰......حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمۃ [۱۴]	۶۹۰ھ
۲۱......حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی علیہ الرحمۃ [۱۵]	۷۱۸ھ
۲۲......حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتی علیہ الرحمۃ [۱۶]	۷۶۵ھ
۲۳......حضرت خواجہ احمد عبدالحق ردولوی علیہ الرحمۃ [۱۷-۱۸]	۸۳۶ھ
۲۴......حضرت شیخ محمد عارف علیہ الرحمۃ [۱۹]	۸۵۵ھ
۲۵......حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ	۹۴۴ھ
۲۶......حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ	۹۸۳ھ
۲۷......حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ	۱۰۰۷ھ
۲۸......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ	۲۸/صفر المظفر ۱۰۳۴ھ

سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ

☆

۱......شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ
۲......امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳/جمادی الثانی ۱۳ھ
۳......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰/رجب المرجب ۳۳ھ
۴......حضرت قاسم بن محمد بن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۲۴/جمادی الاول ۱۰۱ھ
۵......حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۵/رجب المرجب ۱۴۸ھ
۶......حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ	۱۵/شعبان المعظم ۲۶۱ھ
۷......حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ	۱۵/محرم الحرام ۴۲۵ھ
۸......حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی علیہ الرحمۃ	۴/ربیع الاول ۴۷۷ھ
۹......حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی علیہ الرحمۃ	۲۷/رجب المرجب ۵۳۵ھ
۱۰......حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ	۱۲/ربیع الاول ۵۷۵ھ

۱۱۔۔۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری علیہ الرحمۃ	یکم شوال المکرّم ۶۱۶ھ
۱۲۔۔۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی علیہ الرحمۃ [۲۰]	۱۷؍ربیع الاول ۷۱۱ھ
۱۳۔۔۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی علیہ الرحمۃ	۲۸؍ذیقعدہ ۷۱۵ھ
۱۴۔۔۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی علیہ الرحمۃ	۱۰؍جمادی الثانی ۷۵۵ھ
۱۵۔۔۔ حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلال علیہ الرحمۃ	۸؍جمادی الاول ۷۷۲ھ
۱۶۔۔۔ خواجہ خواجگان حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ	۳؍ربیع الاول ۷۹۱ھ
۱۷۔۔۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ [۲۱]	۲۵؍صفر المظفر ۸۵۱ھ
۱۸۔۔۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ	۲۹؍ربیع الاول ۸۹۵ھ
۱۹۔۔۔ حضرت خواجہ محمد زاہد علیہ الرحمۃ	یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ
۲۰۔۔۔ حضرت خواجہ درویش محمد علیہ الرحمۃ	۱۹؍محرم الحرام ۹۷۰ھ
۲۱۔۔۔ حضرت خواجہ محمد امکنگی علیہ الرحمۃ	۲۲؍شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ
۲۲۔۔۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ	۲۵؍جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ
۲۳۔۔۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ [۲۲]	۲۸؍صفر المظفر ۱۰۳۴ھ

سلسلہء قادریہ مجددیہ

☆

۱۔۔۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ
۲۔۔۔ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ
۳۔۔۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ربیع الاول ۵۰ھ
۴۔۔۔ سید السادات حضرت حسن مثنیٰ قدس سرہٗ [۲۳]	۱۷؍رجب المرجب ۹۷ھ
۵۔۔۔ حضرت سید عبد اللہ المحض علیہ الرحمۃ [۲۴]	۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۵ھ
۶۔۔۔ حضرت سید شاہ موسیٰ الجون علیہ الرحمۃ [۲۵]	۶؍ربیع الثانی ۲۱۳ھ

۷.....حضرت سید عبداللہ المورث (سید عبداللہ ثانی) علیہ الرحمۃ[۲۶]	جمادی الثانی ۱۵۶ھ
۸.....حضرت سید موسیٰ ثانی علیہ الرحمۃ[۲۷]	صفر المظفر ۲۸۸ھ
۹.....حضرت سید داؤد علیہ الرحمۃ[۲۸]	۱۲ر شعبان المعظم ۳۲۱ھ
۱۰.....حضرت سید مورث علیہ الرحمۃ[۲۹]	۱۷ر ربیع الاول ۴۱۵ھ
۱۱.....حضرت سید یحییٰ زاہد علیہ الرحمۃ[۳۰]	۲۴ر رمضان المبارک ۴۳۰ھ
۱۲.....حضرت سید عبداللہ جیلی علیہ الرحمۃ[۳۱]	ربیع الاول ۴۷۲ھ
۱۳.....حضرت سید موسیٰ جنگی دوست علیہ الرحمۃ[۳۲]	۱۱ر ذی القعدہ ۴۸۹ھ
۱۴.....حضرت سید ابوصالح علیہ الرحمۃ[۳۳]	۱۱ر ذی القعدہ ۴۸۹ھ
۱۵.....حضرت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ	۱۱ر ربیع الثانی ۵۶۱ھ
۱۶.....حضرت سید عبدالرزاق قادری علیہ الرحمۃ	۶ر شوال المکرّم ۶۰۳ھ
۱۷.....حضرت سید شرف الدین علیہ الرحمۃ	۷۷۱ھ
۱۸.....حضرت سید عبدالوہاب علیہ الرحمۃ	۱۸ر شعبان المعظم ۷۹۹ھ
۱۹.....حضرت سید بہاء الدین علیہ الرحمۃ	۱۸ر رمضان المبارک ۸۰۳ھ
۲۰.....حضرت سید عقیل شاہ علیہ الرحمۃ	۱۶ر رمضان المبارک ۸۳۳ھ
۲۱.....حضرت سید شمس الدین صحرائی علیہ الرحمۃ	۱۵ر ربیع الثانی ۸۹۹ھ
۲۲.....حضرت سید گدا رحمٰن علیہ الرحمۃ	۴ر جمادی الاول ۸۹۸ھ
۲۳.....حضرت شاہ فضیل علیہ الرحمۃ	۱۷ر محرم الحرام ۹۹۹ھ
۲۴.....حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ	۱۳ شعبان المعظم ۱۰۰۳ھ
۲۵.....حضرت شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمۃ	۲۷ر رجب المرجب ۱۰۳۳ھ
۲۶.....حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ[۳۴]	۲۸ر صفر المظفر ۱۰۳۴ھ

حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے والد ماجد سے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں اجازت وخلافت تھی[۳۵] اور انہیں شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ سے اجازت تھی۔ حضرت شیخ رکن الدین نے ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء میں

حضرت شیخ عبدالاحد کو سلسلہ قادریہ میں جو اجازت نامہ عطا فرمایا تھا، اس میں مشائخ طریقت کی ترتیب اس طرح ہے جو کہ ''زبدۃ المقامات'' میں بھی درج ہے......

۱......محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ
۲......امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱/رمضان المبارک ۴۰ھ
۳......حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰/محرم الحرام ۶۱ھ
۴......حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶/ذی الحجہ ۱۱۴ھ
۵......حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رجب المرجب ۱۴۸ھ
۶......حضرت شیخ علی بن موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ	رمضان المبارک ۲۰۸ھ
۷......حضرت شیخ سلیمان داؤد طائی علیہ الرحمۃ ۳۶	۱۶۵ھ
۸......حضرت شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ	۲۰۰ھ
۹......حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ	۳/رمضان المبارک ۲۵۳ھ
۱۰......حضرت شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ	۱۷/رجب المرجب ۲۹۷ھ
۱۱......حضرت شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ	۲۷/ذی الحجہ ۳۳۴ھ
۱۲......حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی علیہ الرحمۃ	۴۲۵ھ
۱۳......حضرت شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی علیہ الرحمۃ	۲/شعبان المعظم ۴۴۸ھ
۱۴......حضرت ابوالحسن علی قریشی ہنکاری علیہ الرحمۃ	۳/محرم الحرام ۴۸۶ھ
۱۵......حضرت شیخ ابوسعید مخزومی علیہ الرحمۃ	۶/شعبان المعظم ۵۱۳ھ
۱۶......غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ	۱۱/ربیع الثانی ۵۶۱ھ
۱۷......حضرت شیخ عبدالرزاق قادری علیہ الرحمۃ	۶/شوال المکرم ۶۰۳ھ
۱۸......حضرت شیخ سید ابوصالح (عبداللہ نصر) علیہ الرحمۃ ۳۷	۲۷/رجب المرجب ۶۳۲ھ
۱۹......حضرت شیخ ابوالنصر سید حسن علیہ الرحمۃ ۳۸	۷۸۱ھ
۲۰......حضرت شیخ سید عبدالقادر علیہ الرحمۃ ۳۹	۹۴۰ھ

۲۱......حضرت سید موسیٰ قادری علیہ الرحمۃ[۴۰]	۱۳؍رجب المرجب ۹۶۳ھ
۲۲......حضرت سید احمد الحلبی علیہ الرحمۃ[۴۱]	۱۹؍محرم الحرام ۸۵۳ھ
۲۳......حضرت سید ابراہیم بن معین الحسنی علیہ الرحمۃ[۴۲]	۵؍ربیع الثانی ۹۵۳ھ
۲۴......حضرت شمس الدین عارف علیہ الرحمۃ	۶؍صفر المظفر ۹۹۴ھ
۲۵......حضرت سید گدا رحمٰن علیہ الرحمۃ	۱۲؍ربیع الاول ۹۸۷ھ
۲۶......حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ	۹۴۴ھ
۲۷......حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ	۹۸۳ھ
۲۸......حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ	۱۰۰۷ھ
۲۹......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ[۴۳]	۲۸؍صفر المظفر ۱۰۳۴ھ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

L-317/5-B-2، نارتھ کراچی
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

☆......☆......☆

حواشی:

۱ (الف) سراج احمد خان، ڈاکٹر: امام ربانی مجدد الف ثانی کے حالات زندگی، مشمولہ جہان امام ربانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء، اقلیم اول، ص۔۴۱۸

(ب) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء، ص۔۹۱

۲ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی (فارسی)، مطبوعہ کوئٹہ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۷

۳......(الف) احمد سرہندی، شیخ: مکاشفات عینیہ (مکاشفات غیبیہ) مطبوعہ کراچی ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء، ص۔۱۱

(ب) محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء، ص۔۸۹، ۹۱

۴ بدر الدین سرہندی، خواجہ: حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ص۔۱۰

۵ (الف) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی، ۲۰۰۵ء

(ب) زوار حسین شاہ، سید: حضرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی

(ج) جہان امام ربانی مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء، اقلیم چہارم، ص۔ ۳۶۷

(د) غلام جیلانی قادری چشتی، سالم پشاوری، مرزا: کلیات صحیح سالم پشاوری، مطبوعہ پشاور ۱۹۹۸ء

۶ اعجاز حسین قریشی، ڈاکٹر (پتہ) ۲۴۔ سرکلر روڈ، لاہور

۷ سید زوار حسین شاہ نے آپ کا نام شیخ ممشاد علو دینوری ہی لکھا ہے (حضرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۵۷)

۸ ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی لاہور کے شائع کردہ ''شجرۂ عالیہ سلسلۂ نقشبندیہ و رابطہ بہ سلاسل دیگر'' میں آپ کا اسم گرامی شیخ ابو احمد چشتی درج ہے۔

۹ رسالہ قدسیہ مطبوعہ انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان میں شامل شجرہ میں شیخ علو ممشاد دینوری کے بعد ابو نجیب ضیاء الدین تک شجرہ اس طرح درج ہے:

شیخ علو ممشاد دینوری

شیخ احمد سود

شیخ معمر محمد عمویہ سہروردی

شیخ عمر بن احمد سہروردی

شیخ عبداللہ وجیہ الدین

ابو نجیب شیخ ضیاء الدین سہروردی

۱۰ شاہ مراد سہروردی، علامہ: محفل اولیاء، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء، ص۔ ۲۴۴

۱۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ (م۔ ۱۰۵۲ھ): اخبار الاخیار (مترجم) مطبوعہ کراچی، ص۔ ۴۲۷

۱۲ ایضاً، ص۔ ۵۷۱

۱۳ جدید تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کا جس علاقے سے تعلق تھا اس کا نام ''سنجر'' نہیں ''سجز'' ہے، لہٰذا صحیح لفظ سجزی ہوگا (علامہ محمد عالم مختار حق، لاہور کا فقیر کے نام مکتوب گرامی محررہ ۱۰ر جولائی ۲۰۰۴ء)

۱۴ محفل اولیاء، ص۔ ۳۸۶

۱۵ ایضاً، ص۔ ۴۱۹

۱۶ ایضاً، ص۔ ۵۰۷

۱۷ بعض نسخوں میں شیخ عبدالحق ردولوی کے بعد شیخ احمد عارف کا نام بھی شامل ہے۔

۱۸ محفل اولیاء، ص۔ ۴۲۷

۱۹ اخبارالاخیار (مترجم) مطبوعہ کراچی، ص۔۴۱۱

۲۰ نوٹ: شیخ صبور احمد محمودی (مینجنگ ڈائریکٹر، کراچی کیمیکلز انڈسٹریز، کراچی) ۲۰۰۵ء میں بخارا، ازبکستان گئے واپسی پر موصوف نے انکشاف کیا کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس پر تو خواجہ محمود انجیر فغنوی ہی درج ہے لیکن مقامی لوگ ''خواجہ محمود انجر فغنوی'' کہتے ہیں۔ دیکھیے. مجدد الف ثانی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء، ص۔۴۹۳

۲۱ حضرت خواجہ یعقوب چرخی کو حضرت بہاء الدین نقشبند سے براہ راست اجازت کے باوجود سلوک کی تکمیل خواجہ علاء الدین عطار (م۔۸۰۲ھ) سے ہوئی تھی اس لیے مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی اور بعض دیگر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے شجروں میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان میں خواجہ علاء الدین عطار کا اسم گرامی بھی درج ہے۔
(شجرۂ عالیہ، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص۔۱۴)

۲۲ مکاشفات عینیہ میں ترتیب اسی طرح ہے۔

۲۳ عبدالرحیم خان قادری، علامہ: سیرت غوث اعظم، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۰ء، ص۔۲۵۲

۲۴ ایضاً، ص۔۲۵۲

۲۵ ایضاً، ص۔۲۵۱

۲۶ ایضاً، ص۔۲۵۲

۲۷ ایضاً، ص۔۲۵۱

۲۸ ایضاً، ص۔۲۵۱

۲۹ ایضاً، ص۔۲۵۱

۳۰ ایضاً، ص۔۲۵۰

۳۱ ایضاً، ص۔۲۵۰

۳۲ ایضاً، ص۔۲۵۰

۳۳ نوٹ: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا اسم گرامی ''ابو صالح سید موسیٰ'' اور لقب ''جنگی دوست'' ہے اس طرح پورا نام ''ابو صالح سید موسیٰ جنگی دوست'' ہوا، نہ کہ ''سید موسیٰ جنگی دوست'' الگ اور ''سید ابو صالح'' الگ، بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں، تفصیلات کے لیے دیکھیے:

۱...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اخبارالاخیار، مطبوعہ کراچی

۲...... مفتی غلام سرور لاہوری (م۔۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء): حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

۳...... مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۸۹ء

۴......محمد دین کلیم قادری: تذکرہ مشائخ قادریہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۱ء

۵......علامہ عبدالرحیم خان قادری: سیرت غوث اعظم، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۰ء

۶......علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری: شجرہ طیبہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

۳۴......محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۸۸۹ء

۳۵......سراج احمد خان، ڈاکٹر: امام ربانی مجدد الف ثانی کے حالات زندگی، مشمولہ، جہان امام ربانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء اقلیم اول، ص۔۴۱۸

۳۶...... نوٹ: ملک محمد اقبال کے مرتب کردہ شجرہ میں سنہ وصال ۱۹۵ھ درج ہے جبکہ محمد دین کلیم قادری کی تذکرہ مشائخ قادریہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۱ء، صفحہ ۸۴/ پر ۱۶۵ھ درج ہے۔

۳۷......عبدالمجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرۃ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۸۹ء، ص۔۲۶۶

۳۸......ایضاً ص۔۲۷۵

۳۹......(الف) غلام سرور لاہوری، مفتی (م۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء): حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ص۔۳۱

(ب) اخبار الاخیار، ص۔۴۳۱

۴۰......حدیقۃ الاولیاء، ص۔۲۷۳

۴۱......تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص۔۲۷۷

۴۲......(الف) ایضاً ص۔۲۸۶

(ب) اخبار الاخیار، ص۔۵۱۲

۴۳......(الف) زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۸۸۹ء

(ب) تذکرہ مشائخ قادریہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۱ء

☆ ☆ ☆
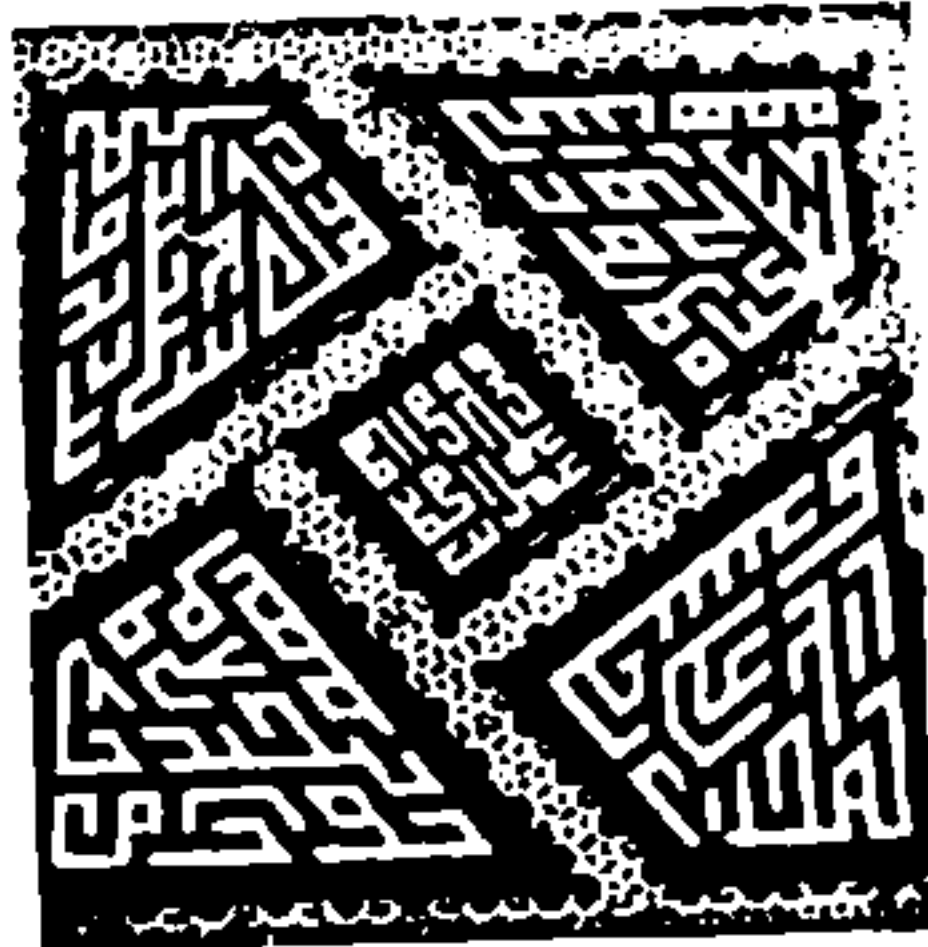
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مشائخ نقشبندیہ

ماہ وسال کے آئینے میں

محمد یوسف مجددی

☆☆
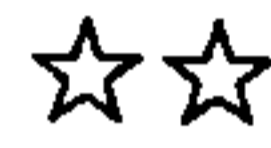
نمبر شمار	سن عیسوی	سن ہجری	تاریخ وصال	اسمائے گرامی	مدفن
۱	۶۳۲	۱۱	۱۲ربیع الاول/۲۰ستمبر	سیدالاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہامدینہ منورہ
۲	۶۳۴	۱۳	۲۲ رجمادی الثانی/ ۲۳ر اگست	خلیفۂ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	مدینہ منورہ
۳	۶۵۴	۳۳	۱۰رجب	حضرت سلمان فارسی	مدائن
۴	۷۲۷	۱۰۸	۲۴رجمادی الثانی	امام قاسم	مثلث میان مکہ ومدینہ
۵	۷۶۵	۱۴۸	۱۵رجب	امام جعفر صادق	جنت البقیع (مدینہ)
۶	۸۷۵	۲۶۱	۱۵رشعبان المعظم	سلطان العارفین بایزید بسطامی	بسطام
۷	۱۰۳۴	۴۲۵	۱۰رمحرم	خواجہ ابوالحسن خرقانی	خرقان
۸	۱۰۵۸	۴۵۰	۲۳رصفر	خواجہ ابوالقاسم گرگانی	گرگان
۹	۱۰۸۴	۴۷۷	۴ربیع الاول	خواجہ بوعلی فارمدی	طوس

۱۰	۱۰۸۸	۴۸۱	۱۹ر ربیع لثانی	شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری	ہرات
۱۱	۱۱۱۱	۵۰۵	۱۴ر جمادی الثانی/۱۹ر دسمبر	حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی	طوس
۱۲	۱۱۴۱	۵۳۶	۱۷ر رجب	خواجہ یوسف ہمدانی	بامتین (ہرات)
۱۳	۱۱۷۹	۵۷۵	۱۲ر ربیع الاول	خواجہ عبدالخالق غجدوانی	غجدوان (بخارا)
۱۴	۱۲۱۹	۶۱۶	یکم شوال	خواجہ عارف ریوگری	ریوگر (بخارا)
۱۵	۱۳۱۷	۷۱۷	۱۷ر ربیع الاول	خواجہ محمود انجرفغنوی	وابکنہ (بخارا)
۱۶	۱۳۱۵	۷۱۵	۲۸ر ذیقعد	خواجہ علی رامتینی حضرت عزیزاں	خوارزم
۱۷	۱۳۵۴	۷۵۵	۱۰ر جمادی الثانی	خواجہ محمد باباسماسی	سماس (بخارا)
۱۸	۱۳۷۱	۷۷۲	۸ر جمادی الاول	خواجہ شمس الدین امیر کلال	سوخار (بخارا)
۱۹	۱۳۸۹	۷۹۱	۳ر ربیع الاول	خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبند	قصر عارفاں (بخارا)
۲۰	۱۳۹۹	۸۰۲	۲۰ر رجب	خواجہ علاء الدین عطار	نوچغانیاں (بخارا)
۲۱	۱۴۴۸	۸۵۱	۵ر صفر	خواجہ مولانا یعقوب چرخی	ہلفتو، تاجکستان
۲۲	۱۴۴۹	۸۵۲		خواجہ علاء الدین غجدوانی	خیل مرزہ
۲۳	۱۴۹۰	۸۹۵	۲۳ر ربیع الاول	خواجہ عبیداللہ احرار	سمرقند
۲۴	۱۴۹۲	۸۹۸	۱۸ر محرم	علامہ مولانا عبدالرحمٰن جامی	ہرات
۲۵	۱۵۲۹	۹۳۶	یکم ربیع الاول	خواجہ محمد زاہد وخشی	وخش
۲۶	۱۵۶۲	۹۷۰	۱۹ر محرم الحرام	خواجہ درویش محمد	استفرار
۲۷	۱۶۰۰	۱۰۰۸	۲۲ر شعبان المعظم	خواجہ خواجگی امکنگی	امکنہ (بخارا)
۲۸	۱۶۰۳	۱۰۱۲	۲۵ر جمادی الثانی	مؤید الدین خواجہ محمد باقی باللہ	دہلی (انڈیا)
۲۹	۱۶۱۵	۱۰۲۵	۹ر ربیع الاول	خواجہ محمد صادق فاروقی سرہندی	سرہند شریف
۳۰	۱۶۱۶	۱۰۲۶		خواجہ شیخ احمد برکی	برک (قندھار)

۳۱	۱۶۲۴	۱۰۳۴	۲۸رصفر/۱۰ردسمبر	مجددالف ثانی شیخ احمد فاروقی	سرہند شریف
۳۲	۱۶۳۰	۱۰۴۰	۲۰رمحرم	خواجہ شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری	لاہور
۳۳	۱۶۳۲	۱۰۴۲		خواجہ بدیع الدین سہارنپوری	سہارنپور
۳۴				شیخ یار محمد طالقانی جدید	
۳۵	۱۶۳۶	۱۰۴۶		شیخ یار محمد طالقانی قدیم	اکبرآباد (انڈیا)
۳۶	۱۶۴۰	۱۰۵۰		خواجہ شیخ حمید بنگالی	منگل کوٹ، بنگال
۳۷	۱۶۴۴	۱۰۵۴		خواجہ ہاشم کشمی برہانپوری	برہان پور
۳۸	۱۶۴۴	۱۰۵۴	۱۳رشوال	خواجہ سید آدم بنوری	جنت البقیع، مدینہ
۳۹	۱۶۴۸	۱۰۵۸	۱۸رصفر	خواجہ سید میر محمد نعمان	اکبرآباد (اندیا)
۴۰	۱۶۶۰	۱۰۷۰		شیخ عبدالحی حصاری	
۴۱	۱۶۶۳	۱۰۷۳	۱۸رجمادی الاول	خواجہ عبیداللہ خواجہ کلاں	دہلی
۴۲	۱۶۶۴	۱۰۷۴	۲۵رجمادی الاول	خواجہ عبداللہ خواجہ خورد	دہلی
۴۳	۱۶۶۸	۱۰۷۹	۹رربیع الاول	قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم	سرہند شریف
۴۴	۱۶۷۲	۱۰۷۹	۱۹رربیع الاول	خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعت	سرہند شریف
۴۵	۱۶۸۴	۱۰۹۵	۱۹رجمادی الاول	خواجہ سیف الدین فاروقی	سرہند شریف
۴۶	۱۶۸۵	۱۰۹۶	۲۷رجمادی الاول	خواجہ محمد یحییٰ فاروقی	سرہند شریف
۴۷	۱۶۹۰	۱۱۰۱		خواجہ مفتی محمد باقر لاہوری	لاہور
۴۸	۱۷۰۲	۱۱۱۴	۲۹رمحرم	قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند ثانی	سرہند شریف
۴۹	۱۷۰۶	۱۱۱۷		خواجہ محمد اشرف فاروقی	سرہند شریف
۵۰	۱۷۱۰	۱۱۲۱	۹رربیع الاول	خواجہ صبغۃ اللہ فاروقی	سرہند شریف
۵۱	۱۷۱۵	۱۱۲۶	۲۷رذوالحجہ	خواجہ عبدالاحد شاہ گل فاروقی	سرہند شریف

۵۲	۱۷۱۸	۱۱۳۰	۵/جمادی الثانی	خواجہ محمد صدیق فاروقی	سرہند شریف
۵۳	۱۷۲۳	۱۱۳۵	۱۱/ذیقعد	سید نور محمد بدایونی	دہلی
۵۴	۱۷۲۶	۱۱۳۸		شاہ سعد اللہ گلشن دہلوی	دہلی
۵۵	۱۷۳۵	۱۱۴۷		حافظ محمد محسن دہلوی	دہلی
۵۶	۱۷۳۹	۱۱۵۲		شاہ محمد غوث لاہوری	لاہور
۵۷	۱۷۴۰	۱۱۵۲	۴/ذیقعد	قیوم رابع خواجہ محمد زبیر فاروقی	سرہند شریف
۵۸	۱۷۵۹	۱۱۷۲		خواجہ سید میر ناصر عندلیب دہلوی	دہلی
۵۹	۱۷۶۲	۱۱۷۶	۱۹/محرم	حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث	دہلی
۶۰	۱۷۸۱	۱۱۹۵	۱۰/محرم	خواجہ مرزا مظہر جان جاناں	دہلی
۶۱	۱۷۸۱	۱۱۹۵	۳/صفر	خواجہ شاہ فقیر اللہ علوی	شکار پور سندھ
۶۲	۱۸۰۳	۱۲۱۸	۵/صفر	مولانا نعیم اللہ بہرائچی	بہرائچ (انڈیا)
۶۳	۱۸۱۰	۱۲۲۵	یکم رجب	بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ عثمانی	پانی پت
۶۴	۱۸۲۳	۱۲۳۸	۷/شوال/ ۱۷/جولائی	شاہ عبد العزیز محدث	دہلی
۶۵	۱۸۲۴	۱۲۴۰	۲۲/صفر	خاتم الاولیاء سید عبد اللہ شاہ غلام علی	دہلی
۶۶	۱۸۲۶	۱۲۴۲		مولانا خالد کردوی	زور (کردستان)
۶۷	۱۸۳۳	۱۲۴۹		خواجہ شاہ رؤف احمد فاروقی	بحری جہاز حج سے واپسی پر
۶۸	۱۸۳۵	۱۲۵۰	یکم شوال	خواجہ شاہ ابو سعید فاروقی	دہلی
۶۹	۱۸۳۶	۱۲۵۱	۷/محرم	خواجہ شاہ محمد آفاق فاروقی	دہلی
۷۰	۱۸۵۴	۱۲۷۰	۲۱/ذیقعد	خواجہ غلام محی الدین قصوری	قصور
۷۱	۱۸۶۵	۱۲۸۲	۱۳/شوال	خواجہ سید امام علی شاہ	مکان شریف، انڈیا
۷۲	۱۸۶۷	۱۲۸۴	۱۶/فروری	خواجہ دوست محمد قندھاری	موسیٰ زئی

۷۳	۱۸۹۳	۱۳۱۱	۱۵ر جمادی الثانی	خواجہ مولانا ارشاد حسین فاروقی	رام پور
۷۴	۱۸۹۷	۱۳۱۵		خواجہ غلام دستگیر قصوری	قصور
۷۵	۱۸۹۸	۱۳۱۵	۴ر ربیع الاول	خواجہ توکل شاہ انبالوی	انبالہ،انڈیا
۷۶	۱۹۱۷	۱۳۳۵	۲۱ر شوال المکرم	خواجہ شاہ رکن الدین الوری	الور شریف،انڈیا
۷۷	۱۹۲۲	۱۳۴۱	۲۹ر جمادی الاول/ ۱۷ر فروری	خواجہ شاہ ابوالخیر فاروقی	دہلی
۷۸	۱۹۲۸	۱۳۴۷	۳ر ربیع الاول/ ۲۰ر اگست	شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری	شرقپور شریف
۷۹	۱۹۲۹	۱۳۴۸	۱۳ر شعبان/ ۱۴ر فروری	مولانا نور احمد امرتسری	امرتسر
۸۰	۱۹۳۵	۱۳۵۴	۲۲ر رجب/ ۲۰ر اکتوبر	علامہ سید محمد دیدار علی شاہ	لاہور
۸۱	۱۹۳۹	۱۳۵۸	۱۶ر شعبان/ یکم ستمبر	خواجہ سید جماعت علی شاہ لاثانی	علی پور شریف
۸۲	۱۹۴۲	۱۳۶۱	جولائی	قاضی عالم دین	گوجرانوالہ
۸۳	۱۹۴۲	۱۳۶۱		خواجہ محمد اسماعیل جان فاروقی	ٹکھڑ حیدرآباد
۸۴	۱۹۴۳	۱۳۶۲	۱۳ر ذیقعد/ ۲۱ر نومبر	خواجہ محمد قاسم موہڑوی	موہڑہ شریف
۸۵	۱۹۴۶	۱۳۶۵	۲ر رجب/ ۲ر جون	خواجہ محمد حسن جان فاروقی	گوہ گنجہ حیدرآباد
۸۶	۱۹۴۸	۱۳۶۷	۱۳ر جمادی الاول/ ۲۴ر مارچ	خواجہ علامہ نور بخش توکلی	فیصل آباد
۸۷	۱۹۴۸	۱۳۶۸	صفر	خواجہ محمد حسین جان فاروقی	گوہ گنجہ ،حیدرآباد
۸۸	۱۹۴۹	۱۳۶۹	۳ر شعبان المعظم	مفتی محمد منظور احمد دہلوی	حیدرآباد
۸۹	۱۹۵۱	۱۳۷۰	۲۷ر ذیقعد/ ۳۱ر اگست	امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ	علی پور شریف
۹۰	۱۹۵۱	۱۳۷۱	۱۵ر جنوری	فقیہ اعظم مولانا محمد شریف	کوٹلی لوہاراں
۹۱	۱۹۵۴	۱۳۷۳	۸ر شعبان المعظم/ ۱۲ر اپریل	مولانا امام دین رائے پوری	سیالکوٹ
۹۲	۱۹۵۶	۱۳۷۶	۲۵ر محرم	خواجہ فضل عمر ملا شور بازار	قلعہ جواد، کابل
۹۳	۱۹۵۷	۱۳۷۷	۷ر ربیع الاول/ ۳ر اکتوبر	خواجہ میاں غلام اللہ ثانی لاثانی	شرقپور شریف

۹۴	۱۹۵۸	۱۳۷۷	۱۶؍جمادی الثانی / ۸؍جنوری	خواجہ غلام مجدد فاروقی	ٹیاری شریف
۹۵	۱۹۶۰	۱۳۷۹	۳؍ذیقعد/۳۰؍اپریل	مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری	گجرات
۹۶	۱۹۶۶	۱۳۸۶	۱۴؍شعبان/ ۲۸؍نومبر	مفتی شاہ مظہر اللہ دہلوی	دہلی
۹۷	۱۹۷۱	۱۳۹۱	۱۷؍شوال/ ۶؍دسمبر	مفتی محمد مظفر احمد دہلوی	کراچی
۹۸	۱۹۷۳	۱۳۹۳	۲۶؍صفر/۳۱؍مارچ	خواجہ عبداللہ جان فاروقی	ٹنڈو سائیں داد
۹۹	۱۹۷۳	۱۳۹۳	۱۵؍ربیع الاول/ ۱۸؍اپریل	خواجہ فضل عثمان فاروقی	قلعہ جواد، کابل
۱۰۰	۱۹۷۵	۱۳۹۵	ربیع الثانی/ ۱۱؍اپریل	خواجہ غلام محی الدین	نیریاں شریف
۱۰۱	۱۹۷۵	۱۳۹۵	۳؍ذوالحجہ/ ۷؍دسمبر	خواجہ محمد اسحاق جان فاروقی	ٹکھڑ حیدرآباد
۱۰۲	۱۹۸۷	۱۴۰۷	اپریل	علامہ مفتی محمد محمود الوری	حیدرآباد
۱۰۳	۱۹۸۰	۱۴۰۰	۱۸؍صفر/ ۷؍جنوری	مولانا حامد علی خاں	ملتان

(ماخوذ جواہر نقشبندیہ از یوسف مجددی، مطبوعہ فیصل آباد)

☆......☆......☆

الحسد یأکل الحسنات
کما تأکل النار الحطب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ چہارم

نہ منزل کے خدشے نہ رہزن کا کھٹکا
ضیاء تاب ہے ہر نشانِ مجدد
(غلام مصطفیٰ)

اللہ نور السموات والارض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت شیخ احمد سرہندی اور مستشرقین

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

(شعبہ علومِ اسلامیہ، جی۔سی۔یونیورسٹی، لاہور)

☆☆
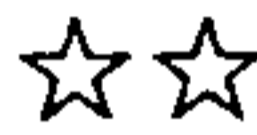
مستشرق ایسے غیر مشرقی عالم کو کہتے ہیں جو مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کا مطالعہ کرتا ہے...... بنیادی طور پر مستشرق انگریزی زبان میں مستعمل لفظ Orientalist کا عربی مترادف ہے جس کا مطلب ''المنجدفی اللغۃ والاعلام'' میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اَلْعَالِمُ بِاللُّغَاتِ وَالْآدَابِ وَالْعُلُوْمِ الشَّرقِیَّۃِ وَالْاِسْمُ الْاِسْتِشْرَاقُ [1]

''مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہتے ہیں اور اس علم کا نام استشراق ہے۔''

انگریزی زبان میں استشراق (Orientalism) کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے:

"The knowledge and study of oriental languages, literature etc.[2]

مشرقی زبانوں اور ادب وغیرہ کا علم اور مطالعہ استشراق کہلاتا ہے۔

معروف مفسر، سیرت نگار اور عالم وصوفی حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کے مطابق Orientalism یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا۔ حالانکہ عملی طور پر تحریک استشراق اس سے کئی صدیاں پہلے وجود آ چکی تھی اور پورے زور وشور سے مصروفِ عمل تھی [3]

مستشرقین نے قرآن مجید، احادیث نبویہ، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، شریعتِ اسلامیہ اور تاریخ اسلام سے متعلق کئی مقالات اور کتب لکھی ہیں......انہوں نے تاریخ تصوّف سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے ......چونکہ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز ایک عظیم صوفی اور مصلح تھے، اس لیے مستشرقین نے بھی اُن کی حیات وتعلیمات، احیائے دین کے لیے اُن کی کوششیں اور اُن کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں مستشرقین کی صرف انگریزی کتب سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ذکر پر مبنی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

☆......جان پی۔ براؤن (John P.Brown):۔

براؤن نے "The Darrivishes or Oriental Spiritualism" کے عنوان سے تصوف پر ایک کتاب لکھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۶۸ء میں شائع ہوا...... بعد میں یہ کتاب ایچ۔ اے۔ روز (H.A.Rose) نے ایڈٹ کرکے ۱۹۶۸ء میں شائع کی اس میں ضمیمہ اوّل (Appendix-1) ''نقشبندی تاریخ کے کچھ مسائل'' (Some Problems in Naqshbandi History) کے عنوان سے دیا گیا ہے......اس میں خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ کے خلیفہ کا نام اس طرح درج ہے:۔

"Imam Rabbani Mujaddid Alif Sani Sh. Ahmad Faruqi Sirhindi"[۴]

اس کتاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

"The history of the Naqshbandi order would be of some interest if it could be recovered, not merely because if has played an impotant part in Muslim thought, but also because it has had no little influence on the political vicissitude of India, Mesopotamia, and, to a less extent Turkey"[۵]

سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ کچھ دلچسپی کی حامل ہوگی۔ اگر اس پر از سرِ نو غور کیا جائے، نہ صرف اس لیے کہ اس نے مسلم فکر میں اہم کردار ادا کیا ہے، بلکہ اس لیے کہ اس کا ہندوستان، عراق اور کسی حد تک کے

سیاسی نشیب و فراز کا اثر کچھ کم نہیں ہے۔

ان سطور میں براؤن نے سلسلہ نقشبندیہ کے جس پہلو کو اُجاگر کیا ہے اُس میں سب سے نمایاں کردار حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

☆...... پروفیسر ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ (T.W.Arnold):۔

پروفیسر آرنلڈ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "The Preaching of Islam" مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں مسلم صوفیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا ہے...... اُنہوں نے شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مبلغ اسلام کے طور پر متعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

"In the reign of the Emperor Jahangir (1605-1628) there was a certain Sunni theologian, named Shaykh Ahmad Mujaddid, who especially distinguished himself by the energy with which he controverted the doctrines of the shi'ahs: the latter, being at this time in favour at court, succeeded in having him imprisoned on some frivolous charge, during the two years that he was kept in prison he converted to Islam several hundred idolaters who were his companions in the same prison"[۲]

''شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء) کے دورِ حکومت میں ایک سُنی عالمِ دین شیخ احمد مجدد نامی تھے، جنہوں نے خاص طور پر ایسی امتیازی قوت حاصل کرلی تھی جس سے اُنہوں نے شیعہ عقائد کی تردید کی...... شیعوں نے اس وقت دربار میں رسوخ حاصل کرکے انہیں کسی معمولی الزام پر قید کروانے میں کامیابی حاصل کرلی...... دو برس کی قید کے دوران انہوں نے اسی جیل کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرلیا۔''

ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے مذہب و اخلاقیات کی دائرۃ المعارف (Encyclopaedia of Religion and Ethics) میں مطبوعہ اپنے بعض مقالات میں برصغیر کی اس عظیم رُوحانی شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے...... اپنے مقالے "Missions Muhammadan" میں یہ مستشرق رقمطراز ہیں:

"In India, in the 17th cent. a theologian, named Shaikh Ahmad Mujjadid, who had been unjustly imprisoned, is said to have converted several hundred idolaters whom he found in the prison".[۷]

''ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالمِ دین جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا، قید میں ڈال دیے گئے ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سو بُت پرستوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کرلیا۔''

پروفیسر آرنلڈ نے اسی دائرۃ المعارف میں اپنے ایک دوسرے مقالے "Saints and Martyrs" میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"The Naqshbandi order did not attain such a vogue in India as the others,.... it was introduced there by Shaikh Ahmad Al-Faruqi, who died at Sirhind in 1625, and there are several other shrines of this order in India, notably that of Shah Musafir (d.1698) at Aurangabad"[۸]

''نقشبندی سلسلہ ہندوستان میں دوسرے سلاسل کی طرح رواج نہیں حاصل کرسکا...... اسے وہاں شیخ احمد فاروقی نے متعارف کروایا جن کا وصال ۱۶۲۵ء میں سرہند کے مقام پر ہوا، اور وہاں اس سلسلے کے کئی دوسرے مزارات ہیں۔ جن میں اورنگ آباد میں شاہ مسافر (متوفی ۱۶۹۸ء) کا مزار قابلِ ذکر ہے۔''

☆.....ایچ۔اے۔آر۔گب (H.A.R Gibb):۔

سرہملٹن گب اپنی تصنیف "Mohammadanism_An Historical Survey" مطبوعہ ۱۹۴۹ء میں تین مسلم مصلحین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"During the seventeenth and eighteenth centuries a succession of remarkable scholars strove to restate the basis of Islamic theology in a manner which broke away from the formalism of the orthodox manuals and laid new stress upon the psycological and ethical elements in religion. Among the more outstanding figures in this movement, which has not yet received the attention it deserves, were the Syrian Abd al-Ghani of Nablus(1641-1731) and the Indians Ahmad Sarhindi (1563-1624)and Shah Wali Allah of Delhi (1702-62)"[9]

''سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے درمیان ممتاز علماء نے یکے بعد دیگرے یہ کوشش کی کہ اسلامی دینیات کو نئی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ جس کے ذریعے صحیح العقیدہ نصاب سے رسموں کو الگ کر دیا گیا، اور مذہب میں نفسیاتی اور اخلاقی عناصر پر زور دیا گیا، اس تحریک کی نمایاں شخصیات میں شام کے عبدالغنی نابلسی (۱۶۴۱ء تا ۱۷۳۱ء) اور ہندوستان کے احمد سرہندی (۱۵۶۳ء تا ۱۶۲۴ء) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۲ء تا ۱۷۶۲ء) شامل ہیں...... اس تحریک کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی جس کی یہ مستحق تھی:۔

☆......یونیسکو مصنفین (UNESCO Writers):۔

یونیسکو کے زیراہتمام ۱۹۶۹ء میں شائع ہونے والی کتاب "History of Mankind" میں حضرت شیخ احمد سرہندی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"In the seventeenth century Ahmad Sirhindi attempted to reintroduce freedom of speculation and discussion into the tariqas of India but won a following chiefly because of the great intensity of his mysticism. He launched the doctrine of wahdat al-shuhud (unity by witness) as against that of wahdat al-wujud (unity by existence)------------------------------------
As the power of Islam declined in India, his followers were among the most zealous in urging Muslims to restore by words and arms the paramountcy of the Sharia"[۱۰]

''سترہویں صدی میں احمد سرہندی نے قیاس کی آزادی کو از سرنو متعارف کرایا، اورانہوں نے ہندوستان کے سلاسل پر بحث کی۔ لیکن اپنے تصوف کی شدّت کے باعث سب سے بڑھ کر مریدین حلقہ بگوش کیے۔ آپ نے وحدت الوجود (وحدت بذریعہ وُجود) کے برعکس وحدت الشہود (وحدت بذریعہ شہادت) کا نظریہ پیش کیا جب ہندوستان میں اسلام کی طاقت روبہ تنزل ہوئی تو اُن کے پیروکار شریعت کی بالادستی کو زبانی و مسلح جہاد کے ذریعے واپس لانے والے پرجُوش مسلمانوں میں انتہائی سرگرم تھے''۔

☆......ڈی۔این۔مارشل(D.N.Marshall):۔

مارشل اپنی کتاب "Mughals in India" مطبوعہ ۱۹۶۷ء میں شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

Ahmad Faruqi Sirhindi .....was imprisoned at Gwalior in 1028/1619 but later pardoned and received from emperor Jahangir a Khil'at and a present in cash."[۱۱]

''احمد فاروقی سرہندی کو ۱۰۲۸ھ بمطابق ۱۶۱۹ء میں گوالیار میں قید کردیا گیا، لیکن بعد میں معاف کردیا گیا، اور انہوں نے شہنشاہ جہانگیر سے خلعت اور نقدی کا تحفہ وصول کیا۔''

☆......جے اسپنسر ٹری منگھم (J. Spencer Trimingham):۔

معروف مستشرق ٹری منگھم نے تصوف کے سلاسل پر The Sufi Orders in Islam کے نام سے ۱۹۷۱ء میں ایک کتاب لکھی ہے...... اس میں وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"Of the various lines diverging from Baqi bi-llah two, which contrasted greatly in outlook, were that through his son, Husam ad-din Ahmad (A.D.1574-1633), following a puntheistic line, and a somewhat bigoted Sunni movement inspired by Baqi's pupil, Ahmad Faruqi Sirhindi (A.D. 1563 - 1624), nicknamed Mujaddid-i-Alf-i-Thani (Reformer of the Second Millennium), who, within his sphere of influence, attacked the link of Sufism with antinomian mysticism and advocated what came to be known as the Shuhudiyya doctrine derived from as - Simani. His reaction against Akbar's tentatives towards religious syncretism earned him the emperor's disfavour but his reformist outlook won the support of subsequent Mogul Emperor"[12].

''باقی باللہ سے نکلنے والی کئی شاخوں میں سے دو، جو اپنے زاویۂ نگاہ میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، ایک اُن کے صاحبزادے حُسام الدین (۱۵۷۴ء۔۱۶۳۳ء) سے شروع ہوتی ہے جو ایک وحدت الوجودی شاخ ہے، اور دوسری کٹر سُنی تحریک جو باقی باللہ کے

مرید احمد فاروقی سرہندی (۱۵۶۳ء۔۱۶۲۴ء) معروف بہ مجدد الف ثانی سے شروع ہوتی ہے۔ جنہوں نے اپنے حلقۂ اثر میں مسیحی رُوحانیت اور تصوف میں مماثلت پر تنقید کی، اور السمنانی سے ماخوذ شہود یہ تصور کی حمایت کی۔ ان کے اکبر کے مذاہب کی آمیزش کے تجربے کے خلاف ردعمل نے شہنشاہ کی نظر میں انہیں ناپسندیدہ بنا دیا، مگر اُن کے اصلاحی نقطۂ نظریے نے بعد کے مغل شہنشاہوں کی حمایت جیت لی۔"

☆......ڈاکٹر یوحنا فریڈمین (Dr.Yohanan Friedmann):۔

فریڈمین ایک یہودی مستشرق نے ۱۹۶۶ء میں میکگل یونیورسٹی (Mcgill Universty) کے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے درج ذیل عنوان کے تحت اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس پر انہیں پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ ڈگری دی گئی:۔

"Shaykh Ahmad Sirhindi: AnOutline of His thought and a study of His Image in the Eyes of posterity."

یہ مقالہ ۱۹۷۱ء میں میکگل یونیورسٹی پریس نے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ ایک سوتیس صفحات پر مبنی اس تحقیقی مقالے کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

1. The Sources
2. The concept of Tajdid and the Millenium
3. The self Image of Ahmad Sirhindi
4. Prophecy and Sainthood
5. Sirhindi's view of the Islamic Tradition I
6. Sirhindi's view of the Islamic Tradition II
7. The Indian Environment
8. Sirhindi and the Mughal Court
9. Judgment of Posterity
10. Conclusion.

اس مقالے پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبۂ اُردو سندھ یونیورسٹی رقمطراز ہیں:۔

"The learned author has taken pains to judge things independently and has tried to correct the views of several contemporary writers of repute. He has refuled some baseless charges levelled against the Skaykh and has given a picture of his environment, as depicted in his letters."[۱۳]

''فاضل مصنف نے باتوں کا آزادانہ جائز لینے کی کوشش کی ہے، اور کئی معاصر مصنفین کے نقطۂ نظر کی اصلاح کی کوشش کی ہے اُس نے شیخ کے خلاف لگائے گئے بعض بے بنیاد الزامات کی تردید کی ہے۔ اوران کے ماحول کی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا نقشہ انہوں نے اپنے مکتوبات میں کھینچا ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس مقالے کے متعلق اپنا تجزیہ ان الفاظ میں رقم کیا ہے:

''حضرت مجدد کے بارے میں فاضل مولف یوحنا فریڈ مین کا تاثر یہ ہے کہ آپ اول و آخر صوفی تھے، مصلح و مفکر نہ تھے، گو موصوف نے ایک جگہ (غالباً بھولے سے) حضرت مجدد کو مفکر لکھ دیا ہے (ص ۲۰) ان کا خیال ہے کہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ کے افکار و خیالات کے پس منظر میں حضرت مجدد کا مطالعہ کیا جانا چاہیے...... فاضل موصوف دور جدید کے بعض محققین سے متاثر نظر آتے ہیں مثلاً شیخ محمد اکرام اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی وغیرہ، مگر ان حضرات نے حضرت مجدد کو اچھی طرح نہیں سمجھا...... موصوف نے بعض ایسے مآخذ کا بھی ذکر کیا ہے جو بظاہر مستند سمجھے جاسکتے ہیں مگر حقیقت میں مستند نہیں، بہرکیف مجموعی حیثیت سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے، اور چونکہ ایک یہودی فاضل کی تصنیف ہے، اس لیے قابل قدر بھی ہے، قابلِ قدر اس لیے کہ یہودی ہوتے ہوئے انہوں نے کسی قسم کے تعصب

اور دل تنگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ جس طرح سمجھا، من وعن بیان کردیا''۔[۱۴]

اس مقالے میں بعض غیر مستند باتیں قاری کے ذہن پر بہت بُرا تاثر چھوڑتی ہیں جیسا کہ فریڈ مین نے لکھا ہے:۔

"Because of his scholarship he was later invited to the court of Akbar at Agra. He stayed there for an unspecified period of time, during which he assisted the famous wazir and writer Abu-al-Fazl in his literary work."[۱۵]

''بعد ازاں علم کے باعث اکبر نے آپ کو آگرے آنے کی دعوت دی...... آپ نے غیر معینہ مدت کے لیے وہاں قیام کیا۔ جس کے دوران آپ نے مشہور وزیر اور مصنف ابو الفضل کی اُس کے ادبی کام میں معاونت فرمائی''۔

شیخ مجدد الف ثانی کے اکبر کے دربار میں بلائے جانے اور اُن کے ابُو الفضل کے ادبی کام میں مدد کرنے کا ذکر کسی قابل اعتبار ماخذ میں نہیں ملتا...... تاہم شیخ کے اپنی مرضی سے شہنشاہ کے دربار میں جانے اور ابوالفضل کے بھائی فیضی کی غیر منقوط تفسیر میں مدد کرنے کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔

☆......فری لینڈ ایبٹ (Freeland Abbott):۔

ٹفٹس یونیورسٹی میڈ فورڈ (Tufts University Medford) کے نامور محقق فری لینڈ ایبٹ نے مغلیہ سلطنت کا زوال اور شاہ ولی اللہ "The Decline of the Mughal Empire and Shah Wali ullah" کے عنوان سے سہ ماہی امریکی مجلّے "The Muslim World" اپریل ۲۰۰۲ء میں ایک مقالہ لکھا جس میں انہوں نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا:۔

"Among the problems over which orthodox and sufis quarreled was one that had appeared long before, and one that Shaikh Ahmad Sirhindi thought he had effectively settled Shaikh Ahmad had maintained that the mystics were

wrong when they argued in such pantheistic terms as the unity of existence; this was all illusion. There was instead, he argued, a duality of existence; creator and the created were separate. Nevertheless, many sufis did not accept his argument, and this old dispute continued to simmer. Waliullah sought to resolve it by showing that both sides were right -------- it all depended how one looked at it."[۱۶]

''ان مسائل میں سے، جن پر مذہبی لوگوں اور صوفیہ میں اختلاف تھا، ایک یہ تھا جو بہت پہلے نمودار ہوا اور جسے شیخ احمد سرہندی نے مؤثر طور پر حل کیا...... شیخ احمد کی رائے میں یہ صوفیہ کی غلطی تھی جب انہوں نے وحدت الوجودی اصطلاحات میں وجود کی وحدت پر بحث کی...... اس کے بجائے انہوں نے وجود کی ثنویت پر استدلال کیا کہ خالق اور مخلوق ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں...... تاہم بہت سے صوفیہ نے اُن کی دلیل قبول نہیں کی، اور یہ قدیم اختلاف جوں کا توں رہا...... شاہ ولی اللہ نے اس کا یہ حل نکالا کہ دونوں کا نقطۂ نظر درست ہے...... اس کا انحصار اس پر ہے کہ کوئی اسے کیسے دیکھتا ہے؟''

☆......سی۔ای۔بوزورتھ (C.E.Bosworth):۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (The Encylopaedia of Islam) میں مقالہ ''سرہند'' کا مصنف سی۔ای۔بوزورتھ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر یوں کرتا ہے:۔

Sirhind is also famous as the birth place in 971/1564 of the religious revivalist and reformer Shaykh Ahmad Sirhindi.[۱۷]

''(۹۷۱ھ/۱۵۶۸ء میں تجدید دین کرنے والے اور مصلح شیخ احمد سرہندی کے مقام ولادت کے طور پر بھی سرہند مشہور ہے)''۔

☆این میری شمل (Annemarie Schimmel):۔

ڈاکٹر این میری شمل ایک جرمن مستشرق تھیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامی تصوف اور اقبالیات پر تحقیق و تدقیق میں گزار دی......انہوں نے اپنی متعدد کتب میں حضرت شیخ احمد سرہندی کا ذکر کیا ہے، وہ اپنی تصنیف Pain and Grace میں اس عظیم صوفی بزرگ کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"The activity of the Naqshbandis in the subcontinent was limited during the first century of Mughal rule. More emotional orders played a greater role. Only toward the end of Akbar's days, Khwaja Baqi billah, one of the leading masters of the order, came to India and gained a number of disciples very soon. Among them was Ahmed Sirhindi (d.1624), who tried to attract members of the Mughal court to the Naqshbandi path - Imprisoned for a year at Gwalior, he was soon released and eventually gained the favour of the emperor Jehangir. His aim was to go back to the pure teachings of Islam, which excludes a 'unity of Being' but admits of the possibility of 'unity of vision', wahdat ash shuhud."[۱۸]

''برصغیر میں نقشبندیوں کا کردار مغل راج کی پہلی صدی کے دوران محدود تھا......زیادہ جذباتی سلاسل نے بہت اہم کردار ادا کیا......اکبر کے آخری ایام میں اس سلسلے کے صرف ایک سرکردہ پیشوا خواجہ باقی باللہ ہندوستان تشریف لائے، اور جلد ہی بہت سے مریدین ان کے حلقے میں شامل ہوگئے......ان میں احمد سرہندی (متوفی ۱۶۲۴ء) بھی تھے جنہوں نے مغل دربار میں نقشبندی سلسلہ متعارف کرایا......ایک

برس تک گوالیار قید رکھنے کے بعد جلد ہی آپ کو رہا کر دیا گیا، اور اس کے نتیجے میں انہیں شہنشاہ جہانگیر کی حمایت حاصل ہوگئی...... آپ کا مقصد اسلام کی خالص تعلیمات کی طرف رجوع تھا جن میں وحدت الوجود کو چھوڑ کر وحدت الشہود کے امکان کو تسلیم کرنا شامل تھا۔''

اسی کتاب میں یہ مستشرقہ حضرت امام ربانی، آپ کے جانشینوں اور آپ کی کوششوں کے اثرات کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں:۔

"Ahmad Sirhindi has been called, by the great philospher Abdul Hakim Sialkoti, the Mujaddid-i-Alf-i-Thani, the 'renovator of the 2nd Millenium,' since he appeared at the beginnign of the second Millenium of the Islamic era in order to restore orthodox Islam; and he has been praised by his admirers even in Turkey as the imam-i-rabbani the Divinely leader of the community .... He saw himself and three of his descendants as divinely invested beings, higher even than the qutb, the 'pole' of the traditional mystical hierarchy, and destined to guide the Muslim people as qayyum.This remarkable self-consciousness of Naqshbandi leaders, together with their skill in politics made them more and more influential in India. Ahmad Sirhindi's successors andfollowers successfully worked to penetrate into the court circles. Shah Jahan's second son, Aurangzeb Alamgir, lent his ear to their advice, and fought against the ideals which led his elder brother Dara Shikoh to his attempts to mystical reconciliation between Islam and Hinduism."[۱۹]

''احمد سرہندی کو عظیم فلسفی عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانی کا لقب دیا ہے۔ کیونکہ آپ اصل اسلام کے احیاء کے لیے مسلم تقویم کے دوسرے ہزارے کے آغاز پر نمودار ہوئے...... اور آپ کے مداح حتیٰ کہ ترکی میں آپ کو ''امام ربانی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں...... آپ اپنے آپ کو اور اپنے تین نسبی خلفاء کو مامور من اللہ سمجھتے تھے جو کہ روایتی صوفیانہ نظام میں قطب سے بھی بلند مقام رکھتے تھے، اور انہیں مسلم عوام کی رہنمائی کے لیے قیوم مقرر کیا گیا...... نقشبندی رہنماؤں کی یہ قابل ذکر خود آگاہی اور اُن کی سیاست میں مہارت نے انہیں ہندوستان میں بہت با اثر بنا دیا...... احمد سرہندی کے خلفاء اور پیروکاروں نے درباری حلقوں تک رسائی کی کامیاب کوشش کی...... شاہ جہان کے دوسرے بیٹے اورنگ زیب نے ان کی نصیحت پر کان دھرا اور ان تصورات کے خلاف لڑا جو اس کے بھائی داراشکوہ کو اسلام اور ہندو ازم میں روحانی مصالحت کی کوششوں کی طرف لے گئے۔''

ڈاکٹر این میری شمل نے فکرِ اقبال کے مختلف گوشوں پر ''شہپر جبریل'' (Gabriel's wing) مطبوعہ ۱۹۶۳ء میں روشنی ڈالی ہے...... اس کتاب میں انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھا ہے:۔

"The orthodox protest was personified in the person of Ahmad Sirhindi who entered the religio-political scene at the end of Akbar's reign, and pursued his struggle under his son Jihangir (1605 - 1627). Ahmad Sirhindi was called, by his admirer, the Mujaddid-i-alf-i-Thani, the Reformer of the second Millenium, because he appeared at the beginning of the 11th century of Hijra. He utilized for his

teaching the order of Naqshbandiya which had come from Central Asia and had been popular with the first Moghul Emperors as well as with their Uzbek adversaries, and propagated his ideas through this repidly spreading order."[۲۰]

''جمہور مسلمانوں کے ردِعمل کو شیخ احمد سرہندی نے مؤثر صورت میں پیش کیا ہے، جنہوں نے اکبر کے آخری دور میں اپنے مذہبی اور سیاسی خیالات کا اظہار کیا، اور اپنی جدوجہد اس کے بیٹے جہانگیر (۱۶۰۵ء۔ ۱۶۲۷ء) کے دور میں جاری رکھی...... احمد سرہندی کو اُن کے مداح مجدد الف ثانی کے نام سے پکارتے ہیں یعنی ہزارے کا تجدید دین کرنے والا، کیونکہ آپ گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں منصۂ شہود پر آئے...... آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیم دی جو وسطی ایشیا سے آیا تھا، اور ابتدائی مغل شہنشاہوں اور اُن کے ازبک حریفوں میں بھی مقبول تھا، اور آپ نے اس تیزی سے پھیلتے ہوئے سلسلے کی وساطت سے اپنے خیالات کی اشاعت کی۔''

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ علامہ محمد اقبال کی پسندیدہ روحانی شخصیت تھے۔ اس لیے انہوں نے شیخ مجدد کا ذکر اپنے منظوم و منثور تحریروں میں کیا ہے...... اسی لیے شمل نے بھی اُن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The Mujaddid drew a clear distinction between Islam and infidelity, and urged the government to revert again to the long forgotten Islamic cutoms, his fervair for the purity of faith made him even work against the very influential group of Shia like the empress Nur Jahan and her father who were practically ruling the country. Notwithstanding these political efforts, Ahmed Sirhindi's most important contribution to

Indian Islam is the strict refusal of the doctrine of monistic pantheism (wahdat al-wujud) which had been laid down in Ibn 'Arabi theories submerging almost all the other mystic movements in the Islamic world from the 13th Century onwards--- He advocated the doctrine of Wahdat ash-Shuhud, "Testimonarian monoism"; essential monoism expressing, according to him, only a subjective experience, not a metaphysical truth. His influence has, through Naqshbandiya, reached even Turkish Muslims and impressed them deeply.Iqbal, too, was a great admirer of Imam Rabbani."[۲۱]

''حضرت مجدد نے اسلام اور کُفر کا فرق واضح کیا، اور حکومت پر زور دیا کہ مدتوں سے فراموش شدہ شعائرِ اسلامی پر از سرِ نو عمل کروائیں......
خالص اسلام کی احیاء کی کوششوں کی وجہ سے شیعہ لوگوں کا بااثر گروہ جیسے ملکہ نور جہاں اور اس کا باپ جو کہ ملک کے حقیقی حاکم تھے' ان کے سخت مخالف ہو گئے......ان کی سیاسی مساعی کے باوجود' احمد سرہندی کا ہندوستان میں اسلام کے لیے سب سے اہم کارنامہ وحدت الوجود کے تصور کا شدّت سے ردّ تھا جس کی ابن عربی کے تصورات سے بُنیاد پڑی۔ اور اسے تیرہویں صدی سے اسلامی دُنیا میں تقریباً دوسرے تمام سلاسل اپنانے لگے تھے......آپ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا جو کہ اُن کے مطابق ایک تجربی عمل ہے نہ کہ مابعد الطبیعیاتی صداقت' اُن کا فیض سلسلۂ نقشبندیہ کے توسط سے ترک مسلمانوں تک پہنچا، اور وہ بھی ان سے عمیقاً متاثر ہوئے اقبال بھی امام ربانی کے بڑے مداح تھے۔''

ڈاکٹر شمل نے اپنی معروف کتاب "And Muhammad is his Messenger" کا گیارھواں باب ''طریقۂ محمدیہ'' سے متعلق لکھا ہے۔ اس میں اُنہوں نے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے

داخل ہونے اور اس سلسلے کے عظیم صوفی حضرت مجدد کے متعلق لکھا ہے:

"The Naqshbandiyya reached Indja via Afghanistan in the late sixteenth century; the major figure in this development was khwaja Baqi-billah, a friend of many intellectuals in Akbar's days.Ahmad Sirhindi joined the order and soon began to preach against the tendencies of the emperor Akbar, which seemed to many to blur the borders between Islam and "infidelity". He would not accept any religious way as valid with the exception of Islam. His concept was that of a mystically tinged Islam whcih yet retained its pristine purity without any admixture of pagan, that in this case, Hindu, elements."[۴۲]

''نقشبندیہ سلسلہ سولہویں صدی کے آخر میں براستہ افغانستان ہندوستان میں داخل ہوا...... اس کی ترویج کرنے والی عظیم ہستی خواجہ باقی باللہ تھے، جو اکبری دور کے کئی صاحبانِ علم وفراست کے دوست تھے...... احمد سرہندی اس سلسلے میں داخل ہوئے، اور جلد شہنشاہ اکبر کے رجحانات کے خلاف تبلیغ کرنے لگے، جو اسلام اور کفر کی تفریق کو ختم کردینا چاہتا تھا...... آپ نے اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہبی طریقے کو جائز تسلیم نہیں کیا...... اُن کا نظریہ رُوحانی جھلک رکھنے والا اسلام تھا جو ابھی تک الحاد کی آمیزش کے بغیر' ابتدائی ایام کی طرح خالص ہو...... یہاں الحاد سے مُراد ہندو عناصر تھے۔''

اسی کتاب میں ڈاکٹر این میری شمل ہندوستانی سیاست میں شیخ احمد سرہندی کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"Ahmad Sirhindi, like many other Naqshbandi leaders, certainly had political ambitions, and

this political role of his which proved important for the developmetn of Indo-Muslim self-conciousness, has been highlighted during our own century by the defenders of the two Nation Theory: that the Muslims of India form a closed community, sharply distinguished from the Hindu majority."[۲۳]

''احمد سرہندی دوسرے نقشبندی رہنماؤں کی طرح یقیناً سیاسی عزائم رکھتے تھے جو کہ ہندوستانی مسلمانوں سی خود آ گاہی کو اُجاگر کرنے کے لیے اہم ثابت ہوئے۔ جس کا اظہار ہماری اس صدی کے دوران دوقومی نظریہ کے حمایت کرنے والوں سے ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں جو کہ ہندوا کثریت سے بالکل مختلف ہیں۔''

ڈاکٹر شمل اپنی ایک اور تصنیف "Mystical Dimensions of Islam" میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں:

"It was Baqi billah's disciple Ahmad Faruqi Sirhindi (1564 - 1624) who was destined to play a major role in Indian religious and, to some extent, political life. Ahmad had studied in Sialkot, one of the centres of Islamic scholarship during the Mogul period. In Agra he came in touch with Fayzi and Abul Fazl, Akbar's favourite writers and intimate friends, who were, however, disliked by the orthodox because of their "heretical" views. Ahmad Sirhindi, like a number of his compatriots, had an aversion to the Shia, to which persuasion some of the southern Indian rulers belonged and which became more fashionable at the Mogul court in the late days of Akbar's rule and in the regin of Jihangir (1605 - 27) whose

intelligent and politically active wife, Nur Jihan, was herself a Shia."[۴۴]

''یہ باقی باللہ کے مرید احمد فاروقی سرہندی (۱۵۶۴ء-۱۶۲۴ء) تھے جن کی قسمت میں ہندوستان کی مذہبی اور کسی حد تک سیاسی زندگی میں اہم کردار ادا کرنا لکھا تھا...... احمد نے سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی جو کہ مغل عہد میں اسلامی تعلیم کے مراکز میں سے ایک تھا...... آگرہ میں اُن کا فیضی اور ابوالفضل سے رابطہ رہا جو کہ اکبر کے پسندیدہ مصنف اور قریبی دوست تھے۔ تاہم اُن دونوں کو دوسرے صحیح العقیدہ مسلمان اُن کے کفریہ خیالات کے باعث ناپسند کرتے تھے...... احمد سرہندی اپنے دوسرے کئی ہم وطنوں کی طرح شیعوں سے نفرت کرتے تھے...... جس فرقے سے بعض جنوبی ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے اور جنہوں نے اکبری دور کے آخری دنوں میں اور جہانگیر کے دور حکومت میں مغل دربار میں مقبولیت حاصل کر لی تھی...... جہاں گیر کی ذہین اور سیاسی طور پر متحرک بیوی نور جہاں بذات خود ایک شیعہ تھی''۔

اس مستشرق مصنفہ نے مکتوبات کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

"Although Ahmad Sirhindi composed a number of books, his fame rests chiefly upon his 534 letters, of which 70 are addressed to Mogul officials. They were, like many letters by mystical leaders, intended for circulation, with only a few of them meant for his closist friends. He gave utterance to ideas that shocoed some of the defenders of orthodoxy, as can be seen from some treatises published against his teachings in the late seventeenth century. The letters have been translated into Arabic, Turkish, and Urdu from the original persian,

and from them Ahmad gained the honorific titles Mujaddid-i-alf-i-Thani, "The Renovator of the second Millenium" (after the hijra) and imam-i-rabbani," the Divinely Inspired Leader."[۲۵]

''اگرچہ احمد سرہندی نے متعدد کتب مرتب کی ہیں لیکن اُن کی شہرت زیادہ تر اُن ۵۳۴ مکتوبات کے باعث ہے جن میں سے ستر (۷۰) مغل اہلکاروں کو لکھے گئے۔ دوسرے بہت سے صوفیہ کے مکتوبات کی طرح یہ اشاعت کے ارادے سے لکھے گئے جن میں سے صرف چند اُن کے بہت ہی قریبی دوستوں کے نام ہیں...... اُنہوں نے ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے راسخ العقیدگی کے بعض حامیوں کو دُکھ پہنچا جیسا کہ سترہویں صدی کے آخر میں اُن کی تعلیمات کے خلاف مطبوعہ رسائل میں دیکھا جاسکتا ہے...... مکتوبات کا اصل فارسی کے علاوہ عربی، ترکی اور اُردو میں ترجمہ ہو چکا ہے...... اور اُن کے باعث احمد کو مجدد الف ثانی اور امام ربانی خطابات دیے گئے ہیں۔''

☆......میری جان مولے (Marijan Mole):۔

ڈاکٹر این میری شمل نے شیخ احمد سرہندی کی وحدت الوجود کی تردید اور وحدت الشہود کے اثبات کے حوالے سے لکھا ہے:۔

"Marijan Mole has interpreted Ahmad's theology well, he explains the tauhid-i-wujudi as an expression of ilm al-yaqin, and Tauhid-i-Shuhudi as 'ayn al-yaqin."[۲۶]

''میری جان مولے نے شیخ احمد کے مذہبی عقائد کی اچھی تشریح کی ہے۔ اُنہوں نے توحیدِ وجودی کی علم الیقین کے اظہار کے طور پر اور توحیدِ شہودی کی عین الیقین کے طور پر واضح کیا ہے۔''

موسے کا اصل تحقیقی کام فرانسیسی زبان میں ہے..... کتابیات (Bibliography) کی بعض فہارس میں اُن کی سات کتب اور مقالات کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆......آرتھر ایف۔ بوہلر (Arthur F.Buehler):۔

ایک امریکی پروفیسر بوہلر نے "Sufi Heirs of the Prophet" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں ہندوستان کے سلسلہ نقشبندیہ کا ذکر کیا گیا ہے..... پروفیسر موصوف اسلام قبول کر چکے ہیں، اور انہوں نے اپنا نام سالم عبداللہ رکھا ہے۔ تاہم وہ اپنا اصلی نام ہی استعمال کرتے ہیں..... اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

"Shaykh Ahmad Sirhindi (971/1564-1034/1624) initiated third stage of Naqshbandi history, when the Naqshbandiyyah became an Indian lineage - known as "the renewer of the second millenium (Mujaddid-i-alf-i-Thani), he was the most famous of Baqi billah's disciples and exhibited his extraordinary spiritual aptitude by becoming a successor to Baqi billah in less than three months More than any other Indian Naqshbandi after Bahauddin, both redefined the role of sufi practice in society and elaborated Naqshbandi mystical exercises. The renaming of the path to Mujuddidiyya reflects the significance of Sirhindi's influence, he is regarded as a co-founder by the later Naqshbandiyya."[۲۷]

''شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ/۱۵۶۴ء-۱۶۲۴ء) سے نقشبندی تاریخ کے تیسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے، جب نقشبندیہ ہندوستان کا سلسلہ بن گیا..... جو مجدد الف ثانی کے نام سے معروف ہیں، آپ باقی باللہ کے سب سے مشہور مُرید (وخلیفہ) تھے، اور تین ماہ سے کم عرصہ میں باقی باللہ کے جانشین بننے کے لیے اپنے غیر معمولی

روحانی رجحان کا مظاہرہ کیا...... بہاء الدین کے بعد کسی بھی ہندوستانی نقشبندی سے زیادہ دونوں نے معاشرہ میں صوفیانہ طریقے کی ازسرنو تعریف کی، اور نقشبندی روحانی طریقے واضح کیے...... اس سلسلے کو مجددیہ کا نام دینا سرہندی اثر کی اہمیت کی عکاسی کرتا ہے...... آپ کو بعد والے نقشبندیوں نے اس سلسلے کا شریک بانی قرار دیا ہے۔''

آرتھر ایف۔ بوہلر مغلیہ سلطنت پر مجددی اثرات کے حوالے سے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"To unify the Indian Muslim Community, Sirhindi defined its boundaries according to the Sunni dogma (aqa'id) to counteract the universalizing of all religious communities through Mughal political structures. Many members of Akbar's court were among Sirhindi's large circle of disciples.After Akbar's death, Muslim self-identity in the sub-continent became progressively more clearly defined, in part due to Mujaddidi political influence and alliances, even though the patronage of non-Muslim religious institutions was continued under Aurangzib (d. 1118/1707) and later rulers."[۲۸]

''ہندوستان کی مسلم آبادی کو متحد کرنے کے لیے، سرہندی نے مغل سیاسی ڈھانچے کے ذریعے تمام مذہبی گروہوں کی عالمگیریت کے خلاف شریعت کی حدود کو سُنّی عقائد کے مطابق واضح کیا...... اکبر کے دربار کے کئی لوگ سرہندی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے...... اکبر کی موت کے بعد برصغیر میں مسلم تشخص جزوی طور پر مجددی سیاسی اثر اور اتحاد کے باعث مسلسل زیادہ واضح ہوتا گیا۔ حالانکہ غیر مسلم مذہبی

اداروں کی سرپرستی اورنگ زیب (وفات ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) اور بعد کے حکمرانوں کے دور میں بھی جاری رہی۔''

☆......نینا وربنر (Pnina Werbner):۔

نینا وربنر کی کتاب "Pilgrims of love -- The Anthropology of a Global Sufi Cult" پہلی بار ۲۰۰۳ء میں انڈی آنا یونیورسٹی پریس نے شائع کی، جو حال ہی میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس پاکستان کے زیرِ اہتمام زیورطباعت سے آراستہ ہوئی ہے......اس کتاب میں متعدد مقامات پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا ہے......اس کے آغاز میں شجرہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ دیا گیا ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی کے طفیل یوں اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جاتی ہے:۔

"Grant me greatness in this world and the hereafter For the sake of the incomparable Guide of the Truth, Hazrat Mujaddid-i-Alf Thani."[۲۹]

نینا جہاں مختلف احیائے دین کی تحریکوں کا ذکر کرتی ہیں وہاں حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرتی ہیں:۔

"The Naqshbandi reform movement spearheaded by Ahmad Sirhindi in South Asia in the seventeenth century."[۳۰]

''سترہویں صدی میں جنوبی ایشیاء میں نقشبندی اصلاحی تحریک کا ہراول شیخ احمد سرہندی تھے۔''

آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ذکر یوں کرتی ہیں:

"Ahmad Sirhindi, known also as 'Mujaddid-i-Alf-i-Thani (the Renewer of the Second Millenium) was a highly complex and somewhat ambiguous historical character whose life and writings are open to many different and often conflicting interpretations. While he elaborated and developed Sufi cosmology and theosophy

even beyond --- and in argument with --- their original formulation by Ibn 'Arabi, Sirhindi also stood out as a strong proponent of strict shari'at observance. Although arguably a Sufi abvoe all else, he famously involved himself in the affairs of the Mughal state and defended the dominance of Sunni Muslims, their purity and ascendancy, in relation to Shias, Hindus and other religious groups in South Asia."[۳۱]

''احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی ایک بہت ہی پیچیدہ اور کسی حد تک مبہم تاریخی کردار ہیں، جن کی حیات وتصانیف کی مختلف اور اکثر متضاد تشریحات کی جاسکتی ہیں...... جب انہوں نے صوفیانہ تصور تخلیق کائنات اورحتی کہ اس سے آگے فلسفۂ دین کو وضاحت سے بیان کیا تو اُن کی اصل تشکیل ابن عربی کے برعکس تھی...... شیخ سرہندی شریعت کی مکمل وضاحت سے پابندی کے بڑے زوردار حامی تھے...... اگرچہ استدلالی طور پر آپ سب سے پہلے صوفی تھے لیکن آپ نے خود کو مغل سلطنت کے معاملات سے الگ نہیں رکھا...... آپ نے سُنی مسلمانوں کے غلبہ، اُن کا خالص پن اور فوقیت' شیعہ' ہندو اور جنوبی ایشیا کے دوسرے مذہبی گروہوں کے حوالے سے اُن کا دفاع کیا۔''

اس مصنفہ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو ہندوستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ستر ہویں صدی کی ایک اہم شخصیت اور صوفی مصلح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"Ahmad Sirhindi was a sufi reformer and important early seventeenth century figure in the history of Naqshbandi order in India."[۳۲]

شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے موصوفہ رقمطراز ہیں:

"Every one hundred years there is a mujaddid

of a hundred years who can hear the voice of the Prophet (P.B.U.H.). Once in a thousand years there is a mujaddid of a thousand years, a man of great achievement. The last renewer of this kind was Shaikh Ahmed Faruqi, Mujaddid-i-Alf-i-Thani, the founder of the Naqshbandi tariqa in India. He is burried in Sirhind."[۴۴]

''ہر سو سال بعد صدی کا ایک مجدد ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن سکتا ہے...... ایک ہزار برس میں ہزار یے کا ایک مجدد ہوتا ہے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیتا ہے...... ایک قسم کے آخری تجدید کرنے والے شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی ہیں، جو ہندوستان میں اپنے نقشبندی طریقہ کے بانی ہیں...... آپ سرہند میں مدفون ہیں۔''

☆......☆......☆

حواشی

۱......المنجد فی اللغۃ والاعلام (بیروت: دارالمشرق، ۱۴۰۵ھ) ص ۳۸۴

۲......Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of the English Language (New Jersey:Gramerny Books,1989).P.1015

۳......الازہری، پیر محمد کرم شاہ ......ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ) ج ۶، ص ۱۲۰، ۱۲۱

۴......Brown, John P., The Darrivishes or Oriental Spiritualism edited by H. A. Rose (Frank Cass & Company Limited, 1968) p.444

۵...... Ibid, p. 435

۶...... Arnold, T. W. , The preaching of Islam (Lahore: Shirkat-i-Qualam, 1956) p.412

۷......Arnold, T.W. Missions (Muhammadan), in Encyclopaedia of Religion and Ethics (Edinburagh: T & T. Clark, third edition, 1953) Vol. VIII, p.748.

۸......Arnold T. W., Saints and Martyrs, Op. Cit, Vol P. 69

۹......Gibb, H. A. R., Mohammadnism -- An Historical Survey (London, Oxord, New York: Oxford University Press, 1948) P. 111.

۱۰......Gottschalk, Louis et. al., History of Mankind (UNESCO, 1969 printed by unwin brothers Limited Woking and London) Vo. IV, pp. 436 - 37.

۱۱......Marshall, D.N., Mughal in India (Lond & New York: Mansell Publishing Limited, 1967) p. 48.

۱۲......Trimingham, J. Spencer, The Sufi Orders in Islam (Oxford University Press at the Clarendon Press, 1971) p.95

۱۳......Islamic Studies, vol xi, No. 4 (December 1972), p. 313

۱۴......محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر......سیرت مجدد الف ثانی (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، جون ۱۹۸۳ء) ص ۳۹۸_۳۹۹

۱۵......Friedmann, Yohanan, Shaykh Ahmad Sirhindi: An Outline of His Thought and a Study of His Image in the Eyes of Posterity (London and Montreal Mcgill University Press, 1971) p. xiii

۱۶......Abbott, Freeland, "The Decline of the Mughal Empire and Shah Waliullah", The Muslim World, Vol LII; No. 2 (April 1962) p. 120

۱۷......The Encyclopaedia of Islam (Leiden: Brill, 1997) Vol. ix, p. 673.

۱۸......Schimmel, Annemarie, Pain and Grace (Leiden: E.J. Brill, 1976) p.6.

۱۹......Ibid, p.7

۲۰......Schimmel, Annemarie, Gabriel's Wing -- A Study into the Religious Ideas of Sir Muhammad Iqbal (Lahore Iqbal Academy, 2nd edition, 1989) p.7.

۲۱......Ibid., p.8

۲۲......Schimmel, A. And Muhammad is His Messenger (Lahore: Vanguard Books Ltd., 1987) p. 217.

۲۳......Ibid., p.8

۲۴......Schimmel, A, Mystical Dimensions of Islam (Lahore Sang-e-Meel Publications, 203) p. 367

۲۵...... Ibid.,

۲۶...... Ibid., p.368

۲۷......Buehlar, Arthur F., Sufi Heirs of the Prophet -- The Indian

Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh (Columbia; University of South Carolina Press, 1998) pp. 67-68.

٢٨......Ibid, p. 68

٢٩......Werbner, Pnina, Pilgrims of Love -- The Anthropology of a Global Sufi Cult (Karachi: Oxford University Press, 2005) p. xv.

٣٠......Ibid., p.51

٣١......Ibid., p.159

٣٢......Ibid., p.159

٣٣......Ibid., p.198

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی
انقض ظهرک و رفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسرا
ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب و الی
ربک فارغب

ومن يتوكل على الله فهو حسبه

۱۴۰۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

عہد حاضر میں حضرت مجدد الف ثانی پر کام کی رفتار کا سرسری جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔اے،پی،ایچ۔ڈی)

☆☆
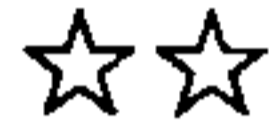
اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا[۱]___ اپنا بنا کر زندہ فرمایا[۲]___ ساری مخلوق میں مکرم ومعزز بنایا[۳]___ وہ کریم اپنے پیاروں کو محبت سے نوازتا ہے[۴]___ ہدایت سے مشرف فرما کر ہادی بناتا ہے[۵]___ پھر فرشتوں کے ذریعے اعلان کرا کے شہرت سے سرفراز فرماتا ہے[۶]___ دنیا میں ہادی آتے رہے[۷] اور ہدایت فرماتے رہے___ ہندوستان بھی ان نفوسِ قدسیہ سے محروم نہ رہا___ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرزندِ جلیل خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہاں تک کہ زمینِ ھند میں بھی پیغمبر مبعوث ہوے ہیں اور صانع جل شانہٗ کی طرف دعوت فرمائی ہے اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں''___ (اگر یہ فقیر ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کرسکتا ہے)[۸]

اللہ کی مخلوق کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے اللہ کے نبی اور رسول آتے رہے، آخر میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا جس نے انسانوں کی قسمت بدل کر رکھ دی ـــــ تئیس، چوبیس سال جدو جہد فرمائی ـــــ آخری آٹھ نو سالوں میں جب دشمنوں نے مجبور کیا تو جہاد فرمایا ـــــ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اِس عظیم جدو جہد اور اس عظیم انقلاب میں کم وبیش ایک ہزار افراد شہید و ہلاک ہوے ـــــ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ـــــ دورِ جدید میں جس کو ترقی اور روشنی کا دور کہتے ہیں کیا کچھ نہیں ہو رہا ـــــ سب کچھ ہمارے سامنے ہے ـــــ مسلمانوں کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن مثال تھی ـــــ اسی لیے انہوں نے حتی الوسیع جبر وظلم سے گریز کیا اور رواداری سے کام لیا ـــــ ایک ہندو مؤرخ نے دل لگتی بات کہی ہے ـــــ کہ ''برِ صغیر میں مسلمان بادشاہوں کے دارالسلطنت میں ہمیشہ غیر مسلم اکثریت میں رہے'' ـــــ آگرہ، دھلی، لاہور، اورنگ آباد وغیرہ اس کی روشن مثالیں ہیں۔ مسلمان بادشاہ ہمیشہ اولیاءاللہ اور فقراء سے وابستہ رہے [9]۔ کیونکہ یہ انسان کو انسان بناتے ہیں ـــــ ہندوستان میں آنے والے ہندوستانی بن کر رہے ـــــ یہاں کی نعمتیں لوٹ کر نہیں لے گئے ـــــ انہوں نے ہندوستان کو زبان دی، تہذیب دی، تمدن دیا، انمٹ آثار قائم کیے ـــــ یہیں مرے اور یہیں دفن ہوے [10] ـــــ اپنائیت، انسانیت اور یگانگت کا یہ تصوّر اولیاءاللہ اور فقراء نے دیا ـــــ وہ جہاں گئے اپنا گھر سمجھ کے رہے کہ:

''ہر مُلک مِلکِ ماست کہ مُلک خدائے ماست''

حضرت شیخ احمد سرھندی مجدد الف ثانی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن راہ پر چلتے ہوے ایک عظیم انقلاب برپا کیا اور حیرت یہ ہے کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہایا ـــــ یہی وہ روشن راہ ہے جس پر چل کر ہندوستانی سیاسی رہنماؤں نے بھی منزل پائی ـــــ

○

حضرت شیخ احمد سرھندی مجدد الف ثانی علم وفضل میں یگانہ تھے ـــــ سرھند شریف علم ودانش کا مرکز تھا ـــــ جہاں سے علمی وروحانی فیض جاری وساری تھا ـــــ اور آج بھی روحانی فیض جاری وساری ہے جو ھر جانے والا محسوس کرتا ہے ـــــ حضرت مجدد الف ثانی سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والدِ ماجد شیخ عبدالاحد

سے بیعت تھے اور سلسلۂ قادریہ میں براہِ راست حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض پایا تھا اور سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا ــــ اکبری دربار کے وزراء حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ تھے ــــ پھر یہ حضرات حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے دامن سے وابستہ ہو گئے ــــ حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستگی سے بہت پہلے ذاتی طور پر اکبری دربار کے شیخ ابوالفضل اور شیخ ابوالفیض فیضی سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے ــــ بعد میں تعلق نہ رہا[11] ــــ آپ کے خسر شیخ سلطان شہید بھی اکبری دربار کے اُمراء میں سے تھے ــــ اس لیے بھی اعیانِ مملکت سے تعلق تھا ــــ لیکن تعلقات کو آپ نے ذاتی منافع کے لیے استعمال نہیں کیا ــــ بلکہ دین کی تبلیغ واشاعت کا ایک وسیلہ بنایا ــــ آپ نے جہانگیر بادشاہ کو بھی خط لکھا[12] ــــ پھر جب قید وبند سے آزادی ملی اور جہانگیر کے دربار میں آنا جانا ہوا تو اس کو دینِ اسلام اور مسلک اہل سنت وجماعت کی طرف متوجہ کیا[13] ــــ آپ نے خطوط کے ذریعے اعیانِ مملکت کو نفاذِ اسلام کی دعوت دی اور بدعات کے سدِّ باب کے لیے علماء اور مشائخ کو لکھا ــــ اور تبلیغِ اسلام کے لیے ہندوؤں کو بھی خط لکھے[14] ــــ آپ نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اصلاحِ احوال اور اشاعتِ اسلام کے لیے وفود بھیجے ــــ مثلاً برِصغیر کے ممالک، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور ایران، افغانستان، روس، چین، یمن، شام اور ترکی وغیرہ ــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاحِ احوال کے لیے مجدد ھزارۂ دوم مبعوث فرمایا ــــ چنانچہ ایک مکتوب میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

> ''جب کہ حالت یہ ہے کہ دنیا گمراہی کے بھنور میں غرق ہو رہی ہے تو جو شخص اپنے اندر اس بھنور سے ان کو نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ اپنے کو کس طرح معاف اور معذور سمجھ سکتا ہے''[15]

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکبر بادشاہ کے آخری دور میں اپنی تجدیدی اور تبلیغی مساعی کا آغاز کیا ــــ یہ دور جبر وظلم کا دور تھا ــــ کسی کی مجال نہ تھی کہ اسلام کے بارے میں کچھ بول سکے ــــ ایک اطالوی سیاح ''مینوکی'' نے لکھا ہے ''میں نے دیکھا ایک سڑک کے دونوں طرف درختوں پر مقتولوں کی گردنیں لٹکی ہوئی ہیں'' ــــ کبھی کبھی اکبر برسرِ دربار مجرموں کو زہر کا بیڑہ دے کر ہلاک کرتا تھا اور رقصِ بسمل کا تماشہ دیکھتا تھا[16] ــــ

اسی زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر شیخ سلطان شہید کیے گئے ــــــ ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے کمر ہمت باندھی ایک مکتوب میں ان نا گفتہ بہ حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض تکلیفیں لوگوں کی طرف سے اس فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم وستم کیے اور فقیر سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ناحق طور پر ان لوگوں نے برباد کیا اور جلا وطن کر دیا[۱۷] ــــــ

حضرت مجدد الف ثانی ان ایذا رسانیوں کے باوجود مسلسل جدوجہد فرماتے رہے اور اپنی عمر شریف کے آخری دور میں جہانگیر بادشاہ کی خواہش پر لشکرِ شاہی میں رہ کر وزراء، اُمراء، فوجی افسران اور خود بادشاہ جہانگیر کی آپ نے اصلاح فرمائی ــــــ جس کا ذکر مکتوبات شریف میں ملتا ہے ــــــ اور دیکھتے دیکھتے ایک حسین انقلاب برپا ہو گیا ــــــ اگر آپ یہ عظیم جدوجہد نہ فرماتے اور اسلام کے لیے راہ ہموار نہ کرتے تو بعد میں آنے والے قائدینِ اسلام کس زمین پر کام کرتے؟ ــــــ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ بعد میں آنے والے ہر قائد پر آپ کا احسان ہے، آپ اسلام کے محسنِ اعظم ہیں۔

O

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو علم حضوری عطا فرمایا ــــــ علم حصولی اور علم حضوری کا تقابل کرتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"پس علم حضوری اشرف ہوا بلکہ علم ہی یہی ہے اور بس اور اس علم کے علاوہ جو کہ علم حصولی ہے جہل ہے ــــــ جس نے علم کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے یہ جہلِ مرکب ہے ــــــ کہ اپنے جہل کو علم جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کچھ نہیں جانتے"[۱۸]

اُس کریم نے حضرت مجدد الف ثانی کو وہ علم عطا فرمایا جس کو بیان ہی نہیں کیا جا سکتا ــــــ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو کاروبار اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی ظاہر کر دیا جائے یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں (ولایت محمدی اور ولایتِ موسوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے وابستہ ہیں اگر اشارے کے طور پر بھی ان کو ظاہر کر دیا جائے تو نرخرہ کاٹ دیا جائے اور حلق ذبح کر دیا جائے''[19]

ایک اور مکتوب شریف میں ان علوم و معارف اور اسرار و دقائق جن کا فیضان آپ پر ہوتا رہتا تھا، تحریر فرماتے ہیں:

''وہ اسرار ایسے نہیں کہ بیان میں نہیں آسکتے بلکہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے''[20]

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے وہ بلندیاں عطا فرمائیں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

''وہ خداوند قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین اس بات پر بھی قادر ہے کہ مجھ جیسے پس ماندہ کو صادقوں کے درجات تک پہنچا دے اور ان کے طفیل ان کی دولت کا شریک کردے''[21]

اس میں شک نہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی ذات عالمِ اسلام اور بالخصوص ہندوستان کے لیے باعثِ افتخار ہے ــــ ضرورت تھی کہ عالمی پیمانے پر اس عظیم ہستی کا تعارف کرایا جائے ــــ اتحادِ عالمِ اسلامی وقت کی اہم ضرورت ہے ــــ پورے عالمِ اسلام میں صرف آپ ہی کی شخصیت ایسی ہے جس پر تمام مسلمان اور مسلمان کہلانے والے فرقے متفق ہیں ــــ تمام سلاسلِ طریقت کے شیوخ بھی آپ کی عظمت کے قائل ہیں ــــ آپ کا مسلک اہل سنت و جماعت کا وہ قدیم مسلک ہے جس پر صدیوں سے علماء اور مشائخ چلتے رہے ــــ آپ نے تمام مسلمانوں کے لیے ان کی پیروی کو لازم قرار دیا ــــ اور ایک مکتوب شریف میں صاف صاف تحریر فرما دیا ــــ

''اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کی صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے اور اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے''[22]

○

حضرت مجدد الف ثانی کا دائرۂ اثر بڑا وسیع ہے جو ایشیاء، یورپ، امریکہ اور افریقہ پر محیط ہے ــــ دہلی کی خانقاہِ مظہریہ نے تعلیماتِ مجددیہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ــــ اسی خانقاہ کے حضرت شاہ عبداللہ غلام علی کا فیض دور ونزدیک پھیلا ــــ سرسید احمد خان اپنے مشاهدات قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم، شام، بغداد، مصر، خُتن اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہوکر بیعت کی اور خدمتِ خانقاہ کو سعادتِ ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے ــــ حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمّے تھا''[۲۳]

آج اس خانقاہ کے قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں جانتے کہ خانقاہِ مظہریہ کہاں ہے؟ ــــ ایک صاحب پاکستان سے دہلی تشریف لائے ــــ جامع مسجد کے قریب ایک سُنی عالم سے پوچھا کہ خانقاہِ مظہریہ کہاں ہے؟ مگر وہ نہ بتا سکے ــــ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے کے مشائخ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ــــ پاکستان کے صوبہء سندھ کے مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ پر ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے مقالۂ ڈاکٹریٹ لکھا ــــ جس میں سے ۲۲۵ مشائخ کا ذکر کیا ہے ــــ اور بقول ایک فاضل یہ بھی مکمل نہیں ــــ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیا میں سیکڑوں نہیں ہزاروں مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ موجود ہیں ــــ ایک جرمن فاضلہ نے لکھا ہے: کہ جرمنی اور ترکی میں عربی اور فارسی میں مکتوبات شریف چھپتے ہیں اور درس میں پڑھائے جاتے ہیں ــــ اس نے لکھا ہے کہ جرمنی کے ۶۰ فی صد مسلمان نقشبندی مجددی ہیں[۲۴] ــــ آج کل ایک سن رسیدہ نقشبندی مجددی بزرگ شیخ معصوم امریکہ میں فیض رساں ہیں ــــ

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات ہی میں سوانح نگاری کا آغاز ہو چکا تھا[۲۵]۔ پھر کئی سوانح لکھی گئیں ـــــ ہندوستانی تاریخ میں تقسیمِ ہند سے پہلے آپ کا سرسری ذکر ملتا ہے ـــــ حالانکہ مغلیہ سلطنت پر آپ نے گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور اس سلطنت کے داخلی انقلاب میں آپ کا اہم کردار ہے ـــــ جس کی طرف مؤرخوں نے توجہ نہیں دی ـــــ بہرحال اب ذکر ہونے لگا ہے ـــــ آپ کے مکتوبات شریف کا عربی ترجمہ پہلے مکہ مکرمہ سے اور حال ہی میں تین جلدوں میں بیروت سے شائع ہوا ہے[۲۶] ـــــ منتخب مکتوبات شریف کا انگریزی ترجمہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان نے کیا تھا اور اب ایک اور انتخاب کا ترجمہ وکٹوریہ یونیورسٹی نیوزی لینڈ کے نومسلم امریکن پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بوہیلر کر رہے ہیں ـــــ موصوف ہی نے مکتوبات شریف کا اشاریہ ہشتگانہ تیار کیا تھا جو اقبال اکادمی، لاہور نے شائع کر دیا ہے[۲۷] ـــــ حضرت مجدد الف ثانی کے حالات اور افکار و خدمات پر بارہ فضلاء نے دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کیا ہے اور کر رہے ہیں ـــــ

۲۰۰۲ء میں تعلیماتِ مجددیہ کو عام کرنے کے لیے اور اتحاد و اتفاق کی فضا ساز گار کرنے کے لیے مولانا جاوید اقبال مظہری نے امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی کی پاکستان میں بنیاد رکھی ـــــ جس نے دو تین سال کے اندر اندر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور افکار و خدمات پر مشتمل ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' کے نام سے ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا پیش کیا جس کی سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ان شاء اللہ چار مزید جلدیں ۲۰۰۶ء کو شائع ہونے والی ہیں ـــــ اسی فاؤنڈیشن کی سرپرستی میں ۱۰ راپریل ۲۰۰۵ء میں اس انسائیکلو پیڈیا کا عظیم الشان افتتاحی اجلاس ہوا جس میں فاضلِ جلیل مفتی اعظم ڈاکٹر محمد مکرم احمد زید لطفہٗ نے صدارت فرمائی ـــــ پھر لاہور کے عظیم الشان افتتاحی اجلاس (۲۴ راپریل ۲۰۰۵ء) میں بھی صدارت فرمائی ـــــ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اور فکر کے تعارف میں اس انسائیکلو پیڈیا نے اہم کردار ادا کیا ـــــ مسجد فتحپوری کے شاہی امام وخطیب اور المجدد اکیڈمی، دہلی کے بانی و سرپرست علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد زید لطفہٗ کو بھی اس سے تحریک ملی اور

انہوں نے ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں امام ربانی قومی کانفرنس کا اہتمام فرمایا جس میں آج ہم سب شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے آمین!

جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کی اشاعت ایک اہم محرک ثابت ہوئی چناں چہ اس کی اشاعت کے بعد امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) نے سیرتِ مجدد الف ثانی کے عنوان سے ایک ضخیم تحقیقی مقالہ بھی ۲۰۰۵ء میں شائع کیا ___

الحمدللہ! گزشتہ چار پانچ سال سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق اہم تحقیقات سامنے آ رہی ہیں ___ ضرورت ہے کہ ایک عالمی کانفرنس سرہند شریف میں بھی منعقد کی جائے ___ جس کے لیے مخدوم و محترم خلیفہ محمد یحیٰی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں رہنمائی فرما کر اس تجویز کو عملی شکل عطا فرمائیں گے ___ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ برکتیں اور رحمتیں اِنہی کی ذواتِ عالیہ سے وابستہ ہیں ___ آمین اللّٰھم آمین ___

☆......☆......☆

حواشی

۱___ قرآن حکیم،/التین/۴

۲___ قرآن حکیم،۹/السجدہ/۳۲

۳___ قرآن حکیم،۷۰/الاسراء/۱۷

۴___ قرآن حکیم،۹۶/مریم/۱۹

۵___ قرآن حکیم،۵۲/الشعرآء/۴۲

۶___ القول الجلی فی ذکر آثار الولی، دہلی ۱۹۸۹ء مقدمہ ابوالحسن زید فاروقی، ص ۵۵۶۔۵۵۷ بحوالہ مشکوٰۃ شریف

۷___ قرآن حکیم،۳۶/النحل/۱۶:۱۶/المآئدہ/۵

۸___ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۵۹ بنام فرزند جلیل خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ

۹___ مثلاً ہمایوں بادشاہ، شاہ محمد غوث گوالیاری کے دامن سے وابستہ تھا، اکبر بادشاہ بھی ان سے وابستہ رہا، جہاں گیر بادشاہ آخر میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے وابستہ ہوا___ شاہجہاں بادشاہ بھی آپ کے اور حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ رہے___ اورنگزیب عالم گیر علیہ الرحمہ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے اور ان کے صاحب زادگان سے فیض پایا___

۱۰___ مثلاً فیروز شاہ تغلق دہلی میں مدفون ہیں، شمس الدین التتمش دھلی میں، قطب الدین ایبک لاہور میں، ہمایوں بادشاہ دہلی میں، اکبر بادشاہ سکندرہ میں، جہاں گیر بادشاہ لاہور میں شاہجہاں بادشاہ آگرہ میں، اورنگ زیب بادشاہ اورنگ آباد میں مدفون ہیں___

۱۱___ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کانپور ۱۸۸۹ء، ص ۱۳۲

۱۲___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۴۲

۱۳___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۴۳ بنام صاحبزادگان خواجہ محمد سعید خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ

۱۴___ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۱۶۷، بنام ہَردُے رام

۱۵___ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۱۱، بنام مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ

۱۶___ مینوکی: فسانۂ سلطنت مغلیہ، آگرہ ۱۹۲۰ء

۱۷___ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۱ بنام مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ

۱۸___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۴۸ بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ

۱۹___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۵، فصل الخیر بنام مولانا صالح کولابی

۲۰___ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۶۷ بنام میرزا حسام الدین احمد

۲۱___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۵ فصل الخیر بنام مولانا محمد صالح کولابی

۲۲___ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۲۱۳ بنام مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری وزیر دربار جہاں گیری

۲۳___ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم، ص ۳۶۷

۲۴___ فاضلہ موصوفہ Annabelle Bottcher نے سلسلہ عالیہ مجددیہ خالدیہ سے متعلق مندرجہ ذیل مقالات بھی لکھے ہیں:۔

۱___ Transmission of Islamic Knowledge in Syria.

۲___. Official Sunni and Shii Islam

۳___Politics of Islami in Syria.

۲۵___ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی حیات میں آپ کے خلیفہ خواجہ بدرالدین سرھندی نے ''سیر احمدی'' کے عنوان سے کتاب لکھی جس کا مسودہ تلف ہو گیا، پھر آپ ہی نے ۱۰۳۵ھ میں ''درجات الابرار'' لکھی اس کے بعد ۱۰۴۳ھ میں ایک ضخیم کتاب ''مجمع الاولیاء'' لکھی___ اس سے قبل حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے دوسرے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ۱۰۳۳ھ کے بعد 'زبدۃ المقامات' لکھی اور ۱۰۵۸ھ کے بعد خواجہ بدرالدین سرہندی نے ''حضرات القدس'' (جلد اوّل و دوم) قلم بند کی___ یہ دونوں سوانح مستند ترین سوانح ہیں___

۲۶___ (ا) المکنونات النفیسہ، مطبعۃ الامیریہ، مکہ مکرمہ ۱۸۹۹ء

(ب) المکتوبات الربانیہ (۳ مجلدات)، دارالکتب علمیہ، بیروت ۲۰۰۴ء

۲۷___ ڈاکٹر آرتھر بیولر؛ فھارس تحلیلی ھشتگانہ مکتوبات احمد سرھندی علیہ الرحمہ، اقبال اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۱ء

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

دورحاضر میں درپیش چیلنجز اوران کا مقابلہ

(حضرت مجدد الف ثانی کی دعوت حق اور طرز تبلیغ کی روشنی میں)

پروفیسر محمد عامر بیگ

(سابق جنرل سکریٹری، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن، کراچی)

☆☆

دور حاضر میں امت مسلمہ کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان کا حل حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی دعوت حق اور طرز تبلیغ کی روشنی میں پیش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے دور حاضر میں امت کو درپیش چیلنجز کا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے زمانے میں امت کو جن چیلنجز کا سامنا تھا اس کا ایک جائزہ پیش کیا جائے پھر ہم دیکھیں کہ آپ نے ان چیلنجز کا مقابلہ کس حسن تدبیر اور حکمت عملی کے ساتھ کیا اور احیاء دین کے کام کو تمام مشکلات اور صعوبتوں کے باجود کس حسن خوبی سے انجام دیا اور آخر میں ہم آپ کی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنے کی کوشش کریں گے۔

دروحاضر میں امت کو درپیش چیلنجز:

☆......اللہ کے بندوں کو خدا پرستی سے نکال کر مادہ پرستی اور انسان پرستی میں لگایا جارہا ہے۔

☆......لبرلزم (Liberalism) کے نام پر انسان کو تمام انسانی اور اخلاقی قدروں سے محروم کیا جارہا ہے۔

☆......مغربی تہذیب کے ملحدانہ افکار کی ترویج کے خلاف سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے اس لیے مغرب نے اپنی تمام توپوں کا رخ اسلام اور امت مسلمہ کی طرف موڑ دیا ہے۔

☆......اسلام اور مسلمانوں کے انفرادی تشخص کو نقصان پہنچانے کے لیے مغرب کی طرف سے بین المذاہب مکالموں کے ذریعہ دین الٰہی کے طرز پر عیسائیت، یہودیت اور اسلام کو ابراہیمی مذاہب قرار

دے کر متحدہ مذاہب کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔اس بین المذاہب مکالمہ کا بنیادی مفروضہ ہی یہ ہے کہ تمام مذاہب اپنی حیثیت میں برابر ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔

☆......وہ مسلمان جو اسلام اور اس کے بنیادی اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں انہیں انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دے کر ان کی قوت کو کمزور کیا جارہا ہے۔

☆......روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

☆......مسلم حکمرانوں کو لالچ یا خوف کے ذریعے خرید کر اپنا آلہء کار بنایا جارہا ہے تاکہ مسلم حکمراں مغرب کے اس ملحدانہ ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

☆......میڈیا یعنی ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، اخبارات اور میگزین کے ذریعے مغربی کلچر کی یلغار کی جارہی ہے تاکہ مسلمانوں کے قلب وذہن کو مفلوج کر کے انھیں ایسا ناکارہ بنا دیا جائے کہ وہ کبھی بھی دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

☆......اسلام کے خلاف مسلسل طعن وتشنیع کے تیر چلا کر علماء کو دفاعی پوزیشن میں آنے پر مجبور کیا جارہا ہے تاکہ وہ مغرب اور دنیا کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوجائیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے زمانے میں مسلمانان ہند کو درپیش چیلنجز:

☆......حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جب دعوت حق کا آغاز کیا تو اس وقت اکبری دین الٰہی کی ترویج زور وشور سے جاری تھی۔اکبری دین الٰہی کے پیچھے جو ملحدانہ فکر شامل تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہندوستان میں موجود تمام بڑے مذاہب کو خاص طور پر اسلام اور ہندومت کو عقائد ومعاملات اور رسومات کے اعتبار سے اس طرح خلط ملط کیا جائے کہ ان کا علیحدہ تشخص ختم ہوجائے اور سب ایک ہی دین الٰہی کے نام پر جمع ہوجائیں۔

☆......اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام کے متعدد عقائد سے انحراف کرنے کی روش اختیار کی گئی۔

☆......مذہب اسلام کے اندر ہندوانہ رسومات کو داخل کرنے کے لیے بے شمار بدعات کو نفوذ کیا گیا۔

☆......مسلمان امراء وزراء کو عیش پسندی میں مبتلا کر دیا گیا۔

☆......لالچ اور زبردستی کے ذریعے علماء کو خریدنے کی کوشش کی گئی اور جن علماء حق نے الحاد کا ساتھ دینے سے انکار کیا ان میں سے متعدد کو قتل کر دیا گیا۔جس کے باعث علماء کی ایک جماعت نے اکبری الحاد اور

دین الٰہی کے خلاف چشم پوشی کا راستہ اختیار کیا۔

☆...... بہت سے نام نہاد صوفیہ نے بھی بدعات نوازی اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔

☆...... مسلمان مردوں کے ساتھ ہندو عورتوں کے نکاح کا رواج دیا گیا تا کہ اس ذریعہ سے بھی اسلام اور مسلمانوں کے تشخص کو نقصان پہنچ سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا کارنامہ:

ان کٹھن حالات میں جس طرح آپ نے ان تمام چیلنجز کو قبول کرتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا اور تن تنہا ثابت قدمی، اولوالعزمی اور بہترین حکمت عملی کے ذریعے اکبری دین الٰہی کی ترویج کی کوششوں کو ناکام بنا دیا اور جس طرح آپ نے اپنے مکتوبات اور تبلیغ دین کے ذریعے اکبر کے بعد اس کے بیٹے جہانگیر کے دل کی دنیا کو بدلا اور عیش پرست درباریوں، امراء و وزراء کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر انھیں احیاء دین کے لیے کام کرنے کے لیے تیار کیا اور جس طرح آپ نے علماء کرام اور صوفیاء کرام کو خواب غفلت سے جگا کر احیاء سنت اور بدعات کے خاتمہ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کیا یہ آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے جو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے ناقابل فراموش بھی ہیں اور مشعل راہ بھی۔

موجودہ دور میں امت مسلمہ کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان کے مقابلہ کے لیے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی دعوت اور طرز تبلیغ کس طرح ہمارے لیے مشعل راہ ہے اس کا جائزہ لینے سے پہلے ہمیں مختصراً یہ دیکھنا ہوگا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دینے کے لیے کیا منصوبہ بندی اور لائحہ عمل اختیار کیا۔

حضرت مجدد کی حکمت عملی اور انداز تعلیم و تبلیغ:

آپ کو احیاء دین کے کام کے لیے جن چیلنجز کا سامنا تھا ان کے مقابلہ کے لیے سب سے پہلے آپ علیہ الرحمۃ نے اپنے لیے مقاصد اعلیٰ کا تعین کیا پھر ان مقاصد کے حصول کے لیے حکمت عملی مرتب کی جو اس وقت کے اعتبار سے انتہائی اثر انگیز دور رس اور منفرد ثابت ہوئی۔

مقاصد اعلیٰ کا تعین:

☆...... دین الٰہی کا خاتمہ کر کے اسلام کو اس کی اصل روح اور حقیقی بنیادوں پر جاری و ساری کیا جائے۔

☆...... انحرافی عقائد کا بطلان کر کے امت کو عقائد اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد پر جمع کیا جائے۔

☆......درباری امراء ومصاحبین کی اصلاح کر کے انھیں اس مقصد کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ حکمرانوں پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے ان پر دباؤ ڈالیں اور انھیں راہ حق سے ہٹنے نہ دیں۔

☆......بادشاہ اور رعایا کے تعلقات کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنا۔

☆......بدعات کا خاتمہ کر کے احیاء سنت کی ترغیب دینا۔

☆......ان مقاصد کے حصول کے لیے علماء ومریدین کی ایک بڑی تعداد تیار کرنا جو ان مقاصد کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہوسکیں۔

انداز تعلیم وتبلیغ:

☆......براہ راست تبلیغ، خطاب اور مدلل بیان کے ذریعہ لوگوں کو قائل کرنا۔

☆......خطوط کے ذریعے دعوت حق کا کام، آپ نے دینی ومعاشرتی حالات کی اصلاح اور تغیر کے لیے مکتوبات کا ذریعہ اختیار کیا اور معاشرہ کے ہر طبقہ کو فکری انحراف اور دینی بے راہروی کی طرف توجہ دلائی۔

☆......اصحاب اقتدار کے ساتھ براہ راست تصادم سے گریز کیا بلکہ ان کی براہ راست یا بالواسطہ اصلاح کی کوشش کی جس کے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے۔

☆......علماء وصوفیاء کرام کو خواب غفلت سے بیدار کر کے انہیں اس عظیم الشان اصلاحی مشن میں اپنے شامل حال کیا۔

☆......ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جو اسلامی احکام کے لیے موزوں ہو اور اس کے خلاف کسی ردعمل کا امکان نہ ہو۔

اب یہاں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے انداز تعلیم وتبلیغ کی ایک جھلک آپ کے مکتوبات میں سے پیش کی جائے۔

درباری امراء ومصاحبین کے نام مکتوبات:

دربار اکبری کے ایک صاحب علم اور باثر شخصیت صدر جہاں کے نام ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں (یہ مکتوب اکبر کی موت کے بعد لکھا گیا):

''اب جبکہ سلطنت میں انقلاب واقع ہوگیا ہے اور دیگر مذاہب کی

عداوت درہم برہم ہوگئی ہے لہٰذا اسلام کے پیشواؤں کے بڑے بڑے وزیروں، امیروں اور علماء کرام پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو شریعت کی ترویج میں لگائیں اور سب سے پہلے اسلام کے ترک شدہ ارکان کو قایم کریں کیونکہ تاخیر میں خیریت معلوم نہیں رہتی غریبوں کے دل اس تاخیر سے بہت بے قرار ہیں گذشتہ زمانے کی سختیاں ابھی تک دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں ایسا نہ ہو کہ تلافی نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے''[1]

سید شیخ فرید جو دربار جہانگیر کے صاحب فضل امراء و وزراء میں سے تھے کے نام مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

''میرے مکرم! آج اسلام بہت اجنبی اور بے کسی کے عالم میں ہے آج اس کی تقویت کے لیے ایک جیتل (چاندی کا ایک سکہ) خرچ کرنا کروڑ ہا روپے خرچ کے بدل مقبول ہے۔ ترویج دین اور تقویت ملت کسی بھی وقت خواہ کسی بھی شخص سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے لیکن اس وقت جبکہ اسلام کی غربت کا زمانہ ہے آپ جیسے اہل بیت کے جواں مردوں کے لیے نہایت ہی زیبا اور بہتر ہے کیونکہ یہ دولت آپ ہی کے بزرگ خاندان سے ملی ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے ضمنی۔ حقیقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اسی عظیم القدر امر کو حاصل کرنے میں ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہوگی اسی قدر اسلام ذلت ہے اس اصول پر اچھی طرح نظر رکھنی چاہیے اکثر لوگوں نے اس اصول کو ضائع کر دیا ہے اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی خرابی سے مطلع کریں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں، شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو''[2]

ایک دوسرے مکتوب میں شیخ فرید کو بادشاہ کی اصلاح کے حوالے سے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''دنیا جہاں کے ساتھ نسبت ایسی ہے جیسی کہ بدن کے ساتھ دل کی نسبت اگر دل اچھا اور درست تو بدن بھی درست اور صحیح ہے۔ اور اگر دل خراب ہو جائے تو بدن بھی بے کار ہو جاتا ہے بادشاہ کے درست اور بہتر ہونے میں دنیا جہاں کی درستی و بہتری ہے اور اس کے بگڑنے پر جہاں کا بگڑنا موقوف ہے'' [۳]

خان اعظم مرزا عزیز جو اکبر بادشاہ کے ہم عمر اور ہم شکل تھے ہمیشہ قرابت اور انتہائی نوازشوں سے سرشار رہے جہانگیر نے بھی آپ کو خوب عزت دی، ان کے نام مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''آج اسلام کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کافر کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں بے خوف و خطر ہر کوچہ بازار میں کفر کے احکام جاری ہیں اور اہل کفر کی تعریف ہوتی ہے اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے روک دیے گئے اور شریعت کے احکام بجالانے کی صورت میں ان کی مذمت اور ان پر طعنہ زنی کی جاتی ہے۔۔۔ اس لیے میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ خاندان (حضرات نقشبندیہ) کے بزرگوں کے ساتھ آپ کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی مسلمانی کی عظمت اہل زمانہ کی نظروں میں ظاہر ہوگئی ہے تو آپ کوشش فرمائیں کہ کم از کم اتنا تو ہو کہ اہل کفر کے بڑے بڑے احکام (شعائر کفر) جو اہل اسلام میں رائج ہو گئے ہیں مٹ جائیں اور نیست و نابود ہو جائیں اور اہل اسلام ان خلاف شرع امور سے محفوظ رہیں''

رد بدعات اور احیاء سنت کی کوشش:

شیخ فرید کے نام اپنے ایک مکتوب میں احیاء دین کی ترغیب اور علماء سوء کی مذمت ان الفاظ کے ساتھ

فرماتے ہیں:

''اہل اسلام اپنے اوپر لازم کرلیں کہ وہ شریعت کو رواج دینے اور مذہب کو قوت پہنچانے میں بادشاہ کی رہنمائی کریں اور اسکے مددگار بنیں۔ خواہ یہ امداد زبان سے ہو یا ہاتھوں سے میسر ہو سب سے بڑھ کر امداد یہ ہے کہ کتاب وسنت و اجماع امت کے مطابق مسائل شرعیہ کو بیان کیا جائے اور صحیح عقائد کو ظاہر کیا جائے تا کہ کوئی بدعتی اور گمراہ شخص درمیان میں آ کر اسے راستے سے نہ ہٹا دے اور کام خراب نہ کر دے۔ اور یہ کام علماء حق کے ساتھ مخصوص ہے گذشتہ زمانے (دور اکبری) میں جو مصیبت اسلام اور اہل اسلام کے سر پر آئی وہ دراصل علماء سوء کی بدبختی اور بے باکی کی وجہ سے تھی یہی لوگ بادشاہوں کو گمراہ کرتے تھے۔ بہتر فرقے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان سب کے پیشوا یہی علماء سوء ہوئے ہیں بہت کم لوگ ہیں جو ایسے علماء کے بغیر گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر دوسروں تک پہنچا ہو۔۔۔۔ آپ کی بزرگ ذات سے توقع ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کو ذاتی طاقت وقوت اور بادشاہ کا قرب پورے طور پر عطا کیا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے رواج دینے میں خلوت و جلوت اور ظاہر و باطن میں کوشش کرتے رہیں اور مسلمانوں کو ذلت اور پستی سے نکالیں۔

کسی متروک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ کوئی اگر فرض، واجب کو زندہ کرتا ہے تو اس کو کتنا اجر ملتا ہے''[۴]

شیخ فرید کے نام ایک مکتوب میں بدعتی کی مذمت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''یقین جانیے بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے بھی زیادہ

ہے''۵

ملا طاہر بدخشی کے نام ایک مکتوب میں فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں لگنے کی مذمت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''فرائض میں سے کسی ایک فرض کو چھوڑ کر کسی نفل عبادت میں مشغول ہونا لایعنی باتوں میں داخل ہے ایک نفلی حج کی خاطر متعدد فرائض و واجبات کو چھوڑ دینا اچھا نہیں''۶

خواجہ محمد کابلی جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خاص مریدوں میں تھے کے نام اپنے ایک مکتوب میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت سے مشرف فرمائے کیونکہ اسی کی درستگی پر دین کے کاموں کا دارومدار ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب باطل اوہام اور فاسد ہیں''

علماء کی اصلاح کی کوششیں:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ان علماء کے نام بھی مکتوبات لکھے جو دنیا داری اور ظاہر داری کا شکار ہو گئے تھے اور احیاء دین کے کام سے غافل تھے ملا محمد صدیق بدخشی جنہیں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے بیعت ہونے اور خلافت پانے کا شرف حاصل ہوا، کے نام آپ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''آپ نے ظاہری طور پر فقراء کی ہم نشینی سے تنگ دل ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کر لی ہے، یہ بہت برا کام کیا، اگر آج آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی اس وقت ندامت اور پشیمانی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔۔۔۔فقراء کے آستانوں کی خاکروبی دولت مندوں کے ہاں صدر نشینی سے بہتر ہے''۷

حضرت حمید بنگالی کو بھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہنے اور بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہوا، ان کے نام اپنے ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

''اے عزیز! یہ طریقت کا راستہ غیب الغیب (پردہ در پردہ) ہے جس

میں سائلوں کے قدم بہت لغزش کھاتے ہیں لہٰذا آپ اعتقادات اور
اعمال میں شریعت کو لازمی طور مدنظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں
حضور اور غیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے ایسا نہ ہو کہ غفلت
ہو جائے''[۸]

حکیم عبدالوہاب کے نام ایک مکتوب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم پر لازم ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں
علماء اہل حق نے کتاب وسنت کو سمجھا ہے اور اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا
آپ کا سمجھنا ان بزرگوں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو
حد اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو
کتاب وسنت کے مطابق سمجھتا ہے''[۹]

مکتوبات شریفہ کے علاوہ بھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بہت سے ایسے اقدامات کیے جس کے ذریعے آپ کو اپنے اعلیٰ مقاصد میں مدد ملی مثلاً

☆...... آپ نے اپنے مریدوں اور خلفاء کی بڑی تعداد کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیجا انھوں نے اسلام کی صحیح تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔

☆...... دربار شاہی کے بڑے امراء کو حلقہء ارادت میں شامل کیا تاکہ وہ بادشاہ کے قلب کی کیفیت کو بدلنے میں اپنا اثر استعمال کریں۔

☆...... لوگوں سے عہد لیا کہ خلاف اسلام شاہی احکام کی اطاعت نہیں کریں گے اور اس جدوجہد کو شاہی فوج تک وسعت دی گئی۔

آج امت مسلمہ کو جو چیلنجز درپیش ہیں وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے کم وبیش وہی ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دور میں درپیش تھے اس لیے اگر آج بھی ہم آپ کی دعوت حق اور طرز تعلیم وتبلیغ کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کر ان چیلنجز کا مقابلہ کریں تو ہمیں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل ہوسکتی ہیں لیکن اس کے لیے اخلاص نیت اور حسن عمل ضروری ہے جس کے بغیر کامیابی محال ہے۔ مثلاً جس طرح حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے دینی معاشرتی حالات کی اصلاح اور تغیر کے لیے خطوط کا ذریعہ اختیار کیا اور معاشرہ کے

ہر طبقہ کو فکری انحراف اور دینی بے راہروی سے روکنے کی کوشش کی جس کی مثال آپ کے وہ چند مکتوبات ہیں جو ہم نے اوپر پیش کیے ہیں۔ اگر ہمارے چند اکابر علماء بھی اس ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنا کردار ادا کریں اور حکومت اور حکومتی اداروں سے وابستہ باثر افراد کو حدف بنا کر خطوط اور ای میل کے ذریعے روابط قایم کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ باثر افراد کے E.Mail ایڈریسز حاصل کرنا آج کوئی مشکل کام نہیں ہے مسلمانوں کو اس وقت جن دینی، سماجی، سیاسی اور معاشی شعبوں میں چیلنجز کا سامنا ہے جس کی طرف ہم ابتداء میں اشارے کر چکے ہیں اس سے متعلق افراد اور اداروں کو ایڈریس کرتے ہوئے اگر ان کی کتاب وسنت کی روشنی میں مستقل رہنمائی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہمیں شیخ فرید، صدر جہاں، خان اعظم اور لالہ بیگ جیسے لوگ نہ ملیں جو حکومت اور حکومتی اداروں کے ساتھ اپنے قرب اور اثر ورسوخ رکھنے کے ساتھ دینی حمیت کے بھی مالک ہوں اور اگر ان کی دینی غیرت کو جگایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ حکومت وقت پر مستقل دباؤ ڈال سکیں۔ تاکہ حکومت صراط مستقیم سے نہ ہٹ سکے اگر کبھی حکومت کوئی ایسا اقدام کرتی بھی ہے تو ان بااثر افراد اور رائے عامہ کا ایسا دباؤ پڑے جو انھیں راہ حق سے نہ ہٹنے دے۔

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے صاحب اقتدار کے ساتھ براہ راست تصادم سے گریز کیا اور ان کی براہ راست یا بالواسطہ اصلاح کی کوشش کی اگر آج ہمارے علماء حق بھی اسی راہ کو اختیار کریں اور بجائے براہ راست آج کی گندی سیاست میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بھی پراگندہ کرنے کے وہ اپنی براہ راست گفتگو اور مدلل بیان کے ذریعے اور خطوط اور روابط کے ذریعے اصحاب اقتدار یا ان کے مصاحبین کی اصلاح کی کوششیں تیز کریں تو اس سے زیادہ پائیدار اور جلد نتائج حاصل ہونے کی امید کی جاسکتی ہے بصورت دیگر سوائے بدنامی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

آج خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غفلت اور دنیا اور اس کی زینت سے محبت روحانی ترقی سے بیزاری اور مادی ترقی کے لیے بے تابی کے غلبہ نے پوری امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ساتھ ہی مغربی تہذیب سے متاثر ایک نام نہاد روشن خیال طبقہ بڑی تیزی کے ساتھ امت مسلمہ میں پھیل رہا ہے جو اسلام کے خلاف مغربی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر بہت سے اسلامی احکامات کو Obselete یا ناقابل عمل قرار دے کر مغربی تہذیب اور اطوار کو قبول کرتے جا رہے ہیں اور اپنے زعم میں اپنے آپ کو روشن خیال اور ان مسلمانوں کو جو دین کے بنیادی اصولوں اور احکامات کو پس پشت ڈالنے کے

لیے تیار نہیں ہیں انھیں دقیانوسی اور غیر مہذب قرار دے کر انھیں Backward یا فرسودہ قرار دیا جارہا ہے۔

ان حالات میں علماء حق کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی فکر وعمل کو اپنے لیے مشعل راہ بناتے ہوئے مسلم عوام میں دین کا شعور پیدا کریں اور انھیں حالات کی سنگینی اور دشمنوں کے ناپاک عزائم سے آگاہ کریں تاکہ ان کے اندر دینی حمیت بیدار ہوسکے اور وہ اسلامی تشخص اور اسلامی اصولوں کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کرسکیں اس کے لیے علماء حق کو علماء دین اور مبلغین کی ایک بڑی جماعت بھی تیار کرنا ہوگی جو اطراف عالم میں پھیل کر لوگوں کو دین کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کریں اور انھیں صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی دعوت دیتے رہیں۔

آج لبرلزم کے نام پر انسانیت کو جس طرح تمام مذہبی، اخلاقی اور انسانی اقدار سے محروم کرنے کی عالمی سطح پر ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں اس کے اثرات سے آج مسلم معاشرے بھی محفوظ نظر نہیں آتے۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی فکر وعمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے اس کے لیے ہمیں عالمی سطح پر مسلمانان عالم کو اس طوفان سے آشنا کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانا ہوں گے۔ اس کے لیے اگر ہمیں اخبار، جرائد اور مکتوبات کے علاوہ انٹرنیٹ اور ممکنہ طور پر دوسرے الیکٹرانک میڈیاز کا سہارا لینا پڑے تو ہمیں اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بھی علماء حق کی ایک پوری جماعت کی ضرورت ہوگی جو نہ صرف اپنے علم ودانش کے ذریعہ امت کو آنے والے طوفانوں سے آشنا کریں بلکہ ان کے خلاف بند باندھنے کی بھی حتی الامکان سعی کریں اگر آج بھی ہمارے اکابر علماء اپنے ذاتی اور فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر احیاء دین کے کام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آج بھی وہ حیرت انگیز نتائج حاصل کرسکیں جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ایک مختصر عرصے میں حاصل کیے تھے۔

☆......☆......☆

حواشی

۱......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب ۱۹۵

۲......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب ۱۹۳
۳......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب ۴۷
۴......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۸۷
۵......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب ۵۴
۶......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب ۱۲۳
۷......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب ۱۳۲
۸......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب ۲۲۰
۹......شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب ۱۵۷

☆......☆......☆

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد اور ذرائع ابلاغ

صوفی غلام سرور نقشبندی
(صدر، مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور)

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ دوم کی وہ علمی وروحانی شخصیت ہیں جو کہ محتاج تعارف نہیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی برصغیر پاک وہند کے ان بزرگان دین میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے اسلام کے احیاء اور اس کی سربلندی کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ آپ نے اکبر اور جہانگیر جیسے جابر سلاطین کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا، اور دین الٰہی اکبر شاہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ہزارہ دوم میں تجدید احیائے دین کا ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی...... آپ نے کفر وشرک والحاد کا ٹوٹ کر مقابلہ کیا، اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی مخلوق خدا کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستے پر گامزن کر دیا۔ دور اکبری سے لے کر اب تک جتنے مفکر اس برصغیر میں پیدا ہوئے، اور دنیا بھر میں آزادی کی جتنی تحریکیں اٹھیں وہ کسی نہ کسی صورت میں تعلیمات مجددیہ کی مرہون منت ہیں...... شاہجہان کی اسلام دوستی، اورنگزیب عالمگیر کی حکمت عملی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ، اقبال کا فلسفۂ خودی ان سب کی کڑیاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے جاملتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتباع سنت، اصلاح طریقت وتصوف اور صراط مستقیم کی ہدایت کا جو کام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، اس کی بدولت دین کا ہر طالب علم بالعموم اور برصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والا ہر سالکِ راہِ تصوف ان کا احسان مند ہے...... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تبلیغی مساعی جمیلہ سے ہندوؤں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا جو برصغیر پاک وہند میں

مسلمانوں کو اسلام اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور احترام ختم کرنے کے لیے کر رہے تھے۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ملّی تشخص کو اُبھارا اور مسلم قومیت کے داعی کی حیثیت سے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی، اور مملکت خداداد پاکستان اسی نظریے کی بنیاد پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آئی۔

یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اس بغاوت کی وراثت ہے جو حضرت مجدد الف ثانی نے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے خود ساختہ دین الٰہی کے خلاف کی تھی...... بقول مولانا ابوالکلام آزاد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی بھی منجملہ ان اکابر امت کے ہے جن کی تعظیم وتوقیر تو حسن اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے لیکن ان کی زندگی کے اصل کارناموں پر پردے پڑ گئے، یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم کارنامون اور آپ کی شخصیت کو جس طرح نمایاں اور اجاگر کر کے پیش کرنے کی ضرورت تھی اسے عموماً نظر انداز کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ خانقاہوں اور مشائخ عظام اور سجادہ نشینان نے بھی اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی کاش کے یہ قابل قدر ہستیاں اس طرف متوجہ ہوتیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور کارہائے نمایاں سے عوام الناس کو روشناس کرانے کے لیے حضرت مجدّد الف ثانی سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا اور جناب جمیل اطہر سرہندی کو اس سوسائٹی کا سیکریٹری جنرل مقرر کیا گیا...... یہ سوسائٹی عرصہ تقریباً ۲۹/سال سے مختلف ہوٹلوں اور سینٹروں میں مجدد الف ثانی کانفرنسوں اور سیمیناروں کا اہتمام کر رہی ہے، جن میں آپ کی تعلیمات اور کارہائے نمایاں کے حوالے سے پُر مغز مقالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ ان تقریبات میں جید علماء کرام، مشائخ عظام، نامور دانشوروں، عظیم ریسرچ اسکالرز اور ممتاز صحافیوں کو دعوت دی جاتی ہے...... ٹی وی اور ریڈیو کے نمائندگان شمولیت فرماتے ہیں اور ان کانفرنسوں اور سیمیناروں کی کارروائی کو ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات میں شائع کیا جاتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور پیغام پوری دنیا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ان تقریبات میں پڑھے جانے والے مقالوں کو کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے، تاکہ یہ تحقیقی دستاویزات محفوظ ہو جائیں اور ہر شعبہ زندگی کے لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ نیز مقررین حضرات کی تقاریر اور مقالوں کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور سی ڈی تیار کر کے عوام الناس تک اندرون و بیرون ملک

پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اہل سنت و جماعت کے سلاسل ہائے روحانی (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ) کے امام و پیشوا ہیں، اور ان کی تعلیمات تمام سلاسل ہائے روحانی کی تعلیمات پر محیط ہیں۔ ان کا عام کرنا ہر مسلمان کا دینی ملی اور قومی فریضہ ہے...... ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' قومی کانفرنس کا انعقاد بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بندہ ناچیز اس ضمن میں قلم کار حضرات سے بالعموم اور بین الاقوامی مفکر و محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بالخصوص یہ درخواست کرتا رہا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی تعلیمات، عقائد و نظریات، افکار، خدمات اور کارہائے نمایاں کو مرتب کیا جائے اور ایک ضخیم علمی اور تحقیقی کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے...... ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ کتاب ۲۰۰۰ صفحات پر محیط ہو جائے گی اور اسے پڑھے گا کون؟ بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ یہ کتاب لائبریریوں کی زینت بن جائے گی اور حضرت امام ربانی پر کام کرنے والے اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے کتاب کا مسودہ تیار کیا جس کو مصروفیت کی بنا پر توجہ نہ ملنے کی وجہ سے کرم کھا گئے جس پر بے حد افسوس ہوا۔

بندہ ناچیز نے اپنی عرضداشت کو جاری رکھا۔ بالآخر پروفیسر صاحب موصوف نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نگاہ حضرت امام ربانی کا صدقہ گزشتہ تقریباً تین، ساڑھے تین سال میں بین الاقوامی سطح پر قلمکار حضرات سے رابطے کیے اور ان سے پرمغز علمی و تحقیقی مقالہ جات حاصل کیے۔ اور حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی زیر سرپرستی حضرت صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد، حضرت مولانا جاوید اقبال مظہری اور حضرت ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا گیا...... یہ آپ کے دست و بازو بنے اور شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد تین سال کے قلیل عرصہ میں ۷ جلدوں پر مشتمل ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' کے نام سے ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا مرتب فرمایا، جو امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی کے زیر اہتمام زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے...... آپ کی یہ کاوش منفرد حیثیت کی حامل ہے...... گزشتہ چار صدیوں میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی شخصیت پر اتنا بڑا کام میری نظر سے نہیں گزرا اس عظیم انسائیکلو پیڈیا کی نظر ثانی کے فرائض محمد عالم مختار حق صاحب نے سرانجام دیے ہیں۔

جو کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق وتائید سے ان حضرات نے سرانجام دیا ہے اس عظیم کارنامے کو خراج تحسین پیش کرنا اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالانا ضروری سمجھتا ہوں...... جس کے فضل عمیم سے یہ عظیم منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

اگر چشم حقیقت بین اور نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو گروہ مجددین میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی شان نرالی نظر آتی ہے جن علوم ومعارف اور اسرار ورموز کا آپ سے فتح باب ہوا وہ ایسی شرح وبسط سے کسی دوسرے نے بیان نہیں کیے تھے چونکہ آپ دوسرے ہزار سال کے مجدّد ہیں اس لیے آپ کی تصانیف عالیہ خصوصاً مکتوبات میں اس پورے دور کی ہدایت اور راہنمائی کا سامان موجود ہے اس پُرفتن دور میں آپ کے مکتوبات کو حکم مان لیا جائے تو اختلافات کی خلیج کو درمیان سے ہٹایا جاسکتا ہے...... آپ کی قلمی نگارشات آج بھی حق وباطل کے درمیان واضح خطِ فاصل کھینچ دیتی ہیں، اور تجدیدِ دین کے سلسلہ میں جو آپ نے مساعی جمیلہ فرمائیں وہ ہر خادم دین کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں......

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اہل اسلام کو حضرت مجدّد الف ثانی کی تعلیمات، عقائد ونظریات، افکار اور کارہائے نمایاں پر غور وفکر کرنے، ان کو اپنانے اور عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے (امین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(۲۴/اپریل ۲۰۰۵ء بروز اتوار، ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور، جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس، کے موقع پر یہ مقالہ بطور خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا۔)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ پنجم

بہا کے لے گیا ظلمات کے جزیروں کو
صداقتوں کا ایک سیلِ بے پناہ بھی تھا
(کلیم عثمانی)

لا حول ولا قوة إلا بالله

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا کارنامہ

(علماء سو کے کردار و عمل کے تناظر میں)

صاحبزادہ محمد عبدالسلام

☆☆

غوثِ صمدانی، قیوم زمانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ مخدوم احمد سرہندی قدس سرہ العزیز کی بعثت مبارکہ کا زمانہ جو دسویں صدی ہجری کا اختتام اور گیارہویں صدی کا آغاز ہے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے بڑا کٹھن اور صبر آزما دور تھا۔ بادشاہ وقت جلال الدین اکبر تھا جس کی رگوں میں بڑے جری اور غیرت مند اکابر کا خون رواں تھا۔[1]

حکومتی کارندوں کی اکثریت مسلمان تھی، اس کے باوجود اہل ایمان اپنے آپ کو بے بس، مجبور، مقہور اور بے سہارا سمجھتے تھے۔ اسلامی شعائر کا علی الاعلان مذاق اڑایا جاتا۔[2]

مساجد اور مزاراتِ مقدسہ کو مسمار کر کے ان کی جگہوں پر مندر تعمیر کیے جاتے۔ احترام رمضان کا کوئی اہتمام نہ تھا البتہ ہندوؤں کے روزہ کے دن کسی کی مجال نہ تھی کہ بازاروں میں کوئی چیز کھائے یا پیے۔ ہر وہ کام جو اسلام کی ضد تھا کرنے کی اجازت تھی۔ کوئی قدغن اور پابندی نہ تھی۔ پابندیوں کے شکار مسلمان تھے یا ان کا سچا دین اسلام۔ اسلامی نظریہ کہ تیغ و قرآن حافظ یک دیگر اند کے برعکس حکومت نے اپنی تلوار اسلام، قرآن اور مسلمان کی حفاظت سے اٹھالی تھی۔ وہ دنیا کے ہر دوسرے مذہب کی حفاظت کی خاطر تو بے نیام ہو سکتی تھی۔ لیکن اس نے اپنی حفاظت کا تعلق قرآن مجید سے منقطع کر لیا تھا۔ مسلمانوں سے ان کا مذہب، ملی تشخص، قومی وقار اور معاشرتی امتیاز سب کچھ ختم کرنے کے لیے بے رحم قوتیں مصروف عمل ہو چکی تھیں۔[3]

وجہ یہ تھی کہ مغل اعظم جلال الدین اکبر صرف نام کا مسلمان رہ گیا تھا۔ عملاً وہ اسلام سے بے زار ہو چکا تھا اس کے نام سے اُس کو چڑ ہو گئی تھی۔ اسلام کی ضد میں اس نے ایک نیا دین گھڑ لیا تھا۔

مقامِ غور ہے وہ اکبر جو اپنے بچپن سے لے کر آغازِ جوانی تک پکّا دیندار، نمازی بلکہ تہجد گزار، اولیائے کرام کا عقیدت مند[4] علمائے عظام کی خدمت میں اس حد تک باادب کہ ان کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا۔[5] آخر اسلام کا باغی کیوں بن گیا۔ کیا وجہ تھی کہ اسلام کا باغی بن گیا۔ کیا وجہ تھی کہ اسلام کا یہ حامی اس کا دشمن بن گیا۔ اسلام کا حلقہ بگوش خادم اس کے مقابل آکر کیوں نئے دین کا بانی بنا۔ یہ روح فرسا دردناک کہانی سننے اور سنانے کے قابل داستان ہے۔ یہ کہانی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کی عظمت و وسعت اس سے واضح ہو جاتی ہے۔

اکبر بادشاہ کو برباد کرنے کے چند عوامل تھے۔ ان عوامل میں سب سے موثر عامل خود اسلام کے علمبرداروں کا قابل نفرت کردار تھا۔ اسکے نام نہاد محافظوں کے پے بہ پے شدید حملوں کے باعث اسلام جاں بلب ہو چکا تھا۔ گویا باڑ نے فصل اور کھیتی کو اجاڑنے پر کمر باندھ لی تھی۔

شیخ ابوالفضل[6] شیخ ابوالفیض فیضی[7] اور ان کے باپ شیخ مبارک[8] کے نام اُن افراد کی فہرست میں سب سے نمایاں نظر آتے ہیں جنہوں نے اس وقت برصغیر سے اسلام کا جنازہ نکال دینے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ یہ پکی روٹی پڑھنے اور یسرنا القرآن پڑھانے والے صرف کسی مسجد کے ملا نہ تھے ان کے علمی مرتبہ و مقام کو سمجھنے کے لیے تاریخ کی اِن تصریحات کو ذہن میں رکھیے۔

شیخ مبارک ایک متبحر عالم تھا۔ پانچ سو ضخیم مجلدات اس نے اپنے ہاتھوں سے قلمبند کی تھیں۔ آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گیا تو اپنی یادداشت اور قوت حافظہ کی بدولت قرآن کریم کی تفسیر چار جلدوں میں لکھوائی۔ بڑا بھائی ابوالفیض بھی مفسر قرآن تھا بلکہ اس نے جو ایک تفسیری انداز اپنایا وہ بے مثل ہے۔ یعنی پوری تفسیر میں ایک حرف بھی ایسا استعمال نہ کیا جو نقطہ دار ہو۔ چھوٹا بھائی علم و فضل کا پتلا تھا۔ انشاء کے فن میں یگانہ روزگار تھا۔ آج بھی اس کی انشاء کو فارسی انشاء میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

علم و فضل کی اتنی رفعتوں اور بلندیوں کے باوجود کردار و عمل کی اتھاہ پستیوں کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ ان تین باپ بیٹوں نے صرف ذاتی خواہشات اور مفادات کے پیش نظر اکبر کے دربار سے علمائے اسلام کی قوت کو توڑ دیا۔[9]

برسرعام ان کو ذلیل اور رسوا کیا۔ ان سے بدلہ لینے کی غرض سے پورے نظام حکومت کو بدل دیا۔ خود بے دین بنے۔ اکبر کو لادینی کا درس دیا۔ ابوالفضل اپنی تحریر وتقریر میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتا۔ مسلمانوں کا ذکر گھٹیا انداز میں کرتا[۱۰]۔ بادشاہ اور درباری علماء ان کے زیر اثر اسلام سے دور ہوتے چلے گئے۔ نوبت تا ایں جا رسید کہ نوروز جو مجوسیوں کا تہوار ہے بڑی آن بان سے منایا جانے لگا۔ اس میں شراب کا عام دور چلتا۔ قاضی اور مفتی کے عہدوں پر فائز افراد اس دنگل میں اترتے[۱۱] بادشاہ خود داڑھی منڈاتا تھا داڑھی منڈانے والوں کو پسند کرتا تھا۔ اس کے نتیجہ میں دربار اکبری کے بڑے بڑے علماء وفضلاء اپنی داڑھیاں کٹا کر بادشاہ کے قدموں پر نچھاور کیا کرتے تھے[۱۲]۔ خوددار اور خدا پرست افراد کا مذاق اُڑایا جاتا ان کی توہین کی جاتی۔ اس سے بڑھ کر معزالملک، قاضی محمد یعقوب، قاضی علیم الرحمٰن کو موت کے گھاٹ اتار دیا[۱۳]۔ ان حالات سے پریشان ہو کر حضرت شاہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت مولانا بدرالدین حج پر چلے گئے اور پھر واپس نہ لوٹے[۱۴] مغل اعظم اسلام کی مخالفت میں اس قدر اندھا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر کھلاتا ان کے تڑپنے کا نظارہ کرتا اور خوش ہوتا تھا۔

اتفاق سے دربار میں موجود قدامت پسند علماء کا کردار بھی ناگفتہ بہ تھا۔ یہ لوگ بظاہر تقوٰی، تقدس کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے لیکن اپنے کردار وعمل کے باعث مسلمانوں، علمائے کرام اور اسلام کے لیے باعث شرم وعار تھے۔ مخدوم الملک کے عہدہ پر عبداللہ سلطان پوری متمکن تھا۔ اس نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں حج پر نہ جانا پڑے حج کے اسقاط کا فتوٰی دے دیا تھا۔

یہ مخدوم الملک مال ودنیا کا بڑا حریص تھا۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ سال کے اختتام سے قبل اپنا سارا مال اپنی بیوی کو ہبہ کر دیا، پھر اگلا سال ختم ہونے سے قبل بیوی یہ مال مخدوم الملک کے سپرد کر دیتی۔ دشمنوں کے کان بھرنے پر بادشاہ نے اُسے حج پر بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ جس سے اس کی خوب سبکی ہوئی۔ مخدوم الملک کا جب انتقال ہوا تو اس کی متروکہ جائیداد کے حساب وتقسیم کے لیے ایک قاضی مقرر کیا گیا چھان بین کے نتیجہ میں اتنے خزانے اور دفینے برآمد ہوئے کہ شمار ممکن نہ تھا۔ یہاں تک طمع دنیا اس پر حاوی ہو چکی تھی کہ اپنے خاندانی قبرستان میں جعلی قبریں بنا کر ان میں سونے سے بھرے ہوئے صندوق دفن کیے ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ وہ اثاثے جو اس نے اپنے قابلِ اعتماد دوستوں کے ہاں امانت کے طور رکھے ہوئے تھے ان کی مالیت اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ سب مال ودولت بادشاہی حکم سے سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیا گیا اور وہ اولاد جس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے تھے نان شبینہ کی محتاج ہو کر رہ گئی۔[۱۵]

دربار اکبری کے ایک اور ممتاز عالم دین شیخ عبدالنبی محدث تھے۔ یہ حضرت شاہ عبدالقدوس [۱۶]
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے بادشاہ اس کا ازحد احترام کرتا تھا۔ اس احترام کی بدولت وہ کبھی کبھی
اس کے گھر چلا جاتا اور درسِ حدیث میں شرکت کرتا۔ کبھی کبھی وہ اس کے جوتے بھی سیدھے کر دیا کرتا۔ یہ
مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ کی چہل حدیث کا درس دیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اُسے اپنے ملک کا
صدر الصدور مقرر کر دیا۔ اور فرمان جاری کر دیا کہ جب تک شیخ عبدالنبی کی مہر نہ ہو اوقاف سے مدد اور
شاہی خزانہ سے معاشی مدد کسی کو بھی جاری نہ کی جائے، پورے ملک سے حاجت مند اس کی خدمت میں
حاضر ہونے لگے۔ کسی کو سفارش میسر آ گئی تو اس کا کام نکل آیا ورنہ اس کے کارندوں سے دھکے کھاتا رہا۔
شیخ کے دربانوں اور کارندوں نے رشوت کا وہ بازار گرم کیا کہ توبہ ہی بھلی، اہل علم وفضل کی تعظیم وتوقیر تو کہاں
وہ بے چارے ڈنڈے کھاتے دھکے کھاتے اور کچھ ہجوم کے قدموں میں پس کر راہی ملکِ عدم ہو جاتے
تھے۔ خوشامد، چاپلوسی کرنے والوں کو بڑی بڑی جاگیریں مل جاتی اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے۔ اس کے
ہاتھوں سے اہل علم وفضل کی عزت وتوقیر دن بدن کم ہونے لگی۔ مخدوم الملک کی مانند اس نے بھی زکوٰۃ سے
بچنے کے لیے حیلہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ روزمرہ کی اس کے بارے میں شکایتوں سے تنگ آ کر بادشاہ نے
اسے بھی حج پر روانہ کر دیا۔ واپسی پر قضاء اسے دوبارہ شاہی دربار میں لے آئی۔ ایک موقعہ پر ناراض ہو کر
بادشاہ نے برسرِ عام اس کی پٹائی کر دی۔ منہ پر گھونسہ دے مارا۔ بعدازاں سے ابوالفضل کے سپرد کر دیا جس
کی اس کے ساتھ پرانی عداوت تھی۔ ابوالفضل نے اس سے اُس ستر ہزار روپیہ کا حساب لیا جو حج پر روانگی
کے وقت اسے شاہی خزانہ سے عطا کیا گیا تھا۔ اسے قید خانہ میں بند کر دیا گیا، طویل عرصہ تک وہ قید رہا۔
آخر ایک رات اس کا گلہ گھونٹ کر مار دیا گیا۔ عبرت کی جا ہے کہ شیخ عبدالنبی جیسا صاحب جبروت واقتدار
جب مرا تو دوسرے دن ظہر کی نماز تک اس کی لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔ [۱۷]

واضح رہے کہ یہ کردار جو اوپر بیان ہوا صرف ان افراد کا کردار ہے جو اکبر کی بدعقیدگی کا باعث
بنے۔ ورنہ برصغیر میں اسلام پر صدق دل سے یقین رکھنے والے اور خلوص سے اس کی تعلیمات پر عمل
کرنے والے افراد بھی موجود تھے اور وہ اس صورتِ حال سے کبیدہ خاطر تھے۔ اپنی پریشانی کا اظہار بھی
کرتے تھے۔ انہی افراد میں سے شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی
بھی شامل ہے۔

مسلمانوں اور اسلام کی اس ڈوبتی ناؤ کو ساحل سے ہمکنار کرنے کے لیے جس ہستی نے بگاڑ کے آغاز ہی سے منصوبہ بندی کا آغاز کر دیا تھا وہ حضرت امام ربانی، غوث صمدانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی ذات ستودہ صفات ہے۔ تحصیل علم سے فراغت کے ساتھ ہی آپ نے اس معرکہ حق و باطل کے لیے افراد کار تیار کرنا شروع کر دیے۔ اس کے لیے آپ نے ظاہری علوم اور باطنی فیوض سے لوگوں کو سرشار فرما کر ان کو اخلاص کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرنا شروع کر دیا۔ پیاسے ہزاروں کی تعداد میں آتے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق سیراب ہوتے گئے اسی زمانہ میں آپ نے ابوالفضل اور فیضی کو قریب سے دیکھا اس سے ان کے ناپاک ارادوں اور طبیعتوں کی خباثت سے اطلاع حاصل کی۔ ان کے طریق واردات سے باخبر ہوئے۔ وحی الٰہیہ، نبوت اور قرآن مجید کے بارے میں ان اور ان جیسے دیگر بے دین افراد کے مزعومات باطلہ کی اصلاح اور تردید کے لیے اثبات النبوت نامی کتاب تالیف فرمائی۔ آپ کی کم عمری، علم کی پختگی، دلائل کی ثقاہت، انداز بیان کی شگفتگی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ جس سے علمی اور شاہی حلقوں کا متاثر ہونا فطری امر تھا وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے اس طرح آپ مرجع علماء و فضلاء بن گئے۔ آپ نے اپنی توجہ اسلام کے جانثار مجاہدوں اور سنت مبارکہ کے شیدائیوں کی ایک جماعت تیار کرنے پر مرکوز کر دی۔ آپ کا مقصود ایک ایسے قافلہ کی تیاری تھا جس کا مقصد اسلام کی سربلندی اور ملکی سطح پر اس کی بالادستی تھا۔ آپ کے تیار کردہ مردان کار اسلامی تعلیمات اور سنت خیر الانام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ یہ لوگ معاشرہ میں پھیل گئے۔ ملک کے طول و عرض میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نیابت کا حق ادا کر دیا اور اپنے قول و عمل سے اسلام کی صداقت کا علمی و عملی لوہا منوالیا۔ آپ کے ہزاروں شاگردان رشید خلفاء کرام اور لاکھوں کی تعداد میں مرید تھے [18] جن میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر دین کا جانثار سپاہی اور سچا خادم تھا اکبری عہد میں اسلام کے خلاف جو شکوک و شبہات پھیلائے جا رہے تھے آپ نے ان کے ازالہ اور دیگر فتنوں کے سدباب کے لیے مکتوبات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ شاہی دربار میں جن لوگوں کی آواز مؤثر تھی ان سے مکتوبات کے ذریعہ سے رابطہ قائم فرمایا اور اسلام کے دفاع کے لیے ان کی عملی راہنمائی فرمائی۔ نیز انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا اثر و رسوخ اسلام اور شعائر اسلام کی سربلندی کے لیے استعمال کریں۔ آپ کے خلوص کا نتیجہ تھا کہ کلیدی اسامیوں پر فائز افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے [19] آپ نے اسی طرح درویشی کی مسند پر بیٹھ کر اپنا مشن جاری رکھا، آپ اپنا اثر و رسوخ بڑھا

رہے تھے کہ اکبر دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اب جہانگیر تخت و تاج کا وارث بنا۔ حاسدوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس کے کان بھرنے شروع کیے چنانچہ سرزنش کی غرض سے آپ کو دربارِ شاہی میں طلب کیا گیا۔ اب فقیر غیور اور شاہی دبدبہ و طنطنہ کا مقابلہ تھا۔ آپ نے تمام اعتراضات کے مسکت جواب دے کر بادشاہ کو مطمئن کر دیا۔ لیکن دشمنوں نے بادشاہ کی توجہ آپ کے زمین بوس اور سجدہ تعظیمی بجانہ لانے کی طرف دلائی۔ بادشاہ کو باور کرایا گیا کہ یہ شخص سخت متکبر ہے۔ حکومت پر قبضہ کرنے کے ارادے باندھ رہا ہے۔ اس پراندھے نشہ میں مست اقتدار کی پیشانی پر غضب کی سلوٹیں نمودار ہوئیں۔ سبق سکھانے کی غرض سے گوالیار کے قلعہ میں قید کی سزا سنادی۔ حویلی، سرائے، باغ، چاہ، کتابیں اور دیگر اشیاء لوٹ لی گئیں مگر آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھے۔ خندہ پیشانی سے مصائب کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ آپ کا وہ مکتوب جو قید کے ابتدائی ایام میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا آپ کی کمال جمعیت پر دال ہے۔ آپ نے اسکی تلقین اپنے اعزہ احبا سے فرمائی۔

تقریباً دو سال سنت یوسفی [20] کو ادا فرماتے رہے۔ بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے آپ کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔ لیکن آپ نے اپنی رہائی کے لیے شرائط پیش فرمائیں جو بادشاہ نے تسلیم کر لیں [21] اس طرح جب آپ قید خانہ سے باہر تشریف لائے تو پورا نظام سلطنت تبدیل ہو چکا۔ کفر کی بجائے اسلام کو سربلندی حاصل تھی۔ شعائر اسلام کا بول بالا تھا۔ بادشاہ اور ارکان سلطنت نے ایک ایک گائے دربار عام ذبح کی اسکے کباب تیار کرائے اور کھائے۔ شہید شدہ مساجد کو از سرنو تعمیر کیا گیا۔ وہ دربار جس میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا تھا، اس میں ایک مسجد تعمیر کی گئی اس میں بادشاہ، امراء نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

اللہ اکبر! یہ عظیم انقلاب ایک مرد درویش نے کسی فوج، سپاہ اور دولت کی فراوانی سے بپا نہیں کیا۔ بلکہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع جلا کر عوام و خواص کے قلوب کو منور کر کے بپا کیا اس موقع پر حق پوری آب و تاب سے ماحول کی تاریکیوں کو سمٹنے اور بھاگنے پر مجبور کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جہاں گیر کی موت کے بعد شہزادہ خرم شاہجہاں کے لقب سے تاج و تخت کا مالک قرار پایا تو دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے اپنے اوراق میں اس حقیقت کو جگہ دی کہ وہ جہانگیر سے اسلامی اقدار کی پاسداری میں بہت آگے تھا۔ اس کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا دور تو حضرت مجدد قدس سرہ العزیز کی خوابوں کی تعبیر تھا۔ یہ ساری تبدیلی

زمانہ کے اتفاقات کا نتیجہ نہ تھی بلکہ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی کوششوں کا ثمرہ تھا اور نتیجہ بھی۔ اس بتدریج تبدیلی میں آپ کا تدبر شامل تھا۔ ابتداء کو ذہن میں لائیے جو کہ اکبر کی منحوس شکل میں اسلام کا باغی تھا اور انتہا کو دیکھئے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جو تخت شاہی پر فقیر منش صوفی مشرب، شریعت کا پاسبان، کفر کے خلاف اسلام کی شمشیر بے نیام حدود اسلامیہ سے سر مو تجاوز نہ کرنے والا متقی، پرہیز گار سلوک مجددی میں کامل دستگاہ کا حامل ولی کامل تھا۔

اس پر آشوب، خوفناک، خطرناک، بھیانک دور میں حضرت امام ربانی، قیوم زمانی، غوث صمدانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اسلام اور شعائر اسلام کے لیے اپنے تن، من، دھن کی بازی نہ لگا دیتے تو آج کیا حالات ہوتے۔ اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے روح پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ آج ان علمائے سو کے اعمال قابل نفرت کرتوت جس طرح تاریخ کا حصہ ہیں امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہ العزیز کی مساعی جمیلہ بھی تاریخ نے اپنے سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ تاریخ کا فیصلہ ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ اس کے فیصلہ کی رو سے تجدید الف ثانی کا زریں مقدس اور باوقار تاج آپ ہی کے سر مبارک پر سجتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین فرمالیجیے کہ اگر علمی اور دینی افق پر ابوالفضل اور فیضی جیسے نام نہاد بدکردار، بدقماش علماء قابض ہو جائیں تو اس ماحول کی زہرناکی کا تریاق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز جیسی نادر روزگار ہستی ہی مہیا کر سکتی ہے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......اکبر صاحبِ قرآن امیر تیمور گورگان کی اولاد سے تھا، اس کا سلسلہ نسب یوں ہے، جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابوسعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین بن امیر تیمور۔ ولادت ۵/رجب ۹۴۹ھ/۱۵/اکتوبر ۱۵۴۲ء۔ تاج پوشی ۲/ربیع الثانی ۹۶۳ھ/۱۴/فروری ۱۵۵۶ء وفات ۸/جمادی الاولی ۱۰۱۴ھ/۱۷/اکتوبر ۱۶۰۵ء۔ سیدزاور حسین شاہ، حضرت مجدد الف ثانی۔ ص ۱۸۰ حاشیہ

۲......تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو مکتوبات شریفہ دفتر ا مکتوب ۴۷۔ مکتوب ۱۶۳ دفتر ۲ مکتوب ۹۲ مکتوب ۶۸ وغیرہ۔ ادارہ مجددیہ، کراچی

۳......تفصیل کے لیے (الف) ڈاکٹر برھان احمد فاروقی، حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، صفحہ ۲۱ تا ۲۳۔ بحوالہ منتخب

التواریخ جلد دوم صفحات متفرق

(ب) پروفیسر محمد مسعود احمد۔ سیرت مجدد الف ثانی صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸

(ج) سید مناظر احسن گیلانی۔ الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ۔ ص ۵۷ تا ۳۷ وغیرہ

۴...... اکبر کو اولیاء کرام سے عقیدت اپنی والدہ حمیدہ بانو بیگم کی جانب سے وراثت میں ملی تھی، یہ بی بی مشہور صوفی شاعر حضرت شیخ احمد جام ژندہ پیل کی اولاد سے تھیں۔ فارسی زبان کا مشہور شعر

کشتگانِ خنجرِ تسلیم ر.ھرزمان ازغیب جان دیگر است

ان ہی کا ہے۔ یہی شعر محفلِ سماع میں سن کر حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارکہ کی زیارت تو اکبر کا سالانہ معمول تھی۔ حضرت خواجہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے اکبر کو نہایت درجہ کی عقیدت تھی۔ انہی کے نام کی رعایت سے اپنے بیٹے کا نام اس نے سلیم رکھا۔ جو بعد میں جہانگیر کے نام سے بادشاہ بنا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں دین الٰہی اور اسکا پس منظر)

۵...... منتخب التواریخ صفحہ ۳۱۵ میں ہے "بادشاہ از غایت واحترام گاہے بہ جہت استماع حدیث بخانہ شیخ (عبدالنبی) می رفتند و یک دو مرتبہ کفش پیش پائے او ہم می ماندند"

ترجمہ: انتہائی احترام وتعظیم کی وجہ سے بادشاہ کبھی کبھی حدیث مبارکہ سننے کے لیے ان کے گھر جاتا اور ایک دو دفعہ جوتیاں بھی شیخ (عبدالنبی) کے آگے بادشاہ نے رکھیں۔ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ ص ۷۹

۶...... ابوالفضل مغلیہ سلطنت کا سب سے بڑھ کر صاحب علم وزیر تھا ۹۵۸ھ میں پیدا ہوا علوم متعارفہ اپنے والد شیخ مبارک اور بڑے بھائی فیضی سے حاصل کئے۔ اسکے بعد علوم حکمیہ کی طرف توجہ کی اور ہم عصروں سے سبقت حاصل کی۔ اکبر کے دربار میں باریابی پائی اور تھوڑی سی مدت میں اس کا منظور نظر بن گیا۔ اکبر کی دینی بے راہ روی کا سب سے بڑا باعث یہی ابوالفضل اور اس کا بھائی فیضی اور باپ شیخ مبارک تھے۔ ۱۰۱۱ھ میں قتل ہوا۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو، نزھۃ الخواطر۔ ج ۵۔ ص ۲۸، ۲۹، ۳۰

۷...... شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک کے ہاں ۹۵۴ھ میں پیدا ہوا۔ علوم عربیہ اور حکمیہ میں ماہر روزگار تھا۔ بیس برس کی عمر میں اکبر کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ ملک الشعراء کا لقب پایا، قرآن مجید کی بے نقط تفسیر کی سواطع الالہام کے نام سے تحریر کی۔ ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، نزھۃ الخواطر۔ ج ۵۔ ص ۳۰ تا ۳۵

۸...... مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو، نزھۃ الخواطر۔ ج ۵۔ ص ۳۴۶ تا ۳۴۸

۹...... شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل سے بعض بادشاہ کے منظور نظر علماء نے زیادتیاں کیں، جن کے باعث ان تینوں کو تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا پڑیں۔ کچھ عرصہ تک اِن کا خاندان مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن تینوں باپ بیٹوں نے

اِس ظلم کا انتقام اِن علماء سے اِس انداز میں لیا کہ اِن کو رسوا تو کیا ہی مگر اپنے دین وایمان سے بھی ہاتھ دھو لیے۔
اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بادشاہ کو گمراہ کیا، اور بے دینی اور الحاد کے جراثیم پورے نظام حکومت میں پھیلا دیئے،
بانسری کی آواز سے نفرت میں دنیا بھر کے بانسوں کے جنگلوں کو فنا کر دینا عاقبت نا اندیشی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

۱۰......ابوالفضل نے اپنی تحریرات میں مسلمانوں کو درج ذیل الفاظ سے یاد کیا۔
پیروان احدی کیش، کوتاہ بین، گم کشتگان بیابان ضلالت، سادہ لوحان۔
تقلید پرست، گرفتاران زندان تقلید۔ وغیرہ۔
دین الٰہی اور اس کا پس منظر اختصاراً ص ۱۷۳ تا ۱۸۸

۱۱......اور مجالس نوروزی اکثرے علماء و صلحاء بلکہ قاضی ومفتی راہ نیز در وادی قدح نوشی آوردند۔
منتخب التواریخ۔ بحوالہ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ ص ۶۵
ترجمہ:۔ نوروز کی مجلسوں میں اکثر علماء و صلحاء بلکہ قاضی اور مفتی بھی شراب نوشی کے میدان میں آتے۔

۱۲......پروفیسر محمد مسعود احمد، اقبال نامہ اکبری مؤلفہ ذکاء اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ مفتی صدر جہاں نے شراب نوشی کے علاوہ بُرا کام یہ بھی کیا کہ ۱۰۰۴ھ میں اکبر کے حکم سے داڑھی صاف کرادی۔ (سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۰۷)
سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

> دربارِ اکبری کے بڑے بڑے فضلا و علماء روزمرہ اپنی اپنی داڑھیاں بادشاہ کے قدموں پر نثار کرتے تھے۔ تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۶۷

۱۳......تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (۱) منتخب التواریخ ص ۲۸۱۔ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین شاہ ص ۳۲۴۔ (۲) اثبات النبوہ ص ۵۰۔۵۱

۱۴......منتخب التواریخ میں ہے۔ جریدہ در غرابے نشستہ بشرف حج مشرف شد
ترجمہ:۔ اکیلے ایک کشتی میں بیٹھ کر حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔ تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۸۵

۱۵......منتخب التواریخ ص ۵۰۳۔ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین شاہ، ص ۲۹۳

۱۶......شیخ عبدالقدوس عالم باعمل صاحب ذوق وحال تھے، وجد وسماع کے دلدادہ تھے، آپ کے کئی صاحبزادے تھے جو سب عالم اور صاحب سجادہ تھے۔ ولادت ۸۵۲ھ۔ وفات ۹۴۵ھ۔ گنگوہ میں آپ کا مزار زیارت گاہ عام وخاص ہے۔ اخیاء الاخیار فارسی۔ ص ۲۲۱ (اختصار و ترجمہ)
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے بچپن میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی آپ ہی کے ارشاد پر دینی علوم کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد آپ کے فرزند دوم اور خلیفہ اول حضرت رکن الدین گنگوہی سے ۹۷۹ھ میں طریقہ قادریہ اور چشتیہ، صابریہ میں خرقہ خلافت پایا۔ زبدۃ المقامات۔ ص ۹۱، ۹۲، ۱۰۱، ۱۰۲

۱۷......تفصیلی واقعات کے لیئے ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ص ۴۷۵،۵۰۳۔ بحوالہ دین الٰہی کا پس منظر حضرت مجدد الف ثانی ص ۲۹۵۔

۱۸......معاشرہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی وسعت اور عمق کا ذکر جہانگیر نے اپنی خود نوشت میں بھی کیا ہے، اگر چہ اس کا انداز معاندانہ اور متکبرانہ ہے۔ ملاحظہ ہو کس بدتمیزی سے وہ آپ اور آپ کے اثر ورسوخ کی وسعت کا ذکر کرتا ہے۔ انہی دنوں (تخت نشیں کے چودھویں سال) مجھ سے عرض کیا گیا کہ شیخ احمد نامی ایک جعل ساز نے سرہند میں مکروفریب کا جال بچھا کر بھولے بھولے لوگوں کو پھانس رکھا ہے۔ اس نے ہر شہر اور ہر علاقے میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کیا ہے جو لوگوں کو فریب دیتے ہیں اور معرفت کی دوکانیں کرنے میں بہت پختہ ہیں تزک جہانگیری

۱۹......آپ کے مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے، کہ جہاں گیر کے دربار کے اہلسنت ارکان آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ وقت کے تقاضہ کے مطابق آپ ان کی مناسب راہنمائی فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ درج ذیل چند بااثر امراء کے نام آپ کے مکتوبات میں پائے جاتے ہیں

(۱) عبدالرحیم خان خاناں۔ دفتر اول مکتوب ۲۳، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۱۹۱، ۱۹۵، ۲۱۴، ۲۳۲، ۲۶۸ دفتر دوم مکتوب ۶۲،۸، ۶۶

(۲) خان جہان بن دولت خان لودھی۔ دفتر دوم مکتوب ۶۷۔ دفتر سوم مکتوب ۵۴

(۳) خان اعظم مرزا کوکہ۔ دفتر اول مکتوب ۶۵، ۶۶

(۴) خواجہ جہاں۔ دفتر اول مکتوب ۲۵، ۲،۷

(۵) مرزا داداب خاں۔ دفتر اول مکتوب ۷۱، ۲۱۵، ۲۴۹

(۶) قلیج خان دفتر اول مکتوب ۲۴، ۷،۶، ۱۴۱

(۷) قلیج الدین قلیج خان۔ دفتر اول مکتوب ۷۳، ۱۸۴۔ دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۲

(۸) سید فرید بخاری مرتضٰی خان دفتر اول مکتوب ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۶۳، ۶۴، ۱۰۳، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۹۳، ۲۱۳، ۲۳۳، ۲۶۹

ان کے علاوہ دیگر امرائے دربار کے نام کثرت سے خطوط آپ نے تحریر فرمائے درج بالا تفصیل مشتے از خروارید کی مانند ہے۔

۲۰......آپ کو ماہ جمادی الاخری ۱۰۲۸ھ کو قید کیا گیا اور جمادی الاخری ۱۰۲۹ھ کو رہائی ملی۔ اس طرح آپ کی قید کا دورانیہ ایک سال بنتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی۔ ص ۲۰۵، ۲۰۹

۲۱......شرائط کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت امام ربانی محمد داؤد پسروی۔ ص ۱۳۲۔۱۳۳

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

طالبان علم کے لیے مینارۂ نور

صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی

☆☆

امام ربانی، غوثِ صمدانی، عارفِ حقانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور سیرت میں اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کی جامعیت اور کاملیت اور اکملیت ودیعت فرما رکھی ہے، اس ذات وحدہٗ لاشریک نے آپ کو بے شمار کمالات، لاتعداد فضائل اور بے حساب مناقب کا جامع بنا دیا ہے، آپ کی مقدس تعلیمات اور چاند تاروں کی مانند جگمگاتی سیرت میں ہمارے لیے زندگی کے ہر مرحلہ کے لیے دینی، روحانی اور اخلاقی راہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔

آپ کے تمام مناقب وکمالات کا راز آقائے نامدار سرکارِ ابد قرار، مدنی تاجدار، امام الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین فداہ ابی واُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع وپیروی میں مضمر ہے۔ آپ نہ صرف اعمال، افعال، کردار، اقوال اور ارشادات میں اتباعِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ معیار پر پورا اُترتے ہیں بلکہ آپ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں کہ آپ کے قلبی واردات، جذبات اور احوال میں بھی سیرتِ طیبہ کی کامل جھلک نظر آتی ہے۔

مَیں خود ایک طالبِ علم ہوں، حصولِ علم کی کوششوں میں مصروف ہوں، اس بنا پر میں نے ''سیرتِ مجدد الف ثانی طالبان علم کے لیے مینارۂ نور'' کے عنوان سے اپنا یہ مقالہ لکھا ہے جس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ تلاش وجستجو کے نتیجہ میں آپ کی مُقدس سیرت میں تین ایسے اصولوں تک مجھے رسائی حاصل ہوئی جو ہم طالب علموں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں، ان اصولوں سے طلبہ کے والدین، سرپرست، خیر خواہ اور دیگر حضرات بھی راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ [1] سے اِکتسابِ علم شروع کیا جو ایک جیّد عالمِ دین اور کامل ولی تھے ان کی کوششوں، توجہات اور دعاؤں کی برکت اور قسّامِ ازل کی عطا کے نتیجہ میں آپ نے بہت جلد عوام میں دستگاہ حاصل کرلی، آپ کو ایسا شرحِ صدر حاصل تھا کہ بڑے بڑے دقیق مسائل کو حل فرمالیا کرتے تھے۔

دورانِ تعلیم حضرت مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ کے جس عمل مبارک کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے سیرت نگاروں نے لکھا:

''جہاں کہیں دقیق عبارت ہوتی آپ اُسے نہایت وضاحت کے ساتھ حل کر کے حاشیہ پر تحریر فرمادیتے''۔ [2]

اہلِ علم پر یہ مخفی نہیں کے طالبِ علم جب اپنے شفیق استاذ سے توجہ کے ساتھ سبق پڑھے، پھر ساتھیوں میں اس کی تکرار کر کے اسے یاد کرلے اس کے بعد اس کو تحریر کرلے تو اس کے نتائج نہایت حوصلہ افزاء اور تابناک مستقبل کے ضامن ہوتے ہیں، امام برھان الاسلام زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ حضرت برھان الدین صدیقی صاحبِ ہدایہ کے شاگردِ رشید ہیں اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں اپنے اکابر کا یہ زریں ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''مَنْ حَفِظَ فَرَّوَمَنْ كَتَبَ شَيْئًاقَرَّ''. [3]

مفہوم اس کا یہ ہے کہ جس طالب علم نے صرف سبق یاد کرنے پر اکتفاء کیا اور اسی پر اعتماد کیا تو یاد کردہ سبق کچھ عرصہ کے بعد ذہن کے ذخیرہ سے راہِ فرار اختیار کرلیتا ہے، لیکن جس خوش نصیب طالبِ علم نے سبق کو یاد کرنے کے بعد اسے لکھ لیا تو وہ علم اُس کے پاس مستقل طور پر رہے گا۔

بزرگوں کا یہ ارشاد بھی یاد رکھنے اور عمل کرنے کے لائق ہے:

قَيِّدُوْاالْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ. [4]

''علم کو لکھ کر اپنے ہاں قید کرلو''

حضرت امامِ ربانی علیہ الرحمۃ نے جس خلوصِ نیّت اور طہارتِ قلبی سے حصولِ علم کی دُشوار گزار منازل کو طے فرمایا، دورانِ حصولِ علم جس اعلیٰ کردار اور حُسنِ عمل کا مظاہرہ کیا اس کی ایک جھلک آپ کے سیرت

نگاروں کی اس تصریح سے نظر آتی ہے:

''کہ جب آپ کے اُستاذِ حدیث حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری علیہ الرحمۃ [5] نے درسِ حدیث کی تکمیل پر اپنی سندِ حدیث عطاء فرمائی تو ساتھ ہی اپنی جانب سے سلسلۂ عالیہ کبرویہ کی خلافت بھی عطاء فرمادی''۔[6]

اس سے عیاں ہے کہ آپ جب علومِ ظاہری کی تحصیل میں مشغول تھے تو اشغالِ طریقت سے بھی غافل نہ تھے جوں جوں آپ شرعی علوم میں ترقی کرتے چلے گئے طریقت کی منازل بھی طے فرماتے رہے، یہاں تک کہ جب ظاہری علوم کی تکمیل کا مرحلہ آ پہنچا تو آپ طریقت کے مدارج بھی طے فرما چکے تھے، اُس وقت آپ کے اُستاذِ محترم نے جہاں علومِ ظاہری میں کامل پایا اور سندِ اجازت سے سرفراز فرمایا آپ کو باطنی معارف میں کامل پایا اور پیشوائی کے منصب کے اہل پا کر اپنی خلافت کا تاج آپ کے مبارک سر پر سجادیا، یہ تھا ہمارے ممدوح حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا طریقِ تعلّم اور حصولِ علم کا اسلوب۔

لیکن آج کل طالبِ علم برادری کا کیا حال ہے، ان کی شکل وصورت دیکھ کر یوں گمان گزرتا ہے کہ یہ دینی اداروں کے طالبانِ علم نہیں بلکہ اسکول وکالج کے آزاد منش اسٹوڈنٹ ہیں، اُنہوں نے خیال کر رکھا ہے کہ علم کا مقصد عمل نہیں یا یہ کہ اس کے حصول سے فراغت کے بعد اس پر عمل کرلیں گے مدرسہ اور درسگاہ میں قرآنِ مجید کی ورق گردانی کرلی جاتی ہے ترغیب وترہیب کی آیات احادیث بھی پڑھی جاتی ہیں لیکن نہ جانے ان پر عمل کی نوبت کب آنی ہے۔ جس علم کا نتیجہ عمل نہ ہو وہ وبالِ جان ہوتا ہے۔[7] ایسے علم کو بزرگوں نے حجابِ اکبر کہا ہے، ایسا علم بے فائدہ بلکہ ضرر رساں ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ۔[8]

الٰہی! میں ایسے علم سے پناہ کا طالب ہوں جو فائدہ بخش نہ ہو۔

حضرت مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ کی طالب علمانہ زندگی کی تیسری جہت جس کی طرف مَیں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے اپنے اساتذہ کا حُسنِ اِنتخاب ہے، آپ کے اساتذہ میں چار شخصیتوں کے نام آتے ہیں:

☆......حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد فاروقی علیہ الرحمۃ۔ [9]

☆......حضرت مولانا شیخ کمال الدین کشمیری علیہ الرحمۃ۔ [10]

☆......حضرت مولانا شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ۔ [11]

☆......حضرت مولانا قاضی بہلول بدخشی علیہ الرحمۃ۔ [12]

ان میں سے پہلے آپ کے والدِ ماجد ہیں جو شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔ [13] دوسرے اساتذہ کے انتخاب میں یقیناً آپ کی رہنمائی اور مرضی شامل ہوگی، ان میں سے ہر ایک جہاں علم کا ناپیدو کنار سمندر ہے اس کے ساتھ ہی وہ صوفیہ میں سے سرآمد روزگار ہے، وہ قابلِ صد احترام نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی دینی، علمی، عملی، اخلاقی اور ذہنی تربیت نے حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کے مجدد الف ثانی ہونے کی بنیاد فراہم کی، حضرت شیخ المشائخ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ [14] کی روحانی تربیت نے سونے پر سہاگا کا کام کیا، اس مرتبہ عالیہ کی تکمیل میں آپ کی خدمات سب پر گراں (بھاری) ہیں۔

یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ کے تمام اساتذہ صحیح العقیدہ اہلِ سُنت و جماعت مسلک کے حامی تھے، اپنے سلف صالحین کے برحق مسلک پر سختی سے کاربند تھے، پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ ان اساتذہ کا علمی سلسلۂ سند صحیح العقیدہ جلیل القدر اساطینِ علم وعرفان پر مشتمل ہے۔ [15] مقالہ کی طوالت کے خوف کے پیشِ نظر صرف ایک مثال کے لیے آپ کی توجہات کا طالب ہوں:

آپ کے ایک استاذِ حدیث حضرت مولانا شیخ یعقوب کشمیری ہیں، علم وعرفان دونوں جہتوں میں آپ کے مقام کا ہلکا سا تصور یوں کیا جا سکتا ہے کہ آپ تاریخ میں جامی ثانی کے لقب سے معروف ہیں، آپ کے واسطہ سے سلسلۂ سندِ حدیث میں علامہ ابنِ حجر مکی ہیتمی المولود ۹۰۹ھ المتوفی ۹۷۳ھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے پردادا استاذِ حدیث ہیں۔ [16] وہ اپنے فتاویٰ کے مجموعہ ثانی جو فتاویٰ حدیثیہ [17] کے نام سے معروف ہے میں ابنِ تیمیہ [18] کے بارے میں اپنی نفرتوں کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

> مفہوم: خلاصہ یہ کہ ابنِ تیمیہ کے کلام کو کوئی وزن نہ دیا جائے بلکہ اسے وحشت ناک سخت کھردری زمین پر پھینک دینا چاہئے، اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل اور حد سے تجاوز کرنے والا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کا

برتاؤ فرمائے، ہم کو اس کے افعال، عقیدہ اور طریقہ سے بچا کر اپنی
پناہ عطاء فرمائے۔ آمین [19]

علمی شجرہ، روحانی سلسلہ اور نسبی سلسلہ کے اکابر سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو درست نظریات وعقائد، عشقِ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے بارے میں خوش عقیدگی اور بداعتقادی وبدعملی سے نفرت وراثتاً ملی۔

زندگی بھر اسلاف گرامی کے اس مقدس ورثہ کو سینے سے لگائے رکھا، خود اس پر کاربند رہے، اسی کی تبلیغ وتلقین فرمائی اور اسی کی حفاظت کی خاطر قید وبند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا، یہی نظریات آپ نے اپنے حلقۂ ارادت اور اولاد میں منتقل فرمانے کی کوششیں کیں، اس کا بھرپور اظہار آپ کے لختِ جگر اور سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی علیہ الرحمۃ کے وصال کے موقع پر ہوا، سوانح نگاروں نے بالاتفاق اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ آخری وقت آپ سورۂ یٰسین کی تلاوت میں مصروف تھے یکایک "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہ" بآوازِ بلند فرمایا اور واصل بحق ہوگئے۔ [20]

آج بعض تاریخ ساز حضرت مجددالفِ ثانی علیہ الرحمۃ کو ابنِ تیمیہ کا وارث قرار دیتے ہیں اور اسماعیل دہلوی [21] کو آپ کا صحیح وارث قرار دیتے ہیں۔ [22]

علمائے اہلِ سُنت، علمائے دیوبند اور علمائے اہلِ حدیث کے مدارس میں تقریباً ایک جیسا نصابِ تعلیم مروّج ہے فرق صرف چند جزئیات کا ہے ان تمام مدارس کے نصاب اصولی طور پر یکساں ہیں، لیکن کچھ مدارس سے فارغ التحصیل راسخ العقیدہ اسلاف کے نظریات کے حامی افراد ہوتے ہیں، جب کہ دیگر اداروں سے فراغت کی سند کے حامل افراد بدعقیدہ، بدعتی اور بے ادب ہوتے ہیں، یہ سب اساتذہ کے اثرات کا نتیجہ ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی سیرتِ مبارکہ کی روشنی میں ایک صحیح العقیدہ استاد کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، کسی بدعقیدہ شخص کو اپنا استاد بنالینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ [23]

رَبَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ
وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.

☆......☆......☆

حواشی:

۱......حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد فاروقی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ سے شرفِ بیعت حاصل کی، اور آپ کے حکم پر علومِ ظاہری کی تکمیل فرمائی، شیخ کے وصال کے بعد اپنے شیخ زادے رکن الدین علیہ الرحمۃ سے قادریہ چشتیہ صابریہ میں خلافت حاصل کی، (زبدۃ المقامات، ص/۹۱،۹۲) حضرت مخدوم علامۂ وقت تھے بڑے بڑے فضلاء نے آپ سے سندِ تلمّذ حاصل کی، عوارف المعارف اور فصوص الحکم کا درس دیا کرتے، اتباعِ سُنت کا بہت خیال رکھتے، سنن عادیہ سے بھی کوئی سُنت ترک نہ کرتے، تہ بند باندھتے، جوتے ذوقبالین (دو تسمے والے) پہنتے، اور عباداتِ مسنونہ کے بعد دعواتِ ماثورہ اور بعض وظائف واوراد بھی پڑھا کرتے۔ (زبدۃ المقامات، ص/۱۱۶) علمِ شریعت وطریقت میں آپ نے کئی رسائل تصنیف فرمائے، جن میں سے اسرار التشہّد اور کنوز الحقائق معروف ہیں۔ روضۃ القیومیہ/۳۳۔

اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۷ر رجب ۱۰۰۷ھ کو وصال فرمایا۔ زبدۃ المقامات، ص/۱۳۲

حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے سات فرزندِ امجاد ہوئے اور سارے علم وفضل کی بلندیوں پر پہنچے۔ جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شاہ محمد

(۲) شیخ محمد مسعود

(۳) نام معلوم نہ ہو سکا

(۴) امام ربانی شیخ احمد

(۵) شیخ غلام محمد

(۶) شیخ مودود

(۷) نام معلوم نہیں ہو سکا (جواہرِ مجددیہ، ص/۸)

۲......حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ، سید زوّار حسین صاحب، ص/۱۴۱

۳......تعلیم المتعلم، ص/۸۹، مطبوعہ دار ابنِ کثیر دمشق شام

۴......علمائے کرام نے طلباء کو یہ نصیحت بھی فرمائی ہے ''کہ طالب علم کے پاس ہر وقت دوات وقلم موجود ہونی چاہیے تاکہ اساتذہ کرام اور مشائخ عظام سے جو فوائد سنے انہیں لکھ لے، تعلیم المتعلم مع الشرحین، ص/۱۲۰، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، بلکہ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن یسار رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

یَاهِلَالُ لَاتُفَارِقِ الْمِحْبَرَةَ فَإِنَّ الْخَيْرَ فِيهَا وَفِيْ اَهْلِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

تعلیم المتعلم مع الشرحین، ص/ ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور،
(ترجمہ: اے ہلال! دوات کو اپنے سے کبھی بھی جدا نہ کرو کیوں کہ بھلائی روزِ قیامت تک دوات اور اسے ساتھ رکھنے والوں میں باقی رہے گی۔)
اس کی شرح میں شیخ اسماعیل بن عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا قیامت تک اس میں بھلائی باقی رہنے کی وجہ یہ ہے کہ لکھنے والے کے لیے اس کی کتابت کے باعث ثواب قیامت کے دن تک لکھا جاتا رہے گا کیوں کہ ضرورت منداس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں گے۔ تفہیم المتفہم علی تعلیم المتعلم ص/ ۱۱۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۵......حاشیہ نمبر/۱۲، ملاحظہ فرمائیں

۶......حضرت مجدد الفِ ثانی، سید زوار حسین شاہ، ص/ ۱۴۱، ادارہ مجددیہ کراچی

۷......اللہ تعالیٰ نے بے عمل عالم کی مثال اس طرح دی ہے:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

یعنی ایسا گدھا جس کی پیٹھ نے کتابوں کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

''قولِ بے عمل اور عمل بے اخلاص نا قابلِ قبول ہیں تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو سکھانا ہے''۔ مخزنِ اخلاق، ص/ ۱۱۱

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

''علمائے بے عمل پارس پتھر کی طرح ہیں جو دوسروں کو سونا بنا دیتے ہیں لیکن خود پتھر کے پتھر ہیں، سب سے زیادہ عذاب بے عمل عالم کو ہوگا، علمائے بدوہ ہیں جو مخلوق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہوتے ہیں، علماء کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کی خون سے بھاری ہوگا۔ تعلیم تعلم، ص/ ۶۵

۸......مشکوٰۃ المصابیح، ولی الدین تبریزی، ص/ ۲۱۷، میں بحوالہ احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ترمذی، نسائی، درج ذیل الفاظ سے یہ روایت ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں چار امور سے تیری پناہ مانگتا ہوں

(۱) وہ علم جو نفع نہ دے۔

(۲) وہ دل جس میں خشوع نہ ہو۔

(۳) وہ نفس جو سیر نہ ہو۔

(۴) وہ دُعا جو سنی نہ جائے (قبول نہ ہو)

۹......حاشیہ نمبر/۲، ملاحظہ فرمائیں

۱۰......حضرت مولانا کمال الدین کشمیری المتوفی ۱۰۱۷ھ علومِ ظاہری اور باطنی میں اسم بامسمّی تھے سیالکوٹ اور لاہور میں عرصہ تک آپ کا درس جاری رہا، مخلوقِ خدا کثرت کے ساتھ آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر ظاہری و باطنی علوم کی پیاس بجھاتی رہی، حضرت مجدد الفِ ثانی، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سعد اللہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین شاہ، ادارہ مجددیہ کراچی ص/ ۱۴۱

۱۱......مولانا شیخ یعقوب کشمیری صرفی ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے، قرآنِ کریم حفظ کرنے اور تحصیلِ علوم کے بعد تلاشِ مرشد میں شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں سمرقند پہنچے، شیخ نے تکمیلِ اسباق کے بعد خرقۂ خلافت عطاء فرما کر کشمیر روانہ کر دیا۔ آپ کی تصانیف کثرت کے ساتھ ہیں آپ کی کتب میں سے مغازی النبوۃ خطی کا عکس اور ''روائح مطبوعہ نول کشور لاہور، خانقاہِ سلطانیہ کے ذخیرۂ کُتب میں موجود ہیں۔ جمعرات/۱۲/ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ کو بمقام کشمیر وصال فرمایا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ خزینۃ الاصفیا ۹۷۵، نزہۃ الخواطر، ج/ ۵، ص/ ۴۳۹

حضرت، مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے آپ سے طریقۂ کبرویہ میں بیعت کی اور خرقۂ خلافت بھی پایا

۱۲......قاضی بہلول بدخشانی علیہ الرحمۃ نے حدیثِ مسلسل کی اجازت شیخ معظم عبدالرحمٰن بن فہد سے حاصل کی، جو خود اور اُن کے آباء و اجداد بلادِ معظمہ میں کبار محدثین سے تھے۔ ان کا گھر آباء و اجداد سے بیت الحدیث تھا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے آپ سے درج ذیل کُتب کی روایت و اجازت حاصل کی:

واحدی کی تفسیر اور ان کی تمام تالیفات، علامہ بیضاوی کی تفسیر اور ان کی تمام تصنیفات، صحیح بخاری اور ان کی تمام مؤلفات، مشکاۃ تبریزی، شمائلِ ترمذی، جامع صغیر، قصیدہ بردہ اور حدیثِ مسلسل۔ زبدۃ المقامات، ملخصًا ص/ ۱۹۱، ۱۹۲۔

۱۳......حضرت مخدوم عبدالاحد علیہ الرحمۃ علومِ ظاہر و باطن سے مُحلّٰی و مجلّٰی تھے، علومِ عقلیہ و نقلیہ سے فراغت کے بعد آپ نے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں خرقۂ خلافت پائی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو زبدۃ المقامات، ص/ ۱۴۵، ۱۴۶

۱۴......اسمِ گرامی محمد الباقی، والدِ گرامی کا نام قاضی عبدالسلام سمرقندی ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۳ء میں ولادت ہوئی، اور ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء میں وصال ہوا، حصولِ علم کا شوق ابتداء ہی سے جنون کی حد تک تھا حصولِ علم کی منازل بڑی

سرعت سے طے کرنے لگے لیکن ایک مجذوب نے بڑے خیز انداز میں یہ کہہ کر

در کنز و ھدایہ نتواں دیدارِ خدا

آئینہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

آپ کی دنیا ہی بدل دی، آئینہ دل دیکھنے کی دھن سوار ہوگئی، بے قراری چین نہ لینے دیتی، کئی بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دی متعدد مشائخ سے فیض حاصل کیا، بالآخر ماوراء النہر حضرت خواجہ درویش املنگی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ سے خرقۂ خلافت پایا، حضرت املنگی علیہ الرحمۃ نے خلعتِ خلافت سے نواز کر آپ کو ہندوستان روانہ فرمایا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کلیاتِ خواجہ باقی باللہ، زبدۃ المقامات، حضرات القدس

۱۵......شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پہنچنے سے پہلے حضرت مجدد قدس سرہ علمِ ظاہر میں درجۂ عالیہ پر فائز ہو چکے تھے اور علمِ باطن میں بھی طریقۂ قادریہ و چشتیہ وسہروردیہ کے مناہلِ عذبہ سے سیرابی حاصل کر چکے تھے، البتہ ابھی آپ پر فتحِ باب نہیں ہوا تھا اور اس کے لیے حضرت خواجہ جیسے فردِ اکمل کی ضرورت تھی، چناں چہ غیب سے اس کا سامان ہوا۔ مقاماتِ خیر، ص/ ۳۸

۱٦......الامام الربانی عن الشیخ یعقوب الصرفی الکشمیری عن الشیخ حسین خوارزمی عن الشیخ الامام ابنِ حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہم۔

۱۷......فتاوٰی حدیثیہ کے نام سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ مبنی بر احادیث کتاب ہے، یا کسی اہلِ حدیث عالم کی تالیف ہے جس نے اپنے مسلک کے مطابق فتاوٰی اس میں جمع کیے ہیں، چناں چہ اسلامیہ کالج پشاور کے کُتب خانہ کے فہرست نگار لکھتے ہیں:

''فتاوٰی حدیثیہ (عربی) اہلِ حدیث کی تحقیق کے موافق مسائل کا جواب لکھا ہے۔ لباب المعارف العلمیہ از مولوی عبدالرحیم مطبوعہ آگرہ

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امام ابنِ حجر علیہ الرحمۃ نے پہلے ایک فتاوٰی مرتب کیا جو کہ الفتاوٰی الکبری کے نام سے موسوم ہے، اس کی ترتیب کے بعد جو فتاوٰی مزید آپ نے تحریر فرمائے یہ اُن کا مجموعہ ہے

۱۸......ابنِ تیمیہ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے ناموسِ رسالت کے تحفظ پر ایک مفصل کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول (ﷺ)'' تصنیف کی، قدرت کی کرشمہ سازی دیکھیے افسوس صد افسوس اس نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں متعدد بار توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا اور حاکمِ وقت نے سزا بھی دی، نامور محقق پروفیسر این میری شمل تحریر کرتی ہیں:

''ابنِ تیمیہ کو دمشق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے

نقش مبارک کی توہین کرنے کی وجہ سے غیر معمولی سزا سنائی گئی''

(اینڈ محمد از ہز میسنجر مؤلفہ این میری شمل ،ص/ ۵۶ ،بحوالہ حفاظتِ ناموسِ حضور کی اہمیت ،ص ۳۴ ،مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور)۔

۱۹......الفتاوٰی الحدیثیہ ،ص/ ۱۵۷

۲۰......حضرت مجدد الفِ ثانی ،سید زوّار حسین شاہ ،ص/ ۱۴۷۔

۲۱......پھلت ، ضلع مظفر نگر پیدا ہوے، ابتدائی کُتب اپنے والدِ بزرگوار شاہ عبدالغنی فرزندِ اصغر حضرت شاہ ولی اللہ سے پڑھیں، آپ کی تالیفات :ایضاح الحق الصریح، منصبِ امامت، اصولِ فقہ، تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، رسالہ یک روزی، وغیرہ ہیں۔ حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں:

''تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا، اختلافات پیدا ہوے گھر گھر میں فساد برپا ہوا، بھائی بھائی کا دُشمن بنا، اللہ اپنا رحم فرمائے۔

(مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، از حضرت ابوالحسن زید دہلوی، ص/ ۵۰)۔

تقویۃ الایمان کتاب اہلِ سنت کے اتحاد کے مبارک سمندر میں پہلا منحوس پتھر ہے، جس سے پیدا ہونے والی لہریں وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ وسیع اور شدید ہوتی چلی جارہی ہیں، اس نامبارک کتاب نے اہلِ سنت کے اتفاق کو پارہ پارہ کردیا اور اس کے زیرِ اثر لاتعداد افراد گمراہ ہوے، اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ فَاِلَی اللہِ الْمُشْتَکٰی۔

۲۲......تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخِ دعوت وعزیمت اور علمائے ہند کا شاندار ماضی

۲۳......اُستاد والدین کی مانند انسان کا مربی ہوتا ہے، جس طرح ایک بچہ فطری طور پر اپنے ماں باپ کا دین، اخلاق کردار اور عادات اپنالیتا ہے اسی طرح ایک شاگرد کے سامنے اُستاد ایک نمونہ ہوتا ہے، اس کی تربیت کے زیرِ اثر اس کا رنگ ڈھنگ اختیار کرلیتا ہے، لہٰذا علماء نے فرمایا: کہ ایک طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے استاذ کا انتخاب کرے جو ہم عصروں میں زیادہ علم والا ہو، تقوی اور ورع میں ان سے سبقت لے جانے والا اور عمر رسیدہ ہو، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد بن ابی سلیمان علیہ الرحمۃ کو استاد اختیار فرمایا، آپ کا ارشاد ہے:

وَجَدْتُّہٗ وَقُوْرًا حَلِیْمًا صَبُوْرًا.

(میں نے حضرت حماد کو وقار، حلم اور صبر والا پایا)

نیز فرمایا:۔

ثَبَتُّ عِنْدَ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ فَنَبَتُّ.

(میں حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ثابت قدمی سے رہا تو اس کے نتیجہ میں اس طرح ترقی کی جس طرح ایک پودا بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس مرتبہ پر پہنچ گیا،) تعلیم المتعلم مع شرح از علامہ ابراھیم بن اسماعیل، ص/۱۳، مبطعۃ مصطفی البابی، مصر

☆......☆......☆

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا حسن ادب

پروفیسر غلام مصطفٰی مجددی

☆☆

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ادب کی دولت سے مالا مال تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل سبحانہٗ، جل سلطانہٗ کے کلمات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِسم گرامی کے ساتھ درود وسلام کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ جہاں اللہ ورسول کا ذکر خیر کرتے وہاں حسنِ ادب کی تابانیاں قابلِ دید ہوتیں۔ بزرگوں کی بارگاہ میں نہایت عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے۔ مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''حضرت مجدد سرتاپا اکابر سلف وخلف کی محبت اور مدحت میں غرق تھے لیکن اگر ان بزرگوں کے کلام سے آپ نے اعتراض فرمایا ہے تو وہ محض نیک نیتی اور حکمت والہام واعلام پر مبنی ہے''۔[۱]

مزید فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد بزرگوں کا ادب جیسا کہ چاہیے ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے خاص مریدوں نے کتاب عوارف المعارف پڑھنی شروع کی اور آپ سے استدعا کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب کے ایک جزو کی شرح نہایت فصیح وبلیغ عربی میں لکھی لیکن پھر فرمایا کہ ہم نے اب اس کتاب کی شرح لکھنی چھوڑ دی ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مقام پر ایسی بات آجائے جس سے اس کے مصنف (حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) کا ادب ہاتھ سے جاتا رہے''۔[۲]

آپ نے بعض مقامات پر بعض بزرگانِ دین سے اختلاف فرمایا لیکن ہر مقام پر ان کا ادب ملحوظِ خاطر رکھا۔ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت منصور حلاج علیہما الرحمۃ کے اقوال کی تاویل و توجیح اس انداز سے کی کہ ان پر کوئی حرف نہ آئے۔ یہ آپ کے حسنِ ادب کا ثبوت ہے۔ بعض مقامات پہ اختلاف کے باوجود حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے متعلق فرماتے ہیں۔

کیا عجب معاملہ ہے کہ باوجود اس کلام کے اور ایسی شطح خلاف جواز کے جناب شیخ مقبولان بارگاہِ اکبریا میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء اللہ کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست [۳]

ایک جگہ ان کے اس طرح شکر گزار ہیں۔

''اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ہیں ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی پیروی کی ہے اور آپ ہی کی اصطلاح کو اختیار کیا ہے۔ ہم پسماندگان انہی بزرگوار کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عنایت کرے''۔ [۴]

آپ خود بزرگوں کا احترام کرتے تھے، اس لیے دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ کسی بزرگ کی گستاخی نہ کریں۔ بزرگوں کی گستاخی کرنے والے سے اپنا تعلق توڑ لیتے تھے۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ ابوالفضل نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا۔

غزالی نا معقول گفتہ است

آپ کو اس کی تاب نہ ہوئی اور یہ فرما کر فوراً چلے گئے۔

اگر ذوق صحبت ما اہل علم داری ازیں حرف ہائے دور از ادب زبان باز دار۔

''اگر ہم جیسے اہل علم سے ملنے کا شوق ہے تو ایسی بے ادبی کے الفاظ سے زبان کو روکو''۔ [۵]

آپ اپنے شیخِ کامل، مرشدِ ربانی سیدنا محمد عبدالباقی، المعروف خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا بے پناہ ادب کرتے۔ خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ۔

مجھ سے خواجہ حسام الدین احمد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا کہ اپنے پیرومرشد (مجدد الف ثانی) کو بلا لاؤ۔ جب میں نے آپ سے حضرت خواجہ کے یاد کرنے کا ذکر کیا تو آپ کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔ خوف کے آثار ظاہر ہو گئے۔ انتہائے خشیت سے بدن میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ رعشہ طاری ہو گیا ہے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر میں نے دل میں کہا، اب تک سنتا آیا تھا۔

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

لیکن آج اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔[۶]

آپ نے اپنے مخدوم زادوں کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کے ایک، ایک حرف سے شکر و ادب کے سوتے ابلتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے مخدوم زادوں کی جناب میں عرض ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔ فقیر نے اس طریقہ کی الف با کا سبق انہی سے لیا ہے۔ حضرت خواجہ سے جو اعلیٰ دولت اس فقیر کو ملی ہے اس کے عوض اگر یہ فقیر ساری عمر اپنے سر کو اپنے صاحبان کے عتبہ عالیہ کے خدام سے پامال کراتا رہے تب بھی ہیچ ہے۔

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے

یک شکر دے از ہزار نتوانم کرد

حضرت خواجہ کی آستاں بوسی سے یہ فقیر تین مرتبہ مشرف ہوا ہے[۷]

جب کوئی بزرگ ملنے کے لیے آتا تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس میں ان کو جگہ دیتے[۸]

آپ متبرک کاغذات کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دن ناگاہ گھبرا کر اٹھے اور ایک کاغذ کو جس پر کچھ تحریر تھا، اٹھایا اور فرمایا: ''بے ادبی ہے کہ کوئی تحریر ہم سے نیچے رہ جائے''۔ [9]

یہ تو صرف کاغذ تھا، حسنِ ادب کی ایک اور درخشاں مثال دیکھیے۔

''ایک دن آپ اسرار و معارف تحریر فرما رہے تھے، ناگاہ ضرورتِ بشری کی وجہ سے بیت الخلا تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے پانی طلب فرما کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو دھویا اور آپ نے فرمایا، ناخن پر سیاہی کا دھبہ تھا اور سیاہی حروفِ قرآنی کے اسبابِ کتابت میں سے ہے۔ بنابریں لائق ادب نہ سمجھا کہ اس دھبہ کے ہوتے ہوئے طہارت کروں اور پھر آپ برائے طہارت تشریف لے گئے''۔ [10]

اسی طرح ایک دفعہ ایک حافظ جس نے سرہانے کے پاس فرش بچھایا ہوا تھا، قرأت میں مشغول ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ جس جگہ بیٹھے ہیں وہ اس فرش سے کسی قدر بلند ہے، جس پر حافظ قرآن تلاوت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس زائد فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے سے لپیٹ کر کنارے پر کر دیا۔ [11]

ایک دفعہ طہارت خانے میں ایک کوزے پر نظر پڑی جس پہ اللہ تعالیٰ کا اِسم جلالت کندہ تھا۔ آپ نے اس کوزے کو اچھی طرح صاف کیا اور نہایت ادب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر جب بھی پانی کی طلب ہوتی، اس کوزے میں پانی نوش فرماتے۔ اسی پہ الہام ہوا کہ تم نے ہمارے نام کو بلند کیا ہے، ہم تمہارے نام کو بلند کریں گے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔

> اگر میں سو سال بھی ریاضت کرتا تو اتنے فیوض و برکات حاصل نہ ہوتے جتنے اس عمل سے حاصل ہوئے۔ [12]

☆......☆......☆

حواشی:

۱......خواجہ بدر الدین سرہندی، حضرات القدس صفحہ ۱۵۲/۲

۲......ایضاً صفحہ ۱۵۳

۳......مکتوبات امام ربانی مکتوب ۷۷، دفتر سوم

۴......مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۷۹، دفتر سوم

۵......خواجہ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات

۶......خواجہ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات فصل سوم

۷......مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۲۶۶ دفتر اول

۸......حضرات القدس ص ۲/۱۰۰

۹......زبدۃ المقامات

۱۰......زبدۃ المقامات فصل ششم

۱۱......ایضاً

۱۲......حضرات القدس صفحہ ۱۱۳

☆......☆......☆

واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (القرآن الحكيم) بخط ثلث بيضاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا پیغام مسلمانوں کے نام

مولانا مفتی علی احمد سندیلوی

☆☆
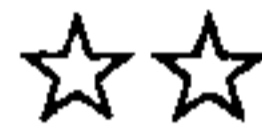
☆......طریق نجات شریعت کی متابعت میں ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نجات کا طریق اور فلاح کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں ہے، پیرو استاد اس لیے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی طرف ہدایت وراہنمائی کریں، اوران کی برکت سے شریعت کے اعتقاد اور عمل میں آسانی وسہولت ہو۔ نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں وہ کریں، اوران کی برکت سے شریعت کے اعتقاد اور عمل میں آسانی وسہولت ہو، کہ ایسا خیال ایک نکمی اور بیہودہ آرزو ہے۔ وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کرے گا اور عمل پسندیدہ تب ہوں گے جب شریعت کے مطابق عمل بجالایا جائے گا''۔ ا

☆......شریعت کا مقصد ہوائے نفسانی کا قلع قمع کرنا ہے:

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

''شریعتوں کا نزول خواہشات نفسانی کو روکنے کے لیے ہوا ہے۔ جس قدر شریعت کے مقتضا کے مطابق عمل کیا جائے گا، اسی قدر نفسانی خواہشات روبہ زوال ہوں گی۔ لہٰذا احکام شرعی میں سے ایک حکم کا

بجالانا نفسانی خواہشات کو دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کیے جائیں کئی درجہ بہتر ہے، بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت غرّا کے موافق نہ کیے جائیں۔ نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں جو برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی فائدہ مند نہیں ہوئی۔ اور نفس کو تقویت دینے اور ان کو پرورش کرنے کے سواء کچھ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً زکوٰۃ کے طور پر بھی جس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ایک درم خرچ کرنا نفس کے روندنے میں ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور سود مند ہے۔ جو اپنی مرضی سے خرچ کیے جائیں، اور شریعت کے حکم سے عید الفطر کے دن کھانا کھانا ہوائے نفسانی کے دفع کرنے میں اپنی مرضی کے مطابق سالہا سال روزہ رکھنے سے نافع تر ہے۔ اور صبح کی نماز کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا (جو سُنتوں میں سے ایک سُنت ہے) کئی درجے اس بات سے بہتر ہے کہ تمام رات نفل میں قیام کرے اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کرے''۔[۲]

☆......شریعت کے اجزاء علم وعمل واخلاص ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

شریعت کے تین جزو ہیں: علم وعمل واخلاص۔ جب تک تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں، شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی جو دنیا و آخرت کی ساری سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ کی خوشنودی کا مقام سب سے بلند وبالا ہے۔ پس شریعت دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے، اور کوئی مطلب ایسا باقی نہیں ہے جس کے حاصل کرنے لیے

شریعت کے سواء کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔ طریقت وحقیقت جن سے صوفیہ ممتاز ہیں۔ تیسری جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔ احوال ومواجید اور علوم ومعارف جو صوفیہ کو اثناء راہ میں حاصل ہوتے ہیں، وہ اصلی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ اوہام ہیں، اور خیالات ہیں جن سے مکتب طریقت کے اطفال کی تربیت کی جاتی ہے''۔[۳]

شریعت میں ذکر کا مفہوم:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اے فرزند فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے، اور تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ جو عمل شریعت غرّا کے موافق کیا جائے ذکر ہی میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات وسکنات میں شرعی احکام کو نگاہ میں رکھا جائے۔ یہ سب کچھ ذکر ہی ہو جائے گا''۔[۴]

بزرگوں کا اصل مقصد مخلوق کی راہنمائی اور ہدایت وارشاد ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ان بزرگوں کی توجہ مخلوق کی ہدایت وارشاد کے لیے ہے تاکہ مخلوق کو خالق کا راستہ دکھائیں، اور مولیٰ کی رضا جوئی کی انہیں دلالت کریں۔ اور شک نہیں کہ اس قسم کی توجہ بہ مخلوق جس سے مخلوق کو ماسوا کی غلامی سے آزاد کرنا مقصد ہو۔ اس قسم کی توجہ بہ خدا سے جو محض اپنے نفس کے لیے ہو، کئی درجہ فضیلت والی ہے۔
مثلاً ایک شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اسی اثناء میں ایک نابینا آگیا، جس کے سامنے کنواں ہے۔ اگر ایک قدم وہ اٹھائے تو کنوئیں

میں جا پڑے۔ آیا اس صورت میں ذکر میں مشغول رہنا بہتر ہے یا نابینا کو کنوئیں سے بچانا بہتر ہے؟ حق تعالیٰ اس سے اور اس ذکر سے مستغنی ہے، اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے جس کے ضرر کا دفع کرنا ضروری ہے۔ خاص کر جب کہ وہ اس کے خلاص کرنے پر مامور کیا گیا ہو۔ اس وقت اس مصیبت سے بچانا ہی ذکر ہے کیونکہ یہ امر کی آوری ہے۔ ذکر میں ایک ہی حق ادا کرتا ہے یعنی مولیٰ کا حق۔ اور تخلیص میں جو تحت امر ہو، دو حق ادا ہوتے ہیں: بندہ کا بھی اور مولیٰ کا بھی۔ بلکہ قریب ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہ میں داخل ہو۔ کیونکہ ہر وقت ذکر کرنا پسند نہیں۔ بعض اوقات ذکر نہ کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے''۔ ۵

علوم شرعیہ کی تدریس ذکر وفکر سے زیادہ اہم ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''زیادہ ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ اگر آپکا سارا وقت درس ہی میں صرف ہو جائے تو نہایت اچھا ہے، ذکر وفکر کی ہوس نہ کریں، رات کے اوقات ذکر وفکر کے لیے وسیع ہیں۔ شیخ حسن کو بھی پڑھاتے رہیں اور اس کو بیکار نہ رہنے دیں۔ ان حدود میں علم چونکہ بہت کم ہے، اس لیے علوم شرعیہ کو تازہ کرنے کی کوشش کریں''۔ ۶

حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اہمیت:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ہم کو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام (حدیث) درکار ہے نہ کہ محی الدین عربی، صدر الدین تونوی۔ اور عبد الرزاق کاشی کا کلام۔ ہم کو نص (قرآن وسنت) سے کام ہے نہ کہ فص سے۔ (فصوص الحکم،

تصنیف، محی الدین ابن عربی) فتوحات مدینہ نے (حدیث پاک)
ہم کو ''فتوحات مکیہ'' شیخ محی الدین ابن عربی کی تصنیف) سے بے نیاز
کر دیا ہے۔ ۷

معیار قرآن وسنت ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جو شخص قرآن وسنت سے آنکھیں بند کر کے جھگڑا کرے اس کے ساتھ
بحث کرنی چاہیئے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے (بیت)
آنکس کہ بقرآن وخبر زو نہ رہی: آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی''
''جس شخص سے بحث کے وقت تُو قرآن وسنت کے دلائل سے چھٹکارا
نہیں پاسکتا، اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس کو بالکل جواب نہ دے''۔ ۸

نبوت اور ولایت کے کمالات کا فرق:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالاتِ ولایت کی کچھ مقدار نہیں۔
آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی کیا حقیقت! سبحان اللہ! بعض لوگ
کج بینی سے ولایت کو نبوت پر افضل جانتے ہیں، اور شریعت کو
جو لُب لِباب ہے، پوست جانتے ہیں''۔ ۹

تلاوت قرآن پاک افضل العبادات ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام اشیاء سے زیادہ قریب قرآن مجید ہے، جس
کو ظلمیت کی گرد بھی نہیں لگی۔ قرآن پاک تقدیم وتاخیر کے خس وخاشاک
کو محجوبوں کی آنکھ میں ڈال کر اپنی اصالت کے ساتھ عالم ظِلال میں
جلوہ گر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عبادات سے افضل عبادت

قرآن مجید کی تلاوت ہے۔ اور قرآن کی شفاعت باقی سب کی شفاعت سے زیادہ مقبول ہے۔ خواہ ملک مقرب کی شفاعت ہو، یا نبی مُرسل کی شفاعت ہو۔ وہ نتائج وثمرات جو قرآن مجید کی تلاوت پر مرتب ہوتے ہیں، تفصیل سے باہر ہیں۔ بسا اوقات قرآن مجید تلاوت کرنے والے کو ایسے بلند درجات تک پہنچا دیتا ہے کہ وہاں بال کی گزر کی بھی گنجایش نہیں ہو سکتی۔'' ۱۰

ادلۂّ احکام شرعیہ:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''احکام شرعیہ کے اثبات میں صرف کتاب وسنت کا اعتبار ہے، اور قیاس واجماع مثبت احکام ہیں۔ ان چار ادلۂ شرعیہ کے بعد کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے احکام ثابت ہو سکیں۔ اولیائے کرام کے الہام سے کسی چیز کی حلّت و حُرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ارباب باطن کا کشف کسی چیز کو فرض یا سُنت ثابت نہیں کر سکتا۔ مجتہدین عظام کے بارہ میں ارباب ولایت اور خاص و عام مومنین برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت کی حیثیت اور ہے۔'' ۱۱

مجتہد اور صوفی کے اختلاف میں مجتہد کی پیروی کی جائے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قیاس واجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ بخلاف کشف والہام کے اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہوا، اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے لیکن اجتہاد مقلد پر حُجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے، اور دین کے اصول کو ان کی رائے کے موافق ڈھونڈنا چاہیے، اور صوفیہ جو کچھ مجتہدین کی آراء

کے خلاف کہیں یا کریں، ان کی تقلید نہ کرنی چاہیے۔ اور بوجہ حسن ظن ان کے طعن سے سکوت اختیار کرنا چاہیے، اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات میں شمار کرنا چاہیے۔

کس قدر تعجب کا امر ہے کہ اکثر صوفی عوام لوگوں کو اپنے کشفی اور الہامی امور پر ایمان لانے کی تعلیم دیتے ہیں۔'' ۱۲

صوفیہ کا عمل حل وحُرمت میں سند نہیں ہوسکتا:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اور صوفیہ کا عمل حلِ وحُرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں، اور ان کا امر اللہ کے سپرد کریں۔ اس جگہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد (رحمہم اللہ) کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری (رحمہا اللہ) کا عمل۔'' ۱۳

کسی مسئلہ میں علماء اور صوفیہ میں اختلاف ہو جائے تو حق علماء کی جانب ہوگا:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں کہ جن میں صوفیہ وعلماء کا اختلاف ہے۔ جب اچھی طرح غور اور مطالعہ کیا جائے تو حق علماء کی جانب ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہوا ہے۔ اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک محدود رہتی ہے۔ پس وہ علوم جو نبوت کے پیش گاہ حاصل کیا جائے۔ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے، کئی درجہ ثواب اور حق میں بہتر اور اعلیٰ ہوگا۔'' ۱۴

موازنہ شریعت وتصوف:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے، اور تصوف کی بابت کچھ نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام کی بجاآوری پر منحصر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے کہ بہترین مخلوقات ہیں، شرائع کی طرف دعوت دی ہے، اور نجات کے لیے شریعت کی تبلیغ کی ہے۔ بڑی سے بڑی نیکی یہ ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کو زندہ کرنے کی کوشش کیجائے۔ خاص کر ایسے زمانہ میں کہ اسلام کے نشانات مٹ گئے ہوں۔ کروڑوں روپیہ خدا کے راستہ میں خرچ کرنا اس امر کی برابری نہیں کرسکتا کہ شرعی مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کو رواج دیا جائے۔''[۱۴]

کیا شریعت ''پوست'' ہے اور حقیقت ''مغز'' ہے!

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شریعت کے تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص، پس طریقت وحقیقت دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے لیے شریعت کے خادم ہیں۔ مگر ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر اہل جہاں نے خواب وخیال کے ساتھ آرام کیا ہوا ہے، اور جوز و مویز یعنی نکمی باتوں پر کفایت کی ہوئی ہے۔ یہ لوگ شریعت کے کمالات کو کیا جانیں، اور حقیقت وطریقت کو کیا سمجھیں۔ شریعت کو ''پوست'' خیال کیے ہوئے ہیں، اور حقیقت کو مغز جانے ہوئے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور ہیں، اور احوال ومقامات پر فریفتہ اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست کی توفیق عنایت فرمائے۔''[۱۶]

علمائے ظاہر کی درستی عقائد کا جمال صوفیہ کے مجاہدات اور ریاضات سے بڑھ کر ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اہلسنت والجماعت کے علماء ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں، لیکن ذات و صفات الٰہی میں ان کی درستی عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے۔ کہ وہ کوتاہی وکمی اس کے مقابلہ میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے، اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات وصفات الٰہی میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ جمال ان میں نہیں پایا جاتا۔'' ۱۷

فرائض کے مقابلہ میں نوافل کا حکم:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلے میں کسی گنتی میں نہیں۔ کاش ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سُنت کے مقابلہ میں بھی یہی نسبت ہے۔ پس دونوں قربوں کے درمیان اس تفاوت سے قیاس کرنا چاہیے، اور عالمِ خلق کا شرف عالمِ امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینا چاہیے۔ اکثر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں۔ فرائض کو خراب کر کے نفل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔ صوفیہ خام ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں، اور چلّے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں، اور وہ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزار چلّوں سے بہتر ہے۔'' ۱۸

فرض عبادت کے مقابلہ میں نفل عبادت کیا حکم رکھتی ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ادائے فرض میں بڑی کوشش کرنی چاہیے، اور حلّ و حُرمت میں

بڑی احتیاط بجالانی چاہیے، اور عبادت نافلہ کو عبادات فرائض کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے، اس زمانہ کے اکثر لوگ نوافل کو رواج دیتے ہیں، اور فرائض کو خراب کرتے ہیں۔ نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش و اہتمام سے کام لیتے ہیں اور فرائض کو خوار و بے اعتبار سمجھتے ہیں''۔ ۱۹

شخص معیّن کو جہنمی اور لعنتی کہنا جائز نہیں:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''یہ اہلِ سُنت کی خوبی ہے کہ شخص معیّن کو جو طرح طرح کے کُفر میں مبتلاء ہو۔ اسلام اور توبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے، اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ کافر پر عامیانہ لعنت کرتے ہیں اور کسی کافر معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے تا وقتیکہ اس کا سُو خاتمہ قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو''۔ ۲۰

بندہ کو عین مولیٰ جاننا الحاد ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو اس طرح زمین پر نہ ڈالے، اور کام یہاں تک نہ پہنچائے، اپنے مولائے جل شانہ، کے کمال سے بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو عین مولیٰ جانے، اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً، ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد ہے۔ اس عقیدہ والے اس زمرہ میں داخل ہیں جن کے متعلق قرآن میں ہدایت وارد ہوئی ہے۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں ۔''۲۱

سجدۂ تعظیمی کی ممانعت اور شناخت:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں، زمین بوسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی سورج سے زیادہ روشن ہے، اسے روکنا چاہیے، اور پوری سختی اور تاکید سے کام لینا چاہیے''۔ ۲۲

فرمایا:

''میرے بھائی سجدہ جو نام ہے زمین پر پیشانی رکھنے کا۔ یہ فعل انتہائی پستی، انکساری، عاجزی، اور فروتنی پر مشتمل ہے۔ تواضع کی یہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ شریعت نے غیر اللہ کے لیے جائز نہیں رکھا۔'' ۲۳

وجد و حال اور کشف کتاب و سُنت پر پورا اُترے تو مانو:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''صوفیہ کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے، اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں، آدھے جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر پسند نہیں کرتے۔'' ۲۴

غیر مشروع ریاضتیں اور خلافِ سُنت مجاہدے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''طریقہ سنت سے ہٹ کر صوفی لوگ جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں۔ ان کا کچھ وزن اور اعتبار نہیں ہے۔ ایسی ریاضتیں تو یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن اور جوگی بھی کیا کرتے ہیں۔ لیکن سوائے گمراہی و خسارہ کے ان سے کیا حاصل ہوتا ہے۔'' ۲۵

مظاہر جمیلہ اور نغماتِ حسنہ سے لگن:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن و جمال حضرت واجب تعالیٰ کے کمالات سے مستعار ہے، جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے، اور اس گرفتاری و تعلق کو نیک و بہتر سمجھتے ہیں بلکہ وصول کی راہ سمجھے ہوئے ہیں۔ اس فقیر کو جو کچھ ثابت ہوا ہے، وہ سراسر اس کے خلاف ہے۔'' ۲۶

سماع و نغمہ، وجد و تواجد، رقاصی و پاکوبی:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اس طائفہ صوفیہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنی قلبی بے چینی کا علاج سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں ڈھونڈا ہے۔ اور اپنے مطلوب کو نغموں کے پردوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے رقص و ناچ کو انہوں نے اپنا مسلک اختیار کر لیا ہے، حالانکہ یہ روایت ان کے کانوں تک پہنچ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ کسی شے کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے، اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ جب حقیقت کو نہ پایا، افسانہ کی راہ لی۔ اے برادر! جس قدر نماز و نغمہ میں فرق ہے، اسی قدر نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہونے والے کمالات میں فرق ہے۔ عاقل کو صرف اشارہ کافی ہے''۔ ۲۷

مجلس سماع و رقص کی تعظیم حرام ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اس زمانے کے کچے اور خام صحافیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے، اور اسی کو اطاعت و عبادت

سمجھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنالیا ہے۔
سابقہ روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے، وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع ورقص کی مجلس کی تعظیم کرنا کیسا ہے۔" ۲۸

بے ریشوں (خوبرو لڑکوں) اور اجنبی عورتوں سے دل لگانا منع ہے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفویہ ﷺ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حُسن کی طرف اور دنی قسم کے زیب وزینت کی طرف رغبت وخواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ حسن وطراوت عدم کے تقاضوں میں سے ہیں، جو کہ ہر شر وفساد کا محل ہے۔" ۲۹

بدعت سے احتراز کرو:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جب تک بدعتِ حسنہ کے اسم ورسم سے ایسا ہی اجتناب نہ کریں جیسا کہ بدعت سیۂ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تب تک اس دولت ایمان کی خوشبو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج یہ بات بہت مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہے، اور بدعت کے اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے۔" ۳۰

ذکر بالجہر بدعت ہے:

اور بازاروں میں اچھل کود کر ذکر بالجہر کے ذریعے اپنی نمائش کرنے والے، اور مساجد ومزارات کو مجرا بنانے والے بعض نقشبندی مجددی بزرگ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی اور اپنے کردار پر نظر ثانی کریں۔ مذکورہ طریقہ سے متاثر ہو کر چند جہلا مرید تو ہو جاتے ہیں لیکن بزرگان دین کے نزدیک یہ طریقہ ذکر کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں۔ ۳۱

☆......☆......☆

حواشی:

۱.....مکتوبات دفتر سوم، حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۴۱، ص ۱۲۱۔ ۱۲۲ مطبوعہ رؤف اکیڈمی، لاہور

۲.....مکتوبات دفتر اول، حصہ دوم مکتوب نمبر ۵۲، ص ۲۵

۳.....مکتوبات دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۹۹

۴.....مکتوبات دفتر دوم۔ حصہ ششم، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۶۲

۵.....مکتوبات دفتر دوم۔ حصہ ششم۔ مکتوب نمبر ۴۶، ص ۱۲۷/۱۲۸!

۶.....مکتوبات دفتر دوم حصہ ششم، مکتوب نمبر ۱۴، ص ۴۰

۷.....مکتوبات دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۰۰

۸.....مکتوبات دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۴، ص ۷۵، حصہ ہشتم)

۹.....مکتوبات دفرت دوم۔ حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۱۴۶، ص ۱۶۲

۱۰.....مکتوبات دفتر سوم، حصہ نہم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۸۷

۱۱.....مکتوبات دفتر دوم، حصہ ہفتم، نمبر ۵۵، ص ۱۷

۱۲.....مکتوبات جلد اول، حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۷۲، ص ۱۳

۱۳.....مکتوبات دفتر، حصہ چہارم، مکتوب نمبر ۲۲۶، ص ۱۳۶،

۱۴.....مکتوبات دفتر، اول حصہ، چہارم، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۱۲۳

۱۵.....مکتوبات دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۲۱

۱۶!.....مکتوبات دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۴۰، ص ۱۰۴

۱۷.....مکتوبات دفتر اول، حصہ اول، نمبر ۸، ص ۱۶

۱۸.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر ۲۶۰، ص ۸۸۔ ۸۷

۱۹.....مکتوبات دفتر دوم، مکتوب نمبر ۸۲، ص ۹۲، حصہ ہفتم

۲۰.....مکتوبات دفتر دوم، حصہ ششم مکتوب نمبر ۳۶، ص ۸۱۔ ۸۰

۲۱.....مکتوبات دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۹، ص ۱۹

۲۲.....مکتوبات دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹، ص ۷۷

۲۳.....مکتوبات دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۹۲، ص ۱۰۶

۲۴.....مکتوبات دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۰۷، حصہ سوم، ص ۹۹

۲۵.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر۲۲۱، ص ۹
۲۶.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر۲۳۴، ص ۲۱
۲۷.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر۲۶۱، ص ۹۷
۲۸.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم مکتوب نمبر۲۶۶، ص ۱۳۶
۲۹.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر۲۳۴، ص ۱۳۸
۳۰.....مکتوبات دفتر، دوم حصہ ہفتم، مکتوب نمبر۵۴، ص ۸
۳۱.....مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب نمبر۲۳۱، ص ۲۱، مکتوب نمبر۲۶۶، ص ۱۳۴

☆......☆......☆

قال الله تعالیٰ فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط دیوانی الجلی

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرقعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نصر من اللہ وفتح قریب
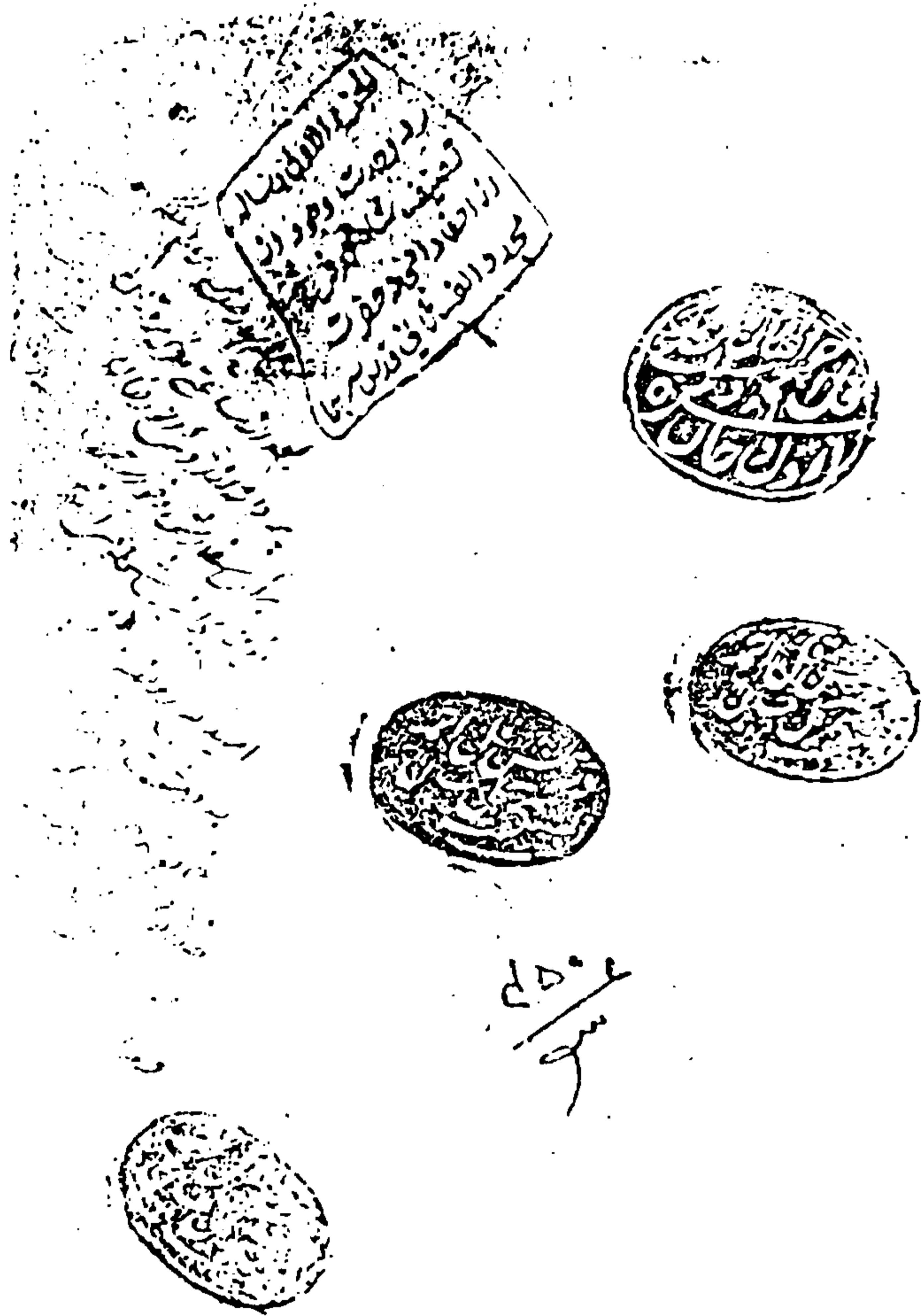
رسالہ در وحدۃ الوجود، خواجہ محمد فرخ شاہ مجددی ابن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مخزونہ: کتب خانہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ (ضلع اٹک۔ پاکستان)

تعالی الی کذلک ان الواجب الوجود و خالق و مبدع عالم تعالی باشد پس اثبات وجود باشد
سوای آن که محیط کمالات ذاتی و صفاتی و افعالی باشد چه درکار رود از آن وجه حق نباشد مقابل
حق مرتبه وجوب است پس سریان وجود در مراتب تنزیل نخ بند چه مرتبه وجوب الیه نسبت
مرتبه امکان است یعنی آن نیست سریان وجود چه فائده بخشد بانکه ازین سریان جز به فایده
و به هر مرتبه وجوب و امکان لازم آید و نیز این وجه چنین عینی حق نیست یعنی ایانا بانکار
که عینیت حق مر ممکنات را ثابت نشد و نیز لازم آید که حق مرکب باشد از وجوب و وجوب
والترکیب مستحیل فی حقه بالجمله قول با طلاق وجود و سریان آن در جمیع مراتب مشهور
واهی و بحالست از آنست که محققان صوفیه که بالا تعداد نمودیم نفی آن بطریق
تاکید و مبالغه نموده اند و علامه تفتازانی در چند مواضع از شرح مقاصد
آن را رد کرده و گفته هذا مذهب صوفیه بعض من متاخرین المتصوفة والمشائیة
گفته لبعض من متاخر الصوفیة دین بعض متصوفه که از راه بغلط قائم بایند در طریق هلکه افتادند
و بهره از تحقیق نیافته ابلهی بود که برای کاسد بازار راو نیته بد بیات وطوطه و فرو را
دیده را از دلت دید الشیخ قدس سره در شرح مواقف می نویسد و ما یقال من ان الکل
ذات واحده یتعدد فی الاوصاف لا غیر فی المتقید به لطور العقل بعد و به مکابرة
لا یلتفت الیها و در حواشی تجرید تشنیع سخت تر از این نموده است کلام شکوه کننده تر
از آنست که انکار نصوص می کنند مبنی بر بواسطه اثبات مانست و گفتگو است در میان
واجب تعالی و ممکن در مقام مجاز سخن فراهان مشتبه است بدین قدر اکتفا نمائیم فاما الذین
آمنوا فزادتهم ایمانا و هم یستبشرون واما الذین فی قلوبهم مرض فزادتهم رجسا الی رجسهم
و ماتوا و هم کافرون و سمیت هذه الرسالة بتبعیة المنهاج المتبع عن مصائد نصوص الدیانة
ای برده اگر درین رساله تکرار بنظر رساید خرده نگیرد که چون مقام بس خطرناک است که
جم غفیر از مسلمانان این اقوال فاسده دین و ایمان خود را بر باد دادند لصوص دین آگاه
تنها گشته رسم این ضعفا در دیده بد عیب آید فاعتبر با القرآن المجید که این صفت خالی
از فائده نیست و نظر محض نه بر سبب اظهار کند صفت یکسان فرمود که کتاب است والله
هو الهادی المسبب الرشاد و منه العصمة والسداد تمت بید احقر العباد و عبده الحکیم
راقم الحروف محمود هذه الرسالة من مؤلفات حضرت شاه محمد فرد از اولاد الاولاد الاحقر دالا النبی و محمد و الغ

[illegible]

خزائن نبوت، خواجہ عبدالاحد وحدت ابن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی، مخزونہ: کتب خانہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ (ضلع اٹک، پاکستان)

وجابی رامع دو لوازم آنها که قبض و بسط بود بر هر رنج از عروج آراد

جلابا وجابایی دو فیل رهوار بران یعنی عروج و نزول بر کام رسید

رو بنک فرجام سریع السیر اوان کن یعنی وجاری باز رود باشد که بر کام

خود رسی ورنه وابسته یعنی در لوشتی نبود بر رنج رنک از آئینه جهان

نمای یکی میشود و رنج رنک که نمیشود احاطه بر دو جهان یکی میسر آید بس

که فیل رهوار دواندن نهایت بعید و نهایت دور است

وایضا کنایه از نهال نشاندن با بسی و پیوند عبادت از باریکی انفاس

توان گرفت یعنی پاس انفاس که شاخ پیدا میکند هوش در دم

و نظر بر قدم چون این دو شاخ بلند میگردد سایه خود بر دو جهان

وجال یعنی سفر در وطن و خلوت در انجمن اندازد که فیل رهوار

یعنی نگاه داشت و یاد داشت بران یعنی آنچه در منازل دیده چنانچه که

موافق بود بچیزی که از مرشد شنیده بودی و آنچه شنیده مطابق دیده

بود و آنچه دیده باشی همه حاضر باشد و هرچه حاضر بود استقامت

بران بود چون استقامت یافتی چه در سلوک و چه در سیر

و چه در طیران بی مناقشه بمنزل رسیده باشی و بدانکه لازمه

سلوک آنست که تزکیه نفس شود که سلوک بدون تزکیه

تمام شد

سلسلہ تصوف نمبر (۱۴۲)

اردو ترجمہ کتاب

کنز الہدایات

۱/۱۱ ـ

مؤلفہ

حضرت خواجہ محمد باقر بن شرف الدین العباس لاہوری خلیفہ رشید
حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی رضی اللہ عنہ

مترجمہ

عالم نبیل فاضل جلیل حامی دین ربانی ابو المعانی جناب مولوی عرفان احمد صاحب قلمی رحمی
خلیفہ مجاز
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ سہروردیہ جناب مولانا مولوی
خواجہ احمد حسین خاں صاحب امروہوی سلمہ ربہ

جس کو ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کھوکریاں ــــــــــ بازار کشمیری
لاہور نے

مشہور عالم پریس لاہور میں باہتمام پنڈت کیا مدار منیجر مطبع کے چھپا ۱۹۱۵ء

قیمت (۱۲)

۱/۵

اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یہدی الیہ من ینیب

کنز الہدایات

سال تصنیف ۱۰۸۰ھ

حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ

ان کی بڑی تفسیر قرآن مجید کا قلمی نسخہ احمد حسین احمد گجرات [illegible] موجود

[illegible] ۳۶

حکیم عبدالمجید احمد سیفی لاہور / قیمت ۸/۳

مزار شریف حضرت قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی علیہ الرحمہ
پانی پت۔ بھارت

مولانا الشيخ

خالد النقشبندي

حياته • منهجه • آثاره

محمد شريف الصواف
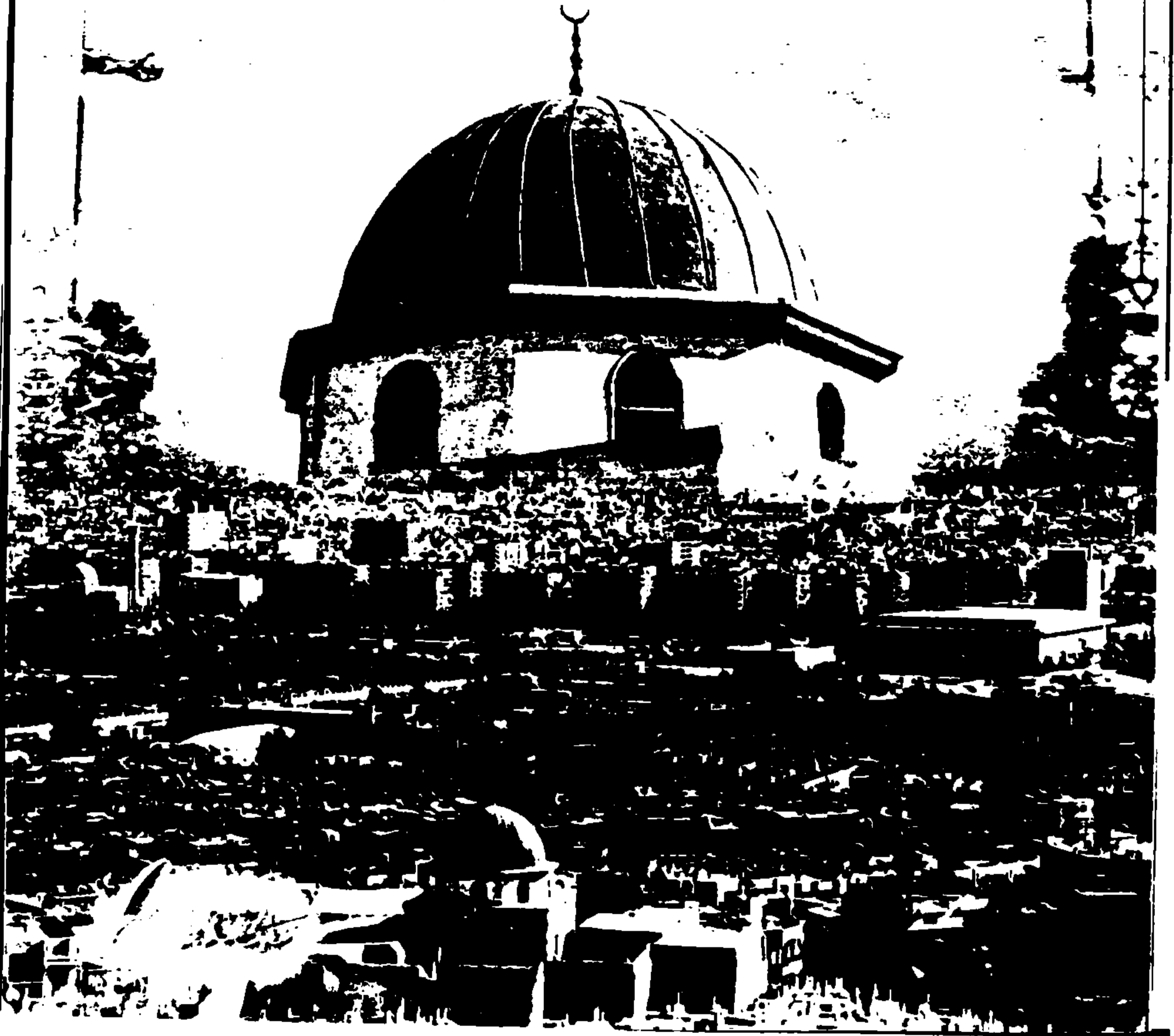
مکتوب شریف شیخ خالد نقشبندی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مختصر تعارف

جہان امام ربانی

اقلیم نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقلیم نہم

☆☆

کشورِ اوّل

کشورِ دوم

کشورِ سوم

کشورِ چہارم

کشورِ پنجم

☆......☆......☆

الحمد للہ

خط کوفی چہار ضربی